DUE DATE

Late Fine Ordinary Books 25 Paise per day. Text Book Re. 1/- per day. Over Night Book Re. 1/- per day.

میں پیش کیا تھا۔ وہ اگزیبٹ نمبر ۵ میری اصل بیان جو [illegible] دکھلا کر [illegible]
[illegible] نمبر [illegible] کے دستخط ثبت ہیں اُسکے ایک تعلق کی شناخت [illegible] ہی اگزیبٹ
نمبر [illegible] ظاہر کیا [illegible] دستخط ملزمان نمبران ۲ و ۴ و ۵ کے ہیں شام کی کارروائی ۹ بجکر
۵۵ منٹ پر شروع ہوئی۔ اور ایک بجکر ۲۵ منٹ پر شب میں ختم ہوئی

اظہار ماہر تحریر

[illegible]

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام فرنیک ہے۔ میرے باپ کا نام [illegible]
میری عمر تخمیناً ۴۵ سال میرا مذہب عیسائی، میرا پیشہ ماہر تحریر۔ میری سکونت شملہ ہے۔

بسوال فریق اوّل بیان کیا۔

میں گورنمنٹ کی جانب سے ماہر تحریر ہوں، میں نے اگزیبٹ ۷ وہ دیکھا ہے۔ وہ
[illegible] میرے پاس بھیجے گئے تھے۔ اگزیبٹ نمبران ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ [illegible]
دیگر اگزیبٹوں کی تحریر کا مقابلہ کیا۔ اگزیبٹ ۷۔ اُسی ہاتھ کی تحریر کردہ ہے جیسا کہ ۹
دستخط مثبتہ ہیں [illegible] کا حصہ بھی ہے جیسا کہ اُردو دستاویز کا جو میرے
[illegible] گئی۔ میں نے [illegible] مجسٹریٹ کو پاس بھیج دی تھی یہ دستاویزات مجھے [illegible] مجسٹریٹ
[illegible] ایک سر بمہر لفافہ میں وصول ہوئی تھیں مہر اصل حالت میں تھی

دستخط۔ پی۔ سی۔ کینیڈی۔

جوڈیشل کمشنر [illegible] ۲۳۔ اکتوبر [illegible]

اظہار محمد بخش

[illegible] ہے کہ میرا نام محمد بخش، میرے باپ کا نام [illegible] میری عمر تخمیناً
[illegible] میری ذات شیخ، میرا پیشہ [illegible] میری سکونت [illegible]

بسوال فریق اول بیان کیا کہ۔

میں جولائی گذشتہ میں خلافت کانفرنس میں موجود تھا۔ مجھے یاد ہے کہ تحریکات ۵ و ۶
کانفرنس کے روبرو پیش کیگئی تھیں حکم گورنمنٹ میں تحریک ۶ صحیح ترجمہ ہے ملزم ۱ نے اسکو پڑھا
پیش کیا اُسکا محرک ملزم نمبر ۳ تھا۔ ملزم نمبر ۴ نے اسکا سندھی میں ترجمہ کیا۔ اسنے بھی اسپر تقریر کی
ملزم نمبر ۳ کچلو نے اس تحریک کی تائید کی اسکے بعد ملزم نمبر ۵ نے تقریر کی۔ پھر ملزم نمبر ۱ نے تقریر کی
پھر محمد علی نے تحریک کو جلسے کے روبرو پیش کیا۔ اور اُن لوگوں سے جنہیں اُس سے اتفاق ہو بولو
کہا۔ سب لوگ کھڑے ہوگئے۔ مابین دو اور تین ہزار آدمی اس شب میں موجود تھے۔ حاضرین
مسلمان تھے۔ کچھ علما بھی موجود تھے۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ کس تعداد میں تھے۔ یہ جانا
وہاں کوئی سندھی عالم بھی موجود تھا۔ تقاریر سے کچھ جوش پھیلا۔ بہت جوش پھیلا جیسا
تعینات کیا گیا تھا۔ عام جلسہ تھا۔ لیکن داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہوتا تھا۔

دستخط۔ بی سی کنیڈی۔
جوڈیشل کمشنر سندھ۔ ۲۴۔ اکتوبر سنہ ۲۱ء

اظہار لیاقت حسین

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام لیاقت حسین، میرے باپ کا نام تصدق حسین،
میری عمر تخمیناً ۴۰ سال، میرا مذہب مسلمان شیعہ، میری ذات سید، میرا پیشہ انسپکٹر
خفیہ پولیس ہے۔

بسوال فریق اول بیان کیا کہ۔

میں جولائی میں خلافت کانفرنس میں موجود تھا، میں وہاں تقاریر کو رپورٹ کرنے کے
لیے بھیجا گیا تھا۔ ایسی تقریریں اُردو میں کیجاتی ہیں میں ان تقریریں کو شارٹ ہینڈ میں لکھ لیتا
میں یہ کام چند سال سے کرتا ہوں، میں ۸۔ جولائی کو کانفرنس کے اجلاس میں

موجود تھا۔ محمد علی نے اپنا خطبہ صدارت پڑھا۔ انہوں نے سبجکٹ کمیٹی کے انتخاب کے لئے
کہا جسمیں ہر شاخ کے ممبران شامل ہوں۔ اُنہوں نے جو کچھ کہا مینے لکھا مینے ان تقریروں کو
خط مختصر سے عام رسم الخط میں منتقل کیا۔ اگزیبٹ ۱۶ میری نوٹ کی صحیح تحریر ہے۔ انہوں (ملزم)
نے وہی کہا تھا جو مینے لکھا ہے۔ اگزیبٹ ۱۷ اسکا صحیح ترجمہ ہے۔ اس مضمون پر اس نے جو کچھ
تقریر کی وہ سب یہی ہے۔ میں ۶ جولائی کو کانفرنس میں موجود تھا جبکہ چھٹی تحریک جلسہ
کے روبرو پیش کی گئی۔ تحریک کو صدر جلسہ محمد علی نے پڑھا۔ اُنہوں نے جو کچھ الفاظ
کہے مینے اُنہیں لکھ لیا۔ اگزیبٹ ۱۸ جو کچھ اُنہوں نے کہا اسمیں صحیح صحیح تحریر ہے۔ اگزیبٹ
۱۹ ترجمہ ہے۔ ملزم ۲ نے ایک تقریر کی۔ اور اسکی تحریک کی۔ مینے انکی تقریر کو خط مختصر میں
لکھ لیا۔ مینے اِسے خط مختصر سے عام رسم الخط میں لکھا اور اسکا ترجمہ کیا۔ (اگزیبٹ ۲۰
و ۲۱) جو کچھ مینے لکھا ہے وہی ملزم ۲ نے واقعی بیان کیا تھا۔ اسکے بعد ملزم نمبر ۴ نے اسپر سند ہی میں
تقریر کی۔ کچلو ملزم ۳ نے بھی تقریر کی۔ مینے کچلو کی تقریر کو لکھ لیا۔ مینے اُسکو خط مختصر سے عام
رسم الخط میں منتقل کیا۔ اور ترجمہ کیا۔ (اگزیبٹ ۲۲ و ۲۳) اُنہوں نے وہی کہا جیسا کہ مینے
شارٹ ہینڈ سے لانگ ہینڈ میں لکھا۔ بعد ملزم نمبر ۳ کے ملزم نمبر ۵ نے زبان اُردو میں تقریر
کی۔ مینے اِسے شارٹ ہینڈ میں لکھا۔ مینے اُسکو صحیح صحیح شارٹ ہینڈ سے لانگ ہینڈ میں
اردو میں لکھا۔ (اگزیبٹ ۲۴) اور اسکا ترجمہ کیا (اگزیبٹ ۲۵) ملزم نمبر ۵ نے وہی کہا جو
مینے واقعی اسمیں لکھا ہے۔ اسکے بعد ملزم نمبر ۶ نے انگریزی میں تقریر کی۔ لیکن مینے اسے نہیں لکھا
صدر انجمن نے کچھ الفاظ کہے مینے انہیں شارٹ ہینڈ میں لکھا۔ اور شارٹ ہینڈ سے
لانگ ہینڈ میں اُردو میں لکھا۔ صدر انجمن نے اُردو میں تقریر کی (اگزیبٹ ۲۶-۲۷) اُردو
شارٹ ہینڈ کے اصل نوٹ میرے پاس موجود ہیں۔ حاضرین جلسہ اللہ اکبر وغیرہ کے نعرے
لگاتے تھے۔ حاضرین میں تحریک کی بابت کچھ جوش تھا۔ ملزم کی اصلی سکونت یا سے اسکا
(اگزیبٹ ۳۵)
سے واقف ہوں۔ وہ روہیلکھنڈ ہندوستان کی دیگر مقامات میں گئے

میں سابق ... کالج رہ چکے ہیں۔ یہ مجھے نہیں معلوم کہ وہ ریاست رامپور میں ملازم بھی تھے
ملزم نمبر ۵ ساکن دیوبند ضلع سہارنپور ممالک متحدہ کے ہیں۔ نثار احمد ساکن کانپور ہیں
شوکت علی و محمد علی باشندہ رامپور کے تھے اب شمالی ہندوستان میں یا وہ مستقل نہیں بلکہ
بلکہ بمبئی میں رہتے ہیں محمد علی نے علیگڈھ کالج میں تعلیم پائی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ انکے آباو
واجداد شیعہ تھے۔ محمد علی کی سند تعلیم کے بارہ میں کچھ نہیں جانتا۔

دستخط۔ ن سی کینیڈی۔

جوڈیشل کمشنر سندھ۔ ۲۴۔ اکتوبر سنہ ۲۱ء

اظہار شام بہادر خاں

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام بہادر خاں، میرے باپ کا نام جان بہادر خاں میری عمر تخمیناً ۲۵ سال، میرا مذہب اسلام، میری ذات پٹھان، میرا پیشہ سب انسپکٹر خفیہ پولیس، میری سکونت الہ آباد ہے۔

بسوال فریق اول بیان کیا کہ۔

میں جلسہ خلافت کانفرنس بمقام کراچی گزشتہ جولائی میں بحیثیت شارٹ ہینڈ رپورٹر شریک ہوا۔ میں نے زبان اردو کی تقریریں لکھیں میں اردو کی تقریروں کے لکھنے کا عادی ہوں میں ۹ جولائی کو موجود تھا۔ ملزم علی نے تحریک ملا کو پڑھا تھا۔ جیسے وہ پڑھتے گئے میں اُسے لکھتا گیا۔ انہوں نے تمہیداً کچھ فقرے کہے۔ میں نے اردو شارٹ ہینڈ سے لانگ ہینڈ میں اسکی صحیح کتابت کی۔ اور اسکا ترجمہ کیا (اگزبیٹ ۲۹ و ۳۰)

اسکے بعد ملزم نمبر ۲ نے اردو میں ریزولیوشن کی تحریک کی میں نے انکی تقریر کو شارٹ ہینڈ میں لکھا، یہ میرے شارٹ ہینڈ نوٹ کی صحیح کتابت ہے۔ اسکا ترجمہ کرایا گیا ہے (اگزبیٹ ۳۱ و ۳۲)

ملزم نمبر ۷ نے سندھی میں تقریر کی۔

ملزم نمبر ۳ کچلو کی تقریر میں نے شارٹ ہینڈ میں لکھی میں نے شارٹ ہینڈ سے لانگ ہینڈ میں تحریر کیا میں نے اُس تحریر کو عدالت مسٹی مجسٹریٹ میں پیش کیا - میں نے اس تحریر کو دیکھا میں اسکی شناخت کرتا ہوں - میں نہیں چاہتا کہ شارٹ ہینڈ سے لانگ ہینڈ کی تحریر کے ترجمے داخل کئے جائیں (اِلّا اُس صورت میں کہ ملزمان اُنپر جرح کرنا چاہیں -

اِسکے بعد ملزم نمبر ۵ نے اُردو میں تقریر کی میں نے اُنکی تقریر کو شارٹ ہینڈ میں قلمبند کیا میں نے اُس تحریر کو عدالت مسٹی مجسٹریٹ میں پیش کیا - میں اُسکی شناخت کرتا ہوں -

بعد ملزم نمبر ۵ کے ملزم نمبر ۶ نے تقریر کی - محمد علی ملزم نمبر ۱ نے تحریک کو جلسے کے پیش کیا - میرے اصلی نوٹ جس سے میں نے شارٹ ہینڈ سے لانگ ہینڈ میں تحریر کیا - میرے پاس یہاں موجود ہیں

دستخط - بی - سی - کینڈی
جوڈیشل کمشنر سندھ - ۲۵ - اکتوبر ۱۹۲۱ع

اظہار بسرمل

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام بسرمل میرے باپ کا نام جواہرل - میری عمر تخمیناً ۲۸ سال - میرا مذہب ہندو - میری ذات ال - میرا پیشہ شارٹ ہینڈ رپورٹر - میری سکونت کراچی ؟

بسوال فریق اول بیان کیا کہ

گذشتہ جولائی میں آل انڈیا خلافت کانفرنس کے اجلاسوں میں میں موجود تھا - جو تقاریر انگریزی میں ہوئی تھیں اُنکو میں نے شارٹ ہینڈ میں قلمبند کیا - ملزم نمبر ۲ نے ۹ جولائی کی شام کو جو تقریر کی تھی اُسکو میں نے لکھ لیا - وہ تقریر تحریک علا پر کی گئی تھی - میں نے اپنے شارٹ ہینڈ سے لانگ ہینڈ میں لکھا (اگزیبٹ ۱۲) [illegible]

دستخط - بی - سی - کینڈی - جوڈیشل کمشنر سندھ - ۲۰ - اکتوبر ۲۵

اظہار ٹیک چند

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام ٹیک چند ہے، میرے باپ کا نام ہیمن داس میری عمر تخمیناً ۲۹ سال، میرا مذہب ہندو، میری ذات مل، میرا پیشہ ہیڈ ماسٹر نیو ہائی اسکول کراچی، میری سکونت کراچی ہے۔

بسوال فریق اول بیان کیا کہ

میں گذشتہ جولائی کی خلافت کانفرنس کی کارروائیوں میں موجود تھا۔ میں نے تحریک کو اور جو تقریریں اس پر کی گئیں ان کو قلمبند کیا۔ میں نے اپنے نوٹ کے ذریعہ سے ایک رپورٹ تحریر کی یہ نوٹ ان تقریروں کی نسبت تھے جو خود تحریک پر کی گئیں۔ مجھے یہ تحریر اخبار سندھ ٹائمس سے ملی سندھ ٹائمس کی یہ ایک خاص اشاعت تھی میں نے اپنی رپورٹ ۱۱ تاریخ بروز دوشنبہ بھیجی۔

دستخط۔ بی۔ سی۔ کینڈی

جوڈیشل کمشنر سندھ۔ ۔۔۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء

اظہار ولیم روز برنس

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام ولیم روز برنس ہے۔ میری عمر تخمیناً ۵۰ سال میرا مذہب پرسبٹیرین PRESBETARIAN (عیسائی) میرا پیشہ اخبار نویسی میری سکونت کراچی ہے۔

بسوال فریق اول بیان کیا کہ

میں ڈیلی گزٹ کا نائب اڈیٹر ہوں۔ مجھے سعید اد کی رپورٹ ٹیک چند سے ۱۹ جولائی کی شام کو ملی۔ وہ اگزبیٹ ۱۳ ہے۔ میں نے اسے عدالت ماتحت میں پیش کیا اسکا صفحہ غائب ہے۔ میں نے اسے صحت کے ساتھ اپنے اخبار میں شائع کیا۔ ملاحظہ ہو ۲۰ جولائی کی اشاعت

(اکزیبٹ ۳۹)

دستخط

بی سی کینیڈی۔ جوڈیشل کمشنر سندھ

۲۵۔اکتوبر سنہ ۲۱ء

اظہار ہری رام

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام ہری رام ہے۔ میرے باپ کا نام شیلا رام ہے۔ میری عمر تخمیناً ۲۱ سال۔ میرا مذہب ہندو۔ میری ذات لوہانہ، میرا پیشہ رپورٹر نیو ٹائمس میری سکونت کراچی ہے۔

بسوال فریق اول بیان کیا کہ

میں نے جولائی میں خلافت کانفرنس بمقام کراچی شرکت کی اور اس کی روئیداد کو میں نے قلمبند کیا میں نے ان یادداشتوں کی نقل انگریزی میں مسٹر جیوانی کو دی میری زبان سندھی ہے۔ میں ان تحریکات کو جنکا ترجمہ سندھی میں کیا گیا ہے سمجھتا ہوں۔

دستخط۔ بی۔ سی۔ کینڈی

جوڈیشل کمشنر کراچی۔ ۲۵۔اکتوبر سنہ ۲۱ء

اظہار ٹیکم داس

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام ٹیکم داس ہے۔ میرے باپ کا نام کھیم چند جیوانی میری عمر تخمیناً ۲۰ سال، میرا مذہب ہندو۔ میری ذات لوہانہ۔ میرا پیشہ اڈیٹر نیو ٹائمس کراچی میری سکونت کراچی ہے۔

بسوال فریق اول بیان کیا۔

آخری گواہ نے خلافت کانفرنس میں بحیثیت میرے اخبار کے رپورٹر ہونے کے شرکت کی

اِس نے مجھے ۹ جولائی کی روئداد کی ایک رپورٹ دی میں نے اس رپورٹ کو ۱۱ تاریخ بضمیمہ
کی اشاعت میں شائع کیا۔ یہ تحریر ب ۲ ہے۔ اصل مسل میرے پاس نہیں ہے۔ اِس
تحریک کی صحیح نقل مجھے بعد میں [illegible] کرانیکل سے موصول ہوئی۔ میں نے اُسے اپنی ۱۸ تاریخ
کی اشاعت میں شائع کیا۔ میں نے تحریکات کی نقل کے لئے سکرٹری صاحب کمیٹی سے درخواست
کی۔ اور نقول مجھے اُنہیں سے موصول ہوئیں۔ تحریک جسکا نمبر اب ۲ ہے اسکا نمبر ڈالا گیا۔
(اگزیبٹ ۲۴ و ۲۳) اصل تحریکات میرے پاس نہیں ہیں

دستخط۔ بی۔ سی۔ کینیڈی۔

پیش کمشنر شد۔ ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء

اظہار ع[illegible]

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام عبدالغفور ہے میرے باپ کا نام زرداد خان۔ میری
عمر تخمیناً ۳۲ سال میرا مذہب مسلمان میری قومیت پٹھان۔ میرا پیشہ سب انسپکٹر خفیہ پولیس
میری سکونت سندھ ہے۔

بسوال فریق ثانی بیان کیا کہ
میں کنہیا باغ شالا ۹ جولائی کی صبح کو گیا۔ دو ہیڈ کانسٹیبل وہاں متعین تھے۔ میں نے اُن سے دریافت
کیا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ سبجیکٹ کمیٹی کا ایک جلسہ ہو رہا ہے جس میں ملزم نمبر
۵ [illegible] جس میں اکثر اُنکی آواز سنائی دیتی ہے۔ بوجہ شامیانے کے وہ ٹھہر ٹھہر کر بولتے ہیں
میں وہاں نصف گھنٹہ یا ۴۵ منٹ تک رہا۔ سبجیکٹ کمیٹی ۱۱ بجے دن یا اسکے قریب ختم
ہوئی۔ میں شام کو پھر وہاں گیا۔ وقت سات یا ساڑھے سات بجے شام کا تھا۔ ہیڈ کانسٹیبل
کیشو لال [illegible] وہاں متعین تھے۔ اُنہوں نے مجھے اطلاع دی کہ سبجیکٹس کمیٹی کا جلسہ
وہاں ہوا۔ مجھے متعلقہ نوٹس کی ایک نقل ملی (اگزیبٹ ۴۶)

میں نے اُسکو صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کو دیا مجھے کراچی شہر میں ایک پٹھان سے ملی
اُسنے مجھسے کہا کہ تم پولس میں ملازم ہو اسلئے تمکو اسے پڑھنا چاہئے -

دستخط - بی سی کینیڈی -
جوڈیشل کمشنر سندھ - ۲۵ - اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء

اظہار فتح بہادر

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام فتح بہادر - میرے باپ کا نام لکشمی پرشاد - میری عمر تخمیناً ۲۲ سال - میرا مذہب ہندو - میری ذات کایستھ - میرا پیشہ ہیڈ کانسٹبل خفیہ پولیس میری سکونت کراچی ہے -

بسوال فریق اول بیان کیا کہ

دوران خلافت کانفرنس میں میری تعیناتی پاٹ شالہ میں تھی ملزمان نمبران ۱ - و ۳ - و ۷ وہاں دوران کانفرنس میں مقیم تھے - ۹ - جولائی کی صبح کو ۸ بجکر ۲ منٹ سے لیکر دو پہر تک میں وہاں تھا - میں نے شوکت علی اور محمد علی کو ایک گاڑی میں ساڑھے نو بجے دیکھا - اور محمد علی کو دوسری گاڑی میں بہت لوگ بشمول ملزمان آئے - وہاں سبجکٹ کمیٹی کا ایک جلسہ تھا ملزم ۵ کو بھی تقریر کرتے ہوئے سُنا - بعد ایک بجے دن کے سبجکٹ کمیٹی کا جلسہ ختم ہوا -

میری تعیناتی وہاں بارہ بجے رات سے تھی - قریب ڈیڑھ بجے رات میں نے ملزمان نمبران ۱ - و ۳ - و ۷ کو کانفرنس سے واپس آتے ہوئے دیکھا -

دستخط
بی - سی کنیڈی - جوڈیشل کمشنر سندھ
۲۵ - اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء

اظہار عثمان غنی

اظہار گواہ ثبوت ع۲

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام عثمان غنی۔ میرے باپ کا نام محمد اسمعیل میری عمر قریب ۲۰ سال۔ میرا مذہب اسلام میری ذات شیخ میرا پیشہ ہیڈ کانسٹبل خفیہ پولیس۔ میری سکونت کراچی ہے۔

بسوال فریق اول بیان کیا کہ۔

دوران جلسہ خلافت کانفرنس کراچی میری تعیناتی ۹ جولائی کو ۶ بجے صبح سے لیکر ۱۲ بجے دن تک تھی۔ میں نے کچھ لوگوں کو سبجکٹس کمیٹی کے لئے آتے ہوئے دیکھا۔ محمد علی و شوکت علی و کچلو دکھنت اس تھے۔ میں نے شوکت علی کی آواز پہچانی۔ میری تعیناتی وہاں اُس شام کو تھی۔ میں نے شام کو شوکت علی کی آواز سنی۔ وہ بلند آواز میں بولے۔ میں نے اُنکو بولتے ہوئے پہلے بھی سُنا تھا۔

دستخط

بی۔ سی۔ کینیڈی۔

جوڈیشل کمشنر سندھ۔

۲۵۔ اکتوبر سنہ ۲۱ء

کرم چند

باقرار صالح بیان ہے کہ میرا نام کرم چند ہے میرے باپ کا نام رام لال میری عمر تخمیناً ۲۹ سال میرا مذہب ہندو میری ذات کھتری ۔ میرا پیشہ انسپکٹر میری سکونت کراچی ہے ۔

سوال فریق اول ۔ بیان کیا کہ بمقام کراچی بماہ جولائی گذشتہ خلافت کانفرنس کے اجلاسات میں شریک تھا ۔ ۹ جولائی کی شام کو میں موجود تھا جبکہ چھٹی تحریک منظور ہوئی تحریک کا صحیح ترجمہ اگزیبٹ نمبر ۲ میں کیا گیا ہے ۔ ملزم نمبر ۴ نے اس تحریک کا ترجمہ زبان سندھی میں کیا ۔ ملزم نے تحریک کی موافقت میں تقریریں کی اور اسکو میں نے نوٹ کرلیا ۔ تمام ملزمان نے باستثنائے شوکت علی کے موافقت میں تقریریں کیں دوسرے دن دس تاریخ کو میں کراچی سے روانہ ہو گیا ۔ میں پنجاب میل سے روانہ ہوا تھا ۔ چند ملزمان نمبران ۳ و ۷ بھی اس گاڑی سے روانہ ہوئے ملزم نمبر ۱ نوشہرو فیروز کو گیا ملزم نمبر ۳ بجہت سکھر کی جانب روانہ ہوا نوشہرو فیروز سندھ کے ضلع نواب شاہ میں واقع ہے

محمود شاہ

باقرار صالح بیان ہے کہ میرا نام محمود شاہ ہے ۔ میرے باپ [illegible] دا پریس [illegible]
ہدیجی دا اگزیبٹ (۶۳)
میری عمر تخمیناً ۴۲ سال ہے ۔ میرا مذہب مسلمان [illegible] آج کس نے کیا ۔
ڈی ۔ ایس ۔ پی ہوں ۔ میری سکونت [illegible]
[illegible] سندھ ۔ ۴ اکتوبر ۱۹۲۱ء
سوال فریق اول بیان کیا کہ

میں نے اگزہبٹ ۱۷ تیار کیا۔ یا اگزہبٹ ۱۶ کا صحیح ترجمہ ہے۔ میں نے ۱۹ا
تیار کیا۔ یہ ۱۸ کا صحیح ترجمہ ہو۔ اگزہبٹ ۱۵ نمبر ۲ کا صحیح ترجمہ ہو۔
اگزہبٹ ۲۳ - ۲۲ کا صحیح ترجمہ ہے۔
" " - ۲۴ " " " "

عبدالغنی

بیان

بحلف اصالح بیان ہے کہ میرا نام عبدالغنی باپ کا نام برکت۔ میری عمر تخمیناً تیس سال ہے۔ مذہب
اسلام۔ میری ذات راجپوت۔ میرا پیشہ سپرنٹنڈنٹ سنٹرل خلافت کمیٹی بمبئی ہے۔
بسوال فریق اول بیان کیا کہ
کتاب ہذا سنٹرل خلافت کمیٹی کی اسٹاک بک ہے۔ مسٹر کیلی بمبئی میں سنٹرل
خلافت کمیٹی کی تلاشی لینے آئے۔ وہ اس کتاب کو دفتر سے لے گئے۔ عموماً اس قسم کو
لٹریچر کو میں اپنی ذمہ داری پر بھیجا کرتا تھا۔ کتاب میں اندراجات اہلکار متعلقہ کیا کرتا تھا۔
یہ اسکا فرض ہے کہ جو لٹریچر موصول ہوتا ہے۔ اور جو باہر بھیجا جاتا ہے رجسٹر میں اسکا
اندراج کرے۔ اندراج ۳ تا ۸ بابت ماہ فروری بابتہ رسید دو سو چالیس جلد متفقہ فتویٰ
بکا دن کا پہلا کا اجرا کیا گیا تھا۔ جن اہلکار نے ان کو تقسیم کیا
تقسیم کیا اسی نے اندراجات کئے ۔۔۔ کا
اندراج کرے۔ اندراج ۔۔۔ سے ظاہر ہوتا ہے کہ

ماہ مارچ میں نوسی کاپیاں بچ رہی تھیں۔ ماہ اپریل میں بقایا کی تعداد ستائیس تھی۔ ماہ مئی کا بقایا چھبیس کاپیاں تھیں (ایگزبیٹ ۵۶ و ۵۷) ماہ جون میں کوئی بقایا نہیں ہے (ایگزبیٹ ۵۸) ماہ جولائی میں دو ہزار کاپیاں موصول ہوئیں (ایگزبیٹ ۵۹) جو لٹریچر پبلک میں تقسیم کیا جاتا تھا اُسکی لاگت وصول کیجاتی تھی۔ پہلی دو سو کاپیاں وزیٹران کو مفت تقسیم کیگئی ہیں۔ میں نے فتوے کو مطبع مصطفائی میں بغرض طبع بھیجا۔ میں نے اپنی ذمہ داری پر اسکو بھیجا تھا۔ اس پمفلٹ کے سرورق پر میرے دستخطوں کی تصدیقی تحریر ہے (ایگزبیٹ ۶۰) میں نے اُس حکم پر دستخط ۱۳ فروری ۱۹۲۱ء کو کئے۔ میں نے دستخط ماہ فروری میں کئے مجھے یاد نہیں کہ میں نے اُسے مطبع میں بھیجا۔ غالباً میں نے بعد میں بھیجا ہوگا۔

مجھ کو مطبع سے دو ہزار کاپیاں موصول ہوئیں (ایگزبیٹ ۶۱) میری دستخطی رسید ہے۔ میں نے وہ کاپیاں آبکار کو بایں ہدایت حوالہ کیں کہ جو کوئی چار آنے قیمت ادا کرے اُس کے حوالے کرے اور باہر نہ بھیجے۔ مجھے علم نہیں کہ ان میں سے کسی پمفلٹ کی کاپی مسٹر شوکت علی کے مطبوعہ گشتی چٹھی کے ہمراہ بھیجی گئی ہے۔ خیال کرتا ہوں کہ شوکت علی نے کبھی ایسے خط پر دستخط نہیں کئے خطوط اُن کے نام سے اہلکار جاری کیا کرتا تھا۔

شوکت علی سنٹرل خلافت کمیٹی کے سکرٹریوں میں سے ایک ہیں۔ ڈاکٹر کچلو سکرٹریوں میں سے ایک ہیں۔ وہ پنجاب میں کام کرنے کے لیئے معین کئے گئے ہیں۔

ملزم نمبر۱ خلافت کمیٹی کے ممبروں میں سے ایک ممبر ہیں۔ ممبروں کی تعداد ۲۰۰ دو سو ہے شوکت علی اپنا وقت کا زیادہ حصہ بمبئی میں صرف نہیں کرتے۔ کاغذات کا دیباچہ جو بغرض اشاعت مطبع مصطفائی میں بھیجے گئے تھے کھتری کا تحریر کردہ تھا (ایگزبیٹ ۶۲) ان کاغذات میں متفقہ فتوے اور روئداد جمعیۃ العلماء ہند بھی تھی (ایگزبیٹ ۶۳) یہ روئداد طبع کرائی گئی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ شائع کس نے کیا۔

(دستخط) بی۔ سی۔ کینیڈی۔ جوڈیشل کمشنر سندھ۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۲۱ء

محمد ولد احمد

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام محمد ہے میرے باپ کا نام احمد ہے۔ میری عمر تخمیناً ۳۰ سال ہے۔ میرا مذہب اسلام ہے۔ میری ذات شیخ ہے۔ میرا پیشہ اشاعت کنندہ ہے۔ میری سکونت بمبئی ہے۔

بسوال فریق اوّل بیان کیا کہ:۔

میرے مطبع کا نام مصطفائی ہے مجھے ایگزیبٹ ۴ مع متفقہ فتوے و روئداد بغرض اشاعت موصول ہوا۔ آخر گواہ عبدالغنی نے ان سب کو مجھے چھاپنے کی غرض سے دیا۔ سب سے پہلے پانچ ہزار کاپیوں کی فرمائش کی گئی تھی لیکن بعد ازاں مجھے صرف دو ہزار کے چھاپنے کے لیے کہا گیا۔ میں نے دو ہزار ۲۱ جولائی کو دیا۔ ڈیلیوری بک میں عبدالغنی کے دستخط موجود ہیں۔

دستخط بی۔ سی کینڈی جوڈیشل کمشنر سندھ
۲۵ اکتوبر ۱۹۲۱ء

وٹھل ولد راجندر

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام وٹھل ہے میرے باپ کا نام راجندر۔ میری عمر تخمیناً ۳۵ سال۔ میرا مذہب ہندو۔ میری ذات برہمن۔ میرا پیشہ پولیس سب انسپکٹر سی۔ آئی۔ ڈی۔ میری سکونت پونا ہے۔

بسوال فریق اوّل بیان کیا کہ:۔

ہم تین ملزمان کا نام محمد علی۔ شوکت علی اور کچلو ہے اس نام کو ایک پولیٹیکل جلسہ تھا

میں نے اس میں شرکت کی۔ میں شارٹ ہینڈ زبان مرہٹی اور انگریزی میں لکھتا ہوں
میں تقاریر کو شارٹ ہینڈ میں لکھنے کا عادی ہوں۔ شوکت علی نے اس جلسہ میں تقریر
کی تھی۔ جلسہ کے اختتام پر چندہ فراہم کیا جا رہا تھا۔ شوکت علی نے انگریزی اور
اُردو میں تقریر کی تھی (میں نے انگریزی حصۂ تقریر کے نوٹ مرہٹی زبان میں لیئے۔
اُردو اور انگریزی دونوں کے نہیں لیئے) میں نے اپنے شارٹ ہینڈ کے نوٹ کو صحیح صحیح
لانگ ہینڈ میں لکھا۔ میں نے اُسے نصف گھنٹہ کے بعد لکھا۔ اگزیبٹ ۶۵ وہی ہے
جو کچھ شوکت علی نے کہا۔ میں نے اُسکا ترجمہ انگریزی میں کیا (اگزیبٹ ۶۶) وہاں تین یا
چار ہزار آدمی موجود تھے۔ قریب نصف کے مسلمان تھے۔ بہت سی ہندوستانی
افواج پونا میں مقیم تھیں۔ بہ وقت ضرورت میں اپنا اصل شارٹ ہینڈ پیش کر سکتا ہوں۔

دستخط بی۔ سی کینڈی جوڈیشل کمشنر سندھ

نراین

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام نراین ہے میرے باپ کا نام گنیش ہے میری
عمر تخمناً ۳۰ سال ہے۔ میرا مذہب ہندو میری ذات مرہٹہ برہمن میرا پیشہ انسپکٹر
پولیس سی۔ آئی۔ ڈی۔ میری سکونت پونا ہے۔

بسوال فریق اوّل بیان کیا کہ۔

میں مقام گوکل ضلع بیلگام میں موجود تھا۔ خلافت کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔
صرف ایک تحریک کانفرنس کے روبرو پیش کی گئی تھی ملزم ۱ نے اسکو تجویز کیا تھا
وہ اُردو میں پڑھی گئی تھی بعدہٗ انگریزی میں پڑھی گئی تھی۔ جو کچھ سے ہو سکا میں نے قلمبند کیا
میں مرہٹی شارٹ ہینڈ لکھتا ہوں۔ تحریک جب اُردو میں پڑھی گئی تو میں نے اُس کو قلمبند کیا
میں نے اُسکا ترجمہ مرہٹی میں کیا اور اس کو مرہٹی شارٹ ہینڈ میں لکھا میں نے اُسکو انگریزی
لانگ ہینڈ میں لکھا۔ تحریک پیش کرتے وقت ملزم ۱ نے کچھ فقرے کہے میں نے ان کو

مرہٹی شارٹ ہینڈ میں لکھا۔ میں نے اُس کو شارٹ ہینڈ سے لانگ ہینڈ میں تیار کیا۔
(اگزیبٹ نمبران ۶۸۔ اور ۶۹)
تخمیناً ڈیڑھ ہزار آدمی جمع تھے۔ پچاس فیصدی مسلمان تھے۔
کچلو ملزم ۳ نے اس تحریک کی تائید کی۔ میرے پاس اصلی شارٹ ہینڈ
نوٹ جن سے لانگ ہینڈ تیار کیا گیا تھا موجود ہیں۔

(دستخط) بی۔ سی۔ کینڈی
جوڈیشل کمشنر سندھ

بیان بھولچند

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام بھولچند۔ باپ کا نام ہیرا چند۔ عمر ۲۳ سال
مذہب ہندو۔ ذات مارواڑی۔ پیشہ سب انسپکٹر پولیس۔ سکونت پونا ہے۔

بیان ابتدائی

میں بلگام خلافت کانفرنس میں جو بمقام گوکاک گذشتہ ۱۹ جولائی ۱۹۲۱ء کو
منعقد ہوئی تھی موجود تھا۔ صرف ایک تجویز اس کانفرنس میں پیش کی گئی تھی۔ وہ
تجویز حاضرین جلسہ کے سامنے محمد علی نے اُردو، انگریزی میں پڑھکر سنائی تھی
میں نے تجویز کو مرہٹی مختصر نویسی میں لکھ لیا تھا۔ میں نے اُس کی صحیح مکمل عبارت
کو تیار کیا۔ ملاحظہ ہو اگزیبٹ ۱۷ و ۲۷۔ محمد علی نے اس تجویز کو پیش کیا۔ اور ملزم
۳ نے اُسکی تائید کی۔ تخمیناً ۱۰ سو کی تعداد میں حاضرین جلسہ تھے۔

(دستخط) بی۔ سی۔ کینڈی جوڈیشل کمشنر سندھ
۲۶ اکتوبر ۱۹۲۱ء

بیان برنارڈ اڈورڈ گائر

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام برنارڈ اڈورد گائر ہے عمر تخمیناً ۴۴ سال مذہب چرچ آف انگلینڈ۔ پیشہ کرنل اسٹاف۔ سکونت کراچی ہے۔

بیان ابتدائی

اگزمیٹ نمبر ۷۹ وہ فارم ہے کہ جسپر سپاہی بھرتی کئے جاتے ہیں کلاز ۱۵ کے دو پیرے ہیں۔ پیرہ دوم صرف رزروسٹوں کی بابت ہے۔ اگزمیٹ ۸۰ سپاہیوں کے دوران جنگ میں بھرتی کرنیکا فارم ہے تمام سپاہی ان دونوں فارموں میں سے کسی نہ کسی ایک کی روسے اب بھرتی ہوئے ہیں۔

سپاہی ایک معینہ زمانہ کے گذرنے سے قبل ملازمت چھوڑنے کے مجاز نہیں ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ وہ اپنی علحدگی کو خرید کے جانیکے مجاز ہیں۔ وہ اشخاص کہ جو فارم اگزمیٹ ۸۰ کی روسے بھرتی کئے گئے ہیں دوران جنگ اور اسکے چھ ماہ بعد تک ملازمت کرنے پر مجبور ہیں۔ تاریخ اختتام جنگ یکم ستمبر مقرر ہوئی تھی۔ ان اشخاص کو جو فارم ۷۹ کی روسے بھرتی ہوئے ہیں ۷ یا ۸ یا ۱۰ سال تک ملازمت کرنا لازمی ہے۔ وہ فوج کو اس میعاد تک جس میعاد کے لئے کہ وہ بھرتی کیا گیا ہے نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ اپنے زمانہ ملازمت کو ختم کرنیکے بعد دو شرطوں پر علحدہ ہو سکتا ہے۔ اولاً جب کہ جنگ نہ موجود ہو اور نہ ہونیکا احتمال ہو۔ اور دوم جبکہ اسی جماعت کی تعداد جسمیں وہ بھرتی ہو سکا ڈن یا کمپنی کے دس فیصدی تعداد سے کم نہو۔ یہ دونوں شرطیں

اگزیبٹ ۷۹ کے پیرے ایک کے کا ز۴۳ میں درج ہیں۔

جب ضرورت ہوتا ہے ایک بھرتی کرنے والی جماعت اُس طرف کو بھیجدی جاتی ہے کہ جہاں رنگروٹ بھرتی کئے جارہے ہوں۔ وہ ایک ۔ رجمنٹ کے سپاہی انگریزی یا ہندوستانی افسر کے ماتحت ہوتے ہیں۔ انکی غرض فوج میں بھرتی کرنیکی ترغیب لانا ہے۔ یہی ایک ذریعہ رجمنٹ کی تعداد کو پورا رکھنے کا ہے۔ اگر رنگروٹ بھرتی کرنے والی جماعتیں سعی بلیغ لوگونکو فوج میں داخل ہونیکی ترغیب کیلئے نہ کریں تو فوج کے واسطے لوگونکا ملنا محال ہوجائے۔

اگر ایک کمیشن افسر مستعفی ہونا چاہے تو وہ کمپنی کو استعفے پیش کریگا۔ جو کمانڈر چیف کے روبرو پیش کریگا جسپر اُسکو منظوری یا نا منظوری دینے کا اختیار ہے۔ سوائے ایسی اجازت حاصل کرلینے کے اورکوئی صورت ہندوستانی افسر کو استعفے کی نہیں ہوسکتی۔ میں مغربی کمانڈ کے اسٹاف کا کرنل ہوں۔

مجکو کچھ اشتہارات سپاہیوں کو فوج میں ملازمت نہ جاری رکھنے کی ترغیب دلانے والے موصول ہوئے ہیں۔ میں نے لیسے اشتہارات عدالت ماتحت میں پیش کئے تھے۔ اگزیبٹ ۸۱۔ الف۔ ب۔ ج۔ ترجمہ نمبر ۵۲۔ یہ اُسی حالت میں ہیں کہ جس صورت میں مجکو ملے تھے۔ مجھے اِن تین کے علاوہ اور بھی موصول ہوئے ہیں۔ مغربی کمانڈ کی دس مختلف بٹالین میں یہ پہونچے ہیں۔

مجکو ایک تار افسر کمانڈر ۹۸ دیں پیدل مقیم بڑودہ کا ملا کہ صوبہ دار میجر جے رام چھٹی پر ہے۔ (اگزیبٹ ۸۲) میں نے اسپرڈپٹی کمشنر گرگاؤں کو بلاتامل اس امر کے تار دیا کہ آیا وہ سفر کرنیکے قابل ہے اور اگر ایسا نہیں تو بہ حلف نامہ بھیجدیا جائے۔ مجکو اسکا جواب اگزیبٹ ۸۳۔ ملا مطلقاً

میرے پاس خبر نہیں پہونچا - میں جب موصول ہوا بھیجدونگا -

(دستخط) بی سی کنیڈی - جوڈیشل کمشنر سندھ

۲۶ - اکتوبر ۱۹۲۱ء

تتمہ بیان کرنل گائر

اُس میعاد کے گذرنے سے قبل کہ جسکے لئے وہ بھرتی ہوئے ہیں اور اُنہوں نے دستخط کئے ہیں فوجی سپاہیوں کے استعفے کا کسی شرط پر بھی کوئی قاعدہ نہیں ہے - میں نے ابھی اسکی بابت دیکھا - ۲۶ - اکتوبر ۲۱ء

(دستخط) بی - سی - کنیڈی -

جوڈیشل کمشنر سندھ -

بیان نرائن

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام نرائن - باپ کا نام ہومبجی - عمر تخمیناً ۲۹ سال - مذہب پارسی - پیشہ جیلر ضلع جیل - سکونت کراچی ہے -

بیان ابتدائی

ملزم جیل میں علحدہ کمرہ میں رکھا گیا - اُسنے چند خطوط میرے روبرو ضلع مجسٹریٹ کراچی کے نام تحریر کئے (اگزیبٹ ۱۰ و ۱۱) اُسنے دو تار میرے روبرو لکھے (اگزیبٹ ۱۲ و ۱۳) میں نے اصل رکھ لئے اور نقول روانہ کردیں - ملزم نے ایک اُردو خط بھی میری موجودگی میں لکھا - (اگزیبٹ ۹) میں نے ان کاغذات پر دستخط کردیئے تھے تاکہ میں اُنکی شناخت کرسکوں - ۲۶ - اکتوبر ۲۱ء

(دستخط) بی۔ سی۔ کنیڈی۔
جوڈیشل کمشنر سندھ۔

بیان ولیم کرسٹوفر شنکر

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام ولیم کرسٹوفر شنکر۔ عمر تخمیناً ۲۵ سال مذہب پروٹسٹنٹ۔ پیشہ جیلر۔ سکونت زنلکا ہٹم جیل ہے۔

بیان ابتدائی

ملزم نمبرا۔ ۱۴ ستمبر ۱۹۲۱ء کو بوقت ۴۰۔ ۲ منٹ شام کے قریب میری جیل میں لایا گیا۔ ڈپٹی انسپکٹر جنرل محکمۂ خفیہ اور ریلوے پولیس اُسکے ہمراہ تھی مسٹر کنگھم اُسکو لائے تھے۔ جیل اسٹیشن سے تقریباً ۱½ میل کے فاصلہ پر ہے۔ وہ موٹر میں لایا گیا تھا۔ اُسکا سامان دوسرے پچھلے موٹر میں لایا گیا۔ جسمیں اُسکا ملازم اور ایک پولیس کا سپاہی تھا۔ انسپکٹر نے مجھ سے سامان کو حفاظت سے اُسوقت تک کے لئے رکھنے کو کہا کہ جب تک کہ وہ کوئی حکم اُسکی بابت حاصل کرلے۔ میں نے اپنے دفتر میں سامان کو مقفل کردیا۔ دوسرے روز انسپکٹر ایک چٹھی لیکر آئے کہ جو جیل سپرنٹنڈنٹ کے نام کی تھی اور جسمیں مجھ سے اسباب کی تلاشی اور کاغذات کو قبضہ میں کرلینے کے لئے خواہش کیگئی تھی میں نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ محمد علی کی موجودگی میں ایسا کرنا چاہیئے۔ میں نے محمد علی کو بلا بھیجا۔ اور اُسکے سامنے ٹرنک کھولا۔ چند کاغذات برآمد ہوئے جو میز پر رکھ دیئے ا میں نے اُنکی نائب جیلر سے فہرست بنوائی۔ میں نے انگریزی کے کاغذا خود پڑھے اور محمد علی سے اُردو کے کاغذات پڑھنے کے لئے اور اُن کی

بتلانے کے لئے کہا۔ مضامین مندرجہ کو نائب جیلر ضبط تحریر میں لایا۔ بعد ازاں فہرست کاغذات پر محمد علی نے دستخط کئے۔ (اگزیبٹ ۴۷ م) ان کاغذات میں گوکاک رزولیوشن کی نقول اُردو، انگریزی موجود تھیں۔ (مدنمبر ۲)

ازاں بعد میں نے کاغذات اور فہرست کو رکھ دیا۔ میں نے انکو ۱۷ کی صبح کو نکالا۔ مجسٹریٹ ضلع جیل آئے اور میں نے اُن کاغذات کو اُنکے روبرو پیش کیا۔ محمد علی کو بلا بھیجا گیا۔ اور ضلع مجسٹریٹ نے محمد علی کو اس امر سے مطلع کیا کہ وہ کاغذات اُنسے لے لئے گئے۔ محمد علی نے درخواست کی کہ چند کاغذ جو اُس مُٹھے میں تھے وہ بیگم محمد علی کو بھیجے جانی چاہئیں۔ کاغذات اسکے بعد ایک اخبار میں لپیٹ دیے گئے۔ اور مجسٹریٹ ضلع نے اسکو سر مہر کر دیا۔ وہ پیکیٹ خفیہ کے ایک انسپکٹر کو جو جیل پر آیا ہوا تھا دیدیا گیا۔ میں اُسوقت جبکہ مجسٹریٹ ضلع اور ملزم کے مابین گفتگو ہوئی زیادہ حد تک موجود رہا۔

(دستخط) بی سی۔ کنیڈی

جوڈیشل کمشنر سندھ۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۱ء

بعدالت صاحب جوڈیشل کمشنر سندھ

بہ حلقہ اختیارات سشن جج

مقدمہ نمبری ۳۳ سنہ ۱۹۲۱ء

قیصر ہند بنام محمد علی وچھ دیگر اشخاص

بیان شوکت علی

صورت نہ ملنے اجازت برائے شامل مسل کئے جانے بیان کے

سوالات کا جواب دینے سے انکار ہے - ۲۶ - اکتوبر سنہ ۲۱ء

(دستخط) بی سی - کنیڈی
جوڈیشل کمشنر سندھ -

بعدالت صاحب جوڈیشل کمشنر سندھ
بہ حلقۂ اختیارات سشن جج

مقدمہ نمبری ۳۲ سنہ ۲۱ء

قیصر ہند بنام مولانا محمد علی وغیرہ

روئداد مسل منجانب ثبوت ختم ہوگئی - اشخاص ملزمان متذکرہ بالا سے صفائی طلب کی گئی اور شہادت صفائی کی پیش کرنے کے لئے کہا گیا - انہوں نے شہادت صفائی کے پیش کرنے سے انکار کیا - ۲۶ - اکتوبر سنہ ۲۱ء

(دستخط) بی سی - کنیڈی
جوڈیشل کمشنر سندھ -

بعدالت صاحب جوڈیشل کمشنر سندھ
بہ حلقۂ اختیارات سشن جج

بمقدمہ نمبری ۳۲ سنہ ۲۱ء

قیصر ہند بنام محمد علی وچند دیگر اشخاص

بیان مولوی نثار احمد

سوال - کیا عدالت کے سوالات جواب دینے کے لئے تم آمادہ

جواب - بصورت نہ ملنے اجازت برائے شامل شل کئے جانے میرے بیان کے میں جواب دینے کے لئے آمادہ نہیں ہوں۔ ۲۶- اکتوبر ۱۹۲۱ء

(دستخط) بی سی۔کنیڈی۔

جوڈیشل کمشنر سندھ

بعدالت صاحب جوڈیشل کمشنر سندھ

بمقدمہ نمبری ۳۴۳ سنہ ۱۹۲۱ء

قیصر ہند بنام محمد علی وچھ دیگر اشخاص

بیان بھارتی کرشن تیرتھ جی

سوال- کیا تم نے کراچی کانفرنس میں اس تجویز کی تائید مزید کی تھی-

جواب - ہمکو کراچی جیل میں پہونچنے تک تفصیلات کا علم نہیں ہوا- ہمکو یہ بھی علم نہ تھا کہ کوئی فوجی مسئلہ کانفرنس کے وقت ایجنڈے پر تھا- اسکی بابت اول مرتبہ مجکو یہاں پہونچنے پر معلوم ہوا- میں نے ہندو مسلم اتحاد اور تحفظ خلافت کی بابت مذہبی تائید کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا- اگر مجکو اسکا علم ہوتا کہ یہ امر ایجنڈے پر ہے تو میں یہ ضرور کہتا کہ مسلمانوں کا اپنے مذہبی قانون پر عمل کرنا اسیطرح فرض ہے جسطرح کہ ہندوؤں کا [illegible]ہب پر عمل کرنا فرض ہے۔

[illegible]م نے دستخط کرنے سے انکار کیا۔ ۲۶- اکتوبر ۱۹۲۱ء

(دستخط) بی سی کنیڈی۔

جوڈیشل کمشنر سندھ۔

بعدالت صاحب جوڈیشل کمشنر سندھ
حلقہ اختیارات سشن جج

بمقدمہ نمبری ۳۲ سال ۱۹۲۱ء

قیصر ہند بنام محمد علی وچھ دیگر اشخاص

بیان مولوی حسین احمد

میں کسی سوال کا جواب نہیں دینا چاہتا۔ ۲۶ ۔اکتوبر سنہ ۲۱ء

(دستخط) بی سی کنیڈی

جوڈیشل کمشنر سندھ۔

بعدالت صاحب جوڈیشل کمشنر سندھ
حلقہ اختیارات سشن جج

بمقدمہ نمبری ۳۲ سال ۱۹۲۱ء

قیصر ہند بنام محمد علی وچھ دیگر اشخاص

بیان ڈاکٹر سیف الدین کچلو

سوال ۔ کیا تم کسی سوال کا جواب دینے کے لئے آمادہ ہو۔

جواب ۔ ملزم نے جواب دینے سے انکار کیا ۔ ۲۶ ۔اکتوبر ۱۹۲۱ء

(دستخط) بی سی کنیڈی

جوڈیشل کمشنر سندھ۔

جواب - نہیں - البتہ اُس تجویز کو یا اُسی قسم کی ایک تجویز کو میں نے پیش کیا تھا ملزم نمبر ۲ - اس تجویز کا محرک تھا -

سوال - کیا تم نے اپنی ابتدائی تقریر میں اُس تجویز کی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا -

جواب - میں نے اُسکی بابت کہا تھا کہ وہ کانفرنس کی جان ہے -

سوال - کیا تمکو یہ یقین تھا کہ تجویز پاس ہونیکی حالت میں شائع کیجائیگی -

جواب - ہاں -

سوال - کیا تمکو اُمید تھی کہ تجویز کی نقول ہندوستانی افواج میں پہونچ جائیگی

جواب - میرا خیال تھا کہ ایسا ہونا ممکن ہے - اگرچہ افواج ہند سخت احتیاط کے ساتھ ان اثرات سے علحدہ رکھی جاتی ہیں -

سوال - کیا افواج کی اس تجویز سے متاثر ہونیکی تمکو اُمید تھی -

جواب - مجھے یہ گمان تھا کہ سرکاری اثرات سے وہ اسقدر اخلاقاً بے حس کردیے گئے ہیں کہ اُنپر ایسا زیادہ اثر نہیں ہوسکتا جیساکہ ۵۰ برس پہلے ہوتا - لیکن مجھے کچھ اثر ہونیکی اُمید ضرور تھی - اور مجھے مسرت ہو کہ کچھ اثر پیدا ہوا ہے

سوال - کیا اس خیال میں کچھ سچائی ہے کہ تم اور دیگر ملزمان نے سپاہیوں کو ورغلانے کا کوئی منصوبہ کیا تھا -

جواب - نہیں ہمنے کبھی اس امر پر بحث نہیں کی لیکن بحیثیت سچے مسلمان ہونے کے مجھکو اور دیگر پانچ ملزمان کو اس امر کا کہ مسلمان بہ حالات موجودہ خوشی کیساتھ فوج میں نہ رہیں احساس باہمی ہونا فرض لازمی ہے - ۲۶ - اکتوبر ۱۹۲۱ء

(دستخط) بی - سی - کینیڈی

جوڈیشل کمشنر سندھ

بعدالت صاحب جوڈیشل کمشنر سندھ
حلقہ اختیارات سشن جج

مقدمہ نمبری ۲۳ سنہ ۱۹۲۱ء

قیصر ہند بنام محمد علی وغیرہ دیگر اشخاص

بیان پیر غلام مجدد

سوال۔ کیا عدالت کے سوالات کا جواب دینے کے لئے تم آمادہ ہو
جواب۔ نہیں۔

۲۶۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء

(دستخط) بی۔ سی۔ کینڈی۔
جوڈیشل کمشنر سندھ۔

بعدالت صاحب جوڈیشل کمشنر سندھ

مقدمہ نمبری ۲۳ سنہ ۱۹۲۱ء

قیصر ہند بنام محمد علی وغیرہ دیگر اشخاص

بیان محمد علی ملزم

سوال۔ کیا تمہارا بیان اگزیبٹ نمبر ۹۰ (جو عدالت ماتحت کے سامنے ہوا تھا) صحیح ہے۔
جواب۔ مجھے معلوم نہیں۔
سوال۔ کیا تم نے جو تجویز اگزیبٹ ۳ کی تحریک کی تھی۔

مولانا محمد علی صاحب کا خطاب بجوری

مولانا محمد علی صاحب جوری کو خطاب کرنے سے پہلے عدالت کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

"کیا جوری کو اس طرف بٹھایا جا سکتا ہے۔ میں نے ابھی تک ان کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ میں فوج کی طرح ان کو بھی اغوا کرنا چاہتا ہوں۔"

(قہقہہ)

عدالت نے اراکین جوری کو ہدایت کی کہ وہ حسب تجویز اپنی نشست بدل لیں اور جج نے بھی اپنے رُخ کو بائیں طرف بدل کر ملزمین کی طرف کر لیا۔

تب مولانا محمد علی تقریر کرنے کے لیئے کھڑے ہوئے۔ اس وقت تمام عدالت پر کامل خاموشی طاری تھی۔ جناب مولانا اس طرح جوری سے مخاطب ہوئے:۔

حضرات جوری!

میں نے بھی جج سے کہا تھا کہ وہ مجھے اجازت دیں کہ آپ حضرات کے چہروں پر نظر کرسکوں اس لیئے کہ میں نے ابتک سوائے ایک صاحب کے آپ میں سے کسی کی صورت نہیں دیکھی تھی۔ اور میں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں جوری کو اغوا کرنا چاہتا ہوں۔

اس خواہش کی تہ میں ایک اور ارادہ بھی تھا اس کو اصلی ارادہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ (اصلی ارادہ تو وہی ہے کہ آپکو اغوا کروں) مگر ضمنی غرض یہ کہی جا سکتی ہے کہ میں چاہتا تھا کہ آپ صاحبان میرے اور ان خواتین کے درمیان (جو اب آپکے پیچھے بیٹھی ہوئی ہیں) حائل ہو جائیں ورنہ ممکن ہے کہ وکیل سرکار میری فرد قرارداد جرم میں اغوا کے ایک تازہ الزام کا اضافہ کردیں۔ (قہقہہ)

بہرحال اس اقدام اغوا کا یہ اثر تو ہوا کہ میں نے آج جج کا رُخ بھی اپنی طرف

پھیر لیا- (قہقہہ)

حضرات! شاید میں آج اپنی تقریر میں آپکا جسقدر وقت بھی لے سکوں گا- لوں گا-
اس لیئے پہلے ہی یہ کہدینا ضروری ہے کہ اگر میرا مقصد یہ ہو کہ میں خود اپنی اور اپنے
دوستوں کی صفائی پیش کروں اور اس طرح سب کو حبس دوام بعبور دریائے
شور، یا پھانسی یا جیل سے (جو خبر نہیں جج نے ہمارے لیئے کیا تجویز کر رکھا ہے) بچانے
کی کوشش کروں تو میرا اتنی طویل تقریر کرنا ناقابل معافی ہوگا- نہیں، حضرات! اس
غرض کے لیئے (اپنے کو سزا سے بچانے کے لیے) میں آپ کا یا اپنا لمحہ بھی ضائع کرنا
پسند نہ کرتا-

مجھے کسی صفائی کی ضرورت نہیں- میں کوئی صفائی پیش کرنے کے لیئے نہیں
آیا- نہ کسی صفائی پیش کرنے کی ضرورت ہے- اس لیئے کہ یہ مقدمہ ہم پر نہیں
چل رہا ہے بلکہ درحقیقت یہ تو گورنمنٹ نے خود اپنا چالان کیا ہے! یہ تو خود
جج کا مقدمہ پیش ہے- اگر مقدمہ چل رہا ہے تو اس عدالت گستری (دستور عبث مقدمات)
اور تمام اختیارات قانونی پر چل رہا ہے- میری صفائی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا-
نہایت صاف تنقیح ہمارے سامنے ہے اور میں نے تو عدالت ماتحت میں گورنمنٹ کا شکریہ
ادا کیا تھا کہ اس نے پہلی دفعہ کھلے میدان میں آکر ہم کو موقع دیا ہے کہ اس نہایت
کھلی ہوئی اور قطعی تنقیح پر فیصلہ حاصل کریں- وہ نہایت قطعی اور صاف تنقیح یہ ہے کہ
کیا اُس شخص کے لیئے جو برطانوی رعایا ہو خدا کا قانون زیادہ اہم ہوگا یا بادشاہ کا
ایک انسان کا، خواہ وہ ہز مجسٹی کہلایا جائے یا ہز امپیریل مجسٹی، جتنا چاہیئے اُس کے
مراتب و مناصب بڑھا دیجئے، ہر طرح اُس کی اطاعت کیجئے، اُس کے ساتھ جسقدر
وفاداری ہو سکے ظاہر کیجئے اُس کی جسقدر اطاعت ہو سکے کیجئے، اس کے متعلق اپنی عجائب
پرستی جسقدر چاہیئے کام میں لائیے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ تمام عزت جو آپ بادشاہ کا

کرتے ہیں اور کیا آپ کی تمام عقیدتمندی ایک لمحہ کے لئے بھی اس وفاداری میں خارج ہو سکتی ہے جو ہر انسان کو اپنے خدا کے ساتھ کرنی چاہیے؟

حضرات! میں اپنے یا دوسرے مزہبی کے مفاد کے خیال سے نہیں کہتا مگر خود آپ کے خیال سے کہتا ہوں کہ یہ بدقسمتی ہے کہ آپ کی جماعت میں ایک مسلمان بھی نہیں۔ آپ میں سے تین عیسائی ہیں اور دو ہندو ہیں۔ مگر میں اس کی پروا نہیں اس لیے میں انسانوں سے خطاب کر رہا ہوں، میں زیادہ تر ہندوستانیوں سے مخاطب ہوں (خواہ وہ عیسائی ہو یا ہندو) مجھے معلوم نہیں کہ آپ سب ہندوستانی ہیں یا نہیں۔ غالباً آپ میں سے ایک صاحب ہندوستانی نہیں ہیں مگر انھوں نے بھی ہندوستان میں اقامت اختیار کر لی ہو۔ اور باوجود انگریز ہونے کے وہ بھی ہندوستان کو اپنا وطن سمجھنے لگے ہوں، اور اس حیثیت سے ہندوستانی سمجھے جا سکتے ہوں۔ پس آپ کی جماعت میں سے غالب تعداد سے مخاطب ہوں جو ایک ایسے ملک کے باشندے ہیں جنکے اندر ہمیشہ سے مذہبی احساس سرایت کئے ہوئے ہے اور جو باعتبار روایات قدیمہ ایک روحانیت پرست ملک ہے اور جس نے صدیوں تک مادے کے خلاف روح کی عظمت کو قائم کرنے کے لیے سخت کوششیں کی ہیں۔

حضرات! ہم اس مہذب عہد میں رواداری کا نام بہت سنتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ وکیل سرکار تک بھی میری تردید نہ کریں گے۔ اگر میں یہ کہوں کہ ہم سب رواداری چاہتے ہیں۔ برطانوی گورنمنٹ بھی اپنی رواداری کا ذکر کرنے سے کبھی نہیں تھکتی۔ اور اس کا دعوے ہے کہ برطانوی حکومت رواداری پر مبنی ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس بیسویں صدی عیسوی میں کسی مہذب ملک کی حکومت یہ کہنے کی جرات کر سکتی ہے کہ وہ رواداری کے خلاف ہے۔ مگر رواداری ہے کیا چیز؟ وہ یہ ہے کہ جیسے ایک مشہور شخص نے کسی دوسرے سے کہا تھا کہ جناب جو کچھ آپ نے کہا میں اس کے ہر لفظ سے نہایت

شدت کے ساتھ اختلاف کرتا ہوں، لیکن لعنت ہے اس اختلاف پر اگر اس بات کے کہنے کا حق کوئی تم سے چھینے تو میں اس سے لڑنے میں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی صرف کر دوں گا۔"

اسکا نام ہے رواداری یعنی رواداری کی ضرورت تو اسی وقت ہوتی ہے جب اختلاف رائے ہو۔ جہاں لوگ ایک رائے نہ رکھتے ہوں اور مختلف الرائے ہوں۔ جہاں بہت سے اختلاف ہوں دراصل وہیں رواداری کی ضرورت ہے ورنہ پھر رواداری کی ضرورت کیا ہے۔ لیکن اصول رواداری پر عمل کرنے والا شخص اس اصول کے قایم رکھنے کے لیئے ہر بات کو برداشت کرتا ہے۔ اور تمام قربانیوں کے لیئے تیار رہتا ہے۔

اب آپ شاید یہ کہیں کہ اگر کوئی شخص نہایت احمقانہ رائے رکھتا ہو تو کیا کیا جائے مجھے افسوس ہے کہ ایسے لوگ بہت ہیں جو احمقانہ رائے رکھتے ہیں۔ ایک تو خود وکیل سرکار ہے جس کی بعض رائیں نہایت احمقانہ ہیں اور ابھی دیکھنا ہے کہ جج صاحب کی کیسی رائے ہوگی۔ مگر وہ تو اس وقت معلوم ہوگی جب میرے لب بند ہو چکیں گے۔ مگر سوال یہ نہیں ہے کہ ایک شخص کا فیصلہ صحیح ہے یا غلط۔ لوگوں کے فیصلے بہت غلط ہو سکتے ہیں بلکہ سوال تو یہ ہے کہ جب کوئی شخص یا کوئی جماعت ہم سے اس امر کا عہد کرے یا ہم کو اس امر کی آزادی دے کہ ہم اپنی قوت تمیزی کے مطابق جو رائے چاہیں رکھیں اور پھر اس پر عمل بھی کر سکیں تو میں سمجھتا ہوں کہ پھر اس جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنے عہد پر قایم رہے۔

حضرات! ذرا دیکھیئے کہ ہمارے خلاف مقدمہ کیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ تمام دنیا اس کو سمجھ لے، یہ تو ظاہر ہے کہ یہاں جو کچھ فیصلہ ہوگا اس کے نتایج صرف انھیں لوگوں تک محدود نہوں گے جو اس حال میں موجود ہیں نہ ان چند ہزار تک محدود رہیں گے

جو شہر کراچی میں سکونت رکھتے ہیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ جو رزولیوشن کراچی میں پاس ہوا تھا صرف اُن چند علماء اور چند ہزار حاضرین جلسہ ہی کے لئے نہ تھا بلکہ وہ باہر کی ایک بہت بڑی جماعت کے لئے شائع کیا گیا تھا اسی طرح یہ مقدمہ بھی صرف اُن حاضرین کے لئے نہیں ہے جو اس ہال میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ نہ میں یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اس مقدمہ کی اشاعت محض آپ پانچ صاحبوں پر محدود ہے۔ فی الواقع یہ مقدمہ تو ساری دنیا کے لئے ہے۔ ہم اپنے مذہبی عقائد اور مراسم کا اعتراف کرلینے کے لئے قانون کی تائید حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ گورنمنٹ معذرت کرے اور کہے کہ اب ہم اپنی غلط روی سے واقف ہوگئے (اس موقع پر مولانا مسٹر راس السٹن کی طرف مخاطب ہوئے) یہی الفاظ ہیں جو میرے دوست مسٹر راس السٹن چاہتے تھے کہ میں اپنی تقریر کے آخر میں کہوں اور یہی میرے آخری الفاظ ہونگے مگر ان الفاظ کا تعلق گورنمنٹ سے یہ ہوگا کہ میری رائے میں ان الفاظ کا ادا کرنا گورنمنٹ کے لئے بہت مناسب ہوگا۔ (قہقہہ) لیکن کیا گورنمنٹ ایسا کہے گی؟ کیا وہ اس عہد پر قائم رہے گی جو اس نے ہماری آزادی مذہب کے متعلق کیا تھا؟ یا گورنمنٹ یوں کہے گی کہ "نہیں ہم طاقتور ہیں، ہم مضبوط ہیں، ہمارے پاس آہن پوش جہاز ہیں، ہمارے پاس آلات ہوائی ہیں، ہمارے پاس اس قدر سپاہ ہے، ہم کلدار توپیں رکھتے ہیں، ہم یہ تمام سامانِ ہلاکت رکھتے ہیں، ہماری طاقت کے ذرائع بہت ہیں، ہم نے یورپ کی سب سے زیادہ طاقتور فوج کو شکست دی ہے، گو یہ سچ ہے کہ ہم نے ٢٦ اتحادیوں کی مدد سے یہ شکست دی تھی (قہقہہ) اور نہ صرف اتحادیوں کی مدد سے بلکہ ہندوستان کی فوج اور دوسرے ذرائع کی امداد سے بھی۔ مگر یہ دوسری داستان ہے۔ (قہقہہ)

ہم تمہارے مذہبی عقائد اور اعمال کو روا نہیں رکھ سکتے"۔ اگر حکومت یہ کہے تو یہ بات صاف ہے اور ہماری سمجھ میں آسکتی ہے پس میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اپنے کو سزا سے بچانے کے لئے

نہیں کہہ رہا بلکہ اس تنقیح کو واضح کر دینا چاہتا ہوں اس لئے کہ یہ ایک قومی سوال ہے
نہیں اس سے بھی زیادہ - یہ ایک سوال ہے جس پر بڑی حد تک دنیا کی تاریخ کا انحصار ہے
اور وہ تنقیح یہ ہے کہ آیا تہذیب و تمدن کی اس صدی میں انسان کا حکم خدا کے حکم سے بالا تر رہیگا
اس مقدمہ کا عنوان محمد علی اور چند دیگر اشخاص بنام سرکار نہیں بلکہ خدا بنام انسان
ہے " اس لئے کہ یہ مقدمہ خدا اور انسان کے درمیان ہے یہی بنائے مقدمہ ہے سارا
سوال ہی یہ ہے کہ خدا انسان پر حکومت کرے گا یا انسان خدا پر -

حضرات ! آپ یہاں موجود تھے گو آپکا یہاں موجود ہونا محض اتفاقی تھا جب ہم سے
جج نے کھڑے ہونے کے لئے کہا اور ہم نے ایسا کرنے سے انکار کیا - ہم نے ہمیشہ اس
خیال سے پرہیز کیا ہے اور اس کی تکذیب کی ہے کہ ہم کسی طرح جج کی توہین کریں ہم ایسے
احمق نہیں ہیں کہ بیکار بد مزگی پیدا کریں یا جج کو دق کریں یا بد مزاج کریں - ہمیں جج
سے بیر نہیں ہے مگر سارا سوال تو یہی ہے کہ خدا کے مقابلہ میں ہم انسان کی عزت
کریں یا نہ کریں - جیسا کہ عدالت ماتحت میں میرے بھائی نے کہا تھا میں اب آپکے
سامنے کہتا ہوں کہ ہم اب اس امر کا اعتراف نہیں کرتے کہ (برطانوی) بادشاہ ہمارا بادشاہ
ہے - ہم کسی ایسے شخص کی وفاداری پر مجبور نہیں جو خدا کی وفاداری کے حق سے ہمیں
محروم کرتا ہو - میں ایک لفظ بھی بادشاہ کے خلاف نہیں کہتا میں ایک لفظ بھی شاہی
خاندان کے خلاف نہیں کہتا - لیکن جب خدا کا سوال پیدا ہوتا ہے - بمقابلہ گورنمنٹ تو
میں کسی ایسی گورنمنٹ کی عزت نہیں کر سکتا جو مجھ سے اس امر کا مطالبہ کرے کہ میں
سب سے پہلے خدا اور اس کے قانون کی عزت نہ کروں - پس جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ سارا
سوال درحقیقت یہی ہے خدا بڑا یا آدمی -

وکیل سرکار نے بڑی ہوشیاری سے ہمارے معاملہ کو بیان کیا اور جب دوران تقریر
میں وہ ہمارے مذہبی عقائد اور خدا کے احکام تک پہنچے تو وہ بہت گھبرائے ہوئے

معلوم ہوتے تھے کہ جسقدر تیزی سے ہو سکے اس بحث سے گزر جائیں۔
وہ درحقیقت برف کی بہت ہی پتلی چادر پر چل رہے تھے جس کے نیچے پانی تھا۔
انھوں نے سرسری ذکر کرکے اس ساری بحث سے قطع نظر کر لی۔ میں اب اُن سے دعوے کے ساتھ کہتا ہوں اور جج سے بھی دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس بحث پر فیصلہ دیں۔
حضرات جوری! یہ واقعات کا سوال نہیں جن پر آپکو غور کرنا ہے۔ اگر جج اپنی آخری تقریر میں قانون کی بحث پیش کریں اور ہم کو سزا دیں۔ اگر جوری کا فیصلہ اس مقدمہ میں جسمیں آپ بحیثیت اراکین جوری کے کام کر رہے ہیں۔ ہمارے خلاف ہو اور اگر اُس مقدمہ میں جس میں آپ محض اسیسروں کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں آپکی رائے لینے کے بعد جج اپنے اختیارات کو استعمال کرے اور واقعات و قانون کے متعلق اپنا فیصلہ دیکر ہم کو ہمارے مذہبی فرائض سے قطع نظر کرکے سزا دیدے تو اُس حالت میں راستہ صاف ہوگا۔
ہمیں اس کی پرواہ نہیں کہ ہمیں کیا سزا دیجائیگی اور تعزیرات ہند کی کس دفعہ کے تحت میں دیجائے گی اس لیئے کہ دفعات تو بہت ہیں۔ دفعہ ۱۲۰ اب ۱۳۱ ۱۰۹-۵۰۵-۱۱۷ وغیرہ وغیرہ۔ ان دفعات اور مختلف الزامات کی نسبت تو جہانتک میرا تعلق ہے میرا دماغ بہت انتشار کی حالت میں ہے اور میں تو ابھی یہی حساب لگا رہا ہوں کہ سب سزائیں ملکر کتنے برس ہو جائیں گے " قہقہہ "
مجھے بس ایک ہی مرتبہ دُنیا میں زندہ رہنا ہے اور معلوم نہیں یہ میعاد اس طویل سزا کے لیئے کافی ہوگی یا نہیں جسکا میں مستحق ہوں " قہقہہ "۔ مگر میرے لیئے تو یہ سب باتیں بے نتیجہ ہیں۔
اصل بات تو یہ ہے کہ میں عدالت سے بحیثیت قایم مقام گورنمنٹ اس بحث کا فیصلہ

چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی عدالتیں کسی ایسے شخص کے حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتیں جو وہ افعال کرے جو میں نے کئے ہیں۔ چاہے وہ اس امر کا اعتراف ہی کیوں نہ کرتا ہو کہ جو کچھ اس نے کیا وہی بالکل اس کے مذہب کا اقتضا ہے اور اسکا خدا بھی اس سے ایسی عمل کا مطالبہ کرتا ہے۔ خدا مکانوں کی چھت پر چڑھ کر نہیں پکارتا۔ وہ اپنے لازوال تخت ارفع سے آواز دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ "اے انسان تجھ کو میں نے خون کے محض ایک قطرے سے پیدا کیا۔ تجھ کو میں نے اس منصب طاقت اور شان تک پہنچایا جو اب تیری ہے۔ جو کچھ تیرے پاس ہے اور جو کچھ تو ہے میں نے یہ سب تجھ کو دیا اور تیرے لئے بنایا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو میری تابعداری کرے نہ کہ کسی دوسرے جاندار کی جس کو میں نے بنایا۔" جو کچھ بھی عزت میں بادشاہ کی کروں میں اس کے سامنے نہیں جھک سکتا۔ اگر وہ مجھے خدا اور اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے منع کرے۔

جج نے بعض فرقوں کے عقائد کی طرف کچھ اشارہ کیا ہے انھوں نے کہا ہے کہ فرض کرو ہندوں کا ایک فرقہ انسانوں کی قربانی کو ضروری قرار دیتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ ہندوستان میں کوئی مذہب انسانوں کی قربانی کرنے کا طالب ہو۔ ہمارے مقدمہ میں ذاتی اور انفرادی عقائد کا سوال زیر بحث نہیں وکیل سرکار نے یہ بھی کہا تھا کہ ہمارے مذہب میں مختلف فرقے ہیں اور ہم آپس ہی میں (بعض عقائد کے متعلق) جھگڑتے ہیں کہ یہ غلط ہے اور یہ صحیح ہے۔ مگر سوال یہ نہیں ہے کہ کونسا فرقہ کس بات کو صحیح اور درست مانتا ہے۔ کیا ہم بتا سکتے ہیں کہ کونسا مذہب صحیح ہے اور کونسا غلط ہے۔

اس بحث میں سوال صرف ہمارے ذاتی عقائد کا نہیں ہے یہ سوال تو ہر مسلمان (تمام مسلمانوں کے متفقہ) کے عقیدے کا ہے لیکن اگر کسی ایک فرقے کے عقائد کی بحث بھی پیش نظر ہوتی تب بھی کیا آپکا مطلب یہ ہے کہ ملکہ کا سنہ۱۸۵۸ء کا اعلان اس وقت

اس بات کو بھی ضروری قرار دینا تھا کہ ہندوستان کے ۳۰ کروڑ انسانوں میں سے ہر فرد واحد ایک ہی عقیدے پر متفق ہو، تمام آسمان اور تمام زمین اور تمام سیارے اور چاند کی بڑھیا اور زہرہ مشتری اور عطارد میں رہنے والی سب مخلوق اور سب ان میں سے ہر ایک اس بات پر متفق ہو کہ سچا اور صحیح مذہب صرف یہ ہے یا وہ ہے اور جب ایسا ہو تب ملک کا اعلان ہمارے حقوق کی حفاظت کر سکتا ہے ایسے مذہب کے لیے کسی حفاظت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خود تعزیرات ہند کس کام کے لیے ہے اُسکا مقصد بھی تو آخر یہی ہے کہ تمہارے ان حقوق کو اسی طرح محفوظ کرے جیسے میں اپنے حقوق کی حفاظت چاہتا ہوں تاکہ میں تمہارے مذہبی جذبات کو صدمہ نہ پہنچا سکوں۔

آج کے اخبار "نیو ٹائمس" میں ہم نے پڑھا کہ کلکتہ میں چند شخصوں کا جو خدام خلافت ہیں اس بنا پر چالان کیا گیا ہے کہ انھوں نے ایک پولیس والے کے مذہبی جذبات کو صدمہ پہنچایا۔ (قہقہہ)

مجھے ذرا شبہہ نہیں کہ ان لوگوں کو سزا دی جائے گی۔ مگر آپ نے دیکھا کہ ایک پولیس والے کے مذہبی جذبات کے تحفظ کے لیے بھی قانون میں ایک دفعہ موجود ہے۔ ایک دوسری مثال لیجیے، ایک شخص پتھر کے ایک ٹکڑے کی غایت عقیدت و شدت کے ساتھ پرستش کرتا ہے، اس کی عقیدت و شدت ایسی ہے جیسی کہ میری عقیدت و شدت ہوتی ہے جب میں نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ آپ اس پرستش کو پسند نہیں کرتے آپ اس کو بیحد ناپسند کرتے ہیں اور اس طریقہ کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں؟ (ظاہر ہے کہ) آپ نہیں کر سکتے۔

جو شخص پتھر کی پرستش کرتا ہے قانون اس کے حق کا محافظ ہے۔ قانون کیوں محافظ ہے؟ اس لیے نہیں کہ وہ مذہب اچھا ہے بلکہ اس شخص کے جذبات کی ... قانون جاننے والے کہتے ہیں ہم صرف اچھے مذہب کی حفاظت نہیں ...

بلکہ انسان کے مذہبی جذبات کا احترام کرنا چاہتے ہیں یعنی اصولی مذہب نہیں بلکہ اس کے اثر سے جو محسوسات پیدا ہوتے ہیں انکی حفاظت ضروری ہے یہی وہ چیز ہے جس کو لارڈ میکالے اور دوسرے لوگوں نے (از روئے قانون) محفوظ کرنا چاہا۔ یعنی ایک دوسرے انسان کے مذہبی محسوسات خواہ وہ کتنے ہی احمقانہ اور ضعیف الاعتقادی اور توہمات پر مبنی اور غلط ہوں۔ یہی چیز ہے جس کی حفاظت کرنا آپکا فرض ہے۔ اور قانون اس فرض کی انجام دہی کا کفیل ہے۔ مگر میں اپنے معاملے کو ملکہ اور بادشاہ کے اعلانات پر مبنی کرتا ہوں۔ اس لئے جج کو صاف طور پر یہ بتانا ہے کہ آیا یہ اعلانات قانونی عدالتوں میں کوئی قیمت رکھتے ہیں یا نہیں۔

یہ تصویر (شاہ ایڈورڈ ہفتم کی تصویر کی جانب اشارہ کرکے) یہاں اسی لئے آویزاں ہے کہ وہ جج کو یاد دلائے کہ ہم کو بادشاہ کے قانون کی روسے ہمارا حق دینا اسکا فرض ہے۔ آپکو قانون کے معنی اسی سے سمجھنے پڑیں گے اس لئے کہ نہ میں سمجھانے کا حق رکھتا ہوں نہ میرے یہ دوست (وکیل سرکار کی طرف اشارہ کرکے) اگر آپ ان سے قانون سمجھیں گے تو آپ ایک خطرے کی حالت میں پڑ جائیں گے جو واقعی نہایت افسوسناک حالت ہوگی (قہقہہ) لیکن اس مقدمہ میں کسی فرد واحد کی رائے یا تھوڑے سے مسلمانوں کی رائے کا سوال نہیں ہے۔ گو آپ چند مسلمانوں کے مذہبی محسوسات کو بھی صدمہ پہنچانے کا حق نہیں رکھتے۔ یہاں کسی فرقہ کا سوال نہیں ہے بلکہ ایک مذہب کا سوال ہے۔ کوئی شخص جو اپنے کو مسلمان کہتا ہو اس کتاب کے (قرآن مجید کی طرف اشارہ کرکے) حدود سے باہر نہیں جاسکتا۔ اس انگریزی کے ترجمہ کو دیکھئے اس کتاب میں ایک ہی بات بار بار کہی گئی ہے مگر آپ دیکھتے ہیں کہ یہ کسقدر چھوٹی سی کتاب ہے۔ باوجودیکہ اس میں بہت سی باتیں بار بار بیان کی گئی ہیں۔ کل ۵۰۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ یہی کتاب ہے جو ہمارے مذہبی قانون کا

خاص مخرج ہے۔

میں اس بات کی تشریح اس لیے کرتا ہوں کہ کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میرے مذہبی احکام کہاں مل سکتے ہیں۔ میں اُن احکام کو کسی فرد واحد کے معتقدات سے اخذ نہیں کرتا۔ میرا مذہب اوّل تو اس قدر اسی کتاب کے اندر موجود ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و روایات میں لیکن اس اصلی مخرج کے متعلق (قرآن کریم کی طرف اشارہ کرکے) مسلمانوں کا کوئی ایک فرقہ بھی نہیں ہے جو اس کے آدھے لفظ سے بھی متفق نہ ہو۔ لہذا آپکو معلوم ہوگا کہ ہمارے مذہب کی یہ (قرآن کریم) ایک بنیادی چٹان ہے جس کے متعلق کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔

احادیث نبوی کے متعلق یہ حالت ہے کہ اگر کوئی صحابی یہ کہے کہ حضور نے یہ فرمایا تھا یا کوئی حدیث صحابہ کرام کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہو مگر وہ اس کتاب (قرآن کریم) کے خلاف ہو تو کوئی مسلمان اُس حدیث کو نہ مانے گا۔ ہم کسی بات کو نہ مانیں گے چاہے وہ رسول کریم ہی سے کیوں نہ منسوب کی جائے۔ اگر وہ قرآن کے خلاف ہے لیکن اگر کوئی بیان محض قرآن کے احکام کی تشریح کرتا ہے یا ان احکام کا ضمیمہ ہے تو ہم اُس کو قبول کر سکتے ہیں۔

میں اس امر کی کوئی غیر خوش گوار مثالیں دینا نہیں چاہتا (جس سے کسی مذہب والے کو تکلیف ہو) مگر جو بات میں بتانا چاہتا ہوں صرف یہ ہے کہ اگر عیسائیوں کے چاروں گاسپل کو ہم دیکھیں اور ان کی قیمت کا امتحان کرنا چاہیں (اس موقع پر عدالت نے روکا)

عدالت۔ میں آپ کو اس انداز سے گفتگو کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا یہ طرز گفتگو واقعہ مقدمہ کی بحث سے کوئی تعلق نہیں رکھتا (دور از کار ہے) آپ بیان

صفائی دے رہے ہیں یا نہیں؟ اصل بحث کیا ہے؟

مولانا محمد علی صاحب:- میری بحث یہ ہے کہ گو کہ خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی صحت بھی نہایت احتیاط کے ساتھ حاصل کی گئی ہے مگر ان کی شہادت بھی قرآن کے احکام سے بالاتر نہیں ہو سکتی۔ جس پر اسلام کے تمام فرقے متفق ہیں۔ یہ کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقے ہیں۔ مگر میں تو کسی ایک چیز پر اپنی بحث کو مبنی نہیں کرتا جو فرقوں کے اختلافات کے ماتحت ہو۔ میں تو اپنے معاملہ کو قرآن کے غیر متزلزل اور بنیادی چٹان پر مبنی کرتا ہوں۔ اگر آپ مجھے اس کا موقعہ دیں گے کہ میں جوری کو وہ باتیں سمجھا سکوں جن سے وکیل سرکار نے اپنی تقریر میں قطع نظر کر لی تھی۔

عدالت۔ میں اس مقدمہ کو ایک مذہبی مباحثہ میں منتقل نہیں کر سکتا یہ سب خارج از بحث ہے۔ آپ ان آیات کو یہاں بیان نہیں کر سکتے۔

مولانا محمد علی صاحب۔ یہ آیات میرے اس بیان میں موجود ہیں جو میں نے عدالت ماتحت میں دیا تھا۔ یہ شل مقدمہ میں موجود ہیں میں جوری کو صرف یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ ان احکام مذہبی کا اس معاملہ سے کیا تعلق ہے۔ خیر اگر مجھے اپنے معاملہ کی تشریح نہ کرنے دی جائے گی تو میں اپنا بیان ختم کر دوں گا۔

عدالت۔ آپ اس مذہبی معاملہ کو کیوں زیر بحث لاتے ہیں جسکا کوئی تعلق مجھ سے نہیں میں آپ پر غیر ضروری پابندی عائد کرنا نہیں چاہتا۔ مگر آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی گفتگو کو صرف ان الزامات تک محدود رکھیں جو آپ پر لگائے گئے ہیں۔

مولانا محمد علی صاحب۔ میں اس بات میں عدالت سے بالکل اختلاف کرتا ہوں مجھے حق حاصل ہے کہ میں اس امر کی تشریح کروں کہ وہ کون سے امور ہیں جو میرے مذہب میں بلا اختلاف عقائد مسلمہ ہیں اور یہ ثابت کروں کہ قانون دراصل

مذہب کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔ مجھ سے صاف کہدیجئے کہ قانون میرے مذہب کی حفاظت نہیں کرتا۔ میں مطمئن ہو جاؤنگا اور بیٹھ جاؤنگا۔

مجھے نہیں معلوم کہ آپ جوری کے سامنے اس مقدمہ پر کس طرح بحث کرنیوالے ہیں۔ اس لئے پہلے اس سے کہ آپ جوری سے خطاب کریں اور جوری اپنا فیصلہ دے۔ ان باتوں کو جوری کے سامنے پیش کرنا میرے لئے ضرور ہے۔

عدالت۔ میں جوری سے یہی کہونگا کہ اگر آپ یہ دلیل پیش کریں گے تو یہ کوئی دلیل آپکے حق میں نہیں ہے جبکہ آپ نے ایک فوجداری کا جرم کیا ہو۔ میں کہونگا کہ مذہب فوجداری کے جرم کی سزا سے بچنے کے لئے کوئی دلیل نہیں ہو سکتا۔

مولانا محمد علی صاحب۔ تو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپنے جو کچھ جوری سے آپ کو کہنا ہے وہ بھی پہلے ہی سے طے کر لیا ہے پہلے اس سے کہ میں جوری سے خطاب کر چکوں۔ اس مقدمہ میں کتنی ہی باتیں پہلے سے طے کر لی گئی ہیں۔

عدالت۔ ملک کے قانون کے مطابق طے تو یہ کرنا ہے کہ آپ نے جرم کا ارتکاب کیا ہے یا نہیں کیا ہے؟

مولانا محمد علی صاحب۔ کوئی عمل جو کسی شخص کے مذہب کی رو سے اس کا فرض ہو برطانوی ہندوستان میں جرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ جب تک کہ شاہی اعلان برقرار ہے۔ آپ اس ملک کے کسی ہندو کو گائے کے مارنے کا حکم نہیں دے سکتے فوج میں بھرتی کرنے سے پہلے آپ لوگوں کے جوابات تحریر کرتے ہیں اور اُن کو حلف کا پابند بناتے ہیں۔ یہ وہ مطبوعہ کاغذ ہے (بھرتی کا فارم دکھا کر) جس پر فوج کے آدمی بھرتی کئے جاتے ہیں۔ لوگ حلف اٹھاتے ہیں کہ وہ اپنے حلف کے پابند رہیں گے۔ تاہم کوئی ایک ہندو سپاہی بھی جو حلف اٹھاتا ہے باوجود اس عہد اطاعت و وفاداری کے جو وہ بادشاہ کے ساتھ کرتا ہے گائے کو نہ مار سکیگا

مثلاً اگر اس کا افسر اس کو گائے کے مارنے کا حکم دے اور وہ اس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کرے تو کیا عدالت کے سامنے اسکا چالان کیا جائے گا؟

اگر کمانڈر کسی ہندو یا مسلمان کو گائے یا سور کی چربی لگے ہوئے کارتوسوں کو استعمال کرنے کا حکم دے جس کو ہندو مسلمان چھو بھی نہیں سکتے اور اگر وہ ایسا کرنے سے انکار کریں تو کیا ایسے سپاہی قانونی عدالت کے سامنے لاۓ جا سکتے ہیں؟

ملکہ کا اعلان اس کے حقوق کی حفاظت کریگا چاہے تعزیرات ہند کچھ ہی کہے جب تک کہ میں کوئی ایسا کام کرتا ہوں جسکا کرنا از روے مذہب میرے لیئے فرض ہے اس وقت تک تعزیرات ہند یا کوئی قانون فوجداری مجھے انگلی نہیں لگا سکتا اس لیئے کہ وہ شاہی اعلان موجود ہے جب تک کہ ملکہ کا وارث حکمران ہے جبتک بادشاہ کی تصویر یہاں دیوار پر آویزاں ہے آپ کو بحیثیت جج اپنے احکام اسی شاہی اعلان سے اخذ کرنے ہونگے ورنہ میں سمجھونگا وہ سب بھی محض ایک لفظی دہوکا تھا اور یہ جو کچھ رواداری کا ذکر کیا جاتا ہے (کہ ہماری حکومت رواداری کے اصول پر ہے) یہ سب محض باتیں بنانی ہیں۔ اور فریب ہے۔

اس بھرتی کے کاغذ میں آپ دیکھئے کہ ایک سوال یہ ہے کہ "کیا تم اس کے لیئے تیار ہو کہ خشکی یا سمندر پار جہاں کہیں بھیجے جاؤ وہاں جاؤ گے اور اپنی ذات پات کی کسی رسم و رواج کو فوجی فرائض کی ادائیگی میں حارج ہونے دوگے؟" تو گویا بھرتی کے وقت ہر سپاہی کو اس سوال کا جواب اثبات میں دینا ہوتا ہے اور پھر اس کاغذ پر دستخط کرتے ہوتے ہیں۔ خود اس کاغذ کے دفعات سے فوج کا کمانڈر یہ سمجھ لینے کا حق نہیں رکھتا کہ اب کوئی مذہبی حکم سپاہی کے لیئے قابل پابندی نہیں رہا۔ فرض کیجئے کہ سپاہی سے کہا جاتا ہے کہ گائے کو مارو تاکہ اس کا گوشت افسر کے کھانے میں آئے اور سپاہی اس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کرتا ہے اور

اپنی مذہبی کتاب اور شاستر کا حوالہ دیتا ہے۔ آپ کی تعزیرات کی کوئی دفعہ نہیں ہے جس کی مدد سے جج یا جوری یہ کہہ سکیں کہ اس شخص کو سزا دی جاسکتی ہے اس لیئے کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اگر آپ یہ کہدیں کہ ایسے شخص کو سزا دی جاسکتی ہے تو میں فوراً بیٹھ جاؤنگا نہیں حضرات آپکو تعزیرات اور ہر دوسرے قانون کی ہر دفعہ پر قانون پیشہ اصحاب کی اصطلاح میں اس شرط کا اضافہ کرنا ہوگا کہ "Without prejudice to a man's religion" "کسی شخص کے مذہب سے تعرض کئے بغیر"

آپ کہتے ہیں کہ بعض مذموم اس میں ایسے ہیں مثلاً ستی وغیرہ جن کو ہم روا نہیں رکھ سکتے۔ ایسی حالت میں آپ کو اس کا اعلان کر دینا چاہیئے کہ ہم فلاں فلاں رسم و رواج کی اجازت دیتے ہیں اور فلاں شرائط کے ساتھ ہم (مذہبی) رواداری برتیں گے۔ قتل عمد بھی قتل نہیں ہے جب کسی شخص کا مذہب اسکا مطالبہ کرتا ہو اور ملکہ نے اپنے اعلان کے ذریعہ سے ایسے مذہب کو بھی قانون کی حفاظت میں لے لیا ہے

آپ کہتے ہیں کہ اس ملک میں بہت سے مذاہب اور فرقے ہیں۔ ہاں تو پھر آپکو اسکا اعلان کر دینا چاہیئے تھا کہ فلاں فلاں مذہب قانون کی حفاظت میں لیئے جائیں گے۔ آپکو صاف طور پر کہدینا چاہیئے تھا کہ صرف ان شرطوں پر جو کوئی ہماری سلطنت میں رہنا چاہے اس کو رہنے دیا جائیگا اور وفادار رعایا میں شمار کیا جائیگا۔ پھر جو شخص وفاداری کے اس محدود حلقہ میں رہنا پسند نہ کرتا وہ یا تو اس سلطنت سے چلا جاتا یا آپکو ہی ٹھوکر مار کر نکالدیتا۔

میرے دوست (وکیل سرکار) نے آپ سے کہا ہے کہ ہم دل کے بہت اچھے ہیں اور ہم صاف اور بے لاگ لوگ ہیں۔ میں اس تعریف کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن انھوں نے یہ تعریف ایک خاص غرض سے کی تھی۔ اور میں اس کو اب اپنے

اغراض کے لئے استعمال کرتا ہوں۔

حضرات! یہ تو آپ نے اب سمجھ لیا ہوگا کہ میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جن کو آسانی کے ساتھ دھمکا کر سزا سے بچنے کی غرض سے جھوٹ بولنے پر آمادہ کیا جا سکے اگر ہم واقعی اس شہادت کی بنا پر جو آپ کے سامنے ہے سزا کے مستوجب سمجھے جائیں۔ اس مقدمہ میں جو کچھ ثبوت ہے وہ بہت ہی کمزور ہے اور میں ان خفیف باتوں کے متعلق آپ کو تکلیف نہ دونگا۔ میں خود بھی اس قسم کے مباحث کے متعلق اپنے دماغ کو پراگندہ نہیں کرنا چاہتا۔ جیسے کہ یہ سوال کہ تم کس وقت قیامگاہ سے گئے اور کس وقت واپس آئے یا سبجکٹ کمیٹی کے متعلق وہ باتیں جن سے ہمارا باہمی تعلق ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے یہ تعلق کس سے ہے؟ اپنے بھائی سے میرا تعلق۔ ایسا ہی تعلق ثابت کرنا تھا تو پھر وکیل سرکار اسی طرح ہماری ساری سوانح عمری پیش کر دیتے تھے اور تاریخوار اس شہادت کو آپ کے سامنے رکھتے کہ میرے بھائی میری ولادت کے وقت موجود تھے یہ کہ ہم ایک ہی گھر میں رہتے تھے، یہ کہ جب ہم اسکول میں تھے تو میرے بھائی میرے جیب خرچ کو چھین لیا کرتے تھے اور جب میں وہ روپیہ ان سے طلب کرتا تو مجھے مارتے مارتے نیلا کر دیتے تھے (قہقہہ) اس کا نام باہمی تعلق و سازش ہے!

حضرات جوری! یہ سب بہت ہی کمزور و خفیف شہادت و ثبوت ہے اصل بحث صرف یہ ہے کہ ملکہ کا اعلان مسلمانوں کے مذہب کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں؟

میرا پورا جواب یہ ہے کہ اگر ہم مسلمان سپاہیوں سے کہتے ہیں کہ وہ برطانوی فوج کی ملازمت ترک کر دیں اور دوسرے لوگوں سے کہتے ہیں کہ وہ بھرتی نہ ہوں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ سب احکام قرآن میں موجود ہیں تو پھر ہم قانون کی گرفت سے محفوظ ہیں آپ ہم کو سزا نہیں دے سکتے جس بات میں تعزیرات ہند قرآن کے خلاف نہیں اس بات کے متعلق اس کے احکام قابل نفاذ ہیں۔ مگر جب وہ قرآن کے خلاف

تو اس کے احکام ناقابل نفاذ ہیں اور ان کو خارج کرنا پڑیگا۔ ساری بحث یہی ہے!
اگر میں اس بحث میں غلط ہوں تو جج فیصلہ کر دیں میں اسی پر قناعت کرونگا۔

حضرات! آپ انفرادی رائے کے متعلق جسکا اثر مقدمہ پر پڑتا ہے جو کچھ وکیل سرکار کہتے ہیں اسپر یقین نہ کیجئے۔ گو کہ اس صورت میں بھی (یعنی اگر یہ ہماری ذاتی رائے ہے) آپکو شخصی محسوسات مذہبی کا خیال کرنا ہوگا۔ میں نے آپکے سامنے ۳۴ حدیثوں میں سے ۷، ا یا ۱۸، ۱۔ اور ۶ آیات قرآنی پیش کردی ہیں جن کا مولانا حسین احمد صاحب نے حوالہ دیا تھا۔ ان حوالوں سے اراکین جوری اور جج نہایت صاف طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ (از روئے مذہب) ایک مسلمان کو کیا کرنا اور کیا نہ کرنا چاہیئے۔ وکیل سرکار نے یہ بھی فرمایا کہ آیات سلسلہ عبارت و متن سے جدا کرکے بیان کی گئی ہیں۔ اس اعتراض سے بچنے کے لیئے میں نے خود قرآن کریم سے بہت طویل حوالے دئے ہیں تاکہ آپ سلسلۂ عبارت اچھی طرح سمجھ سکیں۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کسی مسلمان سے دریافت کریں کسی آدمی کو بلا لیجئے حتیٰ کہ عدالت کے چپراسی سے جو کچھ میں کہتا ہوں قرآن میں لکھا ہے یا نہیں۔ اگر وہ قرآن پڑھ سکتا ہے تو بہ آسانی آپ کو وہ مقام بتادے گا اور اگر عربی جانتا ہے تو وہ آپ کو اس کے معنی بھی سمجھا دے گا۔ اس باب میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہو سکتا۔

میں گورنمنٹ اور "استغاثہ" سے دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ کسی آدمی کو پیش کریں کوئی عالمانہ رائے یا فتوے پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں غلط ہے۔ یہ ممکن ہے کہ شیعہ اور سنیوں کے درمیان کوئی اختلاف ہو۔ بلکہ مسئلہ خلافت کے متعلق اختلاف ضرور ہے شیعہ سلطان کی خلافت کو نہیں مانتے اور کسی دوسرے مسئلہ کے متعلق بھی ممکن ہے کہ کچھ اختلاف ہو لیکن اس مسئلہ کے متعلق تو کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔ عام طور پر عدم اشتراک عمل (نان کواپریشن

کے متعلق بھی ممکن ہے کہ اختلاف رائے ہو۔ ممکن ہے کہ ایسے لوگ ہوں جو خطابات یا ملازمت یا اس کو ان کی سرکاری امداد کو ترک کرنے کے خلاف ہوں۔ ممکن ہے ایسے لوگ کہتے ہوں کہ یہ معاملہ تو لین دین کا ہے، دوستی یا اشتراک عمل کا نہیں ہے اسکولوں کی سرکاری امداد کو خواہ ہم لیں یا نہ لیں۔ بہر حال وہ تو ایک قلیل التعداد جماعت ہی جو ایسا کہتی ہے اور اسمیں سے بھی بہت سے وہ ہیں جنہوں نے اپنے کو حکومت کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے لیکن جہانتک مسلمان کا مسلمان کو قتل کرنے کا مسئلہ ہے کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔ یہی اصل بحث ہے۔

حضرات! اب میں فرد قرارداد جرم کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضرات! نہ یہ آپکا کام ہے نہ میرا کہ فرد قرارداد جرم میں الزامات کے غلط تعین پر اعتراض کریں مگر مجھے اس معاملہ میں کسی سے خطاب کرنا ہوگا تو میں جج سے خطاب کرونگا میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ایسا کروں تو یہ میرے حقوق کی حدود کے اندر ہے جہانتک آپ حضرات کا تعلق ہے میں آپسے کہے دیتا ہوں کہ انتشار پیدا کرنے کے لیئے تعزیرات ہند کی بہت سی دفعات کو ایک ہی جگہ اکٹھا کیا گیا ہے مثلاً دفعات ۱۰۹-۱۱۷-۱۲۰ اب ۱۳۱-۵۰۵ باوجودیکہ دفعہ ۲۳۳ ضابطہ فوجداری کا صاف مفہوم کلمہ یہ ہے کہ مختلف دفعات کو ایک ہی فرد قرارداد جرم میں اکٹھا نہیں کیا جاسکتا دفعہ ۲۳۳ کے الفاظ یہ ہیں:-

”لازم ہے کہ ہر جرم جداگانہ کی بابت جسکا کسی شخص پر الزام لگایا جائے فرد قرارداد جرم علیحدہ اور ویسے ہی ہر الزام کی تجویز بھی جداگانہ ہونی چاہیئے بجز ان صورتوں کے جو دفعات ۲۳۴-۲۳۵-۲۳۶-۲۳۹ میں مذکور ہیں۔“

دفعہ ۲۳۴- جب ایک شخص کی نسبت ایک ہی قسم کے ایک سے زیادہ جرائم لگائے

ہیں جو جرم اوّل سے لیکر جرم آخر تک عرصہ ۱۲ ماہ کے اندر سرزد ہوئے ہوں تو جائز ہے کہ اُس پر ایک ہی وقت میں چند جرائم کا الزام جو تین سے زیادہ نہ ہوں عائد ہو۔

عدالت: میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں کہ آپ جوری کو یہ سب پڑھکر سُنانے کی تکلیف کریں۔ اب مقدمہ کی اس منزل پر فرد قرارداد جرم کو بدلکر دوبارہ مرتب نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا محمد علی صاحب: عام قاعدہ یہ ہے کہ اشخاص پر الگ الگ مقدمہ چلایا جائے، اور الزامات پر الگ الگ کارروائی ہو اس لئے کہ اگر ایسا نہ ہوا تو ملزم کو اشتمال الزامات سے نقصان پہنچے گا۔ اور اس کا اثر حضرات جوری پر ملزم کے خلاف پڑیگا۔ میں نہیں جانتا یہ تمام دفعات کیوں جمع کر دی گئی ہیں مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا استغاثہ کے تمام نمائندوں نے ایک سازش مجرمانہ کی ہے (قہقہہ) اور قانون کی اتنی دفعات کو جمع کر دیا ہے کہ ہر شخص کا دماغ منتشر ہو جائے۔

مجھے نہیں معلوم کہ آپ حضرات میں سے بھی کسی نے ان دفعات کو صاف طور پر سمجھا ہے۔ میں تو کچھ بھی نہ سمجھا کہ فرد قرارداد جرم کی پہلی دفعہ کیا ہے، اور دوسری کیا ہے؟ اور آپ کے سامنے بحیثیت جوری کے کونسا حصہ پیش ہوگا۔ اور بحیثیت اسیروں کے کونسا حصہ پیش کیا جائے گا۔

آج کے دن تک یہ بات میری سمجھ میں نہ آئی تھی۔ جب میں والٹیئر سے یہاں لایا جا رہا تھا تو ٹرین میں جو پولیس کے آدمی میری نگرانی کے لئے ساتھ تھے ان میں سے ایک نے مجھ سے دریافت کیا کہ مجھ پر کس جرم کا الزام لگایا گیا ہے۔ مجھے خود معلوم نہ تھا مگر میں نے کہا کہ وارنٹ میں تو دفعات ۱۲۰۔ ۱۳۰۔ ۵۰۵۔ ۱۱۷ کا حوالہ دیا ہے۔ وہ بہت ہی سوکھے منہ سے کہنے لگا کہ "اجی گھر ہی کی تو ہیں جتنی چاہیں لگا دیں"۔

(قہقہہ) معلوم نہیں آپ میں سے کسی صاحب نے کبھی بلیرڈ بھی کھیلا ہے یا نہیں۔
بلیرڈ کے کھیل میں تین گیندیں ہوتی ہیں اور اس طرح ایک گیند کو لکڑی سے مارنا ہوتا
ہے کہ وہ یا تو باقی دونوں گیندوں سے ٹکرائے یا کسی ایک سے ٹکرا کر میز کے کونے
میں جو تھیلیاں لگی ہوتی ہیں ان میں سے کسی میں جا پڑے مگر بعض اوقات یہ گیندیں
میز پر کچھ اس طرح رکھی ہوتی ہیں کہ کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ کیونکر ان کو
ٹکرایا جائے اور نئے کھیلنے والے کو اکثر یہ مشکل پیش آتی ہے۔ ایسی حالت میں
تجربہ کار کھلاڑی آپکو یہ مشورہ دیگا کہ زور سے مارو اور قسمت پر بھروسہ کرو
(قہقہہ) اس طرح اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نمبر مل جاتے ہیں اس کو فلوک کہتے ہیں۔
فریق مخالف تو اس کو فلوک کہتا ہے مگر نئے کھیلنے والے کے لیئے یہ بھی ایک
بڑا مشکل "ہاتھ" ہوتا ہے! (قہقہہ)

حضرات! بس بالکل یہی صورت استغاثہ نے فرد قرار داد جرم کے متعلق اختیار
کی ہے اس نے زور کا ایک ہاتھ مار دیا ہے اور اب آپکے اور جج کے فیصلہ پر بھروسہ
ہے یا آخری بہت سی دفعات سے کوئی نہ کوئی تو چسپاں ہوئی جائیگی یا
سارا معاملہ میں تو یوں سمجھتا ہوں کہ خاص خاص جرائم جن کے ارتکاب کا الزام
ہم پر لگایا گیا ہے دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم نے آپس میں ایک سمجھوتہ کیا جو سازش مجرمانہ
کا مرادف ہے اور دوسرے یہ کہ ہم نے ایک جرم کا اقدام کیا۔ اس موقع پر عدالت
نے کچھ کہا یعنی ہم نے آپس میں ایک فوجداری کے جرم کے ارتکاب کا سمجھوتہ
سازش مجرمانہ ہے اور دوسرے یہ کہ اس سازش کے مطابق ہم سے کوئی فعل سرزد
ہوا۔ شروع کے یہ دو الزامات ہیں ان کے بعد یہ بحث ہے کہ میں نے ایک ایسی تقریر کی
جو فوج کے سپاہیوں کو ان کی وفاداری سے روگرداں کر سکتی ہے اسکے بعد دوسرے
ملزمین کی اعانت ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ جو بحث آپکے سامنے بحیثیت جوری کی ہستی

ہو گی، وہ مفروضہ سازش کے سلسلہ میں اقدام جرم ہے۔ میں اوّل پہلے الزام کو لیتا ہوں یعنی ملزمین کا باہمی سمجھوتہ۔ مجھے شبہ ہے کہ آیا آپ صاحبان میں سے کسی کو یہ معلوم ہے کہ تعزیرات ہند میں ان دفعات ۱۲۰ الف ۱۲۰ ب کا اضافہ کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا جب کیا گیا تھا اور میں خود کونسل کے اس جلسہ میں موجود تھا جس میں کہ قانون سازش پاس کیا گیا تھا۔ میں دوپہر کے وقت جب کونسل کا اجلاس تھوڑی دیر کے لیے ملتوی تھا اخبار نویسوں کی گیلری میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت جب میرے پرانے دوست سر ولیم ونسنٹ اس طرف آئے تو میں ایک مشہور اخبار نویس کے پاس جو اب اعتدال پسند طبقے کے لیڈر اور حکومت کے بہت ہی خاص احباب میں ہیں بیٹھا ہوا تھا۔ سر ولیم ونسنٹ نے ازراہ مذاق پوچھا کیا آپ دونوں صاحب سازش کر رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ سازش کرنے کے لیے باہم اتفاق رائے ضروری ہے۔ مگر جیسا کہ آپ کو خوب معلوم ہے کہ کبھی کسی کے ساتھ متفق الرائے نہیں ہوتا" (قہقہہ)

حضرات جوری! واقعہ یہ ہے کہ اس معاملہ میں بھی کوئی اتفاق رائے نہ تھا۔ اتفاق رائے کے متعلق کوئی شہادت نہ یہاں پیش ہوئی نہ عدالت ماتحت میں۔ وکیل سرکار فرماتے ہیں کہ "یہ معاملہ تو ایسا ہے کہ ہم کو (بربنائے حالات سمجھ لینا چاہیئے)۔ فرض کر لینا چاہیئے تو گویا محض "فرضیات" کی بنا پر مجھ کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی جائیگی۔ اپنے اہل و عیال سے جدا کیا جائیگا میری لڑکیوں سے جدا کیا جائے گا میری بی بی اور بوڑھی ماں سے جدا کیا جائے گا اور ملک سے کہ یہ جدائی میرے لیے سب سے زیادہ اہم ہے اور پھر یہ سب کچھ محض ایک مفروضہ جرم کی بنا پر! ایک بھی گواہ ایسا نہ آیا جس نے یہ کہا ہو کہ اس معاملہ کے متعلق ہماری آپس میں کوئی بحث ہوئی تھی۔

مجھے یقین کے ساتھ معلوم نہیں کہ جج صاحب جو ہم سے سوالات کرتے تھے

تو کیا انکا منشا یہ تھا کہ ثبوت کی شہادتوں میں جو خلا رہ گیا ہے اسکو پُر کر دیں بہر حال
میں نے تو ان کو بھی یہی جواب دیا کہ فوج کے متعلق ہم نے کبھی آپس میں مشورہ
نہیں کئے ثبوت کی طرف سے کہا گیا ہے کہ ہم سے زیادہ ملزم واقف حال ہیں میرے
خیال میں یہ بالکل صحیح ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ استغاثہ کی معلومات بہت ہی قلیل ہیں (قہقہہ)
مگر وہ عدالت نواز پولیس کی مدد سے یا اعانت سے اُس معلومات میں کچھ اضافہ کرنا چاہتا
ہے (قہقہہ) بیشک ملزمین وہ جانتے ہیں جو استغاثہ نہیں جانتا لیکن کیا انھوں نے
اپنے سارے دلائل عدالت ماتحت کی میز پر نہیں رکھ دئے تھے۔

حضرات! عدالت ماتحت میں جو بیان میں نے دیا تھا اُس کو اس عدالت کے
پیشکار نے آپ کے سامنے پڑھا ہے۔ اس بیان میں میں نے اس استغاثہ کی حقیقت
واقعی کو اچھی طرح واضح کر دیا تھا اور میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ نے اُس کو بہت غور
کے ساتھ سُنا ہوگا سارے مقدمہ کی اصلیت اِس بیان میں موجود ہے۔ مجھے بہت
صاف گو کہا گیا ہے ہم سب بہت صاف لوگ ہیں۔ اِس لئے مجھے امید ہے کہ آپ کی
رائے میں ہم لوگ راست گو بھی ہونگے جہاں تک کہ فوج سے کچھ کہنے کے متعلق
باہمی قرارداد کا سوال ہے سوا اس رزولیوشن کے جو آپ کے سامنے ہے کسی بات کے کہنے کے
متعلق کوئی سمجھوتہ نہیں ہوا اتنا بھی نہیں کہ فوج کو یہ بتا دیا جائے کہ قانون اسلام کیا ہے
لیکن جس دن کسی شخص نے یہ کہا کہ میں مسلمان ہوں معًا اس کا یہ فرض ہو گیا کہ جو کچھ
قرآن میں ہے اس کی تعمیل کرے۔ اگر میں قرآن کے آدھے لفظ کو بھی قبول نہ کروں تو
میں مسلمان نہیں چاہے میں کیسا ہی بڑا گنہگار رہوں، کتنے ہی زیادہ گناہ کرتا ہوں میں
پھر بھی مسلمان رہونگا بشرطیکہ اس قرآن کی ہر بات کو قبول کرتا ہوں لیکن جسوقت میں
اس کی کسی بات کو قبول نہ کروں تو میں کتنا ہی نیکو سیر اور متقی و پرہیزگار رہوں مسلمان
کسی طرح نہیں رہ سکتا چونکہ قرآن میں ہے اس کو ہر شخص کو بتانا اور غیر مسلمانوں کو بھی تبلیغ

کرنا اسی قانون قرآنی کے تحت جن پر میرا فرض ہے۔
میرے محترم دوست مولانا حسین احمد صاحب کو دیکھئے مدینہ میں درس دیتے تھے اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب مغفور کے شاگرد ہیں ان کو حجاز میں گرفتار کیا گیا اور وہاں سے مصر و مالٹا لے گئے۔ اس سے پہلے دس برس تک صاحب موصوف مدینہ میں درس دیتے رہے تھے وہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیتے تھے۔ فرض کیجئے کہ وہ اپنے گھر کے باہر بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کریں اور ان ہی آیات کو پڑھیں۔

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما۔ جو کوئی کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے تو اسکا بدلہ جہنم میں جائیگا اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیگا خدا اس پر غصہ کریگا اور لعنت بھیجیگا اور خدا نے اسکے لئے ایک سخت عذاب رکھا ہے

اب فرض کیجئے کہ دوران تلاوت میں ایک مسلمان سپاہی ان کے پاس سے گزرتا ہے تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ مولانا حسین احمد صاحب نے دفعہ ۵۰۵ تعزیرات ہند کے تحت میں کسی جرم کا ارتکاب کیا؟ اگر ایسا ہے تو پھر رواداری کے یہ لمبے چوڑے دعوے کیوں ہیں؟

یا یوں فرض کیجئے کہ ایک سپاہی مسجد میں آتا ہے تو کیا مولانا مجرم ہونگے اگر وہ نماز میں ان آیات کو پڑھیں جبکہ سپاہی بھی وہاں موجود ہو؟ ایک دوسری صورت لیجئے ایک سپاہی آتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مولانا میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ شریعت اسلامی کا حکم کیا ہے مجھے عراق عرب بھیجا جاتا ہے اور وہاں خلیفۃ المسلمین کے خلاف لڑنا پڑیگا کیا میرے لئے یہ جائز ہے کہ میں وہاں جاؤں اور مسلمانوں سے لڑوں؟
مولانا جواب دیتے ہیں کہ ایسا کرنا ناجائز ہے اگر وہ یہ فرمائیں کہ جائز ہے تو وہ خود کافر ہوئے جاتے ہیں اور اگر وہ خاموش رہیں تو خدا اُن پر لعنت کریگا اور ساری دُنیا اُن پر لعنت کریگی پس اُن کو تو یہی کہنا ہوگا کہ نہیں یہ عمل جائز نہیں ہے ایک ہی

درس دینے والے کی حیثیت سے انکا یہ فرض ہے کہ جب کوئی شخص آئے اور اُن سے سوال کرے کہ قانون شریعت کیا ہے؟ تو وہ اس کو قانون اسلام صحیح طور پر سمجھائیں لیکن اگر وہ تعزیرات ہند کے خوف سے کلمۂ حق نہیں کہتے تو پھر خدا کی لعنت کا سوال آتا ہے۔

ایک اور مثال بھی لیجئے۔ فرض کیجئے کہ مولانا ریلوے ٹرین میں سفر کر رہے ہیں اور اُن کے ہمسفر کچھ مسلمان ہیں جو دوسرے مسلمانوں سے یا خلیفۃ المسلمین سے یا ایسے لوگوں کے خلاف جو جہاد کر رہے ہیں لڑنیکی غرض سے عراق عرب جا رہے ہیں مولانا ان سے کہتے ہیں کہ یہ عمل ناجائز ہے اس کی اجازت اسلام نہیں دیتا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "میرے[1] بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا" اب سوال یہ ہے کہ کیا اس صورت میں آپ مولانا کو قانون کی حفاظت سے محروم کر دیں گے؟ شاید آپ کہیں کہ ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔ اگر وہ اس قسم کے احکام نماز میں پڑھیں یا جب کوئی شخص آئے اور اُن سے شریعت اسلامی کے متعلق سوال کرے تو وہ بحیثیت ایک مبلغ کے اس کو جواب دیدیں لیکن انکا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ مکانوں کی چھت پر کھڑے ہو کر بآواز بلند اس قسم کے احکام کا اعلان کریں ایسی حالت میں تو اغوا کا جرم عائد ہو گا اور انکا یہ فعل دفعات ۵۰۵، ۱۱۷ اور ساتھ ہی ۱۲۱ الف اور ۱۲۱ ب کے تحت میں آجائے گا۔

میرا دعوے یہ ہے کہ اگر آپ ایسا کہیں تو یہ بھی خلاف رواداری ہے اس لئے کہ قرآن نے صاف طور پر طے کر دیا ہے کہ کس کی نجات ہو گی اور کس کی نہ ہو گی

اس موقع پر مولانا نے قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھی)

میں قرآن کی ایک چھوٹی سی سورت کا حوالہ دیتا ہوں جس میں خدا نے تاریخ عالم کی قسم کھائی ہے۔ رب العالمین فرماتا ہے۔

[1] لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض

العصر ان الانسان لفی خسر الا الذین امنو وعملو الصلحات و تواصو بالحق و تواصو بالصبر	عصر کی قسم کہ (سارے) آدمی گھاٹے میں ہیں مگر وہ جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل بھی کئے اور ایک دوسرے کو حق کی پیروی کی ہدایت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو مصیبت میں صبر کرنے کی ہدایت کرتے رہے۔

قرآن کی اس سب سے چھوٹی سورت نے ایک مسلمان کی نجات کے لئے چار شرطیں قرار دی ہیں اس کی نجات منحصر ہے ان شرطوں پر اوّل یہ کہ وہ ایمان رکھتا ہو دوسرے یہ کہ اُس ایمان کے مطابق عمل کرتا ہو۔ اگر ایک شخص ایمان رکھتا ہو نماز پڑھتا ہو خیرات دیتا ہو رمضان میں روزہ رکھتا ہو حج کرتا ہو کسی شخص کو نقصان پہنچاتا ہو تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ بس اسی پر اسکی نجات ہو جائیگی؟ نہیں اس لئے کہ قرآن کا حکم ہے یہ تیسری شرط ہے جس پر عمل کرنا ضروری ہوگا) کہ ہمکو باہر جاکر ہر شخص کو ان نیک باتوں کی تبلیغ کرنی چاہیئے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن احکام کی تبلیغ و اشاعت کریں ہم صرف اس لئے پیدا نہیں کئے گئے ہیں کہ محض اپنے کو عذاب آخرت سے محفوظ کریں بلکہ ہمارا فرض تو یہی ہے کہ اپنے پڑوسیوں کی نجات کی فکر کریں پس وہ تین چیزیں جن پر عمل کرنا ایک مسلمان کا فرض ہے یہ ہیں کہ وہ ایمان رکھے اپنے ایمان کے مطابق عمل کرے اور اپنے عقائد کی اشاعت و تبلیغ کرے۔ اگر ایک مسلمان یہ کہے کہ میرا ایمان یہ ہے کہ ایک مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے مگر پھر بھی جب کبھی وہ مسلمان کو قتل کرے تو شاید اُس کو عذاب سے نجات تو نہ ملے مگر وہ مسلمان ضرور رہے۔ اگر وہ واقعی یہ سمجھتا ہے گنہگار ہوں لیکن اگر وہ اس فعل کے حرام ہونے سے انکار کرے تو وہ قرآن کا منکر ہے اور اس حالت میں کافر ہے لیکن فرض کیجئے کہ وہ اس فعل کو حرام سمجھتا ہے اور دوسرے مسلمان کو قتل نہیں کرتا پھر بھی اُسکا عذاب سے بچنا مشکل ہے اگر وہ خاموش بیٹھا رہے اور مسلمانوں کے ہاتھ سے مسلمانوں کو قتل ہونے دے۔ پھر اگر خاموش بھی نہیں ہے اور دوسرے لوگوں سے

کہتاہے کہ یہ فعل حرام ہے تب بھی اُس کی نجات آسان نہیں تاوقتیکہ وہ تبلیغ و اشاعت کے کام کو باوجود اپنی کوششوں کے ناکامی کے مسلسل جاری نہ رکھے۔ اگر وہ اپنی کوششوں میں ناکام رہتا ہے اور دفعات ۵۰۵ اور ۲۰۷ کے تحت میں اس کو سزا دی جاتی ہے اور وہ جیل خانہ جاتا ہے تو پھر وہ کیا کرے؟ اُس کو صبر کرنا چاہیئے چاہے پھانسی پر چڑھا دیا جائے چاہے اُس کی کھال کھینچ لیجائے اُس کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے جائیں مگر اُسکا فرض ہے کہ صبر کرے اور اپنے کام میں مستقل رہے۔ اُسی وقت اور صرف اُسی وقت اُسکو نجات حاصل ہوگی اور وہ عذاب سے محفوظ رہیگا۔ اُس کو ہرگز یہ کوشش نہ کرنی چاہیئے کہ خدا کے قانون کا آدھا لفظ بھی بدل دے۔ اُس کو اس قانون پر قایم رہنا چاہیئے اور تمام نتایج کے لیئے تیار رہے۔

حضرات! جنت میں جانا اور حوروں کی ہم آغوشی کی اُمید کرنا کوئی ایسی آسان چیز نہیں ہے۔ ایک اردو شاعر نے کہا ہے

یہ شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا!

محض مونچھو کتروا لینے لمبی داڑھی بڑھا لینے اور وظیفہ پڑھنے سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا۔ یہ باتیں بھی اُن کے لیئے فرض ہیں مگر اور دوسری باتیں بھی لازمی ہیں۔ اس لیئے کہ از روئے حدیث یہ تمام چیزیں ہمارے اوپر فرض کی گئی ہیں صرف یہی کافی نہیں ہے کہ میں مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شریک نہ ہوں میرا تو یہ بھی فرض ہے کہ میں جاؤں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اپنے مذہبی بھائیوں کے خلاف جنگ کرنے سے احتراز کرنے پر آمادہ کروں۔ میں اُس کو آمادہ کرنے کا ہر امکانی طریقہ اختیار کروں۔ میرا فرض ہوگا کہ رائفل اُس کے ہاتھ سے لیلوں۔ مگر

زبردستی اور جبراً نہیں بلکہ اُس کو صاف طور پر مذہبی قانون سمجھا کر۔ ہماری نجات اُسی وقت ہوگی جب ہم اُن لوگوں کو دوسرے مسلمانوں کو قتل کرنے اور لڑنے سے باز رکھ کر نجات دلوادیں۔

حضرات! کرنل گوگی طرح ایک دوسرے صاحب بمبئی گئے تھے اُن کا نام کرنل ونیج ہے۔ پانیر کے ایک تار سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰ راکتوبر کو اس بہادر افسر نے جو شملہ سے فوجی محکمہ کی طرف سے تشریف لاکر میرے ہم پیشہ صاحب سے ملاقات کی۔ شاید اس غرض سے ملاقات کی ہو کہ اُن کو بھی اغوا کریں اور اپنے فرض کی انجام دہی سے باز رکھیں۔ غرض تمام مقامی اخبارات کے اڈیٹر اور خبر رساں ایجنٹوں کو ایک کانفرنس میں مدعو کیا گیا۔ اور اس موقع پر منجملہ اور باتوں کے اس فوجی افسر نے ہماری گرفتاری کے متعلق حسب ذیل خیالات ظاہر کئے ہمارا مقدمہ ہنوز عدالت میں زیر تجویز ہے اور معلوم تو یہ ہوتا ہے کہ شملہ میں وسیرائے سے لیکر اس فوجی افسر تک سب کو یہ حق حاصل ہے کہ مقدمہ زیر تجویز کے متعلق جو چاہیں کہیں) (قہقہہ) اس موقع پر مولانا محمدؐ علی صاحب نے ایک اخبار سے حسب ذیل الفاظ پڑھ کر سنائے)

" علی برادران کی گرفتاری کا ذکر کرتے ہوئے کرنل نیج نے کہا کہ میں ایک سپاہی کی حیثیت سے کہتا ہوں کہ جو لوگ فوج کو اغوا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اُن سے یہ کہنا مناسب ہوگا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے سوچیں کہ کیا اُن کے خیال میں ایک ایسا سپاہی جو فوج سے بھاگ جائے وہ کسی دوسرے مقصد کے ساتھ جس میں اس کو شریک ہونے پر آمادہ کرلیا گیا ہو وفاداری کر سکتا ہے "

یہ کرنل نیج صاحب ہیں جو بقول اپنے بحیثیت ایک سپاہی کے یہ رائے ظاہر فرما رہے ہیں۔ شاباش کرنل نیج! (قہقہہ) ایک سپاہی کی زبان سے یہ اصول

کس قدر صحیح اور یہ منطق کس قدر معقول معلوم ہوتی ہے (قہقہہ)
لیکن میں ایک سپاہی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک مسلم کے نقطۂ نظر سے پوچھتا ہوں کہ اغوا کرنے والا کون ہے؟

ہر بچہ جو اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے خدا کا سپاہی ہے اور کرنل ہیج اور کرنل گیور جیسے لوگ وہ ہیں جو اس کو اس کے اولین فرائض سے اور خدا کے ساتھ اس کی وفاداری سے اغوا کرتے ہیں۔ کیا ہم بھی اسی طرح ان ہیج اور گویر قسم کے لوگوں سے دریافت نہیں کر سکتے کہ کیا خدا کے سپاہی جو خدا کی فوج سے بھاگے ہوئے ہیں ان کے ساتھ اور اس مقصد کیساتھ وفاداری کر سکتے ہیں جس میں ان کو کامیابی کے ساتھ اغوا کر کے شریک ہونے پر رضامند کیا گیا ہے؟

انسان کا پہلا فرض بجا آوری احکام خدا ہے۔ قرآن ہمکو بتاتا ہے کہ انسانوں کی روحوں کے اجسام کے اندر داخل کرنے سے پہلے خدا نے ان سے سوال کیا کہ "الستُ بربکم" (کیا میں تمہارا خدا نہیں ہوں؟) اور انھوں نے متفق اللفظ ہو کر جواب دیا تھا کہ "قالو بلیٰ" (بے شک)

خیر حضرات! ان سب روحوں پر تو خاک ڈالئے دفعات ۱۲۰۔ الف و ۱۲۰ ب کے تحت میں مجرمانہ سازش کا جرم قائم کرنے کے لیے جسقدر "باہمی قرارداد" کا ثابت کرنا ضروری ہے وہ موجود ہے (قہقہہ) مگر حضرات اس سپاہی کو اس کے اصلی فرض سے اغوا کرنے والے تو اسی قسم کے لوگ ہیں جیسے کہ یہی شملہ کے محکمۂ فوج کے ہیج اور مغربی فوج کے سپہ سالار گیور۔

اگر آپ کوئی مذہب رکھتے ہیں، آپ ایمان رکھتے ہیں تو آپ کا پہلا فرض اور اولین وفاداری تو وہی ہے جو خدا کے متعلق آپ پر عائد

ہوتی ہے۔ کیا یہی فرض اُن عیسائیوں کا نہیں ہے جو مسیح علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں؟ کیا یہی فرض ہندووں کا نہیں ہے؟ کیا ایک ہندو کا پہلا فرض یہ نہیں ہے کہ سب سے پہلے سری کرشن جی کے احکام کی تعمیل کرے؟ پھر بھی ہم بادشاہوں کے ساتھ وفاداری کا راگ گائے جاتے ہیں۔

مسلمان نے نہیں بلکہ ایک انگریز نے، ایک عیسائی نے یعنی ایچ۔ جی ویلز نے جنگ کے بعد ایک کتاب لکھی ہے وہ ساری برطانوی قوم پر ایک تبصرہ ہے مجھے معلوم نہیں کہ آپ میں سے کسی صاحب نے اس کتاب کو پڑھا ہے یا نہیں اسکا نام Mr Britling Sees it through اور وہ کیا کہتا ہے۔ (اس کتاب کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ مسٹر برٹلنگ کی چشم بصیرت جو ایک اوسط درجہ کے انگریز سے مُراد ہے گزشتہ خوفناک جنگ کے واقعات میں کیا دیکھتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مذہب سب سے پہلی چیز ہے اور سب سے آخری چیز ہے۔ جو شخص مذہب سے اپنی زندگی شروع نہیں کرتا اور اسی پر زندگی ختم نہیں کرتا اس نے سچی زندگی بسر نہیں کی۔ وہ زندگی کے حقیقی معنی سے ناآشنا ہے اس کی اطاعت اور وفاداری کا پہلا فرض خدا سے متعلق ہے۔ ممکن ہے کہ وہ عزت نفس کے چند پرزے اور اس قسم کے چند پارہ ہائے وفاداری رکھتا ہو مگر جب خدا کے ساتھ اس کی وفاداری کے امتحان کا وقت آتا ہے تو یہ پارہ ہائے وفاداری اور عزت نفس کے یہ پرزے سب کاغذ کے اُن پرزوں کی طرح ثابت ہوتے ہیں جن کو آگ میں ڈالا گیا اور وہ جلکر بھسم ہو گئے اور اُن کی خاک ہوا میں اُڑ گئی اور ُنکا کوئی نشان سوائے اس کے باقی نہ رہا کہ کسی شخص کی انگلیاں اُس راکھ سے کالی ہو گئیں۔ یہ ذراسی راکھ اس قسم کی وفاداری کی حقیقت ہے۔

ایک اوسط درجہ کا انگریز (بقول ویلز اس) گزشتہ جنگ کو اس نقطۂ نظر سے

دیکھتا ہے اور اُس کے محسوسات عام طور پر شایع ہوتے ہیں۔ اس جنگ کے بعد
بھی ہندوستان میں خدا کے قانون کو کوڑے کی طرح پھینکا جاتا ہے۔ اس بنا پر
کہ انسانی قانون یعنی دفعات ۱۲۰ الف ۱۳۱۔ ۵۰۵۔ اور ۱۷۱) کو خدا کے قانون
پر ترجیح دیجاتی ہے۔ جب میں سوراج حاصل کرلوں گا تو سب سے پہلے اس امر کا
انتظام کروں گا کہ کوئی شخص میرے ہموطنوں کو ان کی اصلی وفاداری سے اغوا
نہ کرسکے۔ لیکن جبتک میں برطانوی ہندوستان میں رہنا چاہتا ہوں اُسوقت تک
میں مطالبہ کرتا ہوں کہ ملکہ کے اعلان کی بنا پر میرے مذہبی حقوق کی حفاظت کیجائے
اگر میں ہندو ہوتا تب بھی بحیثیت ایک ہندو کے یہی کہتا جو اب کہہ رہا ہوں۔
مسیح علیہ السلام سے کیا کیا اقوال منسوب کئے جاتے ہیں۔

(عدالت نے اس موقع پر قطع کلام کیا اور یہ فقرہ بھی پورا نہ ہونے پایا
تھا کہ عدالت نے اجلاس ختم کردیا)

مولانا محمد علی صاحب:۔ حضرات! عدالت نے میری تقریر کو اُس وقت روکا
جب میں مسیح علیہ السلام کا نام لے رہا تھا۔ میں کل آپ سے کہونگا کہ وہ کیا بات ہے
جو مسیح علیہ السلام سے منسوب کی جاتی ہے۔

اجلاس عدالت منعقدہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۱ء

(سلسلۂ تقریر مولانا محمد علی صاحب)

عدالت کا اجلاس حسب معمول ۱۱ بجے شروع ہوا۔ مولانا محمد علی صاحب نے
اپنا سلسلۂ کلام جاری کرتے ہوئے جوری سے یوں خطاب کیا:۔

حضرات جوری! میں آپکو تفصیل کے ساتھ بتا رہا تھا کہ ملکہ نے جو اعلان ۱۸۵۸ء
میں شائع کیا تھا ۵۰ برس بعد اُسکی توثیق شاہ ایڈورڈ نے اپنے ایک اعلان کے

سی جمہوریہ کا صدر یا جج یا اراکین جدی ہی ہیں

ذریعہ سے کی اور نیز شاہ جارج کا مطالبہ کرتا ہے تو وہ اس کا مطالبہ خدا سے کرے
کے نام ایک خط شائع کیا تھا اگر قوم سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ کرتا ہے جو خدا کے
کے ہندوستانی رعایا کے پورا نہیں کیا جا سکتا۔ صرف خدا ہی کا مطالبہ پورا کیا جا
یں آپ سے یہ کہہ رہا تھا کہ
اگر کوئی شخص خواہ وہ مسلم
مذہباً اس کے لیئے فرض کہ یہی دنیا کا جدید مذہب قرار پانے والا ہے دنیا کا یہ عام
قانون کے تحت میں جو کہ مگر ہر مسلمان کا تو یقیناً یہی مذہب ہے۔ یہ سوال مجھ سے
لیکن کوئی قانون اس شخص کی تخیلات و توہمات کا نہیں ہے۔ میں
کے تحت میں بھی سزا اہل ساتھ کہتا ہوں، وکیل سرکار سے کہتا ہوں کہ وہ اس مقدمہ
ہر ایسا شخص قانون کی حفاظت ایسا پیش کر دیں جو یہ کہہ دے کہ اگر باوجود احکام مذہب کے
بیشک اُس کا ثابت کرنا ہوت نہیں کر سکتے تو فرض یہ ہے کہ ہم کہیں کہ ”بندے ہی
اس کو واضح طور پر بتانا اتباع کرنا چاہیے“ اور اگر کوئی مسلمان ایسا کہہ دے تو
درحقیقت ایک نہایت ابرگز مسلمان نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ ہندو، عیسائی،
اصل تنقیح تو یہی ہے کہ آیا خدا بلکہ ہر شخص کی یہی حالت ہے جو خدا پر ایمان رکھتا ہو
خدا کے قانون پر حاوی ہو گا۔ یہ آپ ہر مسلمان کے حقوق کو جو ہندوستان میں
یہ کہ بادشاہ کا عہد کوئی قیمت رکھتا شاہی اعلان کے تحت میں محفوظ رکھیں بے شک
اور یہ کہ جوری پر بھی اُس شاہی کرنی چاہیے مگر وہیں تک جہاں تک کہ اس کے
آخری تقریر کے بعد اس معاملہ
مجھے معلوم نہیں کہ جج اپنی آخر تھے تو اُس وقت بھی ہم نے یہی بات دلیرانہ سے
جسٹس جج کی رائے نہایت کہہ رہے ہیں۔ جب گورنمنٹ ہم کو آزاد کرنا چاہتی تھی
آپ کو حضرت جوری کہ فلاں کام کریں اور فلاں نہ کریں تو ہم نے اُسی وقت

کہدیا تھا کہ ہم تمام شرائط کو مان لیں گے مگر اُسی حد تک جس حد تک کہ وہ شرائط ہمارے مذہب میں مداخلت نہ کریں۔

آج سے بہت پہلے یعنی جولائی ۱۹۱۹ء کو ہم نے یتیل جیل کے سپرنڈنٹ کے ذریعہ سے جہاں ہم بند تھے ایک خط ولیسرائے کو بھیجا تھا۔ اس خط میں ہم نے لکھا تھا کہ :۔

" چونکہ بظاہر حکومت واقف نہیں کہ کس طرح ہمارا مذہب ہمارے تمام اُن اعمال پر اپنا رنگ چڑھاتا ہے اور (کس حد تک اس کا یہ اقتضا ہے) جس کے اندر ایسے اعمال بھی شامل ہیں جن کو بہ نظر انسانی اکثر احمقانہ Dumdane کہا جاتا ہے۔ ایک چیز صاف طور پر بیان کر دینی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ اسلام اجازت نہیں دیتا کہ کوئی ایمان والا بجز کافی یقین دلانے والی شہادت کے دوسرے ایمان والے کے خلاف فیصلہ کرے اور یہ کہ صاف ظاہر ہے کہ ہم کو جب تک اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ ہمارے دوسرے اسلامی بھائیوں نے بے وجہ سختی کی اور اُنھوں نے اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے ہتھیار نہیں اٹھائے ہیں ہم اُن کے خلاف نہیں لڑ سکتے (یہ الفاظ اُس جنگ کے متعلق تھے جو ۱۹۱۹ء میں برطانیہ اور افغانوں کے درمیان چھڑی تھی) اب ہماری حالت یہ ہے کہ جب تک امیر کا بغض یا جنون ہم پر ثابت نہ ہو جائے ہم یقیناً یہ نہیں چاہتے کہ ہندوستانی سپاہی جن میں مسلمان سپاہی بھی شامل ہیں افغانستان پر حملہ کریں۔ پھر مزید پریشانیوں اور تردّدات کا شکار ہوں (یہ خاص مسٹر مانٹیگو کے الفاظ تھے) اور بعد ازاں یہ بھی ہمارا ہی کام ہو کہ ہم اسلامی ممالک کے تخلیہ کے لیے بہت سی معروضات میں

جو بیدردی کے ساتھ مگر قطعاً بے سود کی جا چکی ہیں ایک کا اور اضافہ کریں اور (افغانستان پر قبضہ ہو جانے کے بعد) پھر کوشش کریں کسی طرح اسلام کی دنیاوی طاقت تباہی سے محفوظ رہے۔"

ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ" ان الفاظ میں ..... اُسی بات کا مختصراً اعادہ ہے جو ہم نہایت صاف طور پر اور بہت تفصیل کے ساتھ اپنی عرضداشت مرقومہ ۲۴ اپریل میں کر چکے ہیں جو آپ کو بھیجی تھی اور اس مسئلہ کی کافی سند ہمارے مذہب میں موجود ہے۔"

اس کے بعد (میں اُس تحریر کے بعض مضمون سے قطع نظر کر کے، پھر آپ کو اس کے چند فقرے سناتا ہوں)

"ہم اکثر جمعہ کی نماز میں جبکہ مجسٹریٹ اور پولیس کے افسران بھی موجود ہوتے تھے۔ اس صورت حالات کو صاف صاف بیان کرتے رہے ہیں۔ ہم نے ہمیشہ یہی کہا کہ اگر ہز میجسٹی امیر ہمارے ملک پر جو ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کرتا قبضہ کر کے اپنی سلطنت کو وسیع کرنا چاہتے ہیں اور اُس کی آبادی کو جس نے کبھی ان کا برا نہیں چاہا اپنی رعایا بنانا چاہتے ہیں تو ہم ہرگز نہیں کہتے کہ مسلمانانِ ہندوستان کی طرف سے ان کی مدد کی جائے بلکہ ہم نہایت جوش کے ساتھ ان کی اس بیوجہ اور مغرورانہ پیشقدمی کی سخت سے سخت مخالفت کریں گے اور کرائیں گے۔"

بالکل یہی بات ہم نے ستمبر ۱۹ء آنریبل راجہ صاحب محمود آباد سے کہی تھی جو ہمارے پاس چند دفعہ آئے تھے اور جنھوں نے دوران گفتگو میں کسی ملک غیر کی طرف سے اس قسم کی پیشقدمی کے امکان کا ذکر کیا تھا جو چاہے

انھوں نے شملہ کو آنریبل مسٹر جناح کے نام فوراً تار دیدیا تھا (جو حکومت کو مطلع کرنے کے لیے دیا گیا تھا) کہ وہ ہمارے سیاسی طرزِ عمل کے متعلق کلیتہً مطمئن ہیں۔ ہم ایک آقا کے بدلے کسی دوسرے کو اپنا آقا بنانا نہیں چاہتے۔ مگر ہم یقیناً ایک ایسی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں جو اہلِ ہند کی متحدہ خواہشات کے تابع ہو اور ہمیں یہ امید تھی کہ ہم نے معاملہ کو اسقدر صاف اور واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ کسی شبہ یا غلط فہمی کا امکان باقی نہیں لیکن اگر بر خلاف اس کے ہز مجسٹی امیر ہندوستان اور اہلِ ہند سے کوئی جھگڑا کرنا نہیں چاہتے اور اگر ان کی کارروائی کا باعث اصلی یہ ماننا پڑے جیسا کہ خود وزیر ہند نے علانیہ کہا تھا کہ وہ بھی اسی بے چینی سے متاثر ہیں جو تمام اسلامی دنیا میں پیدا ہو گئی ہے (اور یہ ایک ایسی بے چینی ہے جس سے وزیر ہند نے بھی کھلے طور پر اپنی ہمدردی کا اظہار کیا تھا) یعنی اگر امیر صاحب اُسی مذہبی مقصد سے متاثر ہو کر جس نے ہمیں ہجرت کا خیال کرنے پر مجبور کیا تھا۔ (جو ضعیفوں اور کمزوروں کے محدود ذرائع ہیں، ایک ہی صورت ہے جو وہ اختیار کر سکتے ہیں) جہاد کرنے پر مجبور ہوں (جو اُن لوگوں کے لیے عمل کی ایک ہی صورت ہے جن کی طاقت نسبتاً زیادہ ہو اور جو اس کو اپنے امکانی ذرائع کے حدود میں قابلِ عمل پاتے ہوں) تو اگر اُنھوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اُن لوگوں کے دعوے کا جواب دیں جو سوائے مادی طاقت اور گوناگوں مادی طاقت کے کسی چیز پر بھروسہ نہیں کرتے اور اگر وہ اُن لوگوں سے لڑکر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں جو ناجائز طور پر جزیرۃ العرب اور اماکنِ مقدسہ پر اپنا قبضہ جمائے ہوئے ہیں جن کا مقصد اسلام کو کمزور

کرتا ہے، جو اسلام کے خلاف کام کرتے ہیں اور ہم کو مفاد اسلامی کے متعلق تحریک کرنے کی کامل آزادی سے محروم کرتے ہیں تو اسلام کا واضح قانون ہم سے اس امر کا مطالبہ کرتا ہے کہ اول تو کسی حال میں کوئی مسلمان امیر صاحب کے خلاف کسی کی مدد نہ کرے اور دوسرے یہ کہ جہاد کا سلسلہ جس حصۂ ملک تک جا پہنچے وہاں کے مسلمانوں کا فرض ہوگا کہ مجاہدین کے شریک ہوں اور ہر عورت و مرد اپنی بساط کے موافق اُن کی مدد کرے۔

یہ ہے اسلام کا صاف اور مسلمہ قانون اور جبکہ سرحد پر کسی بدامنی کے پیدا ہونے کا اندیشہ بھی نہ تھا اور مرحوم امیر زندہ تھے اُس وقت بھی اس کمیٹی نے جو ہمارے معاملہ کی تحقیقات کر رہی تھی ہم سے یہ سوال کیا تھا کہ اگر ایک غیر اسلامی حکومت کے خلاف جہاد کا اعلان ہو جائے تو اُس کی مسلمان رعایا کے مذہبی فرائض کیا ہونگے تو ہم نے یہی قانون اُس کو بھی اچھی طرح سمجھا دیا تھا۔

ایک بات کو زیادہ واضح کر دینے کی ضرورت ہے اس لیے کہ ہمیں اب یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ عقیدہ جس کا اب ہم ذکر کریں گے غیر اسلامی اور خصوصاً سرکاری حلقوں ایسی اچھی طرح سے نہیں سمجھا گیا ہے جیسا کہ سمجھا جانا چاہیے تھا۔ ایک مسلمان کا مذہب محض چند عقائد رکھنے اور اُنپر اپنی ذات تک عمل کرنے پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ جہاں تک ہو سکے بغیر جبر و اکراہ کے اس کی کوشش کرے کہ دوسرے لوگ بھی (مذہب کے) مقررہ اصول و عقائد پر عمل کریں۔ قرآن کریم میں اسی کو "امر بالمعروف" و "نہی عن المنکر" کہا گیا ہے اور اسلام کے ہر

نہایت ضروری اصول کے متعلق احادیث نبوی کے چند باب مخصوص ہیں۔ ایک مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنے بھائی کا نگراں (یا صلاح کار) نہیں ہوں۔ اس لیے کہ ایک معنی میں وہ نگراں ہے اور خود اسکی نجات یقینی نہیں کہی جاسکتی تاوقتیکہ وہ دوسروں سے بھی عمل نیک کرنے پر اور برائیوں سے ان کو روکنے پر اصرار نہ کرے۔ پس اگر کسی مسلمان کو مجاہدین اسلام کے خلاف جنگ کرنے پر مجبور کیا جائے تو اس کا فرض نہ صرف یہ ہوگا کہ خود بربنائے احکام شریعت تعمیل کرنے سے انکار کرے بلکہ یہ بھی ہوگا کہ اگر وہ اپنی نجات کا طالب ہے تو خواہ کچھ ہی خطرہ کیوں نہ ہو دوسروں کو بھی عذر کرنے کی ترغیب دے۔ بغیر اس کے اور اس سے پہلے وہ نجات کی امید نہیں رکھ سکتا۔

یہ ہے ہمارا عقیدہ اور اسی طرح ہر مسلمان کا عقیدہ، اور ہم اس پر عامل ہونا چاہتے ہیں۔ پھر اگر ہم کو اس اصول مذہب کی تبلیغ کرنے کی آزادی سے محروم کیا جاتا ہے تو ہمارے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ہم سمجھ لیں کہ جس ملک میں یہ آزادی نصیب نہیں وہاں اسلام محفوظ نہیں رہ سکتا۔"

پہلا الزام جو ہم نے گورنمنٹ پر لگایا یہی تھا کہ "دوران جنگ میں مسلمانوں کو ان کے مذہبی فرائض کے خلاف (حضرات ان الفاظ کو بغور سن لیجیے) مجبور کیا گیا کہ وہ خلیفہ اور مجاہدین کے خلاف لڑنے میں حکومت کی اعانت کریں۔" اور اس تحریک کے بعد ویسرائے نے کیا کیا؟ انھوں نے دفعہ ۱۲۱ کے تحت میں (جس کا منشا بادشاہ کے خلاف جنگ کرنا ہے) ہم کو پھانسی پر نہیں چڑھایا۔ انھوں نے دفعہ ۱۳۱ کے تحت میں ہم کو عمر بھر کے لیے جلاوطن نہیں کیا۔ انھوں نے

کیا تو صرف یہ کیا کہ ہم کو نظربندی سے آزاد کر کے یہ انتظام کیا کہ انگلستان جاؤں اور وہاں جا کر یہی قانون اسلامی وزیر اعظم اور اکین مجلس وزرا کو سمجھاؤں۔ لیکن آج اسی جرم کی پاداش میں ہم پر سازش نامہ کا مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔ ہمارا خاص جرم ہے کیا؟ اُن لاکھوں اور کئی مسلمانوں اور کروڑوں انسانوں کا کیا ہوگا جو آج یہی بات کہیں۔ وہ کیوں (اس کٹہرے میں) ہمارے ساتھ نہیں ہیں؟

میں نے فرد قرار داد جرم میں مختلف الزامات کے یکجا کرنے کی شکایت کی ہے اس لیے کہ پہلے ملزمین کا بہت سے مختلف الزامات کی بنا پر چالان کیا گیا ہے۔ لیکن ا[illegible]میں اور کسی مکان میں بھی اتنی جگہ نہیں کہ آپ ان سب پر یکجا سماعت کریں جن میں سے ہر شخص یہی کہتا ہے کہ میرا مذہب بھی یہی ہے میرا جرم بھی یہی ہے۔ جیسا کہ میں بار بار کہہ چکا ہوں یہ کسی شخص واحد کے ذاتی عقائد کا سوال نہیں ہے[illegible] میرے ذاتی عقیدے کی بحث نہیں ہے میں تو وہ ہوں کہ میں نے انگریزوں کے ساتھ زندگی بسر کی ہے۔ میں اکسفورڈ میں تعلیم پانیکے لئے انگلستان بھیجا گیا۔ میں انگریزوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتا تھا اب مجھ جیسا آدمی کہنے پر مجبور ہے اس لیے کہ یہ مسلمان کا فرض مذہبی ہے مجھ جیسے آدمی کا پڑا کہ کسی مسلمان کو برطانوی فوج میں ملازمت نہ کرنی چاہیے اس لیے کہ اس رہ کر اُس کو باطل کی ترقی کے لیے اپنے ہی بھائیوں کو قتل کرنا پڑ[illegible]نے جب بھی یہی کہا اور اب بھی یہی کہتا ہوں کہ (فوج کی ملازمت) مذہباً حرام [illegible]نے پہلے بھی یہی کہا [illegible] بھی یہی کہتا ہوں اور [illegible] یہی کہتا رہونگا۔ [illegible]روا نہیں۔ اگر ایسا کہنے کی وجہ سے مجھے [illegible] پر چڑھا دیا جائے [illegible] بھی میری لاش قبر سے یہی پکاریگی کہ مسلمانوں کا

مذہب صرف یہ ہے (اس موقع پر عدالت نے روکا)

عدالت۔ کچھ ایسا کہا جس کے معنی یہ تھے کہ وہ اس جگہ مذہبی معاملات پر تقریر کرنے کی اجازت نہ دیگی۔

مولانا محمد علی صاحب۔ کیا آپ شریعت قرآنی کا حوالہ دینے کی بھی اجازت نہ دینگے؟ میرا قرآن تو کہتا ہے کہ قانون یہ ہے۔ کیا آپ بطور سند مجھ سے کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان کے لیے اس کا قرآن قانون نہیں ہے

عدالت۔ قرآن کا قانون ملک کا قانون نہیں ہے

مولانا محمد علیصاحب۔ میں کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا کیوں کہا۔ میں صرف یہ بیان کر رہا ہوں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے کرنے کا حکم قرآن دیتا ہے۔

عدالت۔ وہ ملکی قانون نہیں ہے۔

مولانا محمد علی صاحب۔ مجھے تو صرف اس امر سے تعلق ہے کہ سب سے پہلے میرا قانون مجھ پر پابندی عائد کرتا ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ یہ تینوں سرکاری اعلانات میرے حقوق کو محفوظ کرتے ہیں۔

عدالت۔ میں اس مسئلہ کو خارج از بحث قرار دیتا ہوں۔

مولانا محمد علی صاحب۔ میں بہت خوش ہوں کہ اس بحث میں میرے خلاف فیصلہ دیا گیا۔ صرف جج نے بادشاہ کے خلاف فیصلہ دیا ہے بلکہ لیجسلیٹو اسمبلی میں بھی ایک مسلمان ممبر نے ایک ایسی تجویز پیش کرنی چاہی تھی جس میں حکومت سے سفارش کی گئی تھی کہ حکومت کے کسی ملازم اور خصوصاً مسلمان سپاہی سے مذہبی قانون کے خلاف ورزی کرنے کو نہ کہا جائے۔ تو آپ کو معلوم ہے وائسرائے نے کیا کہا؟ انھوں نے اس تجویز کے پیش ہونے کی اجازت ہی سے انکار کر دیا!

بہرحال اب میں پہلے الزام سے بحث کرتا ہوں جو مجھ پر لگایا ہے اور جس کے

متعلق آپ صرف بحیثیت اسیسر کے اپنی رائے دیں گے۔ بہرصورت اس کے متعلق بھی میں آپ سے بحیثیت اسیسر خطاب کر سکتا ہوں۔ آپ سے کہا جا چکا ہے اور آپ نے دیکھ لیا کہ کوئی گواہ اس امر کے ثبوت میں پیش نہیں ہوا کہ ہم نے کبھی متفق الرائے ہو کر سازش کی تھی۔

میرے دوست (وکیل سرکار) نے آپ سے خواہش کی ہے کہ اس امر کی صحت کو (بعد شہادت کے) آپ خود ہی پہلے سے فرض کر لیں یعنی ایسا ہوا۔ کیا خوب فرض کر لینا ہے! کیا آپ محض اس طرح ایک واقعہ کو پہلے سے فرض کر کے جس کے متعلق ذرا سی شہادت بھی پیش نہیں ہوئی، قطعاً کوئی شہادت پیش نہیں ہوئی، ہمیں پھانسی پر چڑھا دیں گے؟

کسی شخص نے، ایک گواہ نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس نے کبھی ہم کو سازش کرتے اور آپس میں ارتکاب جرم کا مشورہ کرتے دیکھا یا سنا۔ یا کبھی اس کو اس قسم کا کوئی شبہ بھی پیدا ہوا۔؟

میں ماہ فروری ۱۹۲۱ء میں انگلستان میں تھا اور غالباً اسی دن جبکہ کلکتہ میں کانفرنس ہو رہی تھی جس میں وہ تجویز منظور ہوئی تھی۔ میں قائم مقام وزیر ہند سے ملاقات کر رہا تھا۔ میرے خلاف اور تو کچھ نہیں، اگر (سازش کی) شہادت ہوگی تو شاید یہ ہوگی! مگر مجھے اس طرح کی باتوں کی پرواہ نہیں۔ بے شک وکیل سرکار نے قانون شہادت کی دفعہ ۱۰۔ آپ کو پڑھ کر سنائی تھی اور آپ کو بتایا تھا کہ اس قسم کی شہادتیں میرے خلاف قابل قبول ہیں۔ مگر یہ میرے نہایت وسیع الاخلاق دوست (وکیل سرکار کی طرف اشارہ کر کے) جو اس طرف بیٹھے ہیں آپ سے کچھ اور بھی چھپاتے ہیں۔ میرے دوست بہت ہی ہوشیار آدمی ہیں مگر میں نے بھی سمجھ لیا تھا کہ ان کا اصلی منشا کیا ہے۔ کہ قاضی صاحب نے کہ (پیش کردہ) شہادت میرے خلاف بھی جائے

مگر۔ اصل مطلب یہ تھا کہ شہادت صرف سُنی ہی نہ جائے بلکہ آپ جزئیات کو قطعاً صحیح اور سچ مان لیں۔ وہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ آپ شہادت کو تمام و کمال صحیح مانیں اور اُس سے زیادہ یہ کہ اس کے سوا مجرمانہ سازش کے اثبات میں اور جس بات کی ضرورت ہو اُس کو خود ہی فرض کرلیں۔ گویا جہاں ثبوت نہ ہو وہاں فرضیات سے کام لیا جائے اور ہمیں عمر بھر کے لیے جلا وطن کرنے کے لیے جو کچھ شہادت بھی ہو اُس کو کافی سمجھا جائے۔

حضرات! میں آپ سے کہدوں کہ مجھے کسی سازش کی خبر نہیں۔ جب میرے بھائی آسام گئے تھے تو اُس وقت مجھے ان کے جانے کی خبر بھی نہ تھی۔ مجھے تو اُسوقت تک بھی خبر نہ تھی جب وکیل سرکار نے کھڑے ہوکر کہا کہ میں اس واقعہ کو ثابت کرنیکے لیے شہادت پیش کرونگا۔ اس وقت سب سے پہلے مجھے معلوم ہوا کہ میرے بھائی آسام گئے تھے۔ دیکھیے تو یہ کسقدر شرارت ہے۔ خود تو مجھے اطلاع دیے بغیر آسام پہنچ گئے اور اب (ان کی اس حرکت کی پاداش میں) میں عبور دریائے شور کی سزا پاؤں!

چھوٹا بھائی ہونا بھی بڑی مصیبت ہے (قہقہہ) مگر محض چھوٹا بھائی ہونا بھی سازش مجرمانہ کے مشورے کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔ آپ ایسی باتوں کو فرض نہیں کرسکتے۔ پورا ثبوت ہونا چاہیے جس میں شبہ کی گنجائش ہی نہ ہو۔ رہا کراچی کانفرنس کا معاملہ اُس سے تو میرے بھائی کے لیے مفر پانا بالکل آسان تھا اس لیے کہ اُنھوں نے تقریر ہی نہیں کی تھی مگر وکیل سرکار نے اس کمی کو بھی پورا کردیا۔

اسٹریلیا میں ایک کاشتکار تھا جس کے ایک لڑکا تھا، لوگ اُس لڑکے کو احمق کہتے تھے اور جہاں کہیں اُس کا باپ اُس کو اپنے ساتھ لیجاتا تھا تو اُس سے کوئی نہ کوئی حماقت ایسی سرزد ہوتی تھی جس کے باعث بیچارے باپ کو شرمندگی اور ذلت اُٹھانا پڑتی تھی۔ ایک دفعہ باپ کسی جگہ ضیافت میں مدعو ہوا اور بیٹا بھی اس کے ساتھ جانا

چاہتا تھا مگر باپ اُسنے ساتھ لیجانے سے انکار کیا۔ اُس کو ڈر تھا کہ بیٹے نے اگر ذرا زبان
کھولی تو لوگ فوراً سمجھ جائیں گے کہ وہ نہایت احمق ہے اور پھر اُس کو (باپ کو) ذلیل
ہونا پڑیگا۔ مگر بیٹے نے وعدہ کیا کہ آدھا لفظ بھی زبان سے نہ نکالے گا۔ آخر کار باپ
اُس کو ضیافت میں لیجانے پر راضی ہوگیا غرض باپ کے ساتھ بیٹا بھی وہاں پہنچا اور
ایک کونے میں اطمینان سے بیٹھ گیا۔ بہت آدمیوں نے اُس سے سوالات کیے مگر چونکہ
وہ باپ سے وعدہ کرچکا تھا اس لیے وہ جواب میں ایک بھی حرف زبان پر نہ لایا اور
خاموش بیٹھا رہا حتیٰ کہ جب (حاضرین میں سے) اور ایک شخص اُس سے سوال کرنے
کرنے لگا تو مہمانوں میں سے کسی دوسرے نے کہا کہ "اُس شخص سے سوال کرنا فضول ہے
دیکھتے نہیں ہو کہ یہ تو بالکل احمق سا ہے" اس پر بیٹے نے چلا کر باپ سے کہا جو میز کے
دوسرے کونے پر بہت دور تھا کہ "ابا، ابا دیکھیے ان سب کو میرا حال معلوم ہوگیا
مگر میں نہیں بولا" (قہقہہ) اسی طرح ہمارے وکیل سرکار صاحب کو بھی پتہ چل گیا کہ
میرا بھائی سازش میں شریک تھا حالانکہ وہ بولے نہ تھے! (قہقہہ)

وکیل سرکار نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں دل سے اور پوری
جوش کے ساتھ کرتے ہیں۔ حضرات! یہی اشارہ اس طرف ہے کہ ہم راست گو ہیں
اور گو کہ میں گواہ نہیں ہوں اور حلفیہ بیان نہیں دے رہا ہوں مگر آپ اور جج میری
بات کا یقین کریں کہ برطانوی فوج کے مسلمان سپاہیوں کے متعلق شریعت اسلامی
کے احکام کا اعلان کرنے کی نسبت ہمارے آپس میں پہلے سے کوئی مشورہ نہیں ہوا تھا
جج نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا اور میں نے اُن سے کہدیا ہے کہ کسی وقت اس قسم کا کوئی
مشورہ نہیں ہوا۔ اور اس معاملہ میں مشورہ کیا ہوتا؟ فرض کیجیے کہ کسی دن ہم کراچی میں
مسلمانوں کی ایک کانفرنس کریں اور اُس میں یہ اعلان کریں کہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا
نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پیغمبر ہیں، کیا آپ کے خیال میں ہمارے لیے

یہ ضروری ہے کہ ہم اس اعلان کے متعلق پہلے سے بیٹھ کر آپس میں بحث کریں؟
جس وقت میں یہ کہدوں کہ میں مسلمان ہوں گویا اُسی لمحہ میں سے وہ اقرار بھی کرلیا
اس کے لیے کسی خاص زمانہ کا تعین بھی نہیں ہوسکتا۔ ایسا اقرار یا مشورہ ضرور
نہیں کہ صرف فروری ۱۹۲۱ء اور ستمبر ۱۹۲۱ء کے درمیان میں ہوا ہو (یہ تو آپ کو معلوم ہی
ہے کہ فرد قرار داد جرم میں ۔۔ میعاد کا اضافہ میرے ان چھوٹے ...... سے
دوست کا تحفہ ہے (اس موقع پر مولانا نے مسٹر (اس لسٹن کی طرف اشارہ کیا)
عدالت ماتحت کے سامنے ۱۹۲۰ء کا کوئی ذکر نہ تھا۔ یہ وہ "چھوٹی سی ترمیم" ہے جو میرے
چھوٹے سے دوست نے فرد جرم میں کی، جس کے معنی یہ ہیں کہ گویا جس زمانہ میں
سازش کرنے کا الزام لگایا گیا ہے اس میں صرف بارہ مہینوں کا اضافہ ہوگیا،
بہرحال یقین کیجیے کہ کوئی باہمی قرارداد نہ تھی سوائے اس کے کہ ہم سب مسلمان ہیں
ہر مسلمان جس وقت یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت
و روایات کو قبول کرتا ہے تو اسی کے ساتھ وہ گویا اس امر کا بھی اقرار کرتا ہے
کہ ایسی فوج میں بھرتی ہونا اور ملازم رہنا حرام ہے جو بغیر معقول وجہ کے مسلمانوں
کے خلاف جنگ کرنے اور ان کو قتل کرنے پر مجبور ہو۔ پس جو رزولیوشن جمعیۃ علما کی
کانفرنس میں پاس کیا گیا اس میں کوئی تجویز نہ تھی جسکی تحریک یا جس کا اعلان کیا جاتا
علما کے لیے مسلمانوں کو قتل کرنے کے خلاف اسلام کے اس قانون کا اعلان
کرنے میں جس سے ہر شخص واقف ہے یا کسی ایسے فتوے یا اعلانِ شرعی پر دستخط
کرنے میں بحث اور مشورہ کی کیا حاجت تھی۔ اسی طرح ان دو مسلمانوں کو جنکا ہمارے
ساتھ چالان کیا گیا ہے اس رزولیوشن پر تقریر کرنے کے لیے کسی مشورے اور باہمی
قرارداد کی ضرورت تھی ان سے خواہش کی گئی تھی کہ وہ احکام شریعت بتادیں اور
اُنھوں نے بتادیے۔ فوج کے متعلق جو کچھ کہا گیا وہ رزولیوشن نہ تھا بلکہ (فی نفسہٖ

ایک قانون کا اعلان تھا ہاں مگر ایک رزولیوشن بھی تھا اور ایک نہایت سنجیدہ قرارداد اور غیر متزلزل عزم کا اعلان تھا کہ اگر برطانوی حکومت بلاواسطہ یا بالواسطہ خفیہ یا علانیہ حکومت انگورا کے خلاف کوئی کارروائی کرے گی تو مسلمانان ہندوستان کانگریس کے ساتھ شریک ہو کر نافرمانیِ قوانین اختیار کرنے پر مجبور ہونگے اور احمدآباد میں آیندہ کانگریس کے موقعہ پر ہندوستان کی آزادی اور ایک جمہوریہ کے قیام کا اعلان کردینگے

حضرات! ہم نے انگورا کے خلاف نہ صرف علانیہ کارروائی کیے جانے کا خیال رکھا تھا بلکہ خفیہ کارروائی کو بھی مدنظر رکھا تھا۔ نہ صرف بلاواسطہ کارروائی پیش نظر تھی بلکہ (رزولیوشن کا تعلق) یونانیوں کے ذریعہ سے بالواسطہ مخالفت سے بھی تھا۔ بیشک ہم انگریزوں کے سیاسی تدبر کو خوب جانتے ہیں۔

اکسفورڈ میں لوگ فٹ بال کے دو مختلف کھیلوں کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ "سیکر" ایک ایسا کھیل ہے جس میں تم اگر گیند کو ٹھوکر نہ مار سکو تو آدمی کے ٹھوکر مارو۔ اور "رگر" وہ کھیل ہے کہ اگر آدمی کے ٹھوکر نہ مار سکو تو خیر پھر گیند کو ٹھوکر مار دو (قہقہہ)

انگلستان میں خواہش یہ ہے کہ ہر قوم کو نیچا دکھایا جائے اور خصوصاً ترکوں کو مگر "رگر" کی طرح۔ قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا ان کی طرف سے نہ لڑ سکے تو پھر اس حالت میں وہ خود ہی لڑنے لگتے ہیں (قہقہہ)

حضرات! ہم نے کہدیا تھا کہ اگر انگورا کے خلاف پھر مخاصمانہ کارروائی شروع ہوئی تو ہمارا فرض ہوگا کہ انڈین نیشنل کانگریس اور اپنے اہل وطن کے ساتھ ملکر ہم نافرمانیِ قوانین شروع کردیں اور یہ کہ اگر اسی طرح کی حرکتیں جاری رہیں تو پھر ہمارا فرض ہوگا — ایک ایسا فرض ہوگا جس کی ذمہ داریاں بہت وزنی ہیں (ہم نے اسکو کوئی معمولی معاملہ نہیں سمجھا تھا، وہ ایک اہم ذمہ داری ہے جس کا بار ہم اٹھانے پر تیار ہوگئے یعنی یہ کہ ہم ہندوستان کی قطعی آزادی کا اعلان اور ایک ہندوستان میں

ایک آزاد جمہوریہ قائم کر دیں۔ یہ بات محض باد ہوائی نہ تھی۔ نہ اس میں کوئی مذاق تھا نہ محض دھمکی تھی ہم خوب سمجھتے تھے کہ ہم کیا کر رہے ہیں ہم جانتے تھے کہ ممکن ہے کہ ہم میں سے ہر ماں کا بیٹا اس سلسلہ میں پھانسی پر چڑھا دیا جائے بجائے اس کے کہ ہم اس عدالت میں لائے گئے اور مقدمہ کی سماعت کا یہ سارا تماشہ کیا گیا بہت ممکن تھا کہ ہم گولی سے مار دیے جاتے۔ اس طویل اور پیچ در پیچ راستہ کے سوا ایک سیدھا راستہ بھی تھا، جس میں نہ چالان ہوتا۔ نہ کوئی جج ہوتا۔ نہ جوری ہوتے بلکہ صرف بندوق والے سپاہیوں کی ایک جماعت ہوتی جس کے افسر کرنل گو یا کرنل بیچ ہوتے۔ رائفلوں کے چلنے کی آواز ہوتی اور وہیں ہمارا معاملہ ختم ہو جاتا۔!

خیر ہم نے اعلان کیا اور معاملہ کی اہمیت کا اندازہ کر کے ہم نے عزم بالجزم کر لیا کہ اپنے اہل وطن کے ساتھ مل کر ہم یا تو دونوں میں سے ایک کام یا دونوں کام کروا دیا کریں گے۔ مگر ہم پر یہ مقدمہ اس سلسلہ میں نہیں چلایا گیا ہے بلکہ مقدمہ رزولیوشن کے پہلے حصہ کے متعلق ہے جو گورنمنٹ کے اس حکم میں بھی نقل کیا گیا ہے جس کی رُو سے اس مقدمہ کے چلانے کی اجازت دی گئی ہے مگر رزولیوشن کا پہلا حصہ تمام و کمال نقل نہیں کیا گیا۔ رزولیوشن کے الفاظ یہ ہیں کہ۔

" یہ جلسہ اس امر کا بھی صاف طور پر اعلان کرتا ہے کہ شریعت اسلامی کے مطابق برطانوی فوج میں شریک رہنا اور بھرتی ہونا اور دوسروں کو بھرتی کرانا سب سختی کے ساتھ حرام ہے۔"

پس الزام یہ ہے کہ ہم نے قانونِ اسلام کا اعلان کیا اگر محض قانونِ اسلامی کا اعلان کوئی جرم ہے تو حضرات آپ بھی کہہ دیجیے۔ اس حالت میں اگر آپ عیسائیت کے قانون کا اعلان کریں تو وہ بھی ایک جرم ہوگا۔ اسی طرح جو لوگ ہندوستانی سپاہیوں سے اس امر کا مطالبہ کریں کہ وہ گائے کو ہرگز نہ ماریں تو گویا ایسے لوگ بھی ایک جرم کا

جرم کے ارتکاب کے لیے باہمی سازش کرتے ہیں یعنی وہ بھی سازش مجرمانہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔

پس حضرات، میں کہتا ہوں کہ اگر محض اعلان سازش کا مشورہ ہے اگر قانون اسلام کا اعلان جرم ہے اور ہم اس لیے مجرم قرار دیے جاتے ہیں تو پھر صاف کہدیجیے۔ مگر اس سوال کا فیصلہ تو جج ہی کریں گے آپ تو صرف بحیثیت اسیسر کے اپنی رائے دیں گے اور یہ بھی اُن کو اختیار ہے کہ آپ کی رائے لیں یا نہ لیں۔

عربی کی ایک مثل ہے کہ "ہمیشہ اپنی جورو سے مشورہ کر لو مگر کرو وہی جو تمھاری رائے میں بہتر ہو۔" (قہقہہ)

میرے خیال میں اسیسروں کے متعلق بھی یہی قاعدہ ہے کہ ہمیشہ اپنی جورو یعنی اسیسروں سے مشورہ کر لو مگر کرو وہی جو تمھارے (جج کی) رائے میں بہتر ہو حضرات، تعدد ازدواج، انگریز یا عیسائی کے لیے جرم ہو اور مسلمان بھی صرف چار بیبیاں رکھ سکتا ہے مگر اس وقت تو جج کے پانچ بیبیاں ہیں جن سے اُس کو مشورہ کرنا ہے (قہقہہ) لیکن جج کریں گے وہی جو اُن کی رائے میں بہتر ہوگا۔

میں پھر بھی جج ہی سے اپیل کرونگا اس لیے کہ وہ بھی ہماری طرح روح رکھتے ہیں جس کو نجات کی ضرورت ہے۔ میں اپنی خاطر کوئی اپیل نہیں کرتا نہ میں جوری سے اپنے لیے کوئی اپیل کرتا ہوں۔ میں اُن سے اُنھیں کی خاطر اپیل کرتا ہوں اور مجھے جو کچھ اس معاملہ میں کہنا تھا اُن سے کہدیا۔ آپ تو اُنھیں واقعات کی بنا پر فیصلہ کریں گے جو آپ کے سامنے ہیں اور کوئی شخص نہ کہہ سکے گا کہ آپ کے فیصلہ پر کسی قسم کا خارجی اثر ڈالا گیا۔

اب میں اُن الزامات کا ذکر کرتا ہوں جو آپ کے سامنے بحیثیت جوری کے رکھے گئے ہیں اس باب میں آپ "کو تمہ کشلے" کے بالکل مالک ہیں میں اس کو

پسند نہ کرونگا کہ آپ کا فیصلہ متفقہ نہ ہو مجھے امید ہے کہ آپ کا فیصلہ جو کچھ بھی ہو خواہ ہمارے خلاف ہو یا موافق متفقہ ہوگا۔ یعنی آپ سب متفق الرائے ہوں۔ یہ نہ کہا جائے کہ ہندو اراکین جوری ایک رائے رکھتے تھے اور عیسائی بالکل دوسری۔ یہ نہ کہا جائے کہ جو صاحب ریلی برادرس کے ملازم ہیں اُنھوں نے تو یہ فیصلہ دیا اور جن کا فوربس فوربس اور کیمبل کے دفتر میں تعلق ہے اُنھوں نے یہ فیصلہ دیا۔ میں تو اسی کو بہتر سمجھتا ہوں کہ اس جیسے اہم معاملہ میں آپ سب متفق الرائے ہوں۔ آپ اپنے ضمیر کو اپنا رہنما بنائیں اس لیے کہ آخر کار ضمیر ہی ہر مذہب کا بنیادی قانون ہے۔ آپ وہ کریں جو حق ہو آپ کے لیے اپنے ضمیر کے مطابق کام کرنا ضرور ہے۔ میں پھر آپ سے کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں آپ کو اختیار کلی حاصل ہے اور جس الزام کے متعلق آپ کو فیصلہ دینا ہے وہ اس جرم کے اقدام کا الزام ہے جو دفعہ ۱۳۱ کے تحت میں آتا ہو یعنی

" جو کوئی شخص بغاوت کے ارتکاب میں جو ملکہ معظمہ کی فوج بری یا بحری کے کسی افسر یا سپاہی یا خلاصی جہازی کی جانب سے ہو اعانت کرے یا (ہمارے اوپر یہ الزام ہے) اُس افسر یا سپاہی یا خلاصی جہاز کو اپنی " اطاعت " سے قطع نظر کرتا ہوں اس لیے کہ یہ الزام قائم نہیں کیا گیا ہے) خدمت منصبی نہ کرنے کے اغوا کا اقدام کرے تو شخص مذکور کو وغیرہ وغیرہ (حبس دوام، بعبور دریائے شور یا دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دی جائے گی جس کی میعاد دس برس تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا"

عدالت۔ آپ پر الزام یہ ہے کہ آپ فوج کو اغوا کرنے کے لیے ایک سازش میں شریک تھے۔

مولانا محمد علی صاحب۔ ہم پر ایک سازش میں شرکت کا الزام لگایا گیا ہے۔ یہ الزام لگایا گیا ہے کہ ایک جرم کے ارتکاب کے لیے باہم شریک ہوئے اور اُس سازش کے

سلسلہ میں کسی شخص نے جو اس سازش میں شریک تھا ہمارے شرکا میں سے کسی نے ان کارروائیوں کا اقدام کیا اس سے بحث نہیں کہ ہم نے خود ایسا کیا یا اس سازش کے شرکا میں سے کسی دوسرے نے اقدام کیا۔ بالکل بجا و درست! (فرض کیجیے) کہ الہ آباد کے مسٹر راس السٹن (یعنی صوبجات متحدہ کے ایڈوکیٹ جنرل جو وکیل سرکار کو مدد دے رہے ہیں) نے کسی شخص کے ذریعے الہ آباد میں کسی جگہ کوئی کاغذ چھپوایا اور شخص مذکور سے اُس کاغذ میں علما کے فتوے کا کوئی جزو بھی لکھوا دیا حالانکہ وہ شخص قرآن سے محض نابلد ہے۔ یہ سب کارروائی بہت احتیاط کے ساتھ ہونی چاہیے۔ پھر فرض کیجیے کہ اُس شخص نے ایک مولوی سے اُس کاغذ کی نقل کرائی۔ اگر قرآن سے کچھ نقل کرنا ہو تو ہر مسلمان ڈرتا ہے اور کانپتا ہے کہ کہیں کوئی بات غلط نہ لکھ جائے اور کسی غلط بات کو خدا سے منسوب نہ کر دے۔ خیر مولوی صاحب اُس کو نقل کرتے ہیں مسٹر السٹن کے لیے وہی اُس کو شائع بھی کرا دیتے ہیں وہ الہ آباد یا لاہور میں چھپتا ہے اور ایک ہی قسم کے لفافوں میں ملفوف کیا جاتا ہے پھر وہ لفافے مختلف مقامات سے اور زیادہ تر الہ آباد سے جہاں مسٹر راس السٹن رہتے ہیں (مقدم) ڈاک میں ڈالے جاتے ہیں۔ اب اس جرم کے پاداش میں (جو کسی دوسرے نے کیا ہے) آپ مجھ کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دیتے ہیں! بس یہی جرم ہے جس کے ہم مرتکب سمجھے گئے ہیں آخر ثبوت کیا ہے۔ وکیل سرکار کہتے ہیں کہ ثبوت یہ ہے۔ ایک شاعر نے کہا تھا کہ "آفتاب آمد دلیل آفتاب" چنانچہ اس مقدمہ میں بھی کسی مزید ثبوت کی کیا حاجت ہے؟

نمبر ۲ الزام یہ ہے کہ یہ اشتہارات مسلمان سپاہیوں کے پاس بھیجے گئے وہ زیادہ تر الہ آباد سے ڈاک میں ڈالے گئے، کچھ کانپور سے بھی ڈالے گئے جہاں مولانا نثار احمد صاحب (جو ملزمین میں شامل ہیں) رہتے ہیں۔ پس وکیل سرکار نے اُن اشتہارات

ان کی اور ہماری طرف منسوب کر دیا مگر الہ آباد میں تو مسٹر راس السٹن بھی رہتے ہیں۔
ان کے علاوہ وہاں سے دو سی۔ آئی۔ ڈی کے افسر بھی آئے ہیں جنھوں نے
ہمارے خلاف شہادت دی ہے۔ تو پھر اب کیا آپ یہ فرض نہیں کر سکتے کہ یہ کارروائی
دراصل مسٹر راس السٹن کی ہے؟ (قہقہہ)

(آپ بتائیے کہ) اگر یہ اشتہارات (ایک اشتہار کو دکھایا) بھیجے جاتے ہیں تو کیا یہ واقعہ فی نفسہ آپ کے لیے کافی ہے۔ اگر آپ کچھ بھی فہم رکھتے ہیں۔ آپ سب تجارتی اور معاملہ فہم لوگ ہیں۔ کیا مجھے عبور دریائے شور کی دوامی سزا دینے کے لیے مجھے اپنے بچوں سے الگ اور اپنی بی بی سے جدا کرنے کے لیے میرے ملک سے جو مجھے بہت عزیز ہے نکالنے کے لیے مجھ سے خدا کا کام ترک کرانے کے لیے (اتنی سی بات) کہ یہ اشتہارات الہ آباد سے ڈاک میں ڈالے گئے آپ کے نزدیک بالکل کافی ہے؟

آپ بتائیے کہ سارا جرم یہی ہے یا کچھ اور ہے؟

مقدمہ کی کل مثل اور تمام شہادتوں کو پڑھیے اور ان میں (اس سوال کا جواب) تلاش کیجیے۔ اگر آپ اپنے ضمیر سے کام لیتے ہیں تو آپ کا فیصلہ یقیناً درست ہوگا آپ سب ضمیر رکھتے ہیں، آپ کسی مچھر کو بھی بے وجہ نہیں مار سکتے، آپ ہم ۲ شخصوں کو عمر بھر کے لیے جلا وطن کر دیں گے ---- جو کو نہیں بلکہ ہمیں معلوم ہوا کہ ہم سب بیات ہیں اس لیے کہ ہمارے محترم دوست جگت گرو شری شنکر اچاریہ بھی مسلمانوں کے ساتھ تھے

(عدالت نے جوری کی رائے سے متفق* ہو کر ان کو بے قصور مانا اور رہا کر دیا)

گو کہ ان کے خلاف شہادت نہ تھی مگر صلح پسند وکیل سرکار کے غصہ نے اس کمی کو بھی خوب پورا کر دیا ہے۔ آپ نے تو خود اس GaYesark غصہ کا حال دیکھا تھا مگر وہ غصہ کوئی طوفان نہ تھا، اور بھلا ایسے حلیم الطبع کو اتنا غصہ کیسے آسکتا تھا کہ طوفان ہو جاتا۔ مگر نقلی طوفان تو ضرور تھا ایک داتی۔ * غرض

* PYOSURAAM

کچھ ایسا تھا کہ اٹھا تو ہم بھی سمجھے کہ بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج اور آندھی اور ہوا کے ساتھ ایک طوفان آیا۔ مگر دیکھیے یہ طوفان کسقدر صلح پسند اور با اخلاق شخص کی طرف سے اٹھا تھا۔ (قہقہہ)

کیا ہم سب کو صرف اس بنا پر سزا دیں گے کہ کچھ لفافے بعض فوجی افسران کے پاس پہنچے تھے۔ اس سے زیادہ کیا ہے۔

ہاں، وہ فوجی افسر جو لڑائی کے وقت جرأت مردانہ رکھتے ہیں۔ جنھوں نے عرصہ تک سرکاری ملازمت کی ہے جو بہت سے تمغے رکھتے ہیں اور وہ اصلی تمغے چاندی کے نہیں جو سینہ پر لٹکتے ہیں بلکہ لوہے اور فولاد کی گولیوں کی نشانات جنھوں نے ان کے جسموں اور سینوں میں جگہ پائی، وہ لوگ جو واقعی افسر ہیں جو واقعی ہزاروں معرکوں کے سورما ہیں، وہ سب ایک گورے رنگ کے معمولی افسر کو سلام کرتے ہیں۔ وہ ایک کچی عمر کے نوجوان کو جس کے اوپر کے ہونٹ پر مشکل سے بالوں کا شبہہ ہوتا ہے سوائے اس کے کہ ایک دوشیزہ کے رنگ کی سرخی جھلکتی ہے سلام کرتے ہیں محض اسلیے کہ ان کا رنگ بھورا یا کالا ہے یہ افسر آپ کے سامنے آتے ہیں۔ وہ آتے ہیں اور آپ کے سامنے ان خبروں کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "وہ بڑا خوفناک واقعہ پیش آیا ہے" یعنی قرآن کی ایک ذراسی آیت وہ بھی بالکل غلط نقل کی ہوئی۔ ہمارے پاس پہنچی ہے اور لفافوں کو کھولنے سے پہلے ہمکو ان میں سے بارود کی بو بلکہ نشہ کی بو آ رہی تھی۔ ہم فوراً اپنے کمان افسر کے پاس بھاگے ہوئے گئے اور ہم نے کہا "حضور! ہمیں اسلام سے بچائیے۔ ہمارے محسوسات کو صدمہ پہنچا ہے، ہمارے مذہبی جذبات مجروح ہو گئے۔ ہم کو مذہب یاد دلایا جاتا ہے، ہمیں خدا یاد دلایا جاتا ہے خدا کے لیے ہمیں خدا سے بچائیے، ہمیں خدا کے پنجہ سے محفوظ کیجیے کیا کرکا

اعلان ہماری حفاظت نہیں کر سکتا۔ ہم پر قرآن کی آیتوں سے گولہ باری کی جا رہی ہے ہم اور سب گولہ باریوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں مگر اس کا نہیں کر سکتے"! کیا یہی وہ شہادت ہے جس کی بنا پر ہمیں حبس دوام کی سزا دی جانے والی ہے؟

حضرات جوری! میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ مجھے بچالیں، بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ خود اپنے کو (گناہ سے) بچالیں۔ ساری شہادت بس یہ ہے اس کے سوا ایک نقطہ بھی نہیں۔ اگر ذرا بھی کوئی اور شکایت ہوتی تو ہمارے دوست وکیل سرکار آپ کو بتا دیتے۔ ان کو تو، آدمیوں کو حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دلوانی ہے۔ بیشک بہت بڑی طویل سزا ہے! انھوں نے آپ سے خطاب کرنے میں چار گھنٹے صرف کیے، گویا ایک پورا دن اور اس طرح اپنی ایک دن کی فیس حلال کرلی۔ حالانکہ شاید ان کی ایک دن کی تنخواہ آپ سب کی ماہواری تنخواہوں سے بھی زیادہ ہوگی (اس موقع پر عدالت نے روکا)

عدالت۔ آپ کو کسی کی ذات کے متعلق کچھ کہنے کا حق حاصل نہیں ہے ایسا کرنا بداخلاقی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کا منشا یہ نہیں ہے (کہ کسی کی ذات کے ساتھ بداخلاقی کریں)

مولانا محمد علی صاحب۔ مجھے افسوس ہے مگر آپ کس بات پر اعتراض کرتے ہیں یعنی میں نے جو اصحاب جوری کی قلیل تنخواہوں کا ذکر کیا ہے اس پر یا وکیل سرکار اور اُن کے چھوٹے سے دوست (مسٹر راس السٹن) کی گرانقدر مشاہروں کا جو حوالہ دیا ہے اُس پر؟

عدالت۔ کسی کی ذات کے متعلق جو کچھ بھی کہا جائے اُس پر مجھے اعتراض ہے یہ اخلاق کے خلاف ہے۔ ہے یا نہیں؟

مولانا محمد علی صاحب۔ اب میں اُس بات کا ذکر نہ کرونگا۔ مگر میں نے تو خیال

کیا تھا کہ اگر میں نے آپ کی تعزیرات ہند کے خلاف اتنے بہت سے جرائم کا ارتکاب کیا ہے تو پھر صرف ایک اخلاقی جرم کا بھی مرتکب ہو جاؤں! (قہقہہ)

(اس موقع پر عدالت نے کچھ کہا جو سمجھ میں نہ آیا)

مولانا محمد علی صاحب نے اپنا سلسلۂ کلام اس طرح جاری رکھا۔

الغرض، حضرات! اصل چیز یہ ہے جس پر فیصلہ دینے کے لیے آپ کو حلف دلایا گیا اور آپ پانچوں کو اپنے مشاغل سے جدا کر کے بلایا گیا ہے۔ آپ جہاں کہیں سے بھی آئے ہیں خواہ ریلی برادرس کے دفتر سے، یا فوربس فوربس کے یہاں سے یا کیمبل کی دوکان سے یا محصل خانہ سے، غرض آپ اس غرض سے یہاں آئے ہیں، ورنہ صرف دو حضرات کا بحیثیت اسیسر (بحیثیت جج کی جوروؤں کے) یہاں بلانا کافی ہوتا (قہقہہ) مگر موجودہ حالت میں آپ شوہر بھی ہیں اور جورو بھی! (قہقہہ) آپ سب کچھ ہیں۔ جوری کی حیثیت سے آپ بلا شرکت غیرے خود جج ہیں۔ گو کہ بعض دوسرے الزامات بھی ہیں، اتنی دفعات لگا دی گئی ہیں کہ یاد بھی نہیں رہتیں۔ ۱۲۰ ب بھی ہے، ۱۱۷ بھی ہے ۵۰۵ بھی ہے، ان سب کے متعلق آپ محض اسیسر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ تو آپ کو یاد ہوگا کہ جب میں کراچی لایا جا رہا تھا اور راستہ میں ایک پولیس کے سپاہی نے مجھ سے پوچھا تھا کہ الزام کیا ہے اور میں نے اُسے الزام بتا دیے بھی تھے تو اُس نے کہا تھا کہ سب گھر کی دفعات ہیں جتنی چاہیں لگا دیں (قہقہہ)

تو بس جوری کے متعلق صرف اتنا ہی الزام ہے یعنی دفعہ ۱۲۰ ب بشمول دفعہ ۱۳۱ صرف وہ جس کا تعلق اُس اشتہار سے ہے جس میں فتوے کا تھوڑا سا اقتباس منقول ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ہم بہت صاف گو لوگ ہیں۔ ہم نے عدالت ماتحت میں بھی کہا تھا اور یہاں بھی کہہ چکے کہ ہمارے لیے یہ امر باعث مسرت ہوگا کہ اخبار

جمعیۃ علما اپنا فرض ادا کر رہی ہے۔ گویا جمعیۃ علما بھی اس سازش میں ایک فریق ہے
مگر گورنمنٹ کسقدر اعتدال پسند ہے۔ اس نے صرف تین علما کو مقدمہ چلانے کے لیے
چن لیا۔ گورنمنٹ کو اپنی اعتدال پسندی پر خود حیرت ہے، جس طرح لارڈ کلایو کو اپنے
لوٹ کے متعلق حیرت ہوئی تھی اور اُس نے کہا تھا کہ "میں خود اپنی اعتدال پسندی
پر حیران ہوں"۔ پانچسو علما میں سے جنھوں نے فتوے پر دستخط کیے تھے صرف
دو یا تین عدالت میں لائے گئے ہیں۔ مگر باقی سب پر کیوں مقدمہ نہیں چلایا گیا؟
میرا خیال تھا کہ جتنے علما نے دستخط کیے ہیں وہ سب یہاں موجود ہونگے۔ میں نے
عمر میں پہلی دفعہ اس اشتہار کو یہاں آکر دیکھا ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ صرف
چند ہی روز ہوئے کہ مجھے پہلی دفعہ جمعیۃ علما کے اس فتوے کا علم ہوا گو کہ میں دلی
کانفرنس میں جو رزولیوشن پاس ہوا تھا اُس سے تو با خبر تھا مگر اس کی تو ضرورت بھی
نہیں کہ میں اُن لوگوں میں سے کسی سے واقف بھی ہوتا جو میرے ساتھ سازش میں
شریک تھے۔ مگر یہ عدم واقفیت مجھے کب محفوظ کر سکتی ہے لیکن مجھے تو حفاظت
کی ضرورت بھی نہیں تاہم اس اقدام سازش کے معاملہ میں میرا خیال یہ تھا کہ
جمعیۃ علما کھلے طور پر سازش کی مرتکب ہوئی ہے۔ سازش کی نوعیت جو کچھ بھی ہو
جمعیۃ علما ایک فریق ضرور ہے اور میں نے اسی لیے کہا تھا کہ اب جمعیۃ علما اپنے مذہبی
فرض کو انجام دے رہی ہے۔ مگر فوراً ہی میرے دوست بھنوئی اور مشیر قانونی مسٹر
مظہر علی نے مجھے ٹوکا۔ انھوں نے کہا کہ نہیں جمعیۃ علما بھی ان اشتہاروں کے
چھاپنے اور تقسیم کرنے سے انکار کرتی ہے۔ چنانچہ میں نے اُسی وقت عدالت
ماتحت میں کہدیا تھا کہ "اس وقت تو میں نے صحیح نہیں کہا مگر میں امید کرتا ہوں
کہ علما جلد اس جہل کو واقعیت میں تبدیل کر دیں گے"! مگر حضرات! یہ واقعہ ہے
کہ آپ کو بجائے اس جعل کے اصل فتوے سے بحث کرنی ہے۔ کیا یہ واقعہ ہے

کہ جو کوئی ایسا کرے وہ سازش میں شریک ہو؟ یہ بات فرض کرلی گئی ہے واقعہ نہیں ہے!

پس حضرات! اپنے دماغ کو اُس مکڑی کے جالے سے پاک کرلیجیے جو وکیل سرکار نے بُنا ہے۔ انھوں نے سوائے اس کے کچھ نہیں کیا کہ آپ کی آنکھوں میں خاک ــــ اور وہ بھی کراچی کی نفیس خاک جھونکی ہے۔ بس اور کچھ نہیں!

اب دفعہ ۵۰۵ کا ذکر کرتا ہوں۔ اس میں "اعانت" کرنے کے متعلق مجھے کچھ کہنا نہیں ہے مجھے اب صرف دفعہ ۵۰۵ کے متعلق صرف اپنی ذات سے بحث کرنی ہے اس لیے کہ اس معاملہ میں سب سے بڑا ملزم میں ہی ہوں اور دوسرے تو صرف دفعہ ۱۰۹ کے تحت میں میرے معاون قرار دیے گئے ہیں۔

جو شخص کوئی بیان یا افواہ یا خبر شائع کرے یا مشتہر کرے یا پھیلائے
(۱) اس نیت سے کہ ملکہ معظمہ کی فوج بّری یا بحری یا ہیونر ائل انڈین میرین سروس ٹروپس کے کسی افسر یا سپاہی یا خلاصی جہازی سے غدر کرائے یا اور طور پر وہ سی حیثیت سے اُس کی نوکری میں بے اعتنائی یا قصور کرائے ...... اُس کو سزائے قید دیجائیگی ....."

وغیرہ وغیرہ۔

یہ دفعہ ۱۳۱ سے وسیع تر ہے اس لیے کہ اس کی رُو سے میں خود اپنے وطن ریاست رامپور کے امپریل سروس ٹروپس کو بھی تلقین نہیں کرسکتا۔ معلوم نہیں میرے دادا جنکی نسبت خود گورنمنٹ نے کہا تھا کہ وہ ۱۸۵۷ء میں نواب صاحب رامپور کے "دست راست" تھے اور جنھوں نے اپنی جان کو خطرے میں ڈالکر سیکڑوں انگریز مردوں اور عورتوں کی جان بچائی تھی اور صوبجات متحدہ کی حکومت کو بچالیا تھا اب اپنے پوتے پر اس الزام میں مقدمہ چلتے ہوئے دیکھکر کیا کہتے کہ اس نے

رامپور کے پٹھانوں سے کہا کہ مسلمانوں کو نہ مارو۔ مگر یہ تو ایک اور ہی قصہ ہے۔

حضرات! کرنل بیج متعلقہ دفتر فوج شملہ اور لارڈ مکالے کا اشارہ میرے لیے کافی ہو یعنی "اس نیت سے کہ (سپاہی کی) نوکری میں بے اعتنائی یا قصور کرائے یا کسی افسر وغیرہ مذکور کے غدر کرانے یا اور طور پر ویسی حیثیت سے اسکی نوکری میں بے اعتنائی کرانے کا احتمال ہو" مگر اُسکی نوکری یعنی اُس کا فرض منصبی کیا ہے؟ ان سپاہیوں کا وہ پہلا فرض کیا ہے جس کے انجام دینے سے وہ انکار یا بے اعتنائی نہیں کر سکتے۔؟

جب کسی گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے اور اگر اُس خاندان میں ایمان ہے تو قاعدہ یہ ہے کہ دایہ یوں نہ کہے کہ لڑکا یا لڑکی پیدا ہوئی بلکہ یوں کہے کہ خدا کی فوج کیلیے ایک اور رنگروٹ پیدا ہوا۔ (سب۔ بیلے) وہ بچہ خدا کا سپاہی ہے اسی وجہ ہے کہ قدیم روحوں سے خدا نے سوال کیا تھا کہ " اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ "؟ اور اُنھوں نے جواب دیا تھا کہ "بلیٰ" اس موقع پر میرا جی چاہتا ہے کہ ایک شعر پڑھوں جو میرا شعر ہے، بہت ہی معمولی شعر ہے، مگر ہے میرا۔ جس طرح وہ قصہ ہے کہ سیزر کے قتل کی سازش کرنے والے سینا نامی کے بجائے اسی نام کا دوسرا شخص جو شاعر تھا مارا گیا جب سیزر قتل کیا گیا اور عامتہ الناس کا مجمع مارک اینٹونی کی پُرجوش تقریر سے متاثر ہو کر پاگل ہو رہا تھا تو اُس نے سنیا شاعر کو قتل کی سازش کرنے والا سنیا سمجھ کر مار ڈالا۔ شاعر بہت چلایا کہ "میں وہ نہیں ہوں وہ سنیا نہیں ہوں۔ میں سازش کرنے والا سنیا نہیں ہوں میں تو سنیا نامی شاعر ہوں" مگر لوگوں نے کہا "خیر اگر یہ وہ نہیں بلکہ شاعر سنیا ہے تب بھی اُس کو مارو کیونکہ یہ بہت بُرے اشعار لکھتا تھا (قہقہہ)

حضرات! کہیں مجھے بھی میرے بُرے اشعار کی یاداش میں جیوری کی

سزا نہ دی جائے ! میں نے اپنے اہل وطن اور اپنے دینی مذہبی بھائیوں سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ تمھیں تمھارا فرض یاد دلایا جاتا ہے تمھیں (حکومت کے ساتھ) وفاداری یاد دلائی جاتی ہے اور تم سے کہا جاتا ہے کہ وفاداری

عہد اول کو بھی اچھا ہو جو پورا کر دو
تم وفادار ہو تھوڑی سی وفا اور سہی!

اپنے عہد اولیں کو بھی مہربانی کر کے پورا کرو۔ وہ عہد جو تم نے خدا سے کیا تھا اگر وفاداری ہی کا ذکر ہے اور تم وفادار لوگ ہو تو پھر تھوڑی سی وفا (خدا کے ساتھ) اور سہی! کیا میں اسی طرح جوری اور جج سے نہیں کہہ سکتا کہ اگر یہ لوگ اپنے خدا کے ساتھ سچے نہیں تو وہ کیونکر بادشاہ کے ساتھ سچے رہ سکتے ہیں؟ (اس وقت عدالت میں کامل خاموشی کا عالم تھا ایسی خاموشی کہ سوئی کے زمین پر گرنے کی آواز بھی سنی جا سکتی تھی) اگر اس خدا کے ساتھ سچے نہیں جس نے ان کو ہر چیز عطا کی، زندگی، عزت، ایمان، خود وفاداری، وہ خدا جس نے آپ کو ایک بادشاہ دیا۔ اگر یہ لوگ خدا کے ساتھ وفاداری نہیں کرتے تو یقیناً بادشاہ کے ساتھ بھی نہیں کر سکتے! میں کہتا ہوں خدا (کی بندگی) سب سے زیادہ مقدم ہے، (حکومت کی) وفاداری سے خدا مقدم ہے، بادشاہ کے مقابلہ میں خدا مقدم ہے، وطن پرستی سے زیادہ خدا مقدم ہے، میرے ملک، میرے باپ ماں اور بچوں سب پر خدا مقدم ہے، یہ میرا ایمان ہے۔ آپ کا جی چاہے پھانسی پر لٹکا دیجئے۔ مگر حضرات! مجھے پھانسی پر لٹکانے کے بعد آپ بھی خودکشی کریں گے۔ یعنی آپ اپنی روحانیت کا خون کر دیں گے۔ آپ چلیں پھریں، بیٹھیں اٹھیں، (دنیا کے) کام کریں لیکن آپ کے جسم متحرک لاشیں ہوں گی۔ جن میں روح نہ ہوگی

اور جو شخص کوتے کے کھانے کے قابل گوشت ہوگا۔!

حضرات! درحقیقت حکومت خدا کے سپاہیوں کو اغوا کر رہی ہے ہم اُن کو اُنکی اصل وفاداری کی جانب لانا چاہتے ہیں۔ قانون کہتا ہے کہ ہر معاملہ میں مستثنیات ہوتے ہیں۔ مثلاً اس دفعہ کے ساتھ بھی۔

"حسب منشار دفعہ ہذا یہ بمنزلہ جرم نہیں ہے جبکہ وہ شخص جو کوئی ایسا بیان یا افواہ یا خبر کرتا یا مشتہر کرتا یا پھیلاتا ہے۔ اس بات کے باور کرنے کے وجوہ معقول رکھتا ہو کہ ویسا بیان یا افواہ یا خبر راست ہے"۔

عدالت۔ مسٹر محمد علی پوری دفعہ کو پڑھ دیجیے۔

مولانا محمد علی۔ ہاں جناب۔ میں ایک لفظ یا شوشہ بھی نہ چھوڑونگا جانتا ہوں کہ حکومت تو اپنے حصہ کا پاؤ بھر گوشت بے کم و کاست لے ہی لے گی۔ **شائلاک** کو تو صرف گوشت ہی لینے کی اجازت ملی تھی مگر ایک عیسائی کے خون کی ایک بوند بھی لینے کی اجازت نہ تھی لیکن آپ یہ بھی مجھ سے لے سکتے ہیں پوری مقدار میں بلکہ اُس سے بھی زیادہ، اتنا کہ آپ کے برتن سے چھلک جائے اس استثنا کا مقصود یہ ہے کہ ہم اپنے بیان کی صداقت ثابت کر دیں یا یہ ثابت کر دیں کہ اُس بیان کو صحیح سمجھنے کی معقول وجوہ موجود تھیں اور یہ کہ بدُون کسی ایسی نیت کے جو اوپر مذکور ہوئی" وہ بیان مشتہر کیا گیا تھا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کیا یہ صرف میرا ہی بیان ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ تو ہر مسلمان کا ایمان ہے۔ اس ایمان کا اعلان جرم نہیں قرار دیا جاسکتا چاہے یہ قرین قیاس ہو کہ اس کا اعلان کرنے سے کوئی شخص بادشاہ کی وفاداری سے منحرف ہوجائے گا یا کوئی شخص ایک ایسی گورنمنٹ اور بادشاہ کی وفاداری سے منحرف ہوجائے گا جو ایسے معاملات میں اُسکی اطاعت چاہتی ہے جن میں اطاعت

کرنے سے خدا کے خلاف سرپالی کرنا لازم آتا ہے۔ کیا ایسا اعلان جرم ہے؟ دوسرا جرم یہ کہا جاتا ہے کہ دس یا زیادہ اشخاص کو اس قسم کے جرم کے ارتکاب کی تحریک کرنا۔ مگر اس میں بھی وہی بیان و اعلان کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ کس کا بیان؟ یہ میرا بیان نہیں ہے خدا کا بیان ہے؟ یہ اعلان قانون قرآنی پر مبنی ہے۔ ہر مسلمان جو قرآن کو سمجھتا ہے۔ اُس سے بخوبی واقف ہے۔ یہ میری ذاتی رائے کا سوال نہیں ہے۔ پہلے اس سے کہ آپ مجھے عبور دریائے شور کی سزا دیں لائیے میں آپ کو تھوڑے دنوں کیلیے) سمندر پار کسی ایسے ملک میں بھیجدوں جہاں باشندے عربی زبان سمجھتے ہیں فرض کیجیے کہ آپ عدن جائیں۔ وہاں اگر ایک شمالی یا عرب سپاہی جو زبان عربی میں قرآن کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ مولانا حسین احمد صاحب کو جو ملک عرب میں درس دیتے تھے قرآن پڑھتے ہوئے سُنے اور اُن آیات کو سُنے جن میں مسلمانوں کو قتل کرنے کی ممانعت ہے یا جیسا کہ میں نے کل کہا تھا۔ مولانا کے پاس کوئی شخص آئے اور کہے کہ مجھے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے عراق عرب میں جاتا ہے مجھے مذہبی قانون کا سچا حکم بتائیے اور اگر مولانا اُس کو جواب دیں کہ مذہبًا ہر مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان سے جدال و قتال کرنا حرام ہے تو کیا ان کا یہ فعل قانون کے تحت میں آسکتا ہے؟ ہے تو یہ بھی ایک "بیان" مگر ان کا اپنا بیان نہیں ہے خدا کا بیان ہے اور بالکل صحیح ہے۔

فرض کیجیے کہ حکومت کسی ہندو سے کہے کہ گائے کو مارو اور کوئی برہمن اس ہندو کو یہ بتائے کہ گائے ایک مقدس جانور ہے اُسکی حفاظت لازمی ہے وہ کروڑوں تیموں کی ماں ہے اور ہمارا پیٹ بھرتی ہے۔ وہ خدا کی مخلوق معصومیت اور بیچارگی کی تصویر ہے جس کو ہماری ہمدردانہ حفاظت کی ضرورت ہے

تم پر اسکی حفاظت کرنا لازم ہے۔ تو کیا وہ برہمن اس ہندو کو اسکے فرض سے اغوا کرنے کا کے جرم کا مرتکب ہوا۔ چاہے افسر کو فوج کے کھانے کے لیے گائے کی کتنی ضرورت کیوں نہ ہو؟

میں افسر اور افسر فوج کیا کمانڈر انچیف سے دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ صاف کہدیں کہ مسلمان یا ہندو سپاہی کا یہ فرض ہے کہ (اگر حکم دیا جائے تو) اپنے مذہب کے خلاف کام کرے۔ اور یوں تو خود ویسرائے نے لیجسلیٹو اسمبلی میں اس قسم کے ایک رزولیوشن کے پیش ہونے کی اجازت نہیں دی۔ یہ وہی کونسل ہے جس میں مجھے بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی! اخبار پانیر نے لکھا تھا کہ "آپ لوگوں کو متاثر کر سکتے ہیں۔ عوام پر آپ کا عجیب وغریب اثر ہے۔ آپ ایسی اعلیٰ قابلیت رکھتے ہیں۔ آپ میں عجیب جوہر ہے جو عامۃ الناس کو آپ کی طرف کھینچتا ہے۔ کیا آپ کونسل میں شریک نہ ہونگے"۔ میں نے اپنی تقریر میں اس کا یہ جواب دیا تھا (اُس تقریر کی بنا پر ایک دوسرا مقدمہ چلایا گیا ہے) کہ میں شریک نہیں ہو سکتا اس لیے کہ جو کوئی اس کونسل میں جاتا ہے اُس کو پہلے اس سڑک سے پیٹ کے بل گھسٹنا پڑتا ہے جس پر (واقعات پنجاب کے سلسلہ میں) لوگ پیٹ کے بل چلائے گئے تھے۔ اور اُن جانے والوں کے ساتھ ان نہتوں کا ایک اعزازی دستہ فوج ہوتا ہے جن کو جلیان والہ میں ایک بزدلے برطانوی بدمعاش نے بے عزت کرنا چاہا تھا۔

عدالت۔ (پوری طرح سمجھ میں نہیں آیا کیا کہا) آپ کس بحث پر بحث کر رہے ہیں؟

مولانا محمد علی صاحب۔ میں اس کونسل میں بلایا جا رہا تھا جس میں کسی شخص نے ایک ایسے رزولیوشن کے پیش کرنے کی بھی اجازت نہیں جیسا کہ وہ تھا جس کو ویسرائے نے مسترد کر دیا اور جس کا مفہوم یہ تھا کہ کوئی شخص، کوئی مسلمان سرکاری

ملازم خصوصاً فوجی ملازم اپنے مذہب کے خلاف کام کرنے پر مجبور نہ کیا جائے (اس موقع پر مولانا نے وہ فارم پڑھا جس پر رنگروٹ کو فوج میں بھرتی ہوتے وقت دستخط کرنے پڑتے ہیں۔ مگر جج نے پھر قطع کلام کیا اور پوچھا کہ آپ کیا بات ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا محمد علی صاحب ۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ جب کوئی شخص فوج میں داخل ہوتا ہے تو اس کو کیا کرنا پڑتا ہے۔ یعنی بحیثیت سپاہی کے اس کا فرض کیا ہوتا ہے اور کیا نہیں ہوتا۔ (پھر اس فارم کو پڑھا)

حضرات! خوب غور سے دیکھیے (اس فارم میں) سوال یہ ہے کہ "کیا تم اس پر رضامند ہو کہ سمندر اور خشکی کے راستے جہاں کہیں بھیجے جاؤ گے وہاں جاؤ گے اور ذات پات کی کسی رسم کو اپنی فوجی فرائض میں خارج نہ ہونے دو گے"؟ یہ سوال نہیں کیا گیا کہ "کیا تم اپنے مذہب کے خلاف بھی کام کرنے پر رضامند ہو یا نہیں" یا یہ کہ "کیا تمھیں اعتراض ہوگا اگر تم سے کسی گناہ کے کرنے کے لیے کہا جائے"؟ یا یہ کہ "کیا تم سمندر یا خشکی کے راستے سے دوزخ میں جانے پر رضامند ہو"؟ (قہقہہ) فارم اس طرح کا کوئی سوال نہیں ہے وکیل سرکار نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ اگر کوئی شخص جو انسانوں کی قربانی پر ایمان رکھتا ہو۔ تمھارے بچے کو قربانی کے لیے طلب کرے تو تم سب سے پہلے قانون کی حفاظت کے خواستگار ہو گے۔ میں تو آجکل بحیثیت تارک موالات کے بہرحال قانون کی حفاظت کا خواستگار ہونا نہیں چاہتا نہ مجھے اس کا یقین ہے کہ کوئی ایسا فرقہ موجود ہے جو دوسرے لوگوں سے اس قسم کی قربانی کا مطالبہ کرے۔ اس وقت تو صرف ایک ہی فرقہ ہے جو انسانوں کی قربانی مانگتا ہے جو دوسرے لوگوں کے بچوں کو قربانی کے لیے طلب کرتا ہے اور وہ فرقہ فوج والوں کا ہے! وہ یہ مطالبہ کرتے ہیں۔ انکی ہوس کا دیوتا یہ مطالبہ کرتا ہے

توسیع سلطنت کی خواہش یہ مطالبہ کرتی ہے وہ چاہتے ہیں کہ سمندروں میں خدا کے ناپید اکنار سمندروں میں، جب کسی غیر ملک کا جہازران کے جہاز کے قریب ہو کر گزرے تو وہ اپنے جھنڈے کو پانی میں جھکا کر گویا انگلستان کے اس فخریہ دعوے کو تسلیم کرے کہ انگلستان "سمندروں کی ملکہ ہے"۔ یہ لوگ ہیں جو انسانوں کی قربانی طلب کرتے ہیں!

جج نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ "اور چوروں کا کیا انتظام کرو گے؟ کیا آپ کی منشا ہے کہ چور کے ہاتھ کاٹے جائیں؟" میں نے جواب دیا تھا کہ اگر حکومت، اسلامی حکومت ہوتی تو میں یہی مطالبہ کرتا کہ ایسا ہو۔ میں زانی کو سنگسار کرانا تاآنکہ وہ مر جائے گو کہ انگریزی قانون میں زناکاری کوئی جرم نہیں ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا معاملہ اسلامی حکومت سے اور ہوگا اور ایک غیر اسلامی حکومت سے اور۔ میں غیر مسلموں سے یہ نہیں چاہتا کہ وہ میرے لیے کچھ کریں سوائے اس کے کہ مجھکو اپنی مذہبی رائے پر قائم رہنے دیں اور اسی رائے کے مطابق اطمینان عمل کرنے دیں۔ میرا مذہب، فرائض کو صرف میرے ہی اوپر عائد کرتا ہے نہ کہ دوسروں پر۔ میرا یہ فرض ہے کہ میں خدا کے کلمہ حق کو صاف طور پر کہوں یعنی یہ کہ برطانوی فوج میں شریک ہونا اور بغیر معقول وجہ کے مسلمانوں سے لڑنا مذہباً حرام ہے اور یہ کہ کسی مسلمان بھائی کو حکومت کے حکم سے قتل کرنا خلاف انصاف اور کفر کے قریب ہے۔

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اور یہ ارشاد آخری تھا، (حضور نے) حج کے موقع پر تمام لوگوں کو جمع کر کے جنکی تعداد ساڑھے سات لاکھ کے قریب تھی، مقام منیٰ پر تقریر فرمائی۔ آنحضرت نے سوال کیا کہ "آج کیا دن ہے ......

(عدالت نے روکا)

عدالت۔ میں اب کہونگا کہ آپ خاموش ہوجائیں۔ اس سے کیا واسطہ کہ رسول نے کیا کہا۔

مولانا محمد علیصاحب۔ (نہایت غصہ سے) مجھے بے شک رسول سے واسطہ ہے میرے خیال میں آپ کو یہ الفاظ واپس لینے چاہئیں۔

مولانا شوکت علیصاحب۔ کفر اور نامعقولیت!

مولانا محمد علیصاحب۔ آپ کو یقیناً یہ الفاظ واپس لینے چاہئیں۔ آپ کو ضرور تلافی کرنی چاہیے۔ میں بے شک رسول سے واسطہ رکھتا ہوں۔ مجھ پر اُس شخص کی جان لینی فرض ہے جو رسول کی توہین کرے۔

عدالت۔ بس آپ کو خاموش رہنا ہوگا۔ اب آپ تقریر جاری نہیں رکھ سکتے۔

مولانا محمد علیصاحب۔ میں وہ کررہا ہوں جس کی مجھے قانون اجازت دیتا ہے قانون کہتا ہے کہ میں فوج کو اس کے فرائض سے اغوا نہ کروں۔ میں کہتا ہوں کہ مسلمان سپاہیوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ ایک مسلمان بھائی کو قتل کریں اور مجھے حق حاصل ہے کہ اس پر ابدالآباد تک بحث کیے جاؤں۔ جب تک کہ میں اپنے طرز عمل کو صاف کرنا چاہوں مجھے یہ حق حاصل ہے۔ اس حق کو مجھ سے لے لیجیے اور اس تماشے کو ختم کردیجیے۔ اس تماشے سے فائدہ کیا ہے۔ ہندوقیدیوں کی ایک جماعت کو لے چلیے اور کہیں ہاتھ کے ہاتھ گولی ماردی جائے . . . یا اگر آپ مقدمہ کے اس تماشے کو جاری رکھتے ہیں تو ہمارے مرنے کے بعد مقدمہ کی سماعت کیجیے گا جیسا کہ ایکدفعہ لارڈ نلسن نے کیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ کسی شخص کو اُس کے مذہب کے خلاف چلنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا مگر فوجی فرائض میں یہ شرط شامل نہیں ہے۔

عدالت۔ یہ بحث دُور از بحث ہے۔

مولانا محمد علیصاحب۔ جو کچھ میرا مذہب ہے میں اُسکی تشریح کررہا ہوں میں نے

عدالت ماتحت میں بھی اپنے بیان کے اندر یہی بحث پیش کی تھی یہ قطعاً بحث کے اندر ہے۔

عدالت ۔ بیٹھ جائیے۔

مولانا محمد علی صاحب ۔ میں نے تو ابھی دفعہ ۵۰۵ کی بحث بھی نہیں کی ہے اور ۱۱۷ کے تحت میں جو الزام لگایا گیا ہے اُس کا تو ابھی ذکر بھی نہیں آیا۔ اُس کے متعلق تو میں نے ابھی ایک حرف بھی نہیں کہا۔ کیا مجھے سزا دیدی جائیگی پہلے اس سے کہ میں اُن الزامات کے متعلق ایک حرف بھی کہہ سکوں۔

عدالت ۔ میں آپ کو تقریر کرنے کا حق نہ دونگا۔

مولانا محمد علی صاحب ۔ کیا آپ مجھے اپنی قانونی کتابوں میں ایک فقرہ بھی ایسا دکھا سکتے ہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ جج اس حق کو سلب کرسکتا ہے؟ آپ مجھے ایک حق سے تو محروم کر ہی چکے ہیں یعنی آپ نے ثبوت کی تقریر سے پہلے جوری کے سامنے تقریر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ خود آپ کی بمبئی ہائیکورٹ کا فیصلہ یہی ہے اور وکیل سرکار بھی اس سے متفق ہیں۔ مجھے معلوم نہیں شاید سندھ کے جوڈیشل کمشنر نے کوئی دوسرا قانون بنالیا ہو۔ اب آپ پھر مجھے روک رہے ہیں کہ میں جوری کو خطاب نہ کروں۔

آپ میری تقریر کے کسی مخصوص حصہ پر اعتراض کرسکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں بات نہ کہو لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ مجھے تقریر کرنے سے بالکل کیونکر روک سکتے ہیں۔ صرف یہ کہکر آپ مجھے اب کچھ کہنے کی اجازت نہ دینگے (عدالت یہی کہے گی کہ "بیٹھ جاؤ" میں آپ کی کوئی بات سننا نہیں چاہتا)

مولانا محمد علی صاحب ۔ میں اس امر کی تشریح کررہا ہوں کہ قانون یہ نہیں ہے کسی مسلمان کے فرائض میں یہ امر شامل نہیں ہے کہ وہ اپنے مذہب کے خلاف

عمل کرے۔ کیا مجھے یہ ثابت نہ کرنا چاہیے کہ یہ مضمون جو رزولیوشن کا ہے یہی صحیح بیان ہو اور غلط بیان نہیں ہے۔ یہ امر بحث کے اندر آتا ہو یا نہیں، میں آپ سے پوچھتا ہوں۔

عدالت۔ قطعاً خارج از بحث۔

مولانا محمد علی صاحب۔ اگر قطعاً خارج از بحث ہے تو پھر مجھے اس کے متعلق کوئی بحث نہ کرنی ہوگی۔

عدالت۔ میں نے آپ کو بحث کرنے کی اجازت دی ہے۔

مولانا محمد علی صاحب۔ مشکل یہ ہے کہ آپ میری تقریر میں بہت زیادہ دخل دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو میں اس دفعہ کے تحت ہی میں نہیں آتا مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ میرا مذہب کیا ہو اور پھر یہ کہ بحیثیت سپاہی کے کسی سپاہی کا فرض نہیں ہے کہ وہ مذہب کے خلاف کام کرے۔ مجھے ثابت کرنا ہو کہ کیوں وہ اعلان کیا گیا تھا۔ اور مجھے ثابت کرنا ہے کہ یہ اعلان صحیح اعلان ہے۔

عدالت۔ اور ....

مولانا محمد علی صاحب۔ "اور" کی کچھ پروا نہیں۔ میں یہ بحث کر رہا ہوں کہ وہ بیان صحیح بیان ہے۔ میں ابھی نیت کی بحث نہیں کر رہا۔

عدالت۔ میں آپ کی تقریر نہیں سننا چاہتا۔

مولانا محمد علی صاحب۔ میری تقریر کم از کم اسیروں کے سننے کے لیے ہو آپ اسیروں کے اس حق کو سلب نہیں کر سکتے۔ ان کو اپنی رائے اس امر کے متعلق دینی ہوگی کہ آیا میں مجرم ہوں یا نہیں۔ یہ قانون کے مطابق ہے اور قانون کہتا ہے کہ (پھر پڑھنے لگے) میں آپ کے کہنے پر نہیں چل سکتا۔ حقیقۃً میں آپکی رائے کا پابند نہیں۔ میں قانون کی صاف شرط کے خلاف کسی شخص کی رائے کا

پابند نہیں ہو۔
عدالت ۔ اپنے مقدمہ پر بحث کیجے۔
مولانا محمد علیصاحب ۔ جناب یہ آپ کا مقدمہ تو نہیں جس پر میں بحث کر رہا ہوں
(قہقہہ) حضرات جوری ۔ (پھر عدالت نے روکا۔
عدالت ۔ میں آپ کی تقریر نہیں سننا چاہتا۔
مولانا محمد علیصاحب ۔ آپ نہ سنیں ۔ جیسا کہ آپ نے پہلے بھی اکثر کیا ہے
جب شہادت سنائی جارہی تھی تو آپ اکثر اوقات سوتے ہوئے تھے۔ آپ اب بھی
سو رہے ہیں۔ مجھے تو جوری سے خطاب کرنا ضروری ہے۔
عدالت ۔ (غصہ کے ساتھ) آپ بیٹھیں گے یا نہیں ؟
مولانا محمد علیصاحب ۔ اگر میں نہ بیٹھوں ؟
عدالت ۔ میں ابھی حوالات بھیجدونگا۔
مولانا محمد علیصاحب ۔ ضرور بھیجیے۔
(اس موقعہ پر سپرنڈنٹ پولیس کو بلایا گیا کہ ملزم کو بٹھا دو۔ مگر وہ بھی بغیر
ان کے جسم کو مس کیے واپس چلا گیا اور ان کو ویسے ہی کھڑا چھوڑ گیا)
عدالت نے سرشتہ دار کو ہدایت کی کہ ملزم نمبر ۲ مولانا حسین احمد کو آواز
دیں۔ سرشتہ دار نے قریب آکر مولانا حسین احمد صاحب کو آواز دی مگر انھوں نے
نہ ایک حرف کہا نہ اپنی جگہ سے ایک انچ ہٹے۔
مولانا محمد علیصاحب ۔ اس مداخلت سے قطع نظر کرکے) ہاں، حضرات جوری

. . . .

عدالت ۔ عدالت کے کام میں دخل نہ دیجیے۔
مولانا محمد علیصاحب ۔ میں عدالت کے کام میں دخل نہیں دے رہا ہوں بلکہ

آپ میری بات میں دخل دے رہے ہیں مجھے اس استثنا کے متعلق تقریر کرنا ضرور ہے۔ ۵۰۵ اور ۱۱۰ کے الزامات کو اگر آپ واپس لے سکیں تو واپس لے لیں۔ پھر میں خاموش ہو جاؤنگا۔ آپ کو فرد قرارداد جرم میں آخر وقت تک ترمیم کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

عدالت۔ میں آپ کو یہاں قانون مذہبی پر بحث کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا

مولانا محمد علی صاحب۔ محض مذہبی قانون کا کوئی سوال نہیں ہے۔ میں ملکی قانون کے متعلق بحث کر رہا ہوں۔ مجھے اسیسروں کو بتانا ہے کہ یہ بیان جو رزولیوشن میں ہے صحیح ہے اس لیے کہ قرآن و حدیث پر مبنی ہے۔

عدالت۔ اس کے ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مولانا محمد علی صاحب۔ اسکی ضرورت کو سمجھنا میرا کام ہے آپ کا نہیں ہے آپ کو گواہانِ ثبوت کے روکدینے کا بھی کوئی حق حاصل نہ تھا۔ آپ ان کو نہیں روک سکتے تھے سوائے اس حالت کے کہ آپ یہ کہدیتے کہ انکی شہادت عدالت میں پیش ہونے کے قابل نہیں ہے۔ آپ نے وکیل سرکار کو نہیں روکا۔ اُنھوں نے بھی وہی ثابت کیا جس کا ثابت کرنا اپنے خیال میں ضروری سمجھا۔ مگر آپ مجھے اس چیز کے ثابت کرنے کی اجازت نہیں دیتے جو میں ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ یعنی یہ کہ قانون اسلامی کے متعلق یہ بیان صحیح بیان ہے کہ فوج میں نوکری کرنا حرام ہے۔ مجھے قرآن و حدیث سے اس چیز کو ثابت کرنا ہے (آپ کے خیال میں) یہ بات کوئی وزن رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو مگر مجھے اس کو ثابت کرنا ہے اور اسلامی قانون کی بنا پر ثابت کرنا ہے۔ میرا قانون قرآن ہے اور بادشاہ۔ شاہی اعلانات میں بادشاہ مجھے قانون قرآنی کے اتباع کا حق دیتا ہے۔ یہی بادشاہ کا قانون ہے۔ اگر آپ ان اعلانوں کی تعمیل نہیں کرتے تو پھر بادشاہ کی یہ تصویر یہاں

کیوں لگی ہوئی ہے (شاہ ایڈورڈ کی تصویر کی طرف اشارہ کرکے جو دیوار پر لگی ہوئی تھی) میرے لیے قانون وہی ہے جو بادشاہ کی طرف سے ہو، اور آپ کے لیے بھی وہی ہے۔ میرا بیان بادشاہ کے اُسی قانون پر مبنی ہے۔ میں عدالت میں کوئی غیر خوشگوار صورت پیدا کرنا نہیں چاہتا۔ میں اسی غرض سے یہاں نہیں ہوں میں نے آپ کے ساتھ کوئی بے ادبی نہیں کی ہے، باوجودیکہ میں اس عدالت کا احترام نہیں کر سکتا اس لیے کہ وہ حکومت کا ایک جزو ہے میں ضد نہیں کرنا چاہتا میں گستاخ نہیں ہونا چاہتا۔ مگر میں یہ نہیں کر سکتا کہ اپنی حقوق سے بے پروائی کے ساتھ قطع نظر کرنے دوں۔

عدالت۔ مگر آپ وقت بہت صرف کرتے ہیں۔

مولانا محمد علی صاحب۔ کل آپ نے مجھ سے کہلا بھیجا تھا کہ آپ مجھے قانون مذہب کے تفوق پر بحث کرنے کے لیے آدھ گھنٹہ اور دیں گے جس کے بعد میں قانونی مباحث اور واقعات مقدمہ پر گفتگو کرونگا۔ وہ تو میں ختم کر چکا۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ ہر معاملہ میں مذہب مستثنیٰ ہوگا۔

اب ملکی قانون اور دفعہ ۵۰۵ پر بحث کرتے ہوئے مجھے یہ ثابت کرنا ہے کہ رزولیوشن کا یہ مفہوم کہ فوج میں نوکری کرنا مذہبًا حرام ہے۔ صحیح مفہوم ہے اور اس سے میں دفعہ ۵۰۵ کے استثنا کے تحت میں آتا ہوں۔

عدالت۔ فرض کیجیے کہ یہ مان لیا جائے کہ وہ بیان صحیح ہے؟

مولانا محمد علی صاحب۔ اچھا تو اسیر اس کو مان لیں۔ وہ مجھے ایک تحریر اس قسم کی دیدیں۔ کیا وہ یہ لکھدیں گے کہ یہ امر انکی رائے میں ثابت ہے مجھ سے یہ کہدیجے کہ میرا بیان صحیح ہے۔ اس کے بعد میں سلسلہ تقریر جاری رکھونگا۔ اس کے بعد میں اس معاملہ کے متعلق ایک حرف نہ کہونگا۔ وکیل سرکار سے پوچھیے

کہ مجھے حق حاصل ہے یا نہیں۔؟

وکیل سرکار ۔ ہم مانتے ہیں کہ عدالت ماتحت کے روبرو ان کے بیان میں جن الفاظ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ قرآن میں موجود ہیں۔

مولانا محمد علی صاحب ۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس سے کچھ زیادہ کا اعتراف کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ مان لیں کہ وہ بیان جس کے متعلق دفعہ ۵۰۵ کے تحت میں مجھ پر مقدمہ چلایا گیا ہے۔ قرآن اور حدیث کے مطابق ہے۔

وکیل سرکار ۔ ہم یہ نہیں مان سکتے۔

مولانا محمد علی صاحب ۔ اگر آپ یہ نہیں مانتے تو پھر مجھے ثابت کرنا ہے۔ فرض کیجیے کہ ایک عیسائی پر اس لیے مقدمہ چلایا جاتا ہو کہ اس نے اپنے مذہب کا اعلان کیا اور "باپ۔ بیٹا۔ اور روح القدس" کے عقیدے کو بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ امر ثابت کردینا ہے کہ عیسائی عقائد کے متعلق یہ بیان صحیح بیان ہے۔ وہ کہتا ہے کہ "میں آپ کو انجیل میں دکھاؤنگا، میں آپ کو Epistles میں دکھاؤنگا۔ میں دعا کی کتاب میں دکھاؤنگا۔" تو کیا اس کو ایسا کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا؟ کیا میں ایک مسلمان کی حیثیت سے اس کے دعوے کے ساتھ) انصاف کرسکونگا۔ کیا آپ کے خیال میں قرین انصاف ہوگا۔ اگر میں اس کو اس امر کے ثابت کرنے کی اجازت نہ دوں کہ مذہب تثلیث کے متعلق اس کا بیان صحیح بیان ہے؟

عدالت ۔ (ہاتھ کے اشارے سے) بیٹھ جائیے۔

مولانا محمد علی صاحب ۔ میں نہیں بیٹھ سکتا تاوقتیکہ آپ اس امر کو مان لیں کہ میرا بیان صحیح ہے۔ میں ایک بات اور کہدوں۔ درحقیقت میں ضد نہیں کرنا چاہتا تھا میں محض اس عدالت کے ساتھ عناد اور سختی کے خیال سے بےضرورت بے صبر ہونا چاہتا ہوں۔ میں آپ کے ساتھ (ذاتی طور پر) کوئی بے ادبی کرنا نہیں چاہتا

بحیثیت مسلم اور بحیثیت تارک موالات ایسا کرنا کسی طرح میرے حال کے مناسب نہیں ہے مگر ساتھ ہی میں اپنے حقوق پر اصرار کرنا چاہتا ہوں۔

عدالت۔ آپ عدالت کا وقت ضائع کر رہے ہیں۔

مولانا محمد علی صاحب۔ میں کسی کا وقت ضائع نہیں کرتا۔ میں صرف جوری کو اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں کہ وہ بیان صحیح بیان ہے۔

عدالت۔ اس سے کوئی بحث نہیں۔

مولانا محمد علی صاحب۔ مگر میرے نزدیک اس پر بہت زیادہ بحث کی ضرورت ہے۔ جہانتک میرا تعلق ہے یہ بحث بہت اہم ہے۔ حضرات جوری پر اس امر کا ثابت کرنا بہت ہی اہم ہے کہ بیان قرآن و حدیث کے مطابق ہی اور میں نے محض فرضی باتیں پیش نہیں کی ہیں۔ ممکن ہے کہ میں نے بیان ہی غلط دیا ہو (اور اب اس کو از روئے قرآن ثابت کرنا چاہوں)

فرض کیجیے کہ میں زنا کا ارتکاب کرتا ہوں اور پھر عدالت کے سامنے آکر کہتا ہوں کہ "میرا مذہب مجھے اسکی اجازت دیتا ہے"۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ "تم مجھے اپنے مذہبی قانون میں دکھاؤ" اس وقت آپ محض میرے کہنے پر اعتبار نہ کریں گے بلکہ آپ کو مجھے اس کے ثابت کرنے کی اجازت دینا ہوگی۔ یہ سارا جھگڑا کس بات پر ہے؟

میں یہ نہیں کہتا کہ اگر میں نے قتل کیا ہو تو قانون قتل کی سزا سے مجھے بچالے، یا اگر میں نے ڈاکہ ڈالا ہے تو اسکی سزا سے میں بچ جاؤں۔ یا اگر میں نے کسی کو لوٹا ہی تو مجھے سزا نہ دی جائے۔ لوٹ ایک مقدس فرض ہو جاتا ہے اگر فوج کا کمان افسر حکم دے، قتل عمد قتل نہیں رہتا جب کمان افسر اس کا حکم دیدے۔ اسی طرح میرے لیے بھی اگر قرآن حکم دے تو قتل، قتل نہیں۔ پس جب میں قرآن کا حوالہ دوں تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ "ہمیں دکھاؤ"

عدالت - فرض کیجیے کہ ہم برسبیل تذکرہ تھوڑی دیر کے لیے اس کو مان لیں۔
مولانا محمد علی صاحب - میں چاہتا ہوں کہ آپ صرف مباحثہ کے لیے نہیں بلکہ قطعی طور پر اس کو مان لیں۔ میں نیت کے متعلق ایک حرف بھی نہ کہوں مگر مجھے یہ تو ضرور ثابت کرنا ہے کہ یہ بیان صحیح بیان ہے۔ مجھے یہی دشواری اپنے دوست مسٹر مانٹیگو سے پیش آئی تھی۔ اُنھوں نے کہا تھا کہ "مسٹر محمد علی میں آپ کے مذہب کے متعلق آپ کی بحث میں مداخلت کروں۔ یہ میرے وہم وگمان میں بھی نہیں"۔ میں نے جواب دیا تھا کہ "نہیں، آپ ضرور مداخلت کریں۔ ہم کو بحث کرنی اور مجھکو یہ ثابت کرنے کی اجازت دیجیے۔ میرا مذہب درحقیقت کیا ہے۔ میرے آنسو جاری تھے۔ جب میں نے اُن سے کہا کہ دراصل میرے لیے انگلی گورنمنٹ کی مخالفت کرنا باعث مسرت نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے خلافت اور جزیرۃ العرب کے متعلق مذہبی قانون ان کو سمجھایا اور انہیں میری تقریر سننی پڑی۔
مجھے مسٹر لائڈ جارج اور بعض ممبران مجلس وزراء کو بھی مجھے اپنا مذہب سمجھانا پڑا۔ اور اُنھوں نے یہ نہیں کہا کہ ہمیں اس سے کوئی تعلق نہیں کہ قرآن کا حکم کیا ہے اور کیا نہیں ہے۔
میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ یہی بیان صحیح بیان ہے اور آپ کو ہرگز نہ چاہیئے کہ اس کے ثابت کرنے کا جو حق مجھے حاصل ہے اُس کو آپ سلب کر لیں۔ کیا اب آپ مجھے اجازت دیں گے؟
عدالت - اگر آپ بہت مختصر طور پر کہیں (جج صاحب کے آخر کار راضی ہو جانے پر تمام عدالت قہقہوں سے گونج اُٹھی)
مولانا محمد علی صاحب - آپ نے پہلے ہی یہ کیوں نہ کہہ دیا۔ میں تو مختصر طور پر بلکہ بہت ہی مختصر طور پر بیان کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد مولانا نے تین چار آیات قرآنی جن کا حوالہ عدالت ماتحت میں بھی انھوں نے دیا تھا۔ پڑھیں اور مختصر الفاظ میں یہ ثابت کیا کہ ان آیات کی رُو سے برطانوی فوج کی ملازمت مسلمانوں کے لیے حرام ہے اس لیے کہ برطانوی فوج بغیر معقول وجہ کے مسلمانوں کو قتل کرنے اور خلافت اور اسلام کے اقتدار دنیوی کو تباہ کرنے میں استعمال کی جاتی ہے۔

اس کے بعد مولانا نے رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی احادیث جن کا حوالہ عدالت ماتحت میں دیا جا چکا تھا بیان فرمائیں اور عدالت کو سمجھایا کہ رزولیشن جس اعلان پر مشتمل ہے اُس سے اُن احادیث کا کیا تعلق ہے۔

جن آیات و احادیث کا حوالہ دیا گیا وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَأً (النساء رکوع ۱۳)

اور کسی مسلمان کو روا نہیں کہ مسلمان کو مار ڈالے مگر نادانستہ۔

اور نادانستہ مار ڈالنے کی حالت میں بھی مسلمان کو بہت سخت کفارہ ادا کرنا ہے جو چند صورتوں میں مقرر کیا گیا ہے۔

(۲) وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيمًا۔

جس شخص نے کسی مسلمان کو اپنے ارادے سے قتل کیا اس کی سزا جہنم ہے جس میں ہمیشہ رہیگا اسپر اللہ کا غضب ہے اور اللہ کی لعنت ہے اور اسکے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے

(۳) يَا اَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَاْكُلُوا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّا اَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيهِ

اے ایمان والو مت کھاؤ تم اپنے اموال کو آپس میں باطل طریق سے مگر یہ کہ ہووے تجارت تمہاری آپس کی رضامندی سے اور مت قتل کرو تم اپنی جانوں کو بے شک

نارا۔ ذالك على الله يسيرا۔
سورۃ النساء

اللہ تمہارے حال پر بڑا مہربان ہے اور جو کوئی ایسا کرے گا ظلم اور تعدی کے طور پر پس عنقریب داخل کردیں گے ہم اس کو آگ میں اور یہ باتیں اللہ پر آسان ہیں۔

(۴) قتل اول کا قصہ بیان کرتے ہوئے جس میں ایک بھائی نے دوسرے کو قتل کیا تھا، قابیل کا وہ جرم جسکا اس نے باوجود ہابیل کے امن پسندی کے ارتکاب کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ ایسی حالتوں میں امن پسندی کا وہی اصول ہر مسلمان کے لیئے قابل عمل ہے۔ ہابیل نے قابیل سے کہا تھا

قرآن کریم میں ارشاد ہوا کہ

من اجل ذالك كتبنا على بنى اسرائيل انه من قتل نفسا بغير نفس او فساد فى الارض فكانما قتل الناس جميعا ومن احياها فكانما احيا الناس جميعا۔ رکوع ۵ (مائدہ)

اور اسی لئے ہمنے حکم دیا تھا بنی اسرائیل کو کہ جو کوئی کسی شخص کو قتل کردے بلا قصاص کے یا فساد پھیلا ملک میں وہ برابر ہوگا اس بات کے اس نے تمام انسانوں کو مار ڈالا اور جس کسی نے زندہ کیا (ایک شخص کو) وہ برابر ہوگا اس بات کے کہ اس نے زندہ کیا تمام لوگوں کو۔

(۵) والذين لا يدعون مع الله الها اخر ولا يزنون ومن يفعل ذالك يلق اثاما يضعف له العذاب يوم القيمة ويخلد فيه مهانا۔ سورۃ الفرقان

اور جو خدا کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ پکاریں اور ناحق ناروا کسی شخص کو جان سے نہ ماریں کہ اسکو خدا نے حرام کر رکھا ہے اور نہ زنا کے مرتکب ہوں اور جو (شرک اور گناہ) مذکورہ بالا کریگا وہ گناہ کا خمیازہ بھگتیگا کہ قیامت کے دن اسکو دوہرا

عذاب دیا جائے گا (شرک کا الگ اور دوسرے گناہوں کا الگ) اور ذلیل و خوار اسی حال میں ہمیشہ رہے گا۔

اس کے بعد مولانا نے احادیث کا حوالہ دیا جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث النفس بالنفس وزنا بعد احصان والتارک لدینہ المفارق للجماعۃ۔

کسی مسلمان کا خون سوا تین باتوں کے حلال نہیں (۱) جان کے بدلے میں قصاص (۲) نکاح کرنے کے بعد غیر عورت سے زنا (۳) اپنے وطن کو چھوڑنا جماعت سے جدا ہونا۔

یہ حکم بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً بخاری۔ ترمذی۔ ابوداؤد وغیرہ۔

(۲) المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (بخاری، مسلم، ابوداود، ترمذی)

مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

(۳) سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد)

مسلمان کو برا کہنا گناہ ہے اور اس کے خلاف لڑنا کفر۔

(۴) من حمل السلاح علینا فلیس منا (بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابوداؤد)

جس نے ہمارے خلاف ہتھیار اٹھائے وہ ہم سے نہیں۔

(۵) لو ان اھل السموات والارض اشترکوا فی قتل رجل مسلم لاکبھم اللہ فی النار۔ ابن ماجہ۔ بیہقی۔ اصبہانی۔ بخاری۔ مسلم۔ طبرانی۔ ابن عساکر)

اگر آسمان و زمین کے تمام باشندے ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہو جائیں تو سب کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں دھکیل دے گا۔

(۶) من اعان فی قتل مسلم بشطر کلمۃ لقی اللہ مکتوب بین عینیہ آیس من

جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں اس نے لفظ سے ہی اعانت

رحمۃ اللہ

(ابن ماجہ - بیہقی - اصبہانی -)

کی وہ خدا کے سامنے اسطرح حاضر کیا جائیگا کہ اسکی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر لکھا ہوگا کہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہے۔

(۷) من استطاع منکم ان لا یحول بینہ وبین الجنۃ ملئ کف من دم امرء مسلم ان یہریقہ کانما یذبح بہ دجاجۃ کلما تعرض لباب من ابواب الجنۃ حال اللہ بینہ و بینہ فلیفعل۔

جو کچھ سکے دیکھے کہ اسکے اور خدا کے درمیان مسلمان کے خون کا ایک قطرہ بھی ایک مرغی کے خون کی برابر بھی جو کھائی جاتی ہے حایل نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوا تو وہ کوئی شخص موجب جنت کسی دروازے کے سامنے جائیگا خدا اسکے اور جنت کے درمیان حایل ہو جائیگا

کل ذنب عسی اللہ ان یغفرہ الا من مات مشرکا او مومن قتل مومنا متعمدا

امید کیجا سکتی ہے کہ خدا ہر گناہ کو معاف کر دیگا سوا اس شخص کے جو کافر مرا یا جس نے عمداً کسی مسلمان کو قتل کیا

اذا تواجہ المسلمان بسیفیھما فالقاتل والمقتول فی النار قالوا یا رسول اللہ ھذا القاتل فما بال المقتول قال انہ اراد قتل صاحبہ

جب دو مسلمان آپس میں جھگڑا کریں اور اپنی تلواریں استعمال کریں تو قاتل و مقتول دونوں آگ میں ڈالے جائینگے جب لوگوں نے پوچھا کہ اے پیغمبر خدا قاتل کے آگ میں ڈالے جانے کا سبب تو ظاہر ہے مگر مقتول کیوں پیغمبر نے جواب دیا اس لئے کہ اس نے اپنے ساتھی کو قتل کرنیکا ارادہ کیا تھا (بخاری مسلم)

حضرات میرا یہ بیان جیسا کہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کلیتاً قرآن اور حدیث پر مبنی ہے اور میرے بعد مولانا حسین احمد صاحب مزید ثبوت آپ کے سامنے پیش کریں گے۔ علاوہ بریں علماء کے فتوے سے اس کی صحت کی تصدیق ہو چکی ہے مگر اس کو بجائے اس کے کہ ہماری بے گناہی کا ثبوت سمجھا جاتا ہماری فسادی کا ثبوت سمجھا گیا۔

حضرات مجھے معلوم نہیں کہ فوج میں ذات بات کے رسم و رواج میں

عمل کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔اس فارم میں تو صرف اس کے متعلق
ایک سوال ہے اور خبر نہیں کہ اگر کوئی رنگ روٹ اپنی اس رسم و رواج کی
پابندی کرنا چاہے تو کیا ہوتا ہے۔ مگر ہمارا معاملہ محض ذات پات کی رسم و
رواج کا نہیں یہ سوال تو قانون مذہب کے خلاف کرنے۔ نہ کرنے کا ہے
اور اگر کسی شخص کا فوجی فرض یہ ہو کہ وہ اپنے مذہب کے خلاف بھی عمل کرے
اور اگر فوج (کمان افسر) کا یہ خیال ہے تو اس کو یہ سوال بھی (رنگ روٹ سے) کرنا
چاہیئے۔ان کو ہر مسلمان اور ہندو سپاہی سے یہ سوال کرنا چاہیئے اور پھر وہ
دیکھیں کہ کیا جواب ملتا ہے ذانتی نے اپنی مشہور کتاب "انفرنو" میں لکھا ہے اور
ملٹن پیراڈائز لاسٹ میں اسکا حوالہ دیتا ہے کہ دوزخ کے دروازوں پر یہ عبارت
کندہ ہے:۔"جو کوئی یہاں داخل ہو تمام امیدوں کو باہر چھوڑ آئے" اسی طرح
ہندوستان کے برطانوی فوج کے دروازوں پر لکھ دیا جائے کہ: "جو کوئی
یہاں داخل ہو ایمان کو باہر چھوڑ آئے" ایک مشہور موقع پر جرمنی کے وزیر اعظم نے
کہا تھا کہ ضرورت کسی قانون کی پابند نہیں جو لوگ اس خلاف قانون اصول
کی مخالفت کرتے ہیں ان کو قانون کا توڑنے والا سمجھ کر سزا دی جاتی ہے۔
ہم چاہتے ہیں کہ حکومت اس معاملہ میں ایمانداری اور صاف گوئی سے کام لے
موجودہ حالت میں تو لوگ اس طرح فوج میں جاتے ہیں کہ بظاہر ان کی آنکھیں
بند ہوتی ہیں۔ اگر وہ اس طرح فوج میں شریک ہوں کہ اچھی طرح جانتے ہوں
کہ ان کے مذہبی قانون اور ان فرائض کا جو اس قانون کی رو سے عاید ہوتے
ہیں احترام نہ کیا جائے گا۔بلکہ سیاسی ضروریات کے دیوتا پر وہ (مذہبی قانون)
قربان کر دیا جائے گا اور یہ کہ ایک بلکہ اور دو بادشاہوں کے اعلانات اس کے
مذہبی حقوق کی حفاظت نہ کر سکیں گے تب کوئی شخص حکومت کو الزام نہیں دے سکتا

پھر تو گناہ اُن ہی لوگوں پر ہوگا جو یہ سب کچھ جان کر فوج میں شریک ہوئے۔ مگر اس وقت تو یہ دیکھنا ہے کہ آج (موجودہ حالات میں) قانون اسلامی کا اقتضا کیا ہے۔ وہ جُرم کیا ہے جس کے لیئے دنیوی قانون کی حفاظت درکار ہے؟ ہم انسان کی قربانی کے لیئے تو دنیوی قانون کی حفاظت طلب نہیں کرتے میں سپاہیوں سے یہ تو نہیں کہتا کہ "اپنے افسروں کو گولی سے مار دو۔ انکو قتل کردو"۔ نہیں بلکہ میں تو خود اس امر پر اصرار کرتا ہوں کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کو قتل کرکے انسان کی قربانی کا ارتکاب نہ کریں۔ جب آپ آغاز جنگ میں ان کو جرمنوں کے خلاف لڑنے کے لیئے لے گئے تھے تو میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ "جرمنوں سے نہ لڑو"۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ اگر کراچی میں بلوہ بھی ہو جائے اور مسلمان بلوہ کریں تو مسلمان سپاہی اُس کو دفع کرنے کے لیئے نہ جائیں۔ اس فارم میں (انگریزی کا فارم دکھا کر) بہت سے مختلف سوالات کیئے گئے ہیں۔ فارم میں لکھا ہے کہ "حسب ذیل ۹ سوالات"۔ مگر سوالات کی تعداد درحقیقت ۱۴ ہے نہ کہ ۹۔ (مولانا نے کُل سوالات پڑھ کر سنائے) مجھے معلوم نہیں کہ اگر سپاہی ٹیکہ لگوانے سے جاہے وہ پہلے ایک مرتبہ ٹیکہ لگوا چکا ہو انکار کرے تو اُس کے ساتھ کیا عمل ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ محض ہندو اس بناء پر ٹیکہ لگوانے سے انکار کرتے ہیں کہ اس میں گائے کا مادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اگر سپاہی سمندر پار جانے سے اپنی ذات پات کی پابندی کو نظر انداز کرنے سے انکار کرے تو اس کے ساتھ کیا کارروائی کی جاتی ہے۔ رنگروٹ تو صرف اس بات کا اقرار صالح کرتا ہے کہ سوالات کے جوابات صحیح ہیں اور یہ کہ وہ اس اقرار کے مطابق کام کرنے پر آمادہ ہے جس کی تشریح نہیں کی گئی ہے کہ وہ کیا ہیں۔ مگر فرض کر لیجئے کہ اس نے ٹیکہ

لگوانے اور جہاں کہیں حکم ہو وہاں سمندر یا خشکی کے راستے سے جانے اور ذات پات کی پابندیوں کو قومی فرائض میں حارج نہ ہونے دینے کا اقرار کرتا ہے مگر ایک پندرہواں سوال کہاں ہے یعنی یہ بھی ہونا چاہیئے تھا کہ "کیا تم ہر اس کام کے کرنے پر آمادہ ہو جب تمہیں حکم دیا جائے اور کیا کسی مذہبی حکم کو اپنے قومی فرائض میں حارج ہونے دوگے؟ کیا تم اپنے مذہب سے قطع نظر کرنے پر رضامند ہو؟"۔ اس فارم میں اس قسم کا سوال کہاں ہے؟ اگر رنگ روٹ اس سوال کا جواب اثبات دے تو پھر کوئی جھگڑا نہیں۔ اگر وہ نفی میں جواب دے تو آپ اُس کو فوج میں شامل نہ کریں۔ مگر آپ تو اُس سے یہ سوال ہی نہیں کرتے۔ آپ کی مجال نہیں کہ آپ یہ سوال کریں تاہم آپ اُس کو فوج میں داخل کر لیتے ہیں اور پھر اگر وہ کسی بدترین گناہ کا ارتکاب کرنے سے انکار کرے جو ارتداد اور کفر سے ذرا ہی کم ہے تو آپ کہتے ہیں کہ اُس نے اپنے فوجی فرائض کے انجام دہی سے بے اعتنائی کی مگر خود بھرتی کے اس فارم کی رو سے اُس گناہ کا ارتکاب کرنا بحیثیت سپاہی کے اُس کا قومی فرض نہیں ہے۔ پس جناب ان کو اپنے فرض سے اغواکرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں۔ ہم تو سپاہی کو اُس کے فرض اولیں کی تلقین کرتے ہیں یعنی یہ کہ اس کا پہلا فرض خدا کے متعلق ہے اور دوسرا فرض ملک اور بادشاہ سے تعلق رکھتا ہے۔ حضرات جوری ملکہ کا اعلان جیسا کہ آپ کو معلوم ہے۔ غدر اور چربی والے کارتوسوں کے واقعہ کے بعد آیا تھا اور وہ قومی فرائض کے اسی غیر محدود مفہوم کو مسترد کرنے کے لیے ۱۸۵۸ء میں جاری کیا گیا تھا مگر ایک مسلمان کو قتل کرنے کے مقابلہ میں چربی والے کارتوسوں کو دانت سے کاٹنا یا سور کھا لینا بھی بحیثیت گناہ بہت کم اہمیت

رکھتا ہے۔ عدالت میں جو بیان میں نے دیا تھا اس میں کہہ چکا ہوں۔ اور پھر وہی کہتا ہوں کہ اگر بغیر سور کھائے جان کا بچانا ممکن نہ ہو تو ایک مسلمان نہ صرف سور کھا سکتا ہے بلکہ اس کے لیئے حکم ہے کہ جان بچانے کے لیئے ضرور کھالے اور اگر وہ محض سور کھانے سے انکار کرنے کی وجہ سے مارا جائے تو وہ گناہگار مریگا اسی قسم کے خطرہ کی حالت میں اگر کوئی مسلمان زبان سے کہدے کہ میں کافر ہوں مگر دل میں مومن رہے پس (گو کہ ایسا نکہ نا قابل ترجیح ہے) اگر وہ انکار کے باعث قتل کر دیا جائے تو وہ شہید ہوتا ہے۔ مگر اس معاملہ میں وہ کسی طرح اور کسی حال میں کسی مسلمان کو قتل اور اس کے اعضا کو جدا نہیں کر سکتا۔ بلکہ اسکا فرض ہے کہ اگر مسلمان کو قتل کرنے ہی سے جان بچتی ہو تو نہ بچائے اور صبر کے ساتھ خود قتل ہو جائے (کیا تماشہ ہے کہ) آپکی یہ مجال نہیں کہ آپ سنہ ۵۷ کے تجربہ اور سنہ ۵۸ کے اعلان کے بعد کسی مسلمان سپاہی کو سور کی چربی والے کارتوسوں کو چھونے کا بھی حکم دیں لیکن جو گناہ مسلمان کی نظر میں سور کھانے اور بظاہر کافر بن جانے سے بھی بدتر ہے۔ اس کو آپ سپاہی کے فوجی فرائض میں داخل کرتے ہیں۔

فارم میں اس صاف سوال کا نہ ہونا جس کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے یہ معنی رکھتا ہے کہ گورنمنٹ جانتی تھی کہ اس قسم کے صاف سوال کرنے کا نتیجہ کیا ہوگا اور بات کہاں سے کہاں پہنچے گی۔ پس ہم مسلمانوں سے اس امر کا مطالبہ کرنا کہ وہ اپنے خدا کے قانون کی تعمیل کریں اپنے فرائض میں داخل سمجھتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ ہم مسلمان سپاہی کو اس کے فوجی فرائض سے اغوا کرتے ہیں بلکہ یہ تو ضروری ہی نہیں کہ وہ فوراً فوج سے قطع تعلق کرلے یا اپنے فرائض سے بے اعتنائی کرے۔ وہ اوّل تو اپنے افسران کے ذریعہ سے گورنمنٹ سے عرض معروض کر سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے کہ فلاں فوجی فرض اس کے مذہب کے

خلاف ہے اور اُس کو اِس فرض کے انجام دینے کا حکم نہ دیا جائے۔ لہذا سپاہی کو بحیثیت سپاہی کے اُس کے فرض سے اغوا کرنے کی نہ نیت ہے نہ یہ قرین قیاس ہے۔

اب دفعہ ۱۱۷ کو لیجئے میرے خلاف دوسری دفعہ صرف یہ لگائی گئی ہے۔ (دفعہ کے الفاظ پڑھ کر سنائیے)

"جو شخص اکثر عامہ خلایق کے یا اشخاص کے کسی گروہ یا طبقے کی، جو دس اشخاص سے زیادہ ہو کسی جرم کے ارتکاب میں اعانت کرے تو شخص مذکور کو دونوں قسموں میں سے کسی قسم کی قید کی سزا دیجائیگی جس کی میعاد تین برس تک ہو سکتی ہے یا جرمانہ کی سزا یا قید اور جرمانہ دونوں سزائیں دیجائیں گی۔

مگر "جرم" کہاں ہے؟ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں دفعہ ۱۲۰ اب کے تحت میں کسی سازش مجرمانہ کا وجود نہیں۔ ہم نے یا ہمارے کسی شریک سازش نے دفعہ ۱۳۱ کے تحت میں کوئی اقدام نہیں کیا۔

عدالت:۔ مسٹر محمد علی آپ پر الزام یہ ہے کہ آپ نے اس جلسہ میں اور دوسرے مقامات پر ارتکاب جرم میں دس یا زیادہ اشخاص کی اعانت کی

مولانا محمد علی صاحب:۔ دفعہ کے الفاظ یہ ہیں کہ "جو شخص اکثر عامۂ خلایق کی یا کسی گروہ یا طبقے کی جو اس شخص سے زیادہ ہو کسی طرح کے ارتکاب میں اعانت کرے"۔ مگر "جرم" کیا ہے (جس کے ارتکاب میں اعانت کی گئی)؟ جرم صرف یہ ہے کہ ہم نے مسلمان سپاہی سے یہ کہا کہ تم خدا کا مقررہ فرض ادا کرو۔ اسلام کے حکم کو سپاہی تک پہنچا دیا۔ صرف یہی "جرم" تصور کیا گیا ہے مگر یہ تو کوئی جرم نہیں۔ اس لئے میں نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا۔ اور

جب کوئی جرم ہی نہیں جسمیں اعانت کرتا تو بہشتیوں کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل جاتی ہے۔

شہادت میں آپ کے سامنے بیان کیا گیا ہے کہ جلسہ میں دو یا تین ہزار آدمی تھے۔ دو تین گواہوں نے خلیفہ بیان کیا کہ جلسہ میں صرف دو ہزار آدمی تھے اور وہ سب زیادہ تر مسلمان تھے میں اس جلسہ کا صدر تھا اور اس لیئے آپ کو زیادہ صحیح بتا سکتا ہوں کہ وہاں کتنے آدمی تھے۔ جب میں کراچی سے بمبئی واپس گیا تو میں نے مہاتما گاندھی سے کہا تھا کہ مجھے کراچی کے جلسہ میں یہ دیکھ کر حیرت ہوگی کہ اُس بڑے جلسہ میں کم از کم آدھے حاضرین ہندو تھے مگر اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلافت صرف مسلمانوں ہی کا معاملہ نہیں بلکہ ایک قومی سوال ہے۔ ایک صاحب نے جو مرہٹہ تھے گوکاک کے ریزولیوشن کے متعلق آپکے سامنے یہ بھی بیان کیا کہ وہاں صرف پندرہ سو آدمی تھے اور اس کانفرنس کے پنڈال کا کل رقبہ اس بڑے کمرے اور برآمدے سے زیادہ نہ تھا۔ وہ پنڈال جس میں آل انڈیا خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا تھا اور جو اس موقع سے کچھ دور تھا۔ اس کمرہ کے دس یا پندرہ گنا زیادہ بڑا تھا اور بالکل بھرا ہوا تھا۔ دس ہزار سے کم اشخاص موجود نہ تھے۔ پس سوال صرف دس آدمیوں کو اشتعال دینے کا نہیں ہی بلکہ دس ہزار آدمیوں سے اس بات پر عمل کرنے کی تحریک کرنے کا ہے جسکا ذکر ریزولیوشن میں ہے۔ مگر ہم نے ان کو کسی جرم کے ارتکاب پر آمادہ نہیں کیا۔ آپ اپنی ہرن کو ضرور پکائیے کھائیے اور ہضم کیجئے مگر پہلے اُس کو پکڑ بھی تو لیجئے مگر ہرن کا پکڑنا تو کجا میرے ان احباب (وکیل سرکار اور مسٹر اسٹن کی طرف اشارہ کرکے) کو تو ... بھی اسکا نشان بھی نہیں ملا۔ انھوں نے ابھی تک بھی ثابت نہیں کیا کہ وہ جرم کیا تھا۔ جس میں اعانت کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے

میں نے لوگوں سے کیا کہا تھا؟ صرف یہی تو کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ ان کو خدا کا مقررہ فرض ادا کرنا چاہیئے؟ (مولانا نے ریزولیوشن کے الفاظ پڑھنے شروع کئے مگر جج نے روکا مولانا نے عدالت سے مخاطب ہو کر کہا کہ) میں ریزولیوشن کے وہ الفاظ پڑھ رہا ہوں جو میرے کاغذ میں لکھے ہوئے ہیں اس لیئے کہ مجھے وہ الفاظ سنانے چاہئیں جن الفاظ میں ریزولیوشن (جلسہ میں) پڑھا گیا تھا۔ جن الفاظ میں پیش کیا گیا،.... تائید ہوئی اور پاس ہوا.... صحیح الفاظ یہ ہیں کہ

"اور مسلمانوں کا بالعموم اور علمائے اسلام کا بالخصوص فرض ہے کہ اس باب میں شریعت کے احکام فوج کے مسلمانوں تک پہنچادیں"۔

یہ میری رائے یا میرا بیان نہیں۔ کراچی کانفرنس کا اعلان نہیں بلکہ اس باب میں اسلام کے احکام مسلمان سپاہیوں کو سمجھانے تھے۔ کیا یہ کہنا بھی کہ خالص احکام اسلام کو مسلمان سپاہیوں تک پہنچانا مسلمانوں کا فرض ہے اب ایک جرم ہے میں نے کل کہا تھا کہ گورنمنٹ ایک مسلمان بھی ایسا نہیں پاسکتی جو یہ کہدے کہ یہ قانون اسلام نہیں ہے لیکن فرض کیجئے کہ گورنمنٹ کو کوئی ایسا آدمی مل جائے فرض کیجئے کہ گورنمنٹ کوئی ایسا آدمی پیدا کرلے اس لیئے کہ جب وہ خالق کے احکام کے مقابلہ میں اپنے احکام کی تعمیل کا مطالبہ کرتی ہے تو شاید خدا کی طرح تخلیق کی طاقت بھی اُس کو حاصل ہو۔ پس اگر گورنمنٹ کوئی ایسا آدمی پیدا کرے اور اُس کو مسلمان بھی بنالے اور پھر وہ شخص یہ کہدے کہ قانون اسلام یہ ہے کہ فوجی حکم کا ہر لفظ خدا کا حکم ہے یعنی جب کمان افسر حکم دے کہ مسلمان پر گولی چلاؤ تو فوراً اُس حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے مگر ہم مسلمانوں سے کیا کہتے ہیں؟ یہی تو کہ خدا کے حکم کو مسلمان سپاہی تک پہنچاؤ۔ میں یہ کب کہتا ہوں کہ خدا کے حکم سے جو معنی میں سمجھتا ہوں وہ پہنچاؤ۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس باب میں جو کچھ

قانون اسلام کا حکم ہو اُس کو پہنچادو - کیا قانون اسلامی کی تبلیغ بھی جرم ہے؟
فرض کیجئے کہ کوئی شخص بالکل میرے خلاف رائے رکھتا ہو اور کہے کہ نہیں
مسلمان کا مار ڈالنا گناہ نہیں ہے بلکہ ایک مذہب پرست مسلمان کا فرض عین ہے کہ
جب کمان افسر حکم دے تو وہ دوسرے مسلمان کو مار ڈالے - میں اس شخص سے
بھی نہ کہتا کہ شریعت کے اس حکم کو (جو تم سمجھتے ہو) فوج تک نہ پہنچاؤ اور جسطرح
میں قانون اسلامی کے معنی سمجھتا ہوں اُسی طرح سمجھو - میں تو صرف یہ کہتا ہوں
کہ جو کچھ قانون اسلامی کا مفہوم ہو اُس کو مسلمان سپاہیوں تک پہنچادینا فرض ہے
میں ایک صاحب کو جانتا ہوں جن کو خطاب بھی ملا اور ان کے لڑکوں کو معقول
سرکاری عہدے بھی مل گئے - اس لیئے کہ وہ مسلمانوں کی نسبت اور خصوصاً
حاکم وقت کے متعلق مسلمان سپاہیوں کے فرائض کی نسبت بعض عجیب وغریب
خیالات رکھتے ہیں وہ حضرت مولویوں کو نوکر رکھتے تھے صرف اس کام کے
لیئے کہ وہ قرب وجوار میں جائیں اور جو کچھ بھی جرم ہو ہمہ وقت ان کے
اصول وفاداری کی تبلیغ کریں مگر اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کرنا ہی جرم
قرار پائے گا اس لیئے کہ وکیل سرکار کہتے ہیں کہ اس امر کا اعلان کرنا
کہ عامۃ المسلمین کا اور خصوصاً علمائے اسلام کا یہ فرض ہے کہ مسلمان سپاہیوں کو
قانون اسلام سمجھادیں - یہ بھی دفعہ ۱۱۷ کے تحت میں ایک جرم ہے یا یہ جرم
اُسی حال میں ہے جبکہ میں دس یا زیادہ آدمیوں سے ایسا کہوں؟ اگر دو
تین سے کہا جائے تو کوئی جرم نہیں؟ مگر جس لمحہ دس آدمیوں تک نوبت
پہنچی بس پھر وہ تلک عشرۃ کاملۃ ہے اور اگر ہم نے عامۃ الناس سے
یہ درخواست کی تب تو سزائے پھانسی ہے - بہرحال حضرات! آپ کو
اُس بات کی بناء پر فیصلہ دینا چاہیئے جو میں نے کہی اور جو محکمہ خفیہ کے

مختصر نویس نے لکھی ہے کہ اس بات پر جو پولیس کا کوئی دل میں عناد رکھنے والا اور دغ گو کہتا ہو کہ میں نے کہی تھی۔
(اس موقع پر مولانا محمد علی صاحب نے اردو ریزولیوشن کی وہ نقل منگائی جو انسپکٹر لیاقت حسین کے خط مختصر سے لی گئی تھی اور جس کو انسپکٹر اس وقت ضبط تحریر میں لایا تھا جب مولانا کانفرنس میں ریزولیوشن پڑھ رہے تھے۔ یہ نقل اس نقل کی بالکل مطابق تھی جو مولانا نے سنٹرل خلافت کمیٹی کے دفتر سے منگائی تھی اور جو کراچی کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے چھپے ہوئے کاغذ پر لکھی ہوئی تھی۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ یہ تحریر خاص کانفرنس کے وقت لکھی گئی ہوگی مگر گورنمنٹ کے مترجم نے اس باب میں شریعت کے احکام" کا ترجمہ غلط کیا تھا یعنی ان الفاظ کے بجائے لکھدیا تھا کہ" یہ احکام" جس کے باعث دفعہ ۱۱۷ قابل نفاذ ہوجاتی ہے بشرطیکہ دفعہ ۵۰۵ بھی قابل نفاذ قرار پاچکی ہو۔ حالانکہ رزولیوشن کے اس حصہ کے واقعی الفاظ کا مفہوم یہ نہ تھا کہ قانون اسلام کا یہ اعلان کردیا جائے کہ فوجی ملازمت حرام ہے (جیسا کہ رزولیوشن کے حصہ اول کا مفہوم تھا) بلکہ اس حصہ ریزولیوشن میں تو محض عام طور پر کے ساتھ قانون اسلام کا حوالہ دیا گیا تھا)

حضرات جوری۔ مجھے اس مقدمہ سے بری ہونے اور سزا سے بچنے کی ذرا فکر نہیں ہے۔ مجھے اس کی بھی فکر نہیں کہ اپنی کوئی صفائی پیش کروں۔ میں کسی قسم کی صفائی پیش نہیں کرتا گو کہ مجھے قانون اسلام کی تشریح محض اس لیئے کرنی پڑی کہ آپکو یہ سمجھادوں کہ اس مسئلہ کا عدالت میں ہمارے طرز عمل سے کیا تعلق ہے۔ میں نے نہ گواہان ثبوت سے جرح کی نہ اپنی صفائی میں کوئی شہادت پیش کی۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ جو میرے ہموطن ہیں اور اسوقت

حکومت کے ساتھ شریک کار ہیں۔ ایک بات پر غور کر لیں۔ دُنیا کی تاریخ میں آپ دیکھیں گے کہ بہت سے مشہور سیاسی مقدمات چلے ہیں جن میں بہت سے بڑے بڑے لوگ مجرم قرار دئے گئے ہیں۔ خود انگلستان کی تاریخ میں غریب جون اف ارک کو جادوگرنی سمجھ کر مارا گیا تھا۔ مگر نتیجہ کیا ہوا؟ فرانس میں میرے ہوٹل کے سامنے اُسکا سنہری مجسمہ نصب تھا اور میں جس زمانہ میں وہاں تھا اسی زمانہ میں کیتھولک کلیسا کے اسقف اور پادریوں نے اسی مجسمہ کو برکت دی مگر اُن لوگوں کے اخلاف نے کیا جنہوں نے جون اف ارک کو زندہ جلایا تھا؟ کیا یہ کہ خود برطانوی فوج نے بھی فرانسیسیوں کے ساتھ شریک ہو کر اس کے نام پر خراج تحسین اور آفرین ادا کیا اور اس کے مجسمہ پر اور پھول چڑھائے۔ ایک ایسے ہی موقع پر میں خود موجود تھا شاہ جارج سویم کے زمانہ میں جارج واشنگٹن بھی ایک باغی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا۔ مگر آج اُس کی نسبت برطانوی حکومت دریا کہتی ہے؟ آج تو اُس کو دُنیا کا سب سے بڑا محب وطن کہا جاتا ہے!

میں خاص طور پر اُن صاحبوں سے خطاب کرنا چاہتا ہوں جو جماعت جوری میں تنہا ایک ہی انگریز ہیں۔ انگریزوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ اپنے اہل ملک کے اکثریت کے قدم بقدم چلیں خصوصاً باطل پرستی اور نا اتفاقی میں۔ یقین کیجئے کہ انگلستان کی تمام تاریخ میں اکثر کم تعداد جماعتیں برسرِ حق رہی ہیں ان ہی جماعتوں نے ہمیشہ عظیم الشان اور نیک تحریکوں کو شروع کیا ہے دُنیا کی تاریخ میں کوئی عظیم الشان تحریک اکثریت کی طرف سے شروع نہیں ہوئی Pilate پائیلیٹ سولی پر نہیں چڑھایا گیا تھا۔ بلکہ مسیح مصلوب ہوئے تھے۔

(اُن پر خدا کی رحمت اور برکت ہو جیو) پائلیٹ خود تو جج تھا جس نے مسیح کے خلاف فیصلہ دیا تھا۔ مگر آج اصل فیصلہ کون دینے والا ہے اور آج کے بعد کون دے گا؟ روز حشر خدا پائلیٹ کے متعلق اپنا فیصلہ دے گا جس کو معلوم نہ تھا کہ "حق" کیا ہے۔ مگر آج پائلیٹ کہاں ہے؟ اُس مسیح کو مصلوب کرنے والے جج کو کون جانتا ہے محض مسیح کے مصلوب کرنے کی وجہ سے اُس کا نام مشہور رہے لیکن کڑوروں انسانوں کے لئے مسیح کا نام مصدر سعادت ہے۔ میری کیا حقیقت ہے کہ مجھ جیسا ناچیز مسیح سے اپنی حالت کا موازنہ کرنے کی جرات کرے۔ میں تو اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتا کہ مسیح کے پاؤں کے نیچے کی خاک بھی چھو سکوں۔ مگر جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے

> یہ ضرور نہیں کہ کمزوری ہمیشہ باطل پرستی سے تعبیر کی جائے حق تو حق ہے، کم ہو یا زیادہ (جس حد تک بھی ہو) وہ حق جس کو خدا نے اپنی گرجتی ہوئی آواز سے فطرت انسانی تک پہنچا دیا۔ وہ حق جسکو میری روح میرے کان میں کہہ رہی ہے۔

اُس حالت میں جبکہ برطانوی توپیں گرج رہی تھیں ایک ناچیز انسان کی روح نے اُس کے کان میں اُس حقانیت کا ایک جزو قلیل کہدیا۔ جو خدا کی غیر فانی، ہمیشہ قایم رہنے والی، اور روح کو سہارا دینے والی حقانیت ہے۔ اور وہ یہ کہ ناچیز انسان صریح قانون الٰہی کے خلاف ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر مسلمانوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے ذبح ہوتے نہ دیکھے بلکہ اس عمل کے خلاف تبلیغ و تلقین کرے اور کلمۂ حق کو پھیلائے۔ اس طرح پھیلائے کہ نہ کسی دوسرے انسان کا خوف اُس پر طاری ہو نہ وہ دنیوی نتائج سے متاثر ہو۔

حضرات، ایک دوسرا واقعہ بھی پیش نظر رہے یعنی شہدائے کربلا کا واقعہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نواسے کے ساتھ صرف ۷۲- آدمی تھے اور یزید کی فوج ہزار ہا تھی جس نے ان کو شہید کر ڈالا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نواسے کی جماعت قلیل تھی- مگر تیرہ سو برس سے آج تک اس ظالمانہ اور کریہ فعل پر ماتم کیا جا رہا ہے جو ایک حاکم وقت کا فعل تھا- ہر مسلمان حسین کے غم میں ہے جو وہ اس ظالمانہ کارروائی کے شکار ہوئے، نہ کہ یزید کے غم میں جو مغرور فاتح تھا- بہت سے شہر ول ہیں، آبادی کے باہر ایک مقام ہوتا ہے جس کو کربلا کہتے ہیں مگر یزید کی قبر کا نشان بھی باقی نہیں- پس حضرات، یہ خیال نہ کیجئے کہ آپ کے فیصلہ کے نتائج آج یا کل کیا ہوں گے بلکہ اس پر غور کیجئے کہ انسانوں کی آزادی کے لیے مستقبل بعید اور دوسری دنیا میں (جہاں سب کو جانا ہے) اس فیصلہ کے نتائج کیا ہونے والے ہیں آپ کو خود انصاف کرنا ہے- ریلے براد رس آپ کی طرف سے فیصلہ نہیں دے سکتے- خدا روز حساب لائیڈ جارج سے ان کی روح کے متعلق سوال کرے گا- آپ کے متعلق اُن سے پرسش نہ ہوگی- اور ان کو تو شاید خود ہی بہت سے اعمال بد کی جوابدہی کرنی ہوگی- خدا آپ سے تو صرف آپ ہی کی روح کے متعلق سوال کرے گا دوسرے کے متعلق آپ سے باز پرس نہ ہوگی ریلے برادرس اور فوربس فوربس وکیمبل سے اس باب میں سوال نہ ہوگا (ہر شخص کا سب سے جدا حساب کتاب ہوگا) اگر ہندو عقاید کے مطابق آپکا ایمان یہ ہے کہ نتائج کے سلسلہ میں یہیں سارے اعمال کی سزا مل جاتی ہے تو پھر اپنے مذہب کے مطابق اسی کو مد نظر رکھئے- خدا کی جزا اس دنیا کے بعد نہ سہی اسی دنیا میں آپ کو ملے گی اور جس دم آپکی روح

اس جسدخاکی سے نکل کر دوسرا جسد تلاش کرے گی اُسی وقت آپکے اعمال کی سزا وجزا بھی ہو جائے گی۔ آپکا مذہب جو کچھ بھی ہو، ہر شخص کا کرنا اُس کے ساتھ ہے اور آخری فیصلہ نہ آپ کے ہاتھ میں ہے نہ جج کے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے جو رب العالمین ہے!

حضرات میں نے آپکا بہت وقت لیا اتنا وقت لینے کا میرا ارادہ بھی نہ تھا نہ میں اتنا وقت لیتا اگر مجھے دوران تقریر میں بار بار روکا اور ٹوکا نہ گیا ہوتا مگر جیسا کہ میں نے شروع ہی میں کہدیا تھا۔ اگر یہ معاملہ میری ذات کا یا محض اُن تمام ملزمین کا ہوتا تو میں نہ اسقدر طویل بحث کرتا نہ بحث کرنے پر اسقدر مصر ہوتا۔ میں سزا سے بچنے کی فکر میں نہیں ہوں اسلئے کہ ہندوستان کی آزادی کا دروازہ جیل خانہ ہے۔ اگر میں سزا سے بچنے کی فکر کرتا تو سارے ثبوت کو پاش پاش کردیا ہوتا اور خود اسکے نام نہاد قانون ملکی کے اصولوں کی مطابق اپنی صفائی ثابت کر دیتا۔ میں گواہان ثبوت سے جرح کرتا اور اُن کی شہادتوں کو پارہ پارہ کردیتا بلکہ کرنل گوبر سے تو جو اپنے فارم پہنے ہوئے تشریف لائے تھے اور بحیثیت سپاہی کے فرائض پر اسقدر زور دے رہے تھے) میرا بہت جی چاہا کہ تھوڑی سی جرح کرلوں۔ میرا خیال ہے کہ میں اتنا دعوے کرسکتا ہوں (باوجودیکہ مجھے وکیل سرکار یا ان کے چھوٹے سے اسسٹنٹ جیسا قابل وکیل ہونے کا دعوے نہیں ہے) مگر خود مقدمہ اسقدر کمزور ہے کہ ہم ایک دن بھی جیل میں نہ رکھے جا سکتے۔ چاہے انگلستان کے سابق چیف جسٹس المعروف بہ روفس ازاک۔ کے۔ سی۔ خود ہی اپنی گورنمنٹ کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کیوں نہ کرتے ہوتے۔ مگر باوجودیکہ میں تارک موالات ہوں اور اس حیثیت سے اپنی صفائی پیش کرتا

میرے لئے ممنوع ہے تاہم جب پہاڑ کی چوٹیوں پر بیٹھ کر والیسرائے نے ایک ایسے معاملہ کے متعلق
جو عدالت میں ہنوز زیر تجویز ہے اپنے ملفوظات بیان فرما دئے تو میرے لئے بھی صاف
صاف کہہ دینا ضرور تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ یہ مقدمہ اسلام پر حملہ یا مذہب میں مداخلت
کرنے سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ مگر ان دونوں جزوں کی مثال اس مقدمہ سے زیادہ
کوئی ہو سکتی ہے؟۔ اگر جو سر سب سے زیادہ بلند ہو اُسکو پہلے کاٹ ڈالا جائے محض اس خطا پر
کہ اسلام اور اُس کے قانون کی تائید کی گئی اور پھر جو لوگ باقی رہ جائیں اُن سے سوال
کیا جائے کہ "اب تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟ وہ سربری الفاظ میں جسکے معنی صرف یہ ہیں کہ
"اگر تمنے بھی کلمۂ حق زبان سے نکالا تو اب تمہاری باری آئیگی" اور پھر اگر وہ بھی زبان
کھولنے کی جرأت کرے تو اُسکا بھی سر اُڑا دیا جائے تا آنکہ آپکی مرضی کی مخالفت کرنیوالا
کوئی باقی نہ رہے، اس وقت آپ کہیں کہ "دیکھو ہم تمہارے مذہب میں مداخلت نہیں
کرتے" پس اگر یہی عدم مداخلت ہے تو پھر آپ اپنی آزادی پر خود ہی فخر کیجئے اور اپنے
دل کو تسکین دے لیجئے۔ مگر ساری بات یہی تو نہیں ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ جو موجودہ
والیسرائے کو دیکھیں جو گلستان اسرائیل کے سب سے بڑے سرو سر بلند ہیں، اور اس طرح
دیکھیں کہ خود انکا والیسرائے بنایا جانا برطانوی رواداری کی ایک مثال ہے سگر حضرات
میں انگلستان کے سابق چیف جسٹس اور ہندوستان کے موجودہ والیسرائے کی تقلید نہیں کرسکتا
انکا قانون انکے لئے ہے اور میرا قانون میرے لئے۔ اگر میں بغیر آپکی دل آزاری کے کہہ سکوں تو یہ کہونگا کہ
آپکی قوم کی مثال قرآن میں بار بار دی گئی ہے اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اُس قوم کی
تقلید سے بچیں اور سبق حاصل کریں۔ قرآن میں مذکور ہے کہ جب موسیٰ (اپنے خدا کی برکت و
رحمت ہو جیو) بنی اسرائیل کو مصر سے بخیر و عافیت نکال لائے اور وہ فرعون کے ظلم سے
بچ گئے تو اُن سے کہا گیا کہ اب ارض موعودہ کی طرف چلو۔ مگر انھوں نے کہا کہ وہاں تو
دیو بستے ہیں ان فیہا قوم جبارین، جب تک دیو وہاں ہیں ہم تو اُس سرزمین میں داخل نہ ہونگے

وان ندخلها حتی یخرجوا منها
فان یخرجوا منها فان داخلون
انا لن ندخلها ابدا ما داموا فیها فاذهب
انت وربک فقاتلا انا ههنا قاعدون

حضرات، یہ مثال وہ ہے جسپر آپنے ارض مقدس کے متعلق عمل کرنے کے بجائے مجھے حکم ہے کہ اس سے احتراز کروں۔ میں اس قانون کو قبول نہیں کرسکتا میں یہ نہیں کرسکتا کہ "چونکہ اس ارض مقدس پر طاقتور لوگ حکمراں ہیں، وہ دیو نہیں اس لئے (تم اور تمہارا خدا جائے اور لڑے ہم یہاں آرام کرتے ہیں) اس موقعہ پر میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس قانون اور اس مثال کے مناسب یا نامناسب ہونے پر بحث کروں جہانتک میری ذات کا تعلق ہے، قرآن میرا قانون ہے چاہے ارض مقدس پر دیو رہتے ہوں یا کوئی اور میں تو جب میرا خدا حکم دیگا آؤنگا اور آرام سے بیٹھا نہ رہونگا۔ نہ خدا سے یہ کہونگا کہ خدا تو خود جا اور دیوں سے لڑ، مجھے اگر پھانسی پر بھی چڑھا دیا جائے اس لیے کہ دفعہ ۱۲۰ الف اور ب نہیں بلکہ مجھ پر دفعہ ۱۲۱ یعنی بادشاہ کے خلاف بغاوت کا جرم آید ہے) تب بھی حضرات میں تو یہی کہونگا کہ میرا قانون یہ ہے اور یہی حق ہے، اور مجھے امید ہے کہ میری لاش بھی جب پھانسی پر لٹکی ہوگی تو وہ بھی یہی پکاریگی! اس حضرات، مجھے سزائے حبس دوام بعبور دریائے شور سے بچانیکا تو خیال بھی نہ کیجئے لیکن اگر آپ خدا رکھتے ہیں اور اگر آپ روح رکھتے ہیں جس کو عذاب سے بچانا ہے تو اپنے ضمیر کے مطابق فیصلہ دیجئے آپکو اس امر پر غور کرنا نہیں ہے کہ آپ کسی کمپنی کے ملازم ہیں ریلے برادرس کی یونانی کمپنی یا فورس فورلس اور کیمپ یا محاصل خانہ کے ملازم ہیں آپکو تو صرف یہ سوچنا ہے کہ آپ خدا کے غلام اور حکمبرداریں حضرات بس یہی ایک اہم مسئلہ ہے اپنے ضمیر کے مطابق

فیصلہ دیجئے۔ مجھے بچانیکی نہیں بلکہ خود اپنے کو (عذاب آخرت سے) بچانے کے لیئے!
جسوقت جج نے میری تقریر پر اعتراض کرتے ہوئے) کہا تھا کہ "میں اسکی اجازت نہیں دیسکتا"
اور چاہا تھا کہ میں تقریر ختم کر دوں تو میں نے ان کو جواب دیا تھا کہ "مجھے ہاتھ کے ہاتھ پھانسی پر
چڑھا کر یہیں تماشے کو ختم کیوں نہیں کر دیتے" سو وہ مسکرا کر فرماتے تھے کہ یہ معاملہ محض میرے
آپکے درمیان نہیں ہے بلکہ اور میرے اور پبلک کے درمیان بھی ہے۔ جسپر میں نے پھر کہا تھا کہ
پبلک تو اپنا فیصلہ دے چکی اس مکان کے اندر بھی اور سڑکوں پر بھی جہاں ہزار ہا
آدمی جمع ہوتے ہیں اور ہمیں عدالت میں آتے جاتے دیکھ کر نعرے لگاتے ہیں! جہاں بڈی
عورتیں باوجود بے پردگی کے باہر نکل آتی ہیں (جیسا کہ میری ماں نے اس مقدمہ کے
شروع ہوتے ہی اپنا پردہ ختم کر دیا) اور ہماری بلائیں لیتی ہیں پس حضرات میری صفائی
میرے خدا کے سامنے اور میرے ہموطنوں کے سامنے پیش ہو گی۔ ہم آج عدالت کے سامنے
قیدیوں اور ملزمین کی حیثیت سے کھڑے کئے گئے ہیں مگر جسدن خدا کی مسند عدالت کے
سامنے جج اور جوری ملزم اور ان کے شرکار وکیل سرکار اور ان کے اسسٹنٹ سب
لوگ اور خود بادشاہ کھڑے ہونگے اسوقت خدا سوال کریگا کہ "لمن الملك اليوم"!
(آجکے دن یہ ملک کسکا ہے ؟) تو آپکا جواب کیا ہوگا ؟ آپ کہیں گے کہ اے خدا

. . . .

آپ کہتے کہ "میری سلطنت جو آنیوالی ہے"۔ مگر حضرات خدا کا تسلط تو ہو چکا خدا اور اسکی سلطنت
آگئی۔ آج بھی یہاں اسوقت خدا کی سلطنت موجود ہے۔ یہ شاہ جارج کی سلطنت
نہیں ہے خدا کی سلطنت ہے اور اسی بنیاد پر آپ فیصلہ دیں اور اسی بنیاد پر مجھے عمل کرنا ہے۔ اسی لیئے تو
میں کہتا ہوں کہ میں صرف اُس حد تک شاہ جارج کے قانون کی تعمیل کرونگا جہاں تک کہ وہ
مجھے خدا کے قانون کے خلاف عمل کرنے پر مجبور نہ کریں۔ میرے دلمیں ذاتی طور پر بادشاہ
سے متعلق کوئی عناد نہیں ہے۔ مجھے جج کے ساتھ بھی عناد نہیں ہے نہ گورنمنٹ کے خلاف

حضرات ہم سب کو مفادِ عامہ کے مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کام کرنا چاہیئے نہ کہ ذاتی بغض و عناد کی بناء پر۔ ایک دفعہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے داماد عزیز اور جانشین حضرت علیؑ کو ایک یہودی پر غصہ آیا جس نے اسلام اور خدا اور عقائد اسلام کی توہین کی تھی۔ انھوں نے اسی دم اس کو زمین پر گرا دیا اور اس کے سینہ پر چڑھ گئے یہودی نے سمجھا کہ اب وہ قتل کر دیا جائیگا اور بالکل مایوس ہو کر اس نے حضرت علیؑ کے منھ پر تھوک دیا آپ نے تو دیکھا ہوگا کہ دودھ کا بھرا برتن جب آگ پر رکھا ہو، دودھ ابلتا ہو مگر جہاں پانی کا ایک چھینٹا دیا وہ ابال جاتا رہتا ہے یہودی کے تھوکنے نے بالکل وہی حالت پیدا کر دی اور کسقدر تعجب انگیز بات ہے کہ اسکی حرکت کے بعد حضرت علیؑ کا غصہ فوراً اتر گیا اور وہ اس کو چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور چل دئیے۔ یہودی کو اسقدر جرأت ہوئی کہ وہ آپکے پیچھے دوڑا اور انکا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ "یہ تو عجیب حرکت ہے جب میں نے زبان سے ایک حرف کہا تھا تو آپنے مجھے گرا دیا اور مار ڈالنے پر تیار تھے اور جب میں نے آپکے منھ پر تھوکا تو آپ لاچار ہو کر مجھے چھوڑ کر چل دئیے"! حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ "تو نے خدا کی توہین کی تھی اور میں تجھے مار ڈالتا مگر جب تو نے مجھ پر تھوکا تو مجھے خود اپنی توہین کے باعث غصہ آگیا۔ مگر مفادِ عامہ ذاتی غصہ کے ساتھ ساتھ نہیں رکھا جا سکتا۔ میں خدا کے واسطے جلاد کا کام کر سکتا ہوں مگر محض علیؑ کے لئے قتل کا مرتکب نہیں ہو سکتا"۔ حضرات ہم دونوں کے نام کا ایک فرد علیؑ کا مقدس نام ہے، اور میرے نام میں تو ایک دوسرا نام بھی شامل ہے جو علیؑ سے بھی بزرگ تر ہے میں ذاتی عناد کے باعث تو ایک مچھر کو بھی نہیں مار سکتا۔ لیکن اپنے خدا کے واسطے میں سب کو قتل کر دونگا۔ میں کسی کو جان کی امان نہ دونگا۔ میں اپنے بھائی کو ذبح کر ڈالونگا، اپنی پیاری بوڑھی ماں کو، اپنی بیوی کو اپنے بچوں کو سب کو (خدا کی راہ میں) ذبح کر ڈالونگا خدا میری مدد کرے (جسوقت مولانا نے آخری فقرات ادا فرمائے انکی آواز بھرا گئی تھی۔ آنسوؤں کے قطرے رخساروں پر ڈھلک رہے تھے، اور آخر بالکل بے اختیار ہو کر وہ بیٹھ گئے)۔

مولانا شوکت علی صاحب کی تقریر

حضرات جوری وجج!

میں خود کبھی لمبی چوڑی تقریر نہیں کرسکتا۔ اگر میں کسی مسئلہ پر گفتگو کرتا ہوں اور آپ مجھے دوران تقریر میں ٹوک دیں تو بحث کے مخصوص دلائل کا دامن میرے ہاتھ سے نکل جاتا ہے میں اپنے بھائی کی طرح تیز نہیں ہوں، اُسنے آپ دوران تقریر کوئی سوال کر بیٹھیں تو وہ اپنے سلسلۂ دلائل کو منقطع نہ ہونے دینگے، وہ اپنی بحث کے اصل نکات کو بہت کم بھول سکتے ہیں مجھے پورا یقین ہے کہ اگر آپ صبر کے ساتھ میری تقریر سُن لینگے تو آپکو کوئی شکایت کا موقع بھی نہ ملیگا۔ اگر ابتدائی سماعت میں مجسٹریٹ ذرا صبر کے ساتھ میری گفتگو سُن لیتا اور جو کچھ مجھے کہنا تھا اپنے ہی انداز خاص میں لکھنے دیتا تو اُسکو بھی یقیناً کوئی شکایت پیدا نہ ہوتی۔

میں آپکو ایک لمبی چوڑی تقریر سُننے کی زحمت دیکر نہ آپکا وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں نہ اپنا میں تو خود چاہتا ہوں کہ مقدمہ جلد ختم ہو۔ میں بہت چاہتا ہوں کہ اب بغیر مزید انتظار کے میری والدہ اور دوسرے شرکار کار یہاں سے چلے جائیں۔ اِس لیے کہ اِن سب کو بہت کام کرنا ہے۔ میں نے خود والدہ سے التجا کی تھی کہ وہ اب چلی جائیں۔ مگر اُنہوں نے فرمایا کہ مقدمہ ختم ہونیکے بعد ہی وہ بلا توقف چلی جائینگی۔ خواہ ہمکو ساتھ لیکر یا ہمیں یہاں چھوڑ کر۔ پس میرے لئے بھی اسکی گنجائش نہیں ہے کہ طویل تقریر کرکے آپکا یا اپنا وقت ضائع کروں۔ ہمکو (ہمارے شرکاء کار کو جو یہاں ہیں) اپنے ملک کے لئے بہت سا کام کرنا ہے۔

قبل اسکے کہ میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں کہوں۔ میں چند باتوں کو صاف طور پر بتا دینا چاہتا ہوں۔ میں بھی منجملہ دیگر سکرٹریان کے مرکزی خلافت کمیٹی کا ایک سکرٹری ہوں۔ اور میں نے اسکے متعلق بہت کام کیا ہے۔ لیکن مرکزی خلافت کمیٹی نے جو کچھ کام کیا ہے وہ کتنا بھی گو ... جوش کام کرنے والوں کی ایک بڑی جماعت کے مدد سے کیا گیا ہے۔ اسکو جتنے

ایک نمایاں حصّہ لیا ہے۔ مجھے مسرت ہے کہ میں نے اپنا کام انجام دیا) اور میں وکیل سرکار F.P کا مشکور ہوں کہ انہوں نے خلافت کمیٹی کے متعلق میری خدمات کا اعتراف کیا مجھے اُمید ہے کہ میں جو کچھ کہونگا اُسکو بے لوث اور سچ سمجھا جائیگا۔ میں ہر بات صاف طور پر کہنا چاہتا ہوں۔ میں آپ کی اور جج کے علم میں لانے کے لئے جو کچھ کہنا چاہتا ہوں صاف صاف کہدینا چاہتا ہوں۔

میں آپ کے لئے وہ معلومات بہم پہنچاتا ہوں جو استغاثہ بہم نہ پہنچا سکا۔ بیچارے مولانا نثار احمد صاحب جو ابھی متھرا جیل سے آئے ہیں جہاں وہ دفعہ ۱۲۴۔الف کی تحت میں ۹ ماہ کی سزا کاٹ رہے ہیں۔ اور ابھی بحالت اسیری ہیں، گو کاک سے راستہ بھر ہمارے ساتھ آئے تھے۔ بمبئی سے روانہ ہونیکے بعد انکو ریل ہی میں بخار آگیا تھا جب میں اور میرے بھائی اور ڈاکٹر کچلو کنیا پاٹ شالا میں مقیم تھے تو وہ بھی ہمارے ساتھ وہیں تھے۔ تازہ معلومات میں آپکو پہنچاتا ہوں بیچارے نثار احمد صاحب بیماری میں مبتلا تھے۔ وہ مرکزی کمیٹی کے ممبر بھی نہ تھے، انہوں نے سبجکٹ کمیٹی میں بھی کوئی حصّہ نہیں لیا۔ وہ اِس کمیٹی کے ممبر ہی منتخب نہ ہوے تھے۔ چونکہ وہ ایک مشہور اور بہت اچھے واعظ ہیں اس لئے کانفرنس میں اُن سے تقریر کرنے کی خواہش کی گئی۔ انہوں نے قرآن اور حدیث کے علاوہ کچھ بھی نہیں کہا۔ انکی تقریر کے لوگ شائق تھے مگر وہ بہت ہی مختصر بولے۔

مولانا حسین احمد صاحب، پیر غلام مجدد صاحب اور ڈاکٹر کچلو نے کہا تھا اور آپ سب سُن چکے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی عالم کے پاس احکام شریعت معلوم کرنے کے لئے جائے تو بحیثیت ایک ماہر قانون مذہبی کے اسکا لازمی فرض یہ ہوگا کہ وہ اُس مسلمان کو صاف اور صحیح جواب دے۔ اِسی حیثیت سے مولانا نثار احمد صاحب سے تقریر کرنے کی خواہش کی گئی تھی۔ ایک مسلمان کے لئے یہ موقعہ (جیسا انہوں نے تقریر فرمائی تھی) بہت ہی سادہ اور صاف ہے۔ اسپر کچھ دیر سوچنے اور غور کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ چونکہ مولانا کو بخار تھا اس لئے

انہوں نے بہت مختصر تقریر کی - اس واقعہ کے بیان کرنے کا اثر مقدمہ پر کیا اثر ہوگا
مجھے اسکی پرواہ نہیں، کسی سچے مسلمان کو بھی پرواہ نہیں ہوسکتی، کوئی مسلمان اس فکر میں
اپنا دماغ پریشان نہ کریگا کہ اگر وہ بات کہی جائے جس کو وہ کلمۂ حق سمجھتا ہے تو نتیجہ کیا ہوگا۔ ایک بات
اور کہنا چاہتا ہوں وہ شری شنکر اچاریا کے متعلق ہے - کراچی کے احباب خواہشمند تھے کہ
وہ بھی ہمارے ساتھ آئیں، اس لئے وہ خلافت کمیٹی کے مدعو کرنے پر مسٹر ناٹڈو وغیرہ کی طرح
ہمارے ساتھ جلسہ میں شریک ہونے کے لئے آئے تھے - میں اس موقعہ پر شکریہ کے ساتھ
اپنے ہندو بھائیوں کی اُس ہمدردی اور تائید کا اعتراف کرتا ہوں جو خلافت کے معاملہ میں
انسے ہمکو حاصل ہوئی ہے - ہندو بھائیوں کی ایک بڑی تعداد ایسی ہے جو قومی خدام کی
حیثیت سے بلکہ عہدہ داروں کی حیثیت سے بھی ہمارے کام میں مدد کررہی ہے - کوئی
شہر ایسا نہیں ہے جہاں خلافت کمیٹی نہ ہو - اور جہاں ہمارے ساتھ بہت سے ہندو بھائی
کام کرنے والے نہ ہوں - میں نے تمام ہندوستان میں سفر کیا ہے اور میں آپکو بتانا چاہتا
ہوں کہ تمام مقامات پر ہندو ہمارے ساتھ کام کررہے ہیں بلکہ اکثر مقامات پر جہاں مسلمان
کمزور ہیں ہمارے ہندو بھائی خلافت کمیٹی کے ممبر ہیں اکثر پریسیڈنٹ اور سیکرٹری بنکر کام انجام
دے رہے ہیں - پس شری شنکر اچاریا بھی ہندو دھرم کی طرف سے خلافت کے ساتھ مذہبی تائید
اور ہمدردی ظاہر کرنے تشریف لائے تھے - اور میں پھر آپ سے کہدوں کہ مہاتما گاندھی ہمارے
جلیل القدر سردار بھی اسی طرح آتے ہیں اور ہماری تائید کرتے ہیں - ہم (اراکین خلافت کمیٹی)
اپنا معمولی کام خود انجام دیتے ہیں - ہم خود اپنے رزولیوشنوں کا مسودہ تیار کرتے ہیں
ہم اس میں بحث و مباحثہ کرتے ہیں سبجکٹ کمیٹیوں میں جھگڑتے ہیں مگر جب ہم چاہتے ہیں کہ
مہاتما گاندھی سے تقریر کرائیں تو اکثر ہم انکو بلالیتے ہیں - انکی تقریر عموماً کسی خاص رزولیوشن پر
نہیں ہوتی بلکہ اس قسم کی تقریریں ایسے عام الفاظ میں ہوتی ہیں جن سے خلافت کے متعلق
انکی ہمدردی ثابت ہوتی ہو - بالکل اسی طرح شری شنکر اچاریا بھی تشریف لائے اور انہوں نے

تحریکی۔ میرا یہ بیان آپ کے خیال میں جو وزن بھی رکھتا ہو مگر یہ کلمۂ حق ہے جسکا آپ کے سامنے پیش کردینا میں نے اپنا فرض سمجھا۔

جہانتک میری ذات کا تعلق ہے میں اپنی صفائی میں کوئی تقریر نہیں کرنا چاہتا سوائے اسکے کہ دو باتیں آپ سے صاف صاف کہدوں جو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے کہدینی چاہئیں۔ میرے بھائی کی زبان سے آپ جو کچھ سن چکے ہیں اسکے بعد اور خصوصاً اس بلند مرتبہ عالم دین کے بیان کے بعد (اور میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اس ایک بیان پر سب سے زیادہ غور کریں اور اسکو سب سے زیادہ غور کریں اور اسکو سب سے زیادہ احترام اور توجہ کے ساتھ دیکھیں جو مولانا حسین احمد صاحب کا بیان ہے) اور نیز ڈاکٹر کچلو اور شری شنکراچاریہ کے بیان کے بعد جسکو آپ سن چکے ہیں میرے لئے ذخیرہ میں کچھ باقی نہیں رہا (قہقہہ) مگر میں آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں (جسکو آپ بھی سننا پسند کرینگے) کہ ہم سب یہ کام کیوں کر رہے ہیں؟ جب وکیل سرکار اپنی تقریر میں سازش کا وجود ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے تو جج نے ضمناً ان سے یہ سوال کیا تھا کہ "کیا تم ایسا نہیں سمجھتے کہ کراچی میں یہ رزولیوشن گورنمنٹ کو متوجہ کرنے کی غرض سے پاس کیا گیا تھا تاکہ وہ مسلمانوں کے جذبات کا اندازہ کرسکے؟"

میں تو اپنی نسبت اور مہاتما گاندھی کی نسبت جنکے ساتھ میں رہتا تھا (اور ہم دونوں بالکل بھائیوں کی طرح رہتے تھے) جوری اور عدالت سے یہ کہنا چاہتا ہوں تاکہ وہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ ہم نے، مہاتما گاندھی نے، مرکزی خلافت کمیٹی نے، تمام دوسرے کام والوں نے، ہمارے ہمدردوں اور دوستوں نے، انتہا پسندوں اور اعتدال پسندوں نے سب نے گورنمنٹ کو یہ سمجھانیکی ہر امکانی کوشش کرلی کہ یہ سوال بہت ہی اہم سوال ہے۔ حکومت کی خاطر آپ اسکو اچھی طرح سمجھ لیں۔

حضرات! یقین کیجیے کہ اس حکومت کو صورت حالات کی نزاکت سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ ہم نے حکومت سے کہا کہ مسلمانوں کے مطالبات کو منظور کرلو خواہ

مظالم کا سدِّباب کردو، اور سوراج دیدو- پھر مسلمان، ہندو، اور ہر شخص تمہارے ساتھ ملکر کام کرنے اور اشتراک عمل پر کلیتاً آمادہ ہوگا-

کرنل وجوڈ، جو خود ایک عیسائی اور انگریز ہیں، اِس مسئلہ کو سمجھنے کیلئے ہندوستان آئے تھے- میں نے اپنے بھائی سے اور دوسرے احباب سے سُنا تھا کہ انگلستان میں کرنل وجوڈ نے مسئلۂ خلافت میں پارلیمنٹ کے اندر اور باہر بھی بہت مدد کی ہے- بمبئی میں خلافت کمیٹی نے اِنکا خیر مقدم کرنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا اور کرنل وجوڈ اِس جلسہ میں آئے- ہم نے اِنکی کوششوں کا شکریہ ادا کیا- ایک رزولیوشن بھی پیش ہوا اور میں نے اسکو پیش کیا- میں نے انکی موجودگی میں تقریر کی- میں نے اُنسے صاف صاف کہا کہ آج انگلستان سے میرا دل جل رہا ہے اور جب تک انگلستان اسلام کے مقامات مقدسہ کو چھوڑ نہ دیگا، جب تک برطانوی حکومت خلافت کے متعلق اپنی نا انصافیوں کی تلافی نکریگی، جب تک پنجاب کے مظالم کا مداوا نہ ہوگا، جب تک کہ ہمکو سوراج نہ ملیگا، جب تک یہ سب نہ ہوجائیگا میں اپنا شمار دشمنان انگلستان میں کرونگا- میں ہر اُس شخص سے نفرت کرونگا جو میرے خدا کا دشمن ہو، جو میرے ایمان اور میرے ملک کا دشمن ہو، اور اپنے مغصوبہ حقوق کو بہر حال کرنے کے لئے جو کچھ مجھ سے ہوسکیگا کرونگا- میں نے کرنل وجوڈ سے یہ بھی کہا کہ ہر اُس شخص کی طرف (خواہ وہ انگریز ہو، یہودی ہو، پارسی ہو، کوئی ہو) جو آگے بڑھکر خلافت و پنجاب کے متعلق مجھے پوری طمانیت حاصل کرنے اور سوراج لینے میں مدد دیگا اُسکی طرف میں ایک دوست اور یگانہ کی حیثیت سے اپنا ہاتھ بڑھاؤنگا- جب میں نے اِسطرح ہاتھ بڑھایا تو کرنل وجوڈ معاً اپنی کرسی سے اُٹھے اور انہوں نے میرے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تب میں نے اُردو میں تقریر کی اور حاضرین کو مخاطب کرکے کہا کہ میں جو انسے ہاتھ ملا رہا ہوں تو مجھے الزام نہ دیجو- میں نے اِس لئے ہاتھ ملایا ہے کہ انہوں نے ہمارے خلافت کے کام میں مدد کی ہے- یہ مسئلۂ خلافت کو بلا رد و رعایت و بلا تعصب سمجھنے کے لئے

یہاں آئے ہیں۔ اور جو کچھ ان سے ہو سکیگا یہ کرینگے۔ اور اس لئے مسلمانان بمبئی نہیں بلکہ تمام مسلمانان ہندوستان کی جانب سے میں برادرانہ اور دوستانہ انکی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوں۔ یہ سنکر حاضرین نے کہا کہ آپ بیشک ہاتھ بڑھائیے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ جو کوئی ہماری مدد کریگا، جو کوئی ناانصافیوں اور مظالم کی تلافی کرانے میں اور انکے متعلق طمانیت حاصل کرنے میں مدد دیگا، خواہ جج ہی کیوں نہ ہو، جوری ہو، وکیل سرکار ہو، یا ویسرائے ہو، جو کوئی بھی ہو، ہم اُسکی طرف اخوت اور یگانگت کا ہاتھ بڑھائینگے۔ ہم نے تمام کوششیں کیں، مسلسل کرتے رہے ہیں تاکہ اپنے مقصود کو مبنی برحق ثابت کریں، اور اپنے حقوق کو پھر حاصل کریں۔ جب ہم دونوں بھائی بیتول کے جیلخانہ میں تھے تو اسوقت تک کوئی ایسی کمیٹی نہ تھی جسکو فی الواقع خلافت کمیٹی کہا جاسکتا۔ نہ اِس کام کے لئے کوئی مالی سرمایہ تھا، نہ کوئی نظام عمل تھا۔ اُسوقت ڈاکٹر کچلو بھی جیل میں تھے، میرے بھائی بھی جیل میں تھے۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کو ہم بیتول جیل سے براہِ راست امرتسر آکر کانفرنس میں شریک ہوئے۔ وہاں ایک خلافت کانفرنس بھی منعقد ہوئی تھی۔ مجھ سے اِس کانفرنس کے صدر ہونے کی خواہش کی گئی اسوقت تک بھی ہمیں نہ انقلاب پیدا کرنے کا خیال تھا، نہ بغاوت کرنے کا ارادہ تھا۔ میں نے اُس موقع پر نہ یہ کہا کہ ہم سب باغی ہیں، نہ یہ کہا کہ ہم کسی بادشاہ کی بادشاہت نہیں مانتے، نہ یہ کہ بادشاہ کی وفاداری ہم پر فرض نہیں ہے۔ نہ اُسوقت میں نے یہ کہا کہ میں ہندوستان میں بالکل آزاد ہوں اور ہندوستان میرا ملک ہے۔ اور صرف خدا ہی میرا بادشاہ ہے۔ نہ میں نے یہ کہا کہ ہمیں تمہاری پولیس، اور فوج، اور بیڑے سے سروکار نہیں، نہ یہ کہ ہمیں تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں، اُسوقت تک میں اپنا شمار بادشاہ کی رعایا میں کرتا تھا۔ حضرات! اُسی خلافت کانفرنس میں ایک رزولیوشن منظور ہوا تھا جسکا منشا یہ تھا کہ ویسرائے کی خدمت میں ایک وفد جائے، اور تمام

معاملہ کو اُنکے سامنے پیش کرے - اور یہ کہ معاملہ صاف طور پر مگر اعتدال اور نرمی کے ساتھ پیش کیا جائے - ایک دوسرا رزولیوشن یہ تھا کہ ایک وفد انگلستان بھی بھیجا جائے جو بادشاہ، پارلیمنٹ، اور اہل انگلستان کے سامنے سارے معاملہ کو پیش کرے بحیثیت صدر انجمن کے اِن وفود کے متعلق تمام انتظام میرے سپرد کیا گیا تھا - حکومت بلا توقف وفد سے ملاقات کرنے پر رضامند ہوگئی - اور چنانچہ ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء منتخب اور چیدہ مسلمانوں اور علماء اور چیدہ ہندو اصحاب، اور مہاتما گاندھی جو گیلری میں تھے، سب لیسرائے کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور ہمارے مطالبات صاف طور پر اُنکے سامنے پیش کیے گئے وئسرائے نے ایک تقریر کی - ذاتی طور پر وہ ہم سے ہمدردی رکھتے تھے اور اُنہوں نے یہ بھی محسوس کیا کہ اس باب میں اسلامی جذبات سچے ہیں - فروری میں انہوں نے وفد کے سفر کا انتظام کر دیا - میرے بھائی، مولانا سلیمان ندوی، مسٹر سید حسین اور مسٹر حیات یہ سب اس وفد کے ارکین تھے - وفد روانہ ہوگیا - اور ہم مہینوں تک اس انتظار میں رہے کہ وہ کیا اطلاع دے - ہم اُنکے تار کا نہایت شوق کے ساتھ انتظار کرتے رہے - اسی دوران میں ہم اپنے ہمعصروں اور ہموطنوں تک اس پیام کو پہنچانے کی پوری کوشش کرتے رہے وئسرائے کے سامنے ہمنے معاملہ پیش کر دیا کہ وہ اور اہل انگلستان ہماری شکایتوں کو پوری طرح محسوس کرلیں - اور اُنکو معلوم ہو جائے کہ یہ ایک خاص مذہبی معاملہ ہے، ایک ایسا معاملہ ہے جسکا تعلق ضمیر اور ایمان سے ہے - اِس تمام کارروائی کا مقصد دھمکانا نہ تھا جیسا کہ اکثر اشارتاً کہا جاتا ہے - ہم اب دھمکیاں دینا نہیں چاہتے بلکہ عزم مصمم کر چکے ہیں کہ معاملہ کو معاملہ کی طرح طے کرا کے چھوڑینگے اور اُسوقت بھی ہمارا یہی خیال تھا - ہماری خواہش یہ تھی کہ انگلستان کو معلوم ہو جائے کہ ہم مسئلہ خلافت کے متعلق کیا محسوسات رکھتے ہیں اور ہمارے یہ محسوسات کسقدر قوی ہیں - لوگ حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ اِن دونوں بھائیوں کو کیا ہوگیا ؟ میں آپسے کہتا ہوں کہ بہت سے انگریز بھی ہمارے ذاتی دوست ہیں

میں ۱۷ برس تک سرکاری ملازم رہا۔ میرے بھائی نے انگلستان میں تعلیم پائی اور ۹ برس اکسفورڈ میں رہے۔ میں اپنے زمانہ کے بہترین کرکٹ کھیلنے والوں میں تھا۔ میں بہت اچھا تیراک تھا، ورزشوں میں ماہر تھا، حلقۂ احباب میں میں ہر دلعزیز تھا، اسکے متعلق مسٹر لسٹن آپکو بہت کچھ بتا سکتے ہیں میری ان کی ملاقات بنارس میں ہوئی تھی۔ اُسوقت بھی میں سرکاری ملازمت میں تھا۔ میں نے یہ ساری داستان اس لئے بیان کی کہ آپکو یہ معلوم ہو جائے کہ ہم فطرتاً انقلاب پسند نہ تھے۔ نہ ہم کسی باغی یا انقلاب پسند خاندان میں پیدا ہوئے۔ میں پاگل نہیں ہو گیا ہوں نہ مجھے پاگل کتے نے کاٹا ہے (قہقہہ) بلکہ یہ واقعات ہی ایسے پیش آئے ہیں جنہوں نے ہمکو بیچین کر دیا ہے ہم ہی تھے کہ ایک زمانہ میں یکسر بے فکرے تھے۔ ہم ہی تھے کہ اچھے اچھے کپڑے پہنا کرتے تھے، عیش وعشرت میں ہمنے پرورش پائی۔ مگر وہ دن گذر گئے۔ آپ کے وہم وخیال میں بھی نہ آئیگا کہ کسی زمانہ میں میرا بھائی، محمد علی کسقدر بانکا اور جامہ زیب تھا، اور کس طرح ہزار ہا روپیہ محض لباس پر صرف کرتا تھا مگر اب کچھ اور ہی حال ہے"

خیر، بات اصل یہ ہے کہ ہم سے جو کچھ ہو سکا ہم نے ہندوستان میں کیا۔ ہم نے انگلستان سے بھی اپیل کی، برطانوی وزراء سے بھی عرض حال کیا۔ حکومت ہند نے ہمارے ساتھ ہمدردی ظاہر کی۔ گورنر بمبئی نے مسلمانوں کی خدمات کو محسوس کیا۔ میں نے سنا ہی کہ گورنر بمبئی نے تو یہ بھی کہا کہ میرا دل مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی رکھتا ہے، مگر یہ معاملہ ہمارے اختیار سے باہر ہے، انگلستان جاؤ، پس ہمارا وفد انگلستان گیا۔ اراکین وفد وہاں ہر جگہ پھرے۔ انہوں نے مسٹر مانٹیگو سے ملاقات کی، وزیر اعظم سے ملاقات کی۔ ممبران پارلیمنٹ سے ملے۔ انگلستان، اسکاٹلینڈ کے بہت سے حلقوں میں تقریریں کیں پھر فرانس گئے۔ غرض انہوں نے ہر دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ پھر انتظار کیا کہ شاید کچھ تسلی حاصل ہو، اُمید کی کوئی شعاع پیدا ہو۔ ادھر ہندوستان میں ہم و نیز کچھ

انتظار کر رہے تھے میرے بھائی نے ہفتوں اور مہینوں کوئی پیام نہ بھیجا آخر ایک پیام آیا جس سے ہمیں معلوم ہوا کہ فرانس ٹرکی سے معقولیت کے ساتھ صلح کرنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کے مذہبی مطالبات کو بھی پورا کرنے پر رضامند ہے۔ اور اٹلی نے بھی ٹرکی سے مصالحت کر لی ہے۔ مگر صرف ہماری حکومت یعنی برطانوی حکومت مصالحت پر رضامند نہیں جس وقت جنگ شروع ہوئی تھی تو ۵ نومبر ۱۹۱۴ء کو لارڈ ہارڈنگ نے بادشاہ کی جانب سے ایک کھلا ہوا وعدہ اور صریح عہد کیا تھا کہ اسلامی مقامات مقدسہ حملہ آور مداخلت سے محفوظ رہینگے۔ اس وعدہ کے اعلان سے پہلے زار روس سے بھی مشورہ کیا گیا تھا اور تمام اتحادی اس عہد و اعلان پر متفق تھے مجھے اس زمانہ کی تفصیلی باتیں یاد نہیں۔ چلتا ہوا اور ذہین ایک ہی بھائی سارے خاندان میں کافی ہے (اشارہ بجانب مولانا محمد علی) (قہقہہ) بہر حال میں بھی جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ سب سچ ہی ہیں کوئی بات چھپانا نہیں چاہتا۔ اس لئے کہ ہم لوگ تو ہر بات کو صاف اور بے لوث کہہ دینے والے ہیں۔ ہمارا جو کچھ خیال ہوگا ہم تو آپکے منہ پر صاف کہینگے اور انشاءاللہ مجھے اب بھی امید ہے گو یہ امید بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ معاملات اتنے خراب نہ رہینگے جتنے کہ اسوقت ہیں۔ ہمیں تو یہی امید ہے۔

آخر ہمکو معلوم ہوا اور ہمارے وفد نے ہمیں بتایا کہ انگلستان سے دادرسی نہیں ہو سکتی اور ہمیں کچھ نہیں مل سکتا۔ ہم بھی اس عرصہ میں بیکار نہ رہے تھے جب ہمیں معلوم ہوا کہ انگلستان کا عہد و میثاق کوئی وزن نہیں رکھتا تو ہم نے کرامول کے مقولہ پر عمل کیا یعنی "خدا پر بھروسہ رکھو مگر بارود بھی سیلنے نہ پائے" ہم نے یہ ہندوستان کے ہر گھر میں پہنچا دیا ہم نے مسلمانوں اور ہندوستانیوں کو بیدار کر کے کام کرنے پر جو کچھ ہمارے اختیار میں ہو سکا آمادہ کر دیا ہمکو معلوم ہو گیا کہ یہ حکومت ہماری معروضات التجاؤں اور عرضداشتوں کا کسی طرح توجہ نہ کرے گی۔ آخر ہم نے کامل غور و خوض اور اچھی طرح اپنے دلوں کو ٹٹولنے کے بعد ایک فیصلہ کر لیا۔ اور اگر مسٹر [illegible] نے جس کو میں حالانکہ میں مسلمان ہوں مگر

ساتھ اپنا سفر جاری رکھتا ہوں جو محض بڑا اور نیک آدمی نہیں ہے بلکہ معاملہ فہم اور بہت اعلیٰ بنیادی ہے
اور جو دو شوقہ دل میں سوچ سمجھ لیتا ہے تب کوئی بات زبان پر لاتا ہے) صورت حالات پر غور
کیا اور بار بار غور کیا اور بالآخر ہم نے کہدیا کہ اب اسکا کوئی موقعہ نظر نہیں آتا کہ اس حکومت
کو اسکی نا انصافیوں سے روشناس یا تلافی کرنے پر آمادہ کیا جاسکے اب صرف یہی طریقہ ہے
کہ اس کے راستہ میں دشواریاں پیدا کی جائیں اور اسطرح پر اُن ذرائع سے یہ مقصد
حاصل کیا جائے کہ آخر وہ ہماری بات سننے پر مجبور ہو جائے۔ اس طرح ہم نے پرامن
عدم اشتراک عمل کی تحریک کو شروع کیا اور اس پیام کو سارے ہندوستان میں
پہنچا دیا میں نے ہزاروں میل اور تمام ہندوستان میں سفر کیا ہے میں اس پیام کو ہزارہا
اہل وطن اور ہموطن خواتین تک پہنچا چکا ہوں جو اپنا کام کر رہے ہیں اور اس پیغام کو
ہر گھر اور ہر مرد عورت بچے بوڑھے تک پہنچا رہے ہیں کتنے ہزار میل مہاتما گاندھی نے
سفر کیا کتنے ہزار میل میں نے سفر کیا اور اسوقت ہمارے کتنے ہزار ہمقوم ہندو، اور مسلمان
خلافت اور سوراج کے لئے کام کر رہے ہیں حضرات! ہم خود جانتے ہیں اور گورنمنٹ بھی
سب حالات سے خوب واقف ہے ہمیں اسکی پرواہ نہیں کہ اینگلو انڈین اخبارات
ہماری نسبت کیا لکھتے ہیں۔ یا ہماری اعتدال پسند بھائی کیا کہتے ہیں۔ ہمارا سردار
(مہاتما گاندھی) بہت ہی ٹھنڈے دل سے کام کرنیوالا آدمی ہے، وہی ایک شخص ہے
جو کبھی مشتعل نہیں ہوتا۔ وہ خاموش مگر اپنی تدبیروں پر حاوی ہے وہ بہت محتاط ہے
مگر جو کام کرتا ہے اسکو خوب سمجھتا ہے اور وہ کام کرنا بھی خوب جانتا ہے۔ اور حضرات!
میں یہ بھی آپ سے کہدوں۔ یہ شاید مہاتما گاندھی کا ایک راز ہے جس کو میں فاش کرتا ہوں
کہ ہم اپنے دل کی گہرائی میں وہ شاید اب بھی انگلستان پر اتنا بھروسہ رکھتے ہیں کہ اگر اس
نے ہماری مبنی برحق تحریک کو اچھی طرح محسوس کر لیا تو وہ اب بھی ممکن ہے معافی
مانگ لے اور تلافی کر دے اور خلافت اور پنجاب کے متعلق ہمارے مطالبات کو

ازروئے انصاف سمجھکر ان کو پورا کرتے ہیں ۔ میں نے مہاتما گاندھی کی طبیعت کا اندازہ کیا
ہے ۔ وہ ابھی اپنے دل کے اندر یقین رکھتے ہیں کہ ہر انگریز مرد اور عورت ویسی نہیں ہو
جیسے کہ اینگلو انڈین اخبارات کے طرز عمل سے ظاہر ہوتی ہے ، وہ اب بھی یہ سمجھتے
ہیں کہ برطانوی حکومت اپنی غلطیوں پر متنبہ ہوگی ۔ اور مسلمانوں کو اطمینان بخشیگی ۔ اور
خلافت و پنجاب کے سوالات کے متعلق تلافی کرے گی ۔ اور جس چیز کی ضرورت ہے ہمکو
دیگی ۔ اگر ایسا ہو تو "چشم ما روشن دلِ ما شاد"

حضرات ! ایک مشہور فارسی ضرب المثل ہے کہ "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو"

حضرات ! میں نے آپ سے ابھی کہا ہے کہ میں انصاف اور سچائی کے ساتھ عمل
کرنا پسند کرتا ہوں میں صاف گو آدمی ہوں ۔ اور میں اپنے بھائی کی طبیعت سے بھی
بخوبی واقف ہوں ، وہ بہت کمسن تھا ۔ اسوقت سے میں نے علیگڈھ میں اسکی پرورش
کی ہے میں نے اس کو تعلیم دی ۔ اکسفورڈ بھیجا ۔ میں علیگڈھ میں اکثر اسکے جیب خرچ کو
ہضم کر جاتا تھا ۔ اور جب وہ کبھی اسکے متعلق مجھسے کوئی سوال کرتا تھا تو پیٹتا تھا پہلے
میں یک دوست کی حیثیت سے اسکے ساتھ چلتا تھا اب بحیثیت ایک لیڈر اس کے
قدم بقدم چلتا ہوں ۔ اسکی طبیعت میں ایک کمزوری ہے جسکے متعلق میں اکثر اوسکو
چھیڑا کرتا ہوں ۔ ایک نہیں دو کمزوریاں ہیں ، اول یہ کہ جو چار برس اکسفورڈ میں گذارے
ان کو وہ بھولا نہیں ہے ابتک انگلستان سے تھوڑا سا تعلق خاطر باقی ہے دوسرے
یہ کہ وہ فطرتاً آئین پرست ہے اگر ہندوستان بھر میں کوئی شخص آئین پرست ہے تو وہ
محمد علی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس نے جج اور جوری کو اسقدر پریشان کیا ۔ مگر حالات
بدل گئے ہیں ، ابتو ہم جو کچھ کر رہے ہیں اسکے کرنے پر مجبور کئے گئے ہیں ۔ سوائے اسکے چارہ
نہیں آپ میرے مذہب و ایمان سے واقف ہیں کہ کیا ہے ۔ آپ نے میرے بھائی
کی تقریریں ، ڈاکٹر کچلو کی تقریریں ، مولانا حسین احمد صاحب کی تقریریں ۔ ان سب کی

یہی کہا کہ ایک نیک مقصد کے لئے ہم سب کو کام کرنا اور دوسروں کو کام کرنے پر آمادہ کرنا ضروری ہے بحیثیت ایک مسلمان کے یہ میرا ایمان ہے خدا اور حق کے لئے مرنا میری نظر میں ثواب ہے اسی طرح ایک نیک مقصد کے لئے مارنا بھی ثواب ہے میں اس خبر سے خوف زدہ نہیں ہوں۔

ہم نے ہر بات پر اچھی طرح غور کرلیا ہے اب بھی ہم حکومت کو ہر امکانی موقعہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ گذشتہ ستمبر ۱۹۲۰ء میں بمقام کلکتہ جب کانگریس کا اجلاس خاص منعقد ہوا تھا تو وہاں مہاتما گاندھی اور ہم سب نے کہدیا کہ ایک سال کے اندر ہم سوراج حاصل کرلینگے۔ اور اب پرامن عدم اشتراک عمل شروع کرتے ہیں۔ اس موقع پر کانگریس نے خلافت کے متعلق بھی ہمارے دستور العمل کو اختیار کرلیا تھا ۳۰ ستمبر کو وہ مقررہ میعاد ختم ہو گی لیکن کانگریس کے فیصلے کے مطابق ہم نے اس میعاد کو ۳۱ دسمبر ۱۹۲۱ء تک بڑھایا ہے تاکہ اس عرصہ میں ہم اس حکومت کو اپنے فرض کے پہچاننے اور ایفائے عہد پر مجبور کرنے کے لئے ہم جو کچھ بھی ہمارے اختیار میں ہو کرلیں۔

جناب والا! شاید آپ کو یہ خیال ہو کہ ہم آپ کے ساتھ کج خلاقی روا رکھتے ہیں یا آپ کی ذاتی طور پر کوئی توہین کرنا چاہتے ہیں، نہیں، ذاتی طور پر میں اپنے کو بیحد ناچیز سمجھتا ہوں۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی خدمت میں ایک منصفانہ اور معقول شرط پیش کروں، وہ یہ ہے کہ اگر آج آپ چاہیں کہ ہم، میرا بھائی یا مہاتما گاندھی آپ کے سامنے ذاتی طور پر اپنی عاجزی کا اظہار کریں اگر آپ بغیر کسی اظہار زبردستی یا بغیر کسی دھمکی کے ہم سے خواہش کریں کہ ہم، یا میں۔ باوجود اپنے گراں وزن کے پیٹ کے چلوں۔ میں بخوشی ایسا کرونگا۔ میں اپنی ناک سے زمین پر نظم بھی لکھدونگا۔ میں اپنے جسم اور چہرہ پر چونہ کی قلعی بھی کرلونگا میں یہ سب بخوشی کرلونگا۔ مگر صرف اس وعدہ پر کہ آپ میرے مطالبات کے متعلق مجھے مطمئن کردینگے اپنا تو یہ حال ہے یقین کیجئے کہ

جب میں دن میں پانچ دفعہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور اپنا منہ کعبہ (مکہ) کی طرف پھیرتا ہوں، تو ہمیشہ نہیں مگر کبھی کبھی جب کہ انوار الٰہی کا عکس مجھ پر پڑتا ہے تو میرا دل مجھ سے کہتا ہے کہ "او بزدل تیرا قبلہ تیرا نہیں ہے، وہ تو ایسے لوگوں کے ہاتھ میں ہے جو تجھے واپس دینے والے نہیں، جو محافظ مقرر کیا گیا ہے وہ اسکو صاف بھی نہیں رکھ سکتا نہ اوسمیں روشنی کر سکتا ہے۔ تو ڈوب مر"

(لاریب) یہ صحیح ہے کہ قانون قرآنی کا حکم یہ ہے کہ کوئی غیر مسلم جزیرۃ العرب کے مقامات مقدسہ کے کسی حصہ پر کسی قسم کا اثر نہیں رکھ سکتا میرا یقین کیجئے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں واقعات کی بنا پر کہہ رہا ہوں اگر اس بات میں آپ مجھے مطمئن کر دیں تو آپ جو کہیں میں کرنے کو تیار ہوں پھر آپ چاہے مجھے پھانسی دیدیں عمر بھر کے لئے جلا وطن کر دیں جو چاہیں کریں مجھے ذرا اعتراض نہ ہوگا۔ میں تو اسوقت آپ کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکنے کو تیار ہوں۔ اگر آپ (جج) اس مثل کو اٹھا کر پھینک دیں اور کل ہی شملہ جا کر وائسرائے سے یہ کہیں کہ یہ لوگ بدمعاش نہیں ہیں یہ کہ آپ کو ہماری سچائی کا یقین ہے اور اس لئے آپ تعزیرات کی کسی دفعہ کے تحت میں ہمکو محض اس لئے سزا نہیں دے سکتے کہ ہم قانون اسلامی کے پابند ہیں۔ اور آپ وائسرائے سے یہ بھی کہدیں کہ ان لوگوں کے مطالبات کو منظور کیجئے قصہ مختصر آخر ہمارا جرم کیا ہے؟ ہم کسی شخص کے گھر میں نہیں گھسے ہم انگلستان کا کوئی جزو اپنے قبضہ میں لانا نہیں چاہتے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ہمارے جج کو پھانسی پر چڑھا دیا جائے اور میں جا کر ان کی کرسی پر بیٹھ جاؤں (قہقہہ) میں تو کسی کو بھی نقصان پہنچانا نہیں چاہتا میں تو صرف یہ کہتا ہوں کہ میرا جو کچھ ہے وہ مجھے دیدو تمہیں اس سے کوئی تعلق خاطر نہیں، وہ ایک ریگستان ہے اسمیں کوئی پیداوار بھی نہیں ہوتی اس ملک میں کیا رکھا ہے، وہ ایسا بھی نہیں کہ کسی کا وہاں جانے کو جی چاہے آب ہوا ایسی گرم ہے کہ اہل یورپ اس کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مگر اس بنجر زمین میں میرے

رسول اور اون کے صحابہ کرام ننگے پاؤن چلا کرتے تھے۔ اگر میری صحت ایسی ہوتی اور مجھ میں طاقت ہوتی تو میں ہر قدم پر جھکتا اور اس پاک زمین کے ہر انچہ پر بوسہ دیتا تاکہ کہیں اوس خاک کا ایک ذرہ بھی میرے بوسے کے نیچے آجائے جس نے رسول مقبول صلعم کے پائے مبارک کو مس کیا ہو۔

آج ہم پر امن طریقہ سے کام کرنیوالوں میں ہیں، ہمارے پاس کام کرنیوالوں کی ایک فوج ہے۔ اگر جیل میں ہون تو میری مان کام کر رہی ہے اور اگر میرے بھائی جیل میں ہیں تو ان کی بیوی (خواہ وہ ایسی تیز نہ ہون جیسے ان کے شوہر ہیں) کام کر رہی ہیں ہزاروں خواتین اپنا نقاب اتار کر باہر آگئی ہیں ہزار ہا نئے کام والے میدان میں آگئے ہیں۔ وہ سب ہمارے لئے دعا کر رہے ہیں میں جب اس ہال میں داخل ہوا تھا تو میں نے دیکھا کہ جوان اور بوڑھی عورتیں ہمیں دعا میں دے رہی تھیں۔ اپنے سر سے آسمان کی طرف اشارہ کرتی تھیں۔ انمیں سے ہر ایک مجھ سے کہتی کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ بچے، نوجوان، بوڑھے سب ہمارے ساتھ ہیں میں نے کراچی سے آسام تک سفر کیا ہے میں تمام ہندوستان میں سفر کر چکا ہون میں آپ سے کہتا ہون کہ میں نے ہر جگہ یہی حالت دیکھی ہے یعنی جذبات بہت قوی ہیں۔

حضرات! ملابار کے واقعات کے متعلق آپ بہت کچھ سن چکے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ماہ جولائی میں میرے بھائی نے جو تقریر کراچی میں کی تھی۔ (عدالت نے قطع کلام کیا)

عدالت "میں آپ کو موپلا کے متعلق کچھ کہنے کی اجازت نہ دونگا۔"

مولانا شوکت علی "میں موپلا کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتا میں جو کچھ کہنا چاہتا ہون اُسے آپ پسند کرینگے۔ مہاتما گاندھی اور میں وہان گئے تھے ہم وہان ۱۲ بجے پہونچے۔ لوگ ایک جلوس کے ساتھ ہمیں لے گئے۔ پھر ہم ایک عام جلسہ میں شریک ہوئے اور دوسری صبح کو مدراس واپس چلے آئے۔ میں نے (اس سفر ہی میں) دیکھ لیا تھا کہ (ملابار)

کمزور پہلو ہے ہمارے کام کرنیوالے وہان نہ تھے اور جو تھے انکے کام میں رکاوٹین پیدا کی جاتی ہیں جہان کہیں ہماری تحریک قوی ہے۔ جہاں جہاں ہمارے کام کرنیوالے پہنچ گئے ہیں، الحمداللہ کہ ایسے تمام مقامات پر ہندوستان کی امن قایم رہی اور جمعیۃ علما، خلافت کمیٹی، اور کانگریس کے احکام کے مطابق عمل ہوا۔

حضرات! آپ کو معلوم ہے کہ اینگلو انڈین اخبارات کس طرح مسلمانون کے مذہبی مطالبات کو ٹھکرا رہے ہیں کسطرح مہاتما گاندھی اور دوسرے لوگونکا مذاق اڑایا جاتا ہے یہ اخبارات ہم لوگون کے متعلق ہر طرح کی باتیں کرتے ہیں اور میں آپ کو بتادینا چاہتا ہون بعض نوجوان جو ہمارے خلاف اخبارات کی اس بدزبانی سے تنگ آگئے تھے جنکا خون جوش میں آرہا تھا وہ ہمارے پاس آتے تھے، اور ہم سے سوال کرتے تھے کہ "اب آپ لوگ کیا کرینگے" وہ کہتے تھے کہ "ہم ہمیشہ ہمیشہ تو محض پرامن عدم اشتراک عمل کے پابند نہیں رہ سکتے" میں ان کو نفی میں جواب دیا تھا جسکی وجہ میں آپ کو بتاتا ہون، جہان مارنے مرنے کا سوال پیدا ہوتا ہے میں ہر وقت خود مرجانے پر تیار ہون مگر ہم دو چیزین ساتھ ہی ساتھ نہیں کرسکتے ایک ہی وقت میں امن اور جنگ دونونکا جاری رکھنا ناممکن ہے ہمیں تو ایک وقت میں ایک ہی اصول کا اختیار کرنا ہوگا حکم یہ جاری ہوچکا تھا کہ ہم سب پرامن عدم اشتراک عمل کرین۔ ایک ہی وقت میں دو چیزون کا اختیار کرنا ممکن نہیں یا تو امن یا جنگ، اور انقلاب، چنانچہ ہم نے یہ طے کرلیا تھا کہ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۱ء تک ہم پرامن کے اصول سے نہ ہٹینگے ہمارا فرض ہے کہ اپنے سردار اور اس تحریک کے سربراہ کار مہاتما گاندھی کے ہر حکم پر عمل کرین۔

حضرات، میں آپکو بتادینا چاہتا ہون کہ خطرہ موجود ہے۔ جذبات زندہ ہیں وہ جذبات ہر جگہ موجود ہیں، میرے اندر ہیں، تمام ملزمین کے دلوں میں ہیں ہر مسلمان کے دل میں ہیں ہر ہندوستانی مرد اور عورت کے دلمیں ہیں اور اب ہندو مسلمان

ایک طویل شاہراہ ہے۔ جسپر زیادہ تعداد مسلمانوں کی آباد ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دنیا میں ۹۰ کروڑ مسلمان آباد ہیں پھر انکے ساتھ ہمارے ہندو بھائی جو ۲۲ کروڑ ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ اپنی قسمت وابستہ کرلی ہے، کیا ان ۹۲ کروڑ انسانوں کا مقابلہ کرنا کسی کے لئے نتیجہ خیز اور مفید ہو سکتا ہے؟ ہم اپنی طاقت کو اچھی طرح محسوس کرتے ہیں، ہم مخالفین کو مرعوب کرنے کے لئے شیخی نہیں مارتے، ہمیں اپنی طاقت کا حال معلوم ہے، ہمارے رہنما اور سردار مہاتما گاندھی اگر خونریزی کے قابل ہوتے تو ایک بڑے جنرل کا درجہ رکھتے۔ میری رگوں میں بھی سپاہیانہ خون موجود ہے۔ (قہقہہ) مگر اصلی لڑائی ہندوستان میں لڑنی ہے اگر آج ہم دو چار انگریزوں کو یہاں مار ڈالیں تو کراچی کے ہزاروں مکانات، میرے عزیزوں کے مقبرے، مسلمانوں کے مقابر، ہندو مسلمانوں کے بہت سے مکانات (مسمار کردیے جائینگے) اور اگر ہم نے دو چار انگریزوں کو مار ڈالا تو بہت سے ہندو مسلمان مار ڈالے جائینگے۔ میں اپنی طاقت سے واقف ہوں۔ مالا بار میں کیا ہو رہا ہے، باوجود تمہارے وسیع ذرایعہ اور زبردست فوجی طاقت کے گورنمنٹ مٹی بھر موپلوں کو نہیں دبا سکتی، میں تو ہندوستان کے ہر ضلع سے طاقت و اعانت حاصل کرسکتا ہوں۔ مالابار ایک چھوٹا سا ضلع ہے۔ تھوڑے سے مسلمان ہیں، وہ دو مہینے سے مسلسل لڑ رہے ہیں۔ ہندوستان کا ہر ضلع ملابار سے زیادہ طاقتور ہے۔ ہر ضلع کے مسلمان، پنجاب میں، صوبجات متحدہ میں، بنگال میں زیادہ طاقتور ہیں بہتر دماغ رکھتے ہیں، زیادہ تعلیم یافتہ ہیں۔ اگر سارا ملک مالابار کی طرح ہوجاتا تو اسکا کیا نتیجہ ہوتا؟ مگر میں تو ان تمام نتایج کو روکنا چاہتا ہوں اس لئے کہ ہم خونریزی کے ذریعہ سے اپنے مطالبات حاصل کرنا نہیں چاہتے۔ خونریزی مدنظر نہیں ہے۔ ہم نے حکومت کو اس صورت حالات سے آشنا کرنے کے لئے تمام کوششیں کریں۔ ہم نے انکو ۱۳ دسمبر تک سوچنے سمجھنے کا وقت دیا ہے۔ ہم نے رات اور دن سخت محنت کی ہے۔ مگر ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہم چاہتے تھے کہ گورنمنٹ سوچے کہ آخر یہ بد

کارر... اعت عدالت سشن ہے۔

بیان استغاثہ زمان شاہ

باقرار صالح میرا بیان ہے کہ میرا نام زمان شاہ، میرے باپ کا نام محبوب شاہ، میری عمر تخمیناً ۴۴ سال، میرا مذہب اسلام سنی، میری ذات ہاشمی۔ میرا پیشہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس، میری سکونت کراچی ہے۔

(بیان)

مقدمہ ہذا میں مستغیث ہوں، میں نے استغاثہ حسب الحکم گورنمنٹ بمبئی و ڈی ایس... کراچی دائر کیا۔ احکام گورنمنٹ و ڈی ایس پی۔ اگزمیٹ ۳ و ۴ میں پیش کرتا ہوں۔

۷ جولائی کو میں کراچی سٹی اسٹیشن پر موجود تھا جبکہ کوئٹہ میل آیا۔ ملزمان نمبران ۶ و... اُس گاڑی سے آئے۔ وہ شہر میں جلوس کے ساتھ لائے گئے۔ ملزمان نمبر ا و ۷ کنیا پاٹ شا... کو گئے وہ اُس پنڈال کے قریب تھا جہاں خلافت کانفرنس کا انعقاد ہونے والا تھا۔ ملز... نمبران ا۔ و ۷ دوران کانفرنس میں وہاں مقیم رہے۔ ڈاکٹر کچلو ملزم نمبر ۳ بھی وہیں مقیم تھے... کانفرنس کا اجلاس ۸ و ۹ و ۱۰ جولائی کو ہوا۔ میں کانفرنس کے جملہ اجلاس میں شریک ہوا... کارروائی ۵ بجے شام کو شروع ہوئی اور ۱۰ بجے تک جاری رہی۔ پہلے دن خطبہ صدارت ملزم نمبر... نے پڑھا۔ اسکے بعد ملزم نمبر ا نے کہا کہ ایک سبجکٹ کمیٹی قایم کیجائے گی جس میں ۱۰ ممبران... بمبئی و سندھ کے اور ۵۰ دیگر صوبجات سے نیز جملہ ممبران مرکزی خلافت کمیٹی کے شامل ہونگے۔ میں نے پاٹ شالہ پر ۴ آدمی تعینات کر دیے تھے۔ انہوں نے رپورٹ کی کہ سبجکٹ کمیٹی نے ایک جلسہ ۹ جولائی کو مابین ۹ و ۱۱ بجے دن کیا۔ اور پھر ایک جلسہ ۷ بجے شام کیا۔ انکا اجلاس کنیا پاٹ شالہ میں ہوا۔ یہ اجلاس پرایوٹ تھے تحریک... متنازعہ فیہ کی شام کو پاس ہوئی۔ اسمیں صحیح ترجمہ ہے۔ اصل مضمون اُردو...

تھا جو پاس کیا گیا۔ یہ تجویز نویں کی شام کو منظور کی گئی تھی تحریک کو ملزم نمبر ۱ نے سنایا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ تحریک سب سے زیادہ اہم اور کانفرنس کی جان ہے۔ محرک ملزم نمبر ۲ حسین احمد تھے جنہوں نے اردو میں تقریر کی۔ انسپکٹر لخت حسین و سب انسپکٹر خان نے تقریروں کو قلمبند کیا۔ بعد ازاں ملزم نمبر ۳ نے اسکا سندھی میں ترجمہ کیا۔ الفاظ "Un-lawful to remain in the army" کا ترجمہ نہ کیا بلکہ یہ کہکر کیا کہ نوکری کرنا حرام ہے۔

انہوں نے اس تحریک پر بھی تقریر کی۔ انسپکٹر کرم چند و سب انسپکٹر عبداللہ نے قلمبند کیا۔ انہوں نے سندھی میں تقریر کی اسکے بعد ملزم نمبر ۴ نے اردو میں تقریر کی۔ ملزم نمبر ۵ نے بھی تقریر کی۔ انکی تقریریں قلمبند کی گئیں۔ ملزم نمبر ۶ نے تحریک پر انگریزی میں تقریر کی۔ مسٹر ملن ولو پا مدراس اہلکاران نے انکی تقریر شارٹ ہینڈ میں قلمبند کی۔ اگر حاضرین جلسہ تحریک کو منظور کریں تو وہ اپنی رضامندی کا اظہار کھڑے ہو کر کریں۔ تب سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ ملزم نمبر ۷ اسوقت ڈیس پر تھا، وہ بھی کھڑا ہو گیا۔ خیال میں صرف ایک تحریک ادر تھی جسکے لئے حاضرین سے کھڑے ہونے کے لئے کہا کہ وہ اسطرح مطالبات کی تجدید کا اعلان کریں۔ قریب دو ہزار آدمی حاضرین میں زیادہ تر مسلمان تھے۔ کئی ایک عالم بھی موجود تھے۔ دس ہزار اُن میں سے بعض اپنے ساتھ اپنے مریدین کو بھی لائے تھے۔ تمام صوبجات کی نمائندگان کے موجود تھے۔ علیگڈھ یونیورسٹی کے طلبا بھی موجود تھے۔ حاضرین میں نمبر تھا۔ اخبارات کے نمائندے بھی وہاں موجود تھے۔ ڈیلی گزٹ Gazette اور نیو ٹائمس New Times میں بھی روئداد چھپی تھی۔ سندآبزرور Observer میں روئداد شائع نہیں ہوئی تھی۔ میں نے متفقہ فتوے دیکھا۔ سب سے پہلے مجھے اسکا ایک نسخہ کراچی میں ملا تھا۔ وہ نسخے مجھے کراچی میں ایک پٹھان سے ملے اس نے ایک نسخہ عدالت

روائیاں کیوں کی جارہی ہیں۔ میں نے مسٹر راس السٹن سے سوال کیا تھا، وہ مجھے
سے لڑکپن سے جانتے ہیں میں نے اُنسے کہا میری طرف دیکھو، میں وہی تو ہوں جسکی
تا سے دوست انگریز تھے۔ ۱۷ برس تک میں افیون کے درجۂ اعلیٰ میں ملازمت کرچکا
جسمیں بہت کم ہندوستانی رکھے جاتے ہیں پنشن کی فہرست میں اب بھی میرا نام ہے
یں پنشن وصول نہیں کرتا۔ میرے بہت سے انگریز واقف موجود ہیں اور میں جانتا ہوں
بہت سے انگریز مرد اور عورتیں افسوس کرتی ہونگی کہ میں نے یہ طرزِ عمل اختیار کیا
ج (میری یہ حالت ہے کہ) میں خدا کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔ مجھے پاگل کُتّے نے نہیں کاٹا
، میں پاگل نہیں ہوں، میں اپنے صحیح ہوش و حواس میں یہ تقریر کر رہا ہوں۔ آخر وہ کیا تا ہے
نے مجھے ایسا بنا دیا؟ کیوں ہماری یہ حالت ہوگئی؟ میں جانتا ہوں کہ میں ایک لمبی چوڑی
ریر کر رہا ہوں۔ لیکن دراصل یہ ہے کہ میرا یہ دل تقریر کر رہا ہے۔ میں اپنا دل آپ کے سامنے
لکر رکھ رہا ہوں۔ یہ کیونکر ہوا کہ ہم اِس حالت میں آگئے ہم کہ کبھی اس گورنمنٹ کی خوشامدیں
تھے؟ ہم پر کیا گذری ہے؟ یہ کیونکر ہوا کہ ہم جو کبھی ہندوؤں اور کانگریس کے بے حد خلاف تھے
ج خود عام ہندوؤں سے بھی آگے جا رہے ہیں! میں نے آج جب مسٹر راس السٹن سے
قات کی تو یہی سوال اُنسے کیا تھا اُنہوں نے کہا کہ بالکل یہی سوال میرے بھائی کی متعلق
اُنسے شب گذشتہ ایک انگریز افسر نے کیا تھا۔ خیر، میں اب بھی ہر شخص سے کوئی ہر صلح
نے پر آمادہ ہوں، میں ہندوؤں، عیسائیوں سے غرض ہر شخص سے وہ کسی قوم کا ہو،
سوقت تک دوستانہ برتاؤ کرونگا جب تک کہ وہ میرے ملک یا میرے مذہب کو
سان پہچانے کی نیت نہ کرے میں دوستی کرنے کے لئے بالکل تیار ہوں۔

حضرات! میرے لمبے چوڑے اور ذاتی جسہ کو دیکھئے میری صورت ڈرانے والی
ہے، میں ایک خوفناک بدمعاش معلوم ہوتا ہوں۔ جس سے آپ رات کے ۱۲ بجے کسی
میری گلی میں دوچار ہونا پسند نہ کرینگے، لیکن، مہربانی فرماکر میرے اِن بھاری جسم کو

دیکھ کر میری نسبت رائے قایم کیجیئے میں کسی زمانہ میں بہت اچھا تیراک تھا۔ گھونسوں سے لڑنا بھی مجھے خوب آتا تھا۔ کرکٹ میں بھی ہندوستان کے بہترین کھیلنے والوں میں میرا شمار تھا سال میں ۹ مہینے دورے میں گذارتا تھا۔ اور ایک ہشاش بشاش بنگیرے کی طرح پھرا کرتا تھا۔ لیکن آج میں اس امر کا اعتراف کرتا ہوں اسلیئے کہ میرا مذہب اور میرا ملک مجھ سے (یہ دو چیزیں مجھے عزیز ہیں) ایسا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے۔ وہ یہ کہ اب میں نے اپنی قسمت کو اپنے ملک اور اپنے خدا کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ اور اب میں خدا کی امانت میں ہوں؟

کسی شخص نے مراد آباد میں میری سکونت کے متعلق کچھ کہا تھا۔ وکیل سرکار نے مسٹر لیاقت حسین سے سوال کیا تھا، جنہوں نے جواب میں کہا تھا کہ مراد آباد میں میرا ایک مکان ہے جہاں میں رہتا ہوں، مجھے اُمید ہے کہ انہوں نے قصداً جھوٹ نہیں بولا لیکن میں آپ سے صاف کہدوں کہ ہمارا کوئی مکان مراد آباد میں نہیں ہے۔ چونکہ میں رامپور نہیں جا سکتا اس لئے جب کبھی میری والدہ مجھ سے ملنا چاہتی ہیں یا میں اُن سے ملنا چاہتا ہوں تو میں اپنے ایک عزیز کے یہاں جنکا مراد آباد میں مکان ہے چلا جاتا ہوں۔ اور میری والدہ وہاں آکر مجھ سے مل لیتی ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ اس ملک میں (حکومت کی طرف سے) رواداری کی کچھ کمی نہیں۔ لیکن میں آپکو بتانا چاہتا ہوں کہ میں اور میرے بھائی کو کیوں اپنے وطن رامپور جانے کی اجازت نہیں۔ غدر کے زمانہ میں میرے دادا نے بہت سے انگریزوں اور اُنکی عورتوں کی جان بچائی تھی۔ اُس زمانہ میں وہ نواب رامپور کے دست راست تھے۔ اور اُنکی وفادارانہ خدمات کے صلہ میں اُنکو ایک بڑی جاگیر بھی ملی تھی۔ میری والدہ کو اُس جاگیر سے ایک حصہ ملا۔ اور اسی طرح ہمکو بھی۔ مگر ہم نے جب ہم بیتول کے جیلخانہ میں نظر بند کئے گئے تو اخراجات کو پورا کرنے کے لئے اپنے سب حصہ کو فروخت کر دیا اور اب

خدا کا شکر ہے کہ وہ سب ختم ہوگیا اور ہمارے پاس کچھ باقی نہیں رہا۔ ہم رئیس رامپور کی وفاداری سے کبھی روگرداں نہیں ہوئے۔ اور کبھی ہمنے غداری نہیں کی۔ یہ میرے خاندان کی وضعداری ہے۔ نواب رامپور ذاتی طور پر مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ وہ ہماری عزت کرتے ہیں لیکن نظر بندی سے رہا ہوکر وطن آنے کے بعد ایکدن ہز ہائنس کے ساتھ کھانا کھانے کے بعد انہوں نے ہم سے فرمایا کہ "چند روز ہوئے سر ہارکورٹ بٹلر نے میرے چیف سکرٹری کو بلایا اور انسے کہا کہ محمد علی اور شوکت علی ہمکو بہت دق کرتے ہیں، انسے کہو کہ ان باتوں کو ترک کریں۔ یعنی خلافت کے مسئلہ سے قطع نظر کریں اور پھر ہز ہائنس نے فرمایا کہ تمہیں یا تو یہ کام چھوڑ دینا ہوگا۔ یا رامپور سے جانا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ سر ہارکورٹ بٹلر جو چاہیں خود کر سکتے ہیں بہت سے قوانین انکے ہاتھ میں ہیں، پہلے بھی تو ہم ریگولیشن نمبر ۳ سنہ ۱۸۱۸ء کے تحت میں جیل بھیجے گئے تھے وہ اب بھی ایسا کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ کیوں کریں۔ ہم تو صرف اپنے گھر آرام لینے آتے ہیں، رامپور میں تو کبھی کوئی سیاسی کام نہیں کرتے، ہم نے ہز ہائنس سے عرض کیا کہ وہ کیوں نہ سر ہارکورٹ بٹلر کے گندہ کام کو انجام دیں۔ انھوں نے فرمایا کہ میں مجبور رہوں، کیا کروں، تم یا تو اس کام کو چھوڑ دو یا رامپور سے چلے جاؤ۔" یہ وجہ تھی کہ میں نے مرادآباد میں کبھی کبھی آرام لینے کے لئے ایک مکان کرایہ پر لیا یعنی اس کام کے لئے مکان کرایہ پر نہیں لیا تھا کہ وہاں سے اس قسم کی تحریریں روانہ کیا کروں میں ثبوت وغیرہ دینا نہیں چاہتا، آپکا جی چاہے تو جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسکا یقین کیجئے۔ اس طرح (چھپ چھپ کر) کام کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔ جب ہماری مرکزی خلافت کمیٹی، اور جمعیۃ علماء کے ہزاروں کام کرنے والے کھلے طور پر کام کر رہے ہیں اور اس دستور العمل کو شائع کر رہے ہیں تو اگر خدا کو منظور ہے تو ہماری آواز لاکھوں سپاہیوں تک پہنچیگی، ہر مسلمان سپاہی کے کان تک پہنچیگی۔ ہر ہندو سپاہی تک پہنچیگی، لاکھوں کام کرنے والے ہر جگہ کام کرینگے، ہر گاؤں میں ہر شہر میں

ہزاروں عورتیں کام کرینگی۔ آپ اپنے سپاہیوں کو روئی میں لپیٹ کر ڈبیا میں تو بند کر نہیں سکتے
آپ انکو شیشہ کی الماریوں میں محض نمائش کے لئے نہیں رکھ سکتے۔ وہ تو آخر کبھی کبھی
اپنے گھروں کو بھی جائینگے۔ انکے اعزا اور دوست بھی ہیں ہم ہر سپاہی تک پہنچینگے ہر ممکن
طریقہ سے پہنچینگے، اُنکی مائیں اُنسے کہینگی اُنکی بیبیاں اُنسے کہینگی۔ ہماری خواتین نے نقاب
ترک کر دیا ہے، میری ماں اُنکے پاس جائینگی، میرے بھائی کی بی بی انکے پاس جائینگی۔ میری
لڑکی جائیگی، اور عورتیں جائینگی، اور خدا کا پیغام انکو پہنچائینگی۔ ہمکو اگر سزا بھی ہوگی تو وہ
سب یہی کام کرینگی۔ آپ کسطرح اسکو روک سکتے ہیں۔ مگر پھر بھی ۳۱ دسمبر تک مصالحت
کا ایک موقعہ باقی ہے۔ اگر اسوقت تک بھی مصالحت نہ ہوئی تب پھر آپ دیکھینگے، آپ
(جج کی طرف اشارہ کرکے) اس جگہ پر نہ رہینگے جسپر آج ہیں جو اختیارات آپکو حاصل ہیں
انکو ہم آپ کے ہاتھوں سے چھین لینگے۔ انشاء اللہ ہم یہ سب کچھ کرینگے۔ ہمارے اندر ایثار
اور قربانی کی طاقت موجود ہے۔ ہمارے اندر نکانی طاقت ہے۔ ہمارے اندر مصائب
برداشت کرنے کی طاقت موجود ہے۔ ہم انتظام کی قابلیت اور دماغ بھی رکھتے ہیں ہمارا ملک
طاقتور ہے اور اپنی حفاظت خود کر سکتا ہے۔ جو کچھ فیصلہ آپ سنائیں ذاتی
طور پر میرے لئے وہ کچھ بھی نہیں میں تو ہر چیز کے لئے تیار ہوں، میں نے سنا ہے کہ کولمبو
سے ایک جنگی جہاز بھی منگایا گیا ہے تاکہ ہمیں کہیں لے جائے۔ میں تو جیلخانہ میں بہت خوش
رہونگا۔ بلکہ میرا وزن تو اب بھی بڑھ رہا ہے۔ اور میرے بھائی کی صحت بھی بہتر ہوتی جاتی ہے
اس لئے مجھے اور میرے بھائی کو ان باتوں کی کوئی فکر نہیں۔

ایک بات اور کہدوں، پھر میری تقریر ختم ہو جائیگی قطع نظر دوسری باتوں کے آپ
حضرات یہ بھی معلوم کرنا چاہتے ہونگے کہ آخر ہم پر یہ مقدمہ چلایا کیوں گیا۔ میں آپ سے اور
تمام دنیا سے کہنا چاہتا ہوں۔

(اس موقع پر عدالت نے روکا)

پھر مولانا شوکت علی صاحب نے سلسلۂ تقریریوں شروع کیا "

مہاتما گاندی کے اور میرے درمیان بہت فرق ہے - وہ اس جماعت میں جو خدا کے نیکو کار بندوں کی جماعت ہے - اور میں اُس جماعت میں ہوں جو خدا کے بدمعاشوں کی جماعت ہے - مہاتما گاندی، مولانا حسین احمد صاحب، اور مولانا عبدالباری صاحب یہ سب خدا کے نیک بندے ہیں میں اور ہندوستان کی بڑی تعداد اللہ میاں کے **بدمعاشوں** میں شمار کیے جاتے ہیں - بہرحال خدا کا شکر ہے کہ (جیسے بھی ہیں) اُسی کے ہیں لیکن ہم مہاتما گاندی پر بھروسہ کرتے ہیں اور وہ ہم پر بھروسہ کرتے ہیں مسلمان اور ہندو اب متحد ہو گئے ہیں مگر ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے اگر آپ گورنمنٹ کے طرفدار اخبارات کو دیکھیں تو آپکو معلوم ہوگا کہ کوئی تو کہتا ہے کہ مہاتما گاندی تو مہاتما ہیں اور بڑے اچھے آدمی ہیں مگر انکے شریک یہ خوفناک لوگ، یہ شریر مولانا شوکت علی اور محمد علی ہو گئے ہیں جو افغانیوں سے ساز باز رکھتے ہیں اور ترکوں سے روپیہ حاصل کرتے ہیں (وہ جسطرح چاہتے ہیں اُنسے کام لیتے ہیں) کوئی کہتا ہے کہ نہیں، شوکت علی محمد علی بہت سادہ لوح اور سچے آدمی ہیں مگر احمد آباد کا یہ چلتا ہوا بنیا (اصل شریر یہ ہے) جس نے اِن مسلمانوں کو اپنے قبضہ کر لیا ہے - اور انکو اور تمام مسلمانوں کو تباہ کرنے والا ہے - یہ بھی کہا گیا کہ شوکت علی محمد علی نے گورنمنٹ سے معافی مانگی جب گذشتہ ماہ مئی میں میں اور مہاتما جی الہ آباد میں تھے تو ہم نے سنا کہ پنڈت مدن موہن مالوی صلح کن بنتے ہیں - انہوں نے ایک پیام بھیجا کہ وسیرائے مہاتما گاندی سے ملنے کی خواہش رکھتے ہیں چنانچہ مہاتما گاندی شملہ گئے - وہ اس خیال سے گئے جیسا کہ آپکو معلوم ہوگا کہ وہ ہمیشہ صلح کے لئے آگے بڑھنے پر آمادہ ہیں اسلئے کہ وہ خونریزی نہیں چاہتے - اور ہم بھی خونریزی نہیں چاہتے جب تک پُر امن عدم تشدد عمل کے ذریعہ سے کامیابی حاصل کرنے کی کوئی اُمید باقی ہے - بہرحال مہاتما گاندی شملہ

گئے۔ اور اُنسے وسیرائے سے ۶ ملاقاتیں ہوئیں جنمیں کل ۱۶ گھنٹہ گفتگو ہوئی مہاتما گاندھی نے مجھے اور میرے بھائی کو تار دیا کہ ہم اُن سے کہندیں ملیں مجھے فرصت نہ تھی مگر میرے بھائی گئے اور اُنسے ملے۔ مہاتما گاندی نے کہا کہ باہر بعض دستوں اور غیروں کو یہ خیال پیدا ہوگیا ہے کہ تم (محمد علی و شوکت علی) دراصل خونریزی کرانا چاہتے ہو گو بظاہر ایسے اعلانات کرتے ہو کہ گویا پُرامن کوششوں کے موئد ہو۔ مہاتماجی کی وسیرائے سے جو باتیں ہوئیں انکا بھی ذکر کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ میں بھی چاہتا ہوں کہ تم جیل میں جاؤ مگر کسی کھلی ہوئی تنقیح پر، اور میں بھی چاہتا ہوں کہ جیلخانہ جاؤں تو کسی کھلی ہوئی تنقیح پر جاؤں۔ انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اہل ہند کے لئے اپنا ایک بیان شائع کردیں وہ اسپر بہت مصر تھے پس میں نے اور میرے بھائی نے اِس امر کا ایک اعلان شائع کردیا کہ ہم زبان سے پُرامن طریقوں کی تائید کرتے ہوئے درپردہ خونریزی کے خواہشمند نہیں ہیں آپ حضرات کو معلوم ہے کہ رات اندرون مہینوں میں پُرامن عدم اشتراک عمل کی کامیابی کے لئے کام کرتا رہا ہوں۔ اور خدا کا شکر ہے کہ عظیم الشان انقلابات ہونے والے ہیں۔

. . . .

ہزاروں نئے رنگروٹ ملک و مذہب کے مفاد کے لئے وقف ہیں آج ہندوستان ایک نئی چیز ہے، اور کل اور بھی زیادہ ایک نئی چیز ہوگا۔ صرف ایک مرض تھا جسمیں ہندوستان مبتلا تھا مگر مہاتما گاندی کی کوششوں کا شکر یہ ادا کرنا چاہئے کہ انکی بدولت اہل ہند نے اِس مرض سے نجات پائی۔ ہم ہندوستانی بزدل سمجھے جاتے ہیں خدا کا شکر ہے کہ اب کوئی یہ الزام نہیں لگا سکتا۔ ہندوستان کی تاریخ ایک نئے طرز سے لکھی جارہی ہے۔ غرض ہم نے مہاتما گاندی کے ارشاد کی تعمیل کی اور اپنا پیام اخبارات کو بھیج دیا۔ حضرات، میں آپ سے کہتا ہوں کہ اگر بفرضہ ہمارا وہ پیام حکومت کی لئے تہا تب بھی حکومت ہند کو شریفانہ طریقہ پر ہم سے صلح کرلینی چاہئے تھی وہ یوں کر سکتے تھے

ب جبکہ علی برادران نے بھی اپنا بیان پیش کر دیا ہے تو اب ہم سب کو یہ مشورہ کرنا چاہیے
ایسا نہیں ہوا۔ ہمارا مذاق اُڑایا گیا اور اینگلو انڈین اخبار کا تمام گروہ ہم پر ٹوٹ پڑا۔ اور مجھے افسوس
ہ کہ جیلخانوں میں ہمارے سرکار کار سے کہا گیا کہ محمد علی شوکت علی نے معافی مانگ لی
ں تو اسی وقت جانتا تھا کہ حکومت کی طبیعت نہیں بدلی ہے حتیٰ کہ وسیرائے کی حالت میں
ں کوئی تغیر نہیں ہے۔ مجکو بہت پختہ کار اور دلنواز طریقے استعمال کرنے والا آدمی کہا جاتا
ہے۔ انہوں نے اور انکی حکومت نے ہمکو مسلمانوں کی نظر میں بے اعتبار ثابت کرنیکی
شش کی۔ وہ چاہتے تھے کہ ہندوؤں میں ہمارا اعتبار قائم نہ رہے اور ساری دنیا میں
ری ساکھ جاتی رہے۔ اور ہم ایسے ہو جائیں جیسا کہ اخبار لیڈر نے لکھا تھا کہ "علی برادران
بیسے اتنے بیجان ہو گئے جیسے چوکھٹ کی کیل"۔

القصہ میں بہت خوش بہت مسرور اور شاداں ہوں کہ اب ایک نہایت صاف تنقیح
صلہ ہونے والا ہے۔ میں آپکا فیصلہ چاہتا ہوں، حق کا فیصلہ چاہتا ہوں، وہ جو کچھ
ں ہو۔ الحمدللہ اِس سے پہلے جیسا ہم چاہتے تھے ہمارا پیام فوج تک نہیں پہنچ سکتا
۔ مگر اب اس مقدمہ کے ذریعہ سے وہ فوج میں ہر ایک تک پہنچ گیا۔ ہر گھر میں پہنچ گیا
سلمان، ہر ہندو، ہر ہندوستانی مرد اور عورت تک پہنچ گیا ہے۔ کام کرنے والے
ا ہوا ہے ہیں اور مجھے اُنکی تعداد میں کمی ہونیکا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ حضرات! میں
چیز کو اپنے خدا پر چھوڑتا ہوں، ذاتی طور پر مجھے پروا نہیں، جیل ہو یا نہ ہو۔ میں آپ سے
ف کہتا اور کہنا چاہتا ہوں کہ خدا کی تمام نعمتوں کے ذریعہ سے جو مجھے عطا ہوئی ہیں یا
وت سے ہر ذرا سی چیز سے بھی جو میں کر سکتا ہوں اور جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے
ں اپنے خدا اور اپنے ملک کے لئے کرونگا۔ جب تک کہ یہ حکومت جس سے آپ تعلق
تے ہیں، جب تک کہ وہ حکومت جس سے یہ عدالت متعلق ہے، خلافت کے معاملہ
ں انصاف نہ کریگی، مظالم پنجاب کے متعلق ہمکو مطمئن نہ کریگی، اور سوراج نہ دیدیگی،

جو کچھ میرے امکان میں ہے کرونگا، اور خدا نے چاہا تو ہم آپکو جڑ سے اُکھاڑ کر پھینک دینگے۔ آج میں امن پسند تارک موالات ہوں، کل (خدا وہ دن نہ لائے) اگر مہاتما گاندھی ناکام رہے اگر ملک ناکام رہا تو جو کچھ میں کرسکتا ہوں کرونگا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم طاقت رکھتے ہیں، جرأت رکھتے ہیں، مصائب کے برداشت کرنے سے اور قربانیوں سے جو ہمیشہ پیدا ہوتی ہم اس سے واقف ہیں۔ اور جو کچھ ہمارے سردار مہاتما گاندھی حکم دینگے ہم کرینگے۔ انشاء اللہ ہم تمام خطرات کا مردانہ وار مقابلہ کرینگے۔ موت کے سامنے بھی جائینگے اور آنکھ نہ جھپکیگی

(مولانا تقریر ختم کرکے واپس ہو رہے تھے کہ کسی دوست نے اُن سے کسی شعر کا متعلق کہا جو وہ پڑھنے والے تھے۔ اور وہ لوٹ پڑے اور کہنے لگے :۔)

حضرات! میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔ میں ہزاروں تقریریں کرچکا ہوں سیکڑوں جلسوں میں شریک ہوچکا ہوں لیکن جب میں مسرور ہوتا ہوں اور جذبات دل میں آتے ہیں۔ اور کوئی اور کام نہیں ہوتا تو گایا کرتا ہوں۔ گو میں گویا نہیں ہوں۔ اب بھی جیلخانہ میں جب میں اپنی کوٹھری میں بند کردیا جاتا ہوں میں یہ چار شعر گاتا رہتا ہوں۔

اب لب پہ نہ کچھ نالہ نہ فریاد کرینگے ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کرینگے۔

جفا پر جان دیتے ہیں ستم پر تیرے مرتے ہیں یہ ناکام محبت سچ تو یہ ہے کام کرتے ہیں

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں

ڈاکٹر سیف الدین کچلو کا خطاب جوری

حضرات جوری!

پہلے اس سے کہ میں مقدمہ سے بحث کروں چند باتیں آپکے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جنپر آپ غور کریں۔ یہ کوئی معمولی مقدمہ نہیں ہے جسمیں آپ فیصلہ دینے کے لئے بلائے گئے ہیں۔ معمولی مقدمات میں آپنے نہ دیکھا ہوگا کہ وکیل سرکار، جوری، اور ملزمین کی تصویریں لیجاتی ہوں، یا اُنکی روئدادیں اسطرح کتابی صورت میں اور عام طور پر شائع کیجاتی ہوں۔ اس مقدمہ کے سلسلہ میں جج، وکیل، اور ملزمین کی تصویریں تو لیجا چکیں اور شاید جب آپ فارغ ہو جائینگے تو آپ کی تصویریں بھی لیجائینگی۔ خود یہ واقعہ بتاتا ہے کہ یہ مقدمہ ایک تاریخی مقدمہ ہے۔ جسکی یاد آئندہ نسلوں کے لئے تازہ رہیگی۔ اور آنے والے زمانہ میں ہماری آئندہ نسلیں آپکی تصویروں کو یا فخر کے ساتھ یا شرم کے ساتھ دیکھینگی۔ مجھے اُمید ہے کہ نیصلہ دیتے وقت آپ صرف اپنے ضمیر کی ہدایت پر کاربند ہونگے۔ اور کسی خارجی اثر سے متاثر نہ ہو سکینگے جو آپ پر ممکن ہے کہ اس غرض سے ڈالا جائے کہ آپ متاثر ہوکر اپنے ضمیر کو فروخت کر ڈالیں۔ غالباً آپکو معلوم ہوگا۔ ہندوستان اور انگلستان بلکہ تمام دنیا کے ہر قسم اور خیال کے اخبارات کو اس مقدمہ کی روئداد پہنچ رہی ہے۔ اور تمام دنیا کی آنکھیں اسکے نتائج پر لگی ہوئی ہیں۔ گورنمنٹ نے بہت کچھ روپیہ خرچ کر کے اس مقدمہ کے لئے ثبوت جمع کیا ہے یا یوں کہا جائے کہ بنایا ہے۔ ملک کے دور دراز حصوں سے گواہان ثبوت بلائے گئے ہیں اور ایسے قانونی مشیر طلب کئے گئے ہیں جنکو بہت کچھ روپیہ دینا پڑا ہے۔ اسی طرح اس تماشہ کی اہمیت اور سطحی مناظر کے اثرات میں اضافہ کرنے کے لئے پولیس اور فوج کی نمائش پر بھی عامتہ الناس کا بہت سا روپیہ (جو خزانہ میں جاتا ہے) لٹایا گیا ہے۔ غلط بیانیوں پر مشتمل پریس نوٹ اور سرکاری اعلانات یونک وشا بحر میں شائع کئے جاتے ہیں تاکہ ملزمین کے خلاف

صورت حالات پیدا کر دی جائے۔ (اور لوگ ان سے متاثر ہو کر ملزمین کے خلاف رائے قایم کریں)۔

مجھے معلوم نہیں کہ آیا آپ صاحبوں نے کبھی پہلے بھی اراکین جوری یا اسیسروں کی حیثیت سے کام کیا ہے مگر میں اپنی حالت صاف طور پر پیش کر دینا چاہتا ہوں۔ میں شاید اسطرح آپ سے خطاب کرتا جیسے کہ کر رہا ہوں۔ مگر بحیثیت تارک موالات کے مجھے بیان دینے کی اجازت ہے اور چونکہ عدالت نے میرے بیان کو شامل کرنے سے انکار کر دیا اسلئے میں اس موقعہ پر آپ سے وہی کہنا چاہتا ہوں جو اپنے بیان میں کہتا اگر میرا بیان عدالت نے لیا ہوتا۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ اس بات کو یاد رکھیں کہ یہ مقدمہ اس ملک میں برطانوی انتظام کے بنیادی اصولوں سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک طرف تو اس مقدمہ کا اثر ۷ کروڑ مسلمانوں کی مذہب پر پڑتا ہے اور دوسری طرف اسکا اثر محکوم اقوام کے متعلق تمام برطانوی پالیسی پر پڑیگا خصوصاً مذہب کے معاملہ میں۔

اسلئے مجھے اُمید ہے کہ آپ اس مقدمہ پر پوری طرح غور کرینگے۔ اور پھر مردوں کی طرح اپنا فرض انجام دینگے۔ مگر میں آپ سے یہ بھی کہدوں کہ مجھے ذرا اسکی پروا نہیں ہے کہ آپ کے فیصلہ کی نوعیت کیا ہوگی؟

ہمارا معاملہ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے یہ ہے کہ ہم نے قرآن کریم کے احکام، احادیث نبوی، اور ضمیر صالح کی ہدایت کے مطابق اپنے مذہب کی تعلیمات کی تبلیغ و تلقین کی۔ وکیل سرکار چاہتے ہیں کہ آپ اس معاملہ کے مذہبی پہلو سے قطع نظر کریں۔ جج کا بھی رجحان یہی معلوم ہوتا ہے۔ میری رائے میں وکیل سرکار اپنے فرض کے انجام دینے سے بالکل قاصر ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صحیح طور پر محسوس ہی نہیں کر سکتے کہ انکا فرض کیا ہے اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ وکیل سرکار اور جج جو کچھ کہیں اُس سے متاثر ہو کر غلط راستے پر

نہ جائیں۔ وکیل سرکار کا اصلی فرض تو یقیناً یہ ہے کہ بجائے اسکے کہ ملزمین کو سزا دلوانے کی کوشش کریں اُنکو ہمارے لئے انصاف حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مگر میرے قابل دوست نے سب کچھ کیا مذہبی نہ کیا جج، اور وکیل سرکار دونوں غلط کہتے ہیں کہ اس مقدمہ سے مذہب کا کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ مذہب مجموعۂ تعزیرات ہند کے حدود کے اندر نہیں آتا۔ ان اصحاب کے علم میں اضافہ کرنے، اور انکی تسکین قلب کے لئے میں آپ حضرات کے ذریعہ سے انکو بتاتا ہوں کہ مجموعۂ تعزیرات ہند اور تمام دوسرے سول اور فوجداری قوانین اِس ملک میں اُصولاً مذہب اور مذہبی رواداری پر مبنی ہیں یہ کہنا کہ لارڈ مکالے یا کمشنران قانون نے مذہبی عنصر کو مجموعۂ تعزیرات ہند سے خارج رکھا اُن لوگوں کی دماغی قابلیت کی توہین کرنا ہے۔ ہندوستان کے قانون فوجداری کی جس طرح اب وہ مرتب ہے ایک پورا باب یعنی **باب ۱۵**۔ اُن جرائم کے لئے وقف ہے جو مذہب سے متعلق ہوں۔ اِس مجموعہ کے مرتب کرنے والے باب ۱۵ کے دیباچہ میں یوں کہتے ہیں

> "جس اُصول پر یہ باب مرتب کیا گیا ہے وہ ایک ایسا اُصول ہے جس پر عمل کرنا یوں تو تمام حکومتوں کے لئے مناسب ہوگا مگر ہندوستان کی طرز کی حکومت تو اُس اُصول سے کسی طرح روگرداں نہیں ہوسکتی اِس لئے کہ اگر ایسا ہو تو سوسائٹی کے تمام شیرازہ کے درہم و برہم ہوجانیکا اندیشہ ہوگا۔ اُصول یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے مذہب پر رہنے کی عام اجازت ہو۔ اور کوئی شخص کسی دوسرے کے مذہب کی توہین نہ کرسکے"

پھر وہ کہتے ہیں کہ۔

> "یہ تمام مصالح ہندوستان کے مخصوص حالات پر بہت زیادہ قوت کے ساتھ چسپاں ہوتے ہیں شاید کوئی دوسرا ملک ایسا نہیں جہاں حکومت کو لوگوں میں مذہبی اشتعال کے پیدا ہونے کا اسقدر اندیشہ ہوسکے۔ (جیسا کہ

ہندوستان میں ہے -) عیسائی تعداد میں آبادی کا نہایت ہی قلیل جزو ہیں اور حکومت، عدالت اور فوج کے تمام اعلیٰ عہدے ان کے ہاتھ میں ہیں انکی حکومت میں کروڑوں مسلمانوں کے مختلف العقائد مگر مذہب اسلام کے بنیادی اصولوں پر بالکل متفق فرقے اور کروڑوں ہندو ہیں جنکے دلوں میں اس قسم کے مذہبی عقائد اور اصول راسخ ہیں جنکو مسلمان اور عیسائی دونوں بُرا سمجھتے ہیں۔ یہ صورت حالات ایسے خطرات سے مملو ہے جو صرف اسی حالت میں روکے جا سکتے ہیں جبکہ ہم رواداری کے سچے اُصولوں پر جمے رہیں۔ ان اُصولوں پر اب تک برطانوی حکومت نے انتہائی انصاف اور انتہائی کامیابی کے ساتھ عمل کیا ہے - اور ان ہی اُصولوں پر ہم قانون فوجداری کے اس حصہ کو مرتب کرتے ہیں"

حضرات، اب ان الفاظ میں ملکہ وکٹوریہ کے اُس اعلان کا بھی اضافہ کر لیجئے جو ازادی کی پہلی جنگ (جسکو عام طور پر غدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے - اس لئے کہ وہ اپنے فوری مقصد کے حصول میں ناکام رہی تھی) کے بعد ہی شائع ہوا تھا - پھر اس اعلان پر اُن اہم اعلانات کا اضافہ کیجئے جو برطانوی تخت، برطانوی وزراء، وسیرائیوں اور دوسرے ذمہ دار اشخاص کی طرف سے (جو انگلستان اور انگریز قوم کی جانب سے ایسے اعلانات کرنے کا منصب رکھتے تھے) یکے بعد دیگرے شائع ہوئے - لہٰذا یہ امر بخوبی روشن ہے کہ مذہب ایک ایسا اہم عنصر ہے جس پر جوری کو غور کرنا ہوگا - اور جسکو عدالتی حیثیت سے زیر تجویز لانا ہوگا - درحقیقت یہ عدالت بہت زچ ہو ہو کر مذہبی رواداری کی اہمیت اور ضرورت کو محسوس کر چکی ہے - شنکر اچاریہ جی کے معاملہ میں آپ نے خود ہی دیکھ لیا کہ عدالت کو اپنے اقتدار کی بلندی سے نیچے آنا پڑا - اور اس امر کو ماننا پڑا کہ ایک سنیاسی برطانوی عدالت میں بھی بیہی عزت کرا سکتا ہے -

واقعات مقدمہ پر بحث کرنے سے پہلے میں ذرا آپکو اپنے دل کی باتیں سُنا دوں

تاکہ آپ میری حالت کو زیادہ سمجھ سکیں اور بہتر اندازہ کر سکیں۔

حضرات! میں آپکو بتا دوں کہ میں نسلاً ہند و اور مذہباً مسلمان ہوں۔ میں ہندو اور مسلم دونوں تہذیبوں کی وراثت کا مدعی ہوں۔ ہند و تہذیب بلحاظ نسل و خون کے میری وراثت ہے اور اسلامی تہذیب بلحاظ عقائد اور مذہب کے جو میں نے اختیار کر لیا ہے۔ میں اپنی نسل اور اپنے مذہب دونوں پر فخر کرتا ہوں۔ ایک قوم پرست کی حیثیت سے میں ہندوستان کے ساتھ وہ گہری محبت رکھتا ہوں جسکو صرف قوم پرست ہی کا قلب محسوس کر سکتا ہے۔ میں اپنی مادر وطن کے قدموں پر گرنے اور جو کچھ زیادہ سے زیادہ بہتر سے بہتر کر سکتا ہوں وہ سب اسکو آزاد، مطمئن، اور خوشحال بنانے کے لئے کرنیکو تیار ہوں بحیثیت ایک مسلمان کے مجھ پر اپنے مذہب کے احکام کی تعمیل فرض ہے۔ خلافت، اماکن مقدسہ اسلامی اور جزیرۃ العرب کی حفاظت ایک مذہبی فرض ہے جسکو نظرانداز کرنے والا حلقۂ اسلام سے نکال دیا جاتا ہے۔ پس میں مذہباً مجبور ہوں کہ خلافت اور اماکن مقدسہ اسلامی کی عزت و حرمت قایم رکھنے کے لئے جو کچھ مجھ سے ہو سکے کروں۔ میرا مذہب مجھے دشمنان اسلام سے اشتراک عمل کی ممانعت کرتا ہے۔ برطانوی حکومت مفاد اسلامی کے متعلق دغاباز، اور آمادۂ فساد ثابت ہو چکی ہے۔ اُسکے وزراء نے ایمانداری پر عمل کرنیکی بجائے مواقع سے جائز و ناجائز فائدہ اُٹھا کر ٹرکی اور مسلمانوں کے خلاف قومی اور مذہبی تعصبات کا اظہار کیا ہے۔ برطانوی حکومت کے وزرا اور مدبرین کی شرمناک چالوں کو دیکھ کر میں اب اُس حکومت کو اپنے مذہب کا دشمن تصور کرتا ہوں اس لئے میں اسکے ساتھ اشتراک عمل کو گناہ سمجھتا ہوں تاوقتیکہ وہ اپنی گذشتہ بداعمالیوں کی تلافی نہ کرے۔

بحیثیت تارک موالات کے میں قانون شریعت کے مطابق امن پسند بھی ہو سکتا ہوں

اور اسکے خلاف بھی۔ جب میرے اندر کافی طاقت ہو تو میں اسکے ساتھ جبر و سختی سے کام
لے سکتا ہوں، یا جس حالت میں ہوں اسی میں رہوں۔ اور پُر امن ترک موالات
پر عمل کروں موجودہ حالات میں جسمانی قوت کا استعمال میرے لئے خارج از بحث ہی
ہجرت اور ترک وطن ۷ کروڑ مسلمانوں کے لئے ناقابل عمل ہے۔ اس لئے پُر امن ترک
موالات ہی صرف ایک ایسی چیز ہے جس پر اس ملک میں کوئی مسلمان خدا کے احکام
اور اپنے ضمیر کی ہدایات کی تعمیل کرنے کے لئے عمل کر سکتا ہے۔ بس میں بھی اُسی طرح ایک
پر امن تارک موالات ہوں جس طرح رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوران قیام مکہ میں تھے
میں اس لئے بھی تارک موالات ہوں کہ میں اس بات کا یقین رکھتا ہوں کہ ایک
ایسی حکومت جو قصداً و عمداً میرے ملک کے اخلاقی اقتصادی اور سیاسی تنزل کا باعث
ہوئی ہے۔ اور جس نے جلیانوالہ باغ میں وحشیانہ اور خلاف انسانیت مظالم کئے ہیں اب
مجھ سے اشتراک عمل کے مطالبہ کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتی۔

بحیثیت ایک تارک موالات کے نہ میں انصاف مانگتا ہوں نہ مجھے اس حکومت سے
انصاف کی توقع ہے۔ اس لئے میں نے۔

(۱) اپنا کوئی وکیل مقرر نہیں کیا۔
(۲) گواہان ثبوت سے کوئی سوال نہیں کیا۔
(۳) کوئی صفائی پیش نہیں کی۔
(۴) کسی قسم کی بحث نہیں کی۔ سوائے تنہا ایک بیان کے جسکی ضوابط ترک موالات
کے مطابق مجھے اجازت تھی۔

اس لئے کہ مجھے یقین ہے کہ یہ نام نہاد مقدمہ محض ایک تماشہ ہے جسکو ایک ضمیر فروش
حکومت نے اس طرح تیار کیا ہے جس طرح تھیٹر میں تماشہ کی تیاریاں کیجاتی ہیں اور
جسکی ساری غرض یہ ہے کہ ہندوستان کے باہر لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکے۔

شروع ہی سے ثبوت کا طریقہ یہ ہے کہ ناانصافی کی جائے اور ایک طومار باندھا جائے
دلیرا سے، گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ بمبئی نے اعلانات اور اخباری بیانات کے ذریعہ سے
کوشش کی ہے کہ ہندوستان اور انگلستان میں لوگوں کے خیالات کو ملزمین کی متعلق
زہر آلود کر دیں۔

اس قسم کی بہت سی حرکتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سندھ میں ایک جھوٹا بیان
شائع کیا گیا ہے جو اس مقدمہ کی مثل میں بھی شامل ہے۔ اُسکا مفہوم یہ ہے کہ شنکراچاریہ
کے جگت گرو شنکراچاریہ، جو اس مقدمہ میں ماخوذ ہیں اس منصب کے جھوٹے مدعی ہیں
اور اس خطاب کے حقدار نہیں ہیں۔ اسطرح نہ صرف محترم جگت گرو کی شخصیت کی بلکہ
تمام ہندو قوم کی بے وجہ توہین کی گئی ہے۔

عدالت ماتحت میں کارروائی مقدمہ نہایت خود مختارانہ تھی۔ اور قانون ضابطہ
کارروائی کی ذرا پروا نہیں کی گئی۔

یہ کارروائی تین حصوں میں تقسیم کیجا سکتی ہے۔

(۱) ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ جو خود بحیثیت گواہ ثبوت کے پیش کیا گیا تھا۔ عدالت میں
ہر وقت موجود رہتا تھا نہ صرف اپنی موجودگی سے عدالت کو متاثر کرتا تھا بلکہ ایک موقعہ
پر تو اس نے عدالت کی کارروائی میں مداخلت کی۔ اور جب مولانا محمد علی صاحب عدالت
کو اُسکی کسی ناجائز کارروائی کے متعلق مخاطب کر رہے تھے تو اس نے پولیس کے افسر کو
حکم دیا کہ انکو جبراً بٹھا دے۔

(۲) ملزمین کو عمداً مقدمہ کی نوعیت اور نیز اُس ثبوت سے جو انکے خلاف تھا
بیخبر رکھا گیا۔

(۳) مجسٹریٹ نے سب شہادتیں سُننے سے انکار کیا حتی کہ ایک حکم بھی اس قسم کا
دیا کہ بعض گواہوں کی شہادت عدالت میں نہ سُنی جائے۔ اسطرح گویا قبل از وقت یہ فیصلہ کر لیا

کہ ملزمین سشن سپرد کئے جائینگے۔

(۴) وکیل سرکار کو Leading question کرنے کی اجازت دی گئی حتی کہ انہوں نے خود ثبوت کے گواہوں سے جرح کی۔

(۵) گو کہ مجسٹریٹ کا فرض ہے کہ ملزمین سے سوالات کرے مگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کیا خصوصاً جگت گرو شنکراچاریہ سے۔

(۶) سوائے مولانا محمد علی صاحب کے باقی ملزمین کے بیانات جنمیں حالات مقدمہ کی تشریح کی گئی تھی شامل مثل نہیں کئے گئے۔

(۷) فرد جرم پڑھکر نہیں سنائی گئی نہ ان ملزمین کو سمجھایا گیا جو انگریزی نہیں سمجھتے تھے۔

(۸) مجسٹریٹ نے وکیل سرکار کو حکم دیا کہ مقدمہ پر بحث کریں اور حالانکہ مولانا محمد علی صاحب سے وعدہ کر لیا تھا مگر ملزمین سے بحث کرنے کے متعلق نہیں کہا۔

(۹) مجسٹریٹ نے سشن سپرد کرنے کا حکم اپنے گھر پر بہت پہلے سے لکھ لیا تھا حالانکہ اسوقت تک نہ ملزمین کے بیانات مثل پر آئے تھے نہ بحث سنی گئی تھی۔ یہ حکم مجسٹریٹ نے وکیل سرکار کی بحث ختم ہونے کے ذرا ہی دیر بعد سنادیا۔ فرد جرم بھی پہلے سے لکھ لی گئی تھی۔

(۱۰) دعوے اور فرد قرارداد جرم اور سشن سپرد کرنیکا حکم بھی نہایت مبہم بے معنے اور غلط فہمی پیدا کرنے والے ہیں۔

کارروائی کا پہلا حصہ تو یہ تھا۔ دوسرے حصہ کو دیکھئے۔

(۱۱) سشن سپرد کرنیکے پورے ۲۴ گھنٹہ بعد جبکہ مجسٹریٹ کی کوئی حیثیت باقی نہ رہی تھی مقدمہ پھر عدالت ماتحت میں پیش کیا گیا۔

(۱۲) مجسٹریٹ نے خود ہی مقدمہ کو پھر پیش کرالیا۔ حالانکہ نہ ہائی کورٹ نے حکم دیا تھا

نہ فریقین میں سے کسی نے تحریک کی تھی

(۳) فرد قرار داد جرم اُردو میں سُنائی گئی تھی مگر ملزمین کو سمجھائی نہیں گئی اور ان سے کہا گیا کہ وہ گواہان صفائی کی فہرست داخل کریں۔

(۴) عدالت کو ان کارروائی کے ناقص کر دینے والے اسباب پر توجہ دلائی گئی تاکہ کارروائی کی سطحی حالت ظاہر ہو جائے۔ مگر عدالت نے اُن اعتراضات کو قلمبند نہیں کیا۔ دوسرا حصہ بھی ختم ہوا۔ اب تیسرا حصہ جیل کے اندر اسطرح شروع ہوا۔

(۱) مجسٹریٹ نے بغیر استدعا کے ثبوت کی مزید شہادتیں شامل مثل کر دیں۔

(۲) ملزمین سے دریافت نہیں کیا گیا کہ آیا وہ بھی کوئی شہادت اس مزید شہادت ثبوت کے خلاف پیش کرنا چاہتے ہیں یا نہیں۔

(۳) یہ مزید شہادت ثبوت کسی حیثیت سے محض ضمنی یا اتفاقی نہ تھی بلکہ مقدمہ کے متعلق بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ یہ وہی شہادت تھی جسکو شروع میں مجسٹریٹ نے اپنے حکم سے روکدیا تھا۔

عدالت ماتحت کی کارروائی اسطرح ختم ہوئی۔

میں نے اُن واقعات کو اسلئے بیان نہیں کیا کہ میں اپنی صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں یا اسقدر بے ضابطہ اور ثبوت کو ناقص کر دینے والے حالات سے کوئی فائدہ اُٹھانا چاہتا ہوں بلکہ میں نے یہ سب کچھ صرف اس لئے بیان کیا کہ تمام مقدمہ کی مصنوعی حالت کو واضح کر دوں۔ جہانتک میرا تعلق ہے مجھے اس مقدمہ کے نتائج کی کوئی فکر نہیں بلکہ درحقیقت میں تو قید کی سزا پانا چاہتا ہوں۔

عدالت سشن کی کارروائی وہی عدالت ماتحت کی ساری داستان تھی جو دوہرائی گئی۔ گو کہ یہاں وہ سب کارروائی ذرا زیادہ اہتمام کے ساتھ عمل میں آئی۔ اس عدالت میں بھی جگت گرو شنکر اچاریا کی توہین کی گئی۔ ملزمین کے بیانات شامل مثل نہیں کیے گئے۔

ملزمین کی کرسیاں ہٹالی گئیں اُنکو زمین پر بٹھایا گیا۔ حتی کہ ملزمین پر توہین عدالت کے الزام میں مقدمہ چلانے کی دھمکی دی گئی۔ عدالت کا طرز عمل ایسا تھا جیسے کہ وکیل ثبوت کا ہوتا ہے نہ کہ جج کا۔ عدالت نے ابتدائی کارروائی کے اختیارات بھی اپنی طرف منسوب کرلئے جنکا از روئے قانون اس عدالت کو حق حاصل نہیں۔ معمولی طور پر عدالت سشن فرد قرارداد جرم کا اسی حالت میں ترجمہ کرسکتی ہے یا اُسکو بدل سکتا ہے یا اسمیں اضافہ کرسکتا ہے جبکہ اس قسم کی تبدیلی، ترمیم یا اضافہ نہایت معمولی ہو اُسکی وجہ سے ملزمین کے مفاد پر بُرا اثر نہ پڑتا ہو اور اُسکی تائید مثل کے شہادتوں سے بھی ہوتی ہو۔ مگر اس معاملہ میں جج نے فرد قرارداد جرم میں ایک نئی دفعہ کا اضافہ کرکے اور بعض دفعات کو بدل کر اُسکی نوعیت ہی بدلدی۔ میں ذرا تشریح کردوں کہ میرا مفہوم کیا ہے۔ عدالت نے جو فرد قرارداد جرم لگائی تھی اسمیں تو یہ تھا کہ یہ نام نہاد سازش سنہ ۱۹۲۱ء میں شروع ہوئی۔ مگر عدالت سشن نے ۱۹۲۱ء کو بدلکر سنہ ۱۹۲۰ء کردیا۔ اسطرح زمانہ سازش میں پورا ایکسال بڑھا دیا گیا اور یہ بھی محض اس بات کو فرض کرکے ثبوت کی جانب سے ایک گواہ پیش ہوگا جو اس امر کی شہادت دیگا۔ یہ حرکت انتہا درجہ لغو ہے۔ عدالت کا اسطرح اپنے اختیارات میں اضافہ کرلینا نہ صرف بے دلیل ہے بلکہ قطعاً منافی قانون اور سارے مقدمہ کو ناقص کردینے والا ہے۔

میرے خلاف الزام یہ ہے کہ میں نے خلافت کانفرنس کراچی منعقدہ جولائی سنہ ۱۹۲۱ء میں ایک رزولیوشن کی تائید کرتے ہوئے تقریر کی۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس رزولیوشن کے الفاظ کو بھی ذہن نشین رکھیں اسکے الفاظ یہ تھے۔

"آل انڈیا خلافت کانفرنس کا یہ جلسہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور حکومت انگورہ کی خدمت میں اُنکی شاندار فتوحات اور اسلامی سلطنت کی حفاظت و مدافعت کے لئے مردانہ کوششوں پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہے

اور دعا کرتا ہے کہ وہ اسی طرح غیر فوجوں کو ٹرکی ممالک کے ہر گوشہ سے نکالدینے
میں کامیاب ہوں۔

نیز یہ جلسہ زور کے ساتھ اعلان کرتا ہے کہ شریعت اسلامی کے مطابق
ہر مسلمان کے لئے فوج میں بھرتی ہونا یا خدمت کرنا یا رنگروٹ بہم پہنچانا
سخت ممنوع ہے۔ اور یہ کہ ہر مسلمان پر اور خصوصاً علماء پر یہ فرض عائد ہوتا ہے
کہ اس باب میں مذہبی احکام کو برطانوی فوج کے اندر ہر مسلمان تک
پہنچا دیں۔

نیز یہ جلسہ اعلان کرتا ہے کہ اگر برطانوی حکومت بلا واسطہ یا بالواسطہ
خفیہ طور پر یا علانیہ گورنمنٹ انگورا کے خلاف کوئی مخاصمانہ کارروائی کرے
تو مسلمانان ہندوستان کانگریس کے ساتھ شریک ہو کر مقاومت مجہول
اختیار کرنے پر مجبور ہونگے۔ اور آیندہ اجلاس کانگریس میں بمقام احمدآباد
ہندوستان کی آزادی اور قیام جمہوریہ کا اعلان کردینگے"

یہ ہے وہ رزولیوشن جس پر سارے مقدمہ کا مدار ہے۔ حضرات! میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ
جسطرح میں نے کانفرنس میں اس رزولیوشن کی تائید کی تھی اُسی طرح اسوقت بھی اسکے
ہر لفظ کی تائید کرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اُسکو پڑھیں اور بغور پڑھیں اور مجھے
بتائیں کہ اسکا کونسا حصہ آپکو قابل اعتراض معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک رزولیوشن
گوکاک، میں بھی پاس ہوا تھا جہاں ہمکو لندن سے اس مضمون کا ایک تار ملا تھا
کہ برطانوی (حکومت) انگورہ کے خلاف علانیہ یا خفیہ یونانیوں کی مدد کر رہی ہے
میرے دوست وکیل سرکار چاہتے ہیں کہ اب اس رزولیوشن کی اہمیت کو محسوس
کرلیں میں بھی اس رزولیوشن کو تحفۃً اُنکی خدمت میں اور اُنکے ذریعہ سے اس حکومت
کی خدمت میں جس کے وہ اس عدالت میں اپنی بدقسمتی کے باعث نمائندے ہیں پیش کرتا ہوں

ہیں اس رزولیوشن کو بہت اہم سمجھتا ہوں اور چاہتا ہوں آپ بھی بہت اہم سمجھیں۔ اس لئے
کہ یہ رزولیوشن درحقیقت میری مذہبی رائے کا مظہر ہے جس کی نسبت خدا نے مجھے حکم
دیا ہے کہ میں فوج کے ہر مسلمان تک پہنچاؤں۔ اگر یہ اظہار رائے تعزیرات ہند کی کسی
دفعہ کی تحت میں مجھے قابل سزا قرار دیتا ہے تو میں اس سزا کو برداشت کرنے پر رضامند ہوں
آپ دیکھیں کہ اس رزولیوشن میں اعلان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے لئے برطانوی فوج
میں نوکری کرنا حرام ہے۔ اور علماء اور غیر علماء کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اس پیام
کو عام طور پر سپاہیوں تک پہنچائیں۔ کراچی کانفرنس سے بہت پہلے کانگریس
خلافت کمیٹی، جمعیۃ علما اور مسلم لیگ اور انکے علاوہ بھی ملک کے دوسری قومی و
سیاسی جماعتوں نے اسی قسم کے رزولیوشن پاس کئے ہیں۔ اس رزولیوشن میں
کوئی بات نئی نہیں ہے۔ اسی ایک اُصول کو شریعت اسلامی کے الفاظ میں واضح کردیا
گیا ہے۔ یہ نہ کوئی بیان ہے، نہ افواہ ہے، نہ خبر ہے جسکے ذریعہ سے سپاہیوں کو
ہدایت کی گئی ہو کہ وہ بحیثیت سپاہی کے اپنے فرائض کے انجام دینے سے انکار
کریں یا اُن فرائض سے بے اعتنائی کریں۔ نہ یہ سپاہیوں کو اُنکے فرائض سے اغوا
کرنے کا ارتکاب ہے، نہ اعانت ہے۔ پس دفعات ۱۳۱ و ۵۰۵ تعزیرات ہند تو کسی طرح عائد
نہیں ہوتیں۔ سپاہیوں کو اپنے خدا کے احکام سے واقف ہونا ضرور ہے۔ مگر یہ نہیں کہا جا سکتا
کہ کس عنوان سے ان کو اپنے فرائض کی انجام دہی سے بے اعتنائی کرنے کی ترغیب
دی گئی۔ رزولیوشن تو صرف اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ انکے لئے فوج کی ملازمت
حرام ہے۔ اگر یہ ملازمت انکو شریعت کے قانون کے خلاف کسی کام کی کرنے پر
مجبور کرے۔ پس یہ اعلان بھی مشروط ہے۔ یہ صرف اعتراض شخصی بہ بنائے ضمیر شخصی
کا مرادف ہے۔ سارا اعلان بھی مشروط ہے اس لئے کہ جو کچھ کرنا ہے صرف مقررہ
حالات میں کرنا ہے۔ اگر حالات مسلمان سپاہیوں کو فوج میں ملازمت کرنے کی

اجازت نہ دیں تو انکو صرف اس امر پر متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ مذہبی وجوہ کی بنا پر ملازمت سے سبکدوشی کرلیں - یہ سبکدوشی پورے طور پر قانونی ذریعہ سے حاصل کیجا سکتی ہے ضرور نہیں کہ اس اعلان کے صرف یہی معنی ہوں کہ سبکدوشی حاصل کرنیکی غرض سے سپاہی غیر قانونی کارروائی کرنے پر مجبور ہوں - بلکہ وہ افسران اعلیٰ کو اپنے مذہبی فرائض سے مطلع کرکے استعفیٰ یا اس امر کی درخواست دے سکتے ہیں کہ انکا نام فہرست سے کاٹ دیا جائے یا وہ قاعدہ کے مطابق روپیہ دیکر سبکدوشی حاصل کرسکتے ہیں - مزید برآں وہ فوج سے علیٰحدہ ہونے کے اور بہت سے باضابطہ طریقے اختیار کرسکتے ہیں - اور یہ سب بھی صرف اسی حالت میں کرنا ضرور ہے جبکہ انکو کسی ایسے کام کے کرنیکا حکم دیا جائے جو مذہب کے خلاف ہو - میں چاہتا ہوں کہ آپ خاص طور پر اس بات کو دیکھیں کہ اسی رزولیوشن میں یہ طے کیا گیا ہے کہ خلاف ورزی قانون اسوقت تک اختیار نہیں کیجائیگی جب تک کہ آل انڈیا خلافت کمیٹی انڈین نیشنل کانگریس سے مشورہ کرکے یہ تجویز طے نہ کرے - یہ بحث بہت اہم ہے - اس لئے کہ تمام مقدمہ پر اسکا اثر پڑتا ہے - اسی لئے میں ایک دوسرے عنوان سے پھر اسی بحث کو آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں -

میرے خلاف الزام یہ ہے کہ میں نے فوج کو انکے فرائض سے بے اعتنائی کرنیکی تحریک کی - کیا اس رزولیوشن سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں نے اس قسم کی کوئی بات بلا واسطہ یا بالواسطہ کی ہے ؟ میں سپاہی سے کہتا ہوں کہ برطانوی فوج میں نوکری کرنا "حرام" ہے میں مانتا ہوں کہ اس رزولیوشن کا مفہوم یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی سپاہی اپنی ضمیر کے مطابق احکام مذہبی پر ایمان رکھتا ہے تو وہ فوجی ملازمت ترک کردیگا مگر کانگریس کے رزولیوشن کے ماتحت ہم نے یہی بات وکلائے کہی تھی - نہ ہمنے کبھی کسی وکیل کو ترک وکالت پر مجبور کیا - نہ اس رزولیوشن کا مفہوم یہ ہے کہ کسی سپاہی کو ترک ملازمت پر مجبور کیا جائے - اس رزولیوشن کا معمولی اور قدرتی نتیجہ نہ قانون کی نافرمانی ہے نہ اطاعت سے روگردانی ہونا ہے

نہ فرائض سے بے اعتنائی ہے۔ پہلا کام تو صرف یہ ہوگا کہ ملازمت سے سبکدوشی حاصل کیجائے
ہم یہ کب کہتے ہیں کہ غیر قانونی ذریعہ سے سبکدوشی حاصل کیجائے۔ اگر میں آزاد ہوگیا تو میں
سپاہیوں سے یہی کہونگا کہ قانونی ذریعہ سے سبکدوشی حاصل کرلیں۔ اس رزولیوشن میں تو
خلاف ورزی قانون کا ذکر آئندہ کے لئے ہے۔ ابھی تک ہم نے خلاف ورزی قانون پر عمل
کرنے کا فیصلہ نہیں کیا ہے۔ خدا کرے کہ میرے اہل ملک اتنی طاقت رکھیں کہ خلاف ورزی
قانون اختیار کرسکیں۔

اب میں سپاہیوں کو اغوا کرنے کی سازش کا جو الزام ہے اس سے بحث کرتا ہوں
ارتکاب فعل ناجائز کی سازش کے لیئے دو یا زیادہ اشخاص کی باہم
قرارداد ضروری ہے۔

اسکی بھی ضرورت ہے کہ اس قرارداد کا قطعی اور صاف ثبوت بھی موجود ہو میں
آپ سے سوال کرتا ہوں، آپ بھی ضمیر رکھتے ہیں۔ خدا کو حاضر وناظر جان کر بتایئے
کہ ہم میں سے کسی دو اشخاص کے درمیان فعل ناجائز کی قرارداد کا کوئی ثبوت مثل میں
موجود ہے؟ محض فرض کرلینے سے کام نہ چلیگا۔ اسطرح محض فرضیات پر اپنے دعوے کی
بنیاد رکھکر گورنمنٹ کو شرمانا چاہیئے۔ میں ماننے کے لئے تیار ہوں کہ یہ ضرور نہیں کہ
ایک فعل ناجائز کی سازش کے لئے تمام شرکاء سازش نے باہمی قرارداد کی ہو۔ مگر ثبوت
کے لئے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ ہم میں سے کسی دو اشخاص نے ایک وقت میں کسی
ایک مقام پر یہ قرارداد کی کہ سپاہیوں کے پاس جانا چاہیئے اور انکو سرتابی یا اپنے
فرائض سے بے اعتنائی کرنے کی ہدایت کرنی چاہیئے۔ وکیل سرکار نے بہت سے قانونی
مصطلحات سے آپکا دماغ پریشان کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ
آپ مصطلحات مقدمہ پر ذرا توجہ نکریں۔ بلکہ آپکو تو کھلے ہوئے واقعات پر فیصلہ دینا ہے
اور یہ دیکھنا ہے کہ آیا ملزمین نے کوئی ایسی کارروائی کی ہے یا نہیں جو انکو قانون کے پنجہ میں لاسکے

ثبوت کی جانب سے اس قسم کی کارروائی ثابت کرنے کی نہایت بیتابانہ کوشش کی گئی ہے۔ کچھ اشتہارات مثل میں لائے گئے ہیں جن سے ناجائز کارروائی ثابت کرنا مقصود ہے۔ افسران فوج گواہی دینے آئے ہیں کہ سپاہیوں کو اغوا کرنے کی کوشش کی گئی۔ مگر ان اشتہارات سے آپکو تمام مقدمہ کی انتہائی لغویت اور خود فریبی معلوم ہو جائیگی۔

حضرات! اب آپ خود ہی ثبوت کے قانونی جواز کو دیکھئے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ ان اشتہارات کے لفافوں اور اُن لفافوں پر جو تحریر ہے اُسکو بغور دیکھیں۔ ان لفافوں پر صوبجات متحدہ کے مختلف مقامات کی مہریں ہیں۔ مثلاً مراد آباد۔ کاشی وغیرہ۔ مگر یہ سب لفافے ایک ہی رنگ کے، ایک ہی قسم کے، ایک ہی وزن کے ہیں۔ اور اُنپر تحریر بھی ایک ہی قسم کی ہے۔ یہ تو لفافوں کا حال ہے۔ اب اُس اشتہار کے مضمون کو دیکھئے کہ عبارت کسقدر غلط ہے۔ قرآن کریم کی آیات کا نہ صرف غلط حوالہ دیا گیا ہے بلکہ اُنمیں تحریف بھی کی گئی ہے۔ اشتہاروں پر کوئی نام نہیں نہ چھاپنے والے کا نہ شائع کرنے والے کا۔ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ "شوق" نامی کسی لاہور کے پریس میں چھاپے گئے۔ مگر شہادتوں میں اسکا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ علاوہ بریں عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اشتہارات کو "جنرل سکرٹری پبلشنگ ہاؤس دہلی" نے شائع کیا۔ لاہور، دلی، یا صوبجات متحدہ سے کوئی شہادت اس کاغذ کی اصلیت ثابت کرنے کے لئے پیش نہیں ہوئی۔ نہ اُن عجیب کارخانوں اور اشخاص کا وجود ثابت ہوا جنکا ذکر اشتہار میں ہے۔ غرض اس قسم کے ذلیل چالوں اور نفرت انگیز ترکیبوں سے ہندوستان کا حکمران فرقہ ہمارے خلاف مسلمان سپاہیوں کو اُنکے فرائض سے اغوا کرنے کا الزام ثابت کرنا چاہتا ہے۔ رہی سازش تو اسکے متعلق میں ابھی بتا چکا ہوں کہ مثل میں ایک حرف ثبوت کا موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ ہم سے کسی دو ملزمین نے اپنی زندگی میں کسی خلاف قانون کارروائی کے کرنے کی سازش یا قرارداد کی۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ یہ بھی یاد رکھیں کہ

رزولیوشن یا تقریروں کے الفاظ جو کی گئیں فرد جرم کی بنیاد نہیں ہیں پس ان دفعات کی تحت میں الزام قایم کرنے سے پہلے یہ ثابت کرنا لازم ہے کہ ملزمین نے کانفرنس پنڈال کے باہر کوئی خلاف قانون کارروائی کی۔

حضرات! مجھے افسوس ہے کہ آپکی جماعت میں کوئی مسلمان شامل نہیں۔ یا عیسائی ہیں یا ہندو۔ اس لئے اس مقدمہ کی نوعیت کا سمجھنا آپ کے لئے مشکل ہے۔ مگر آپکی آسانی کے خیال سے میں آپسے کہتا ہوں کہ اُن آیات کا جو اشتہار میں درج ہیں قرآن کریم کی اصلی آیات سے مقابلہ کیجیے جو میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہوئی کہ آپ دونوں کے اختلافات کو سمجھ گئے۔ اِن دونوں کے مقابلہ کے بعد صاف معلوم ہو جائیگا کہ ملزمین میں سے کوئی شخص اسقدر صاف غلطیاں ہرگز نہیں کر سکتا۔ نہ خلافت کمیٹی جیسی ذمہ دار جماعت ایسی غلطی کر سکتی ہے۔ غالباً آپ کو معلوم ہوگا کہ مسلمان کے لئے قرآن کی آیات میں ایک حرف، ایک نقطہ، یا آدھے لفظ کی ترمیم کرنا یا اضافہ کرنا یا تحریف کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ علاوہ بریں اگر خلافت کمیٹی ان اشتہارات کو شائع کرتی تو اسپر سکرٹری یا ذمہ دار ممبران کے دستخط ہوتے۔ جیسے کہ اُس نے رزولیوشن کو علانیہ پاس کیا۔ کہا گیا ہے کہ یہ رزولیوشن پہلے ایک "سبجکٹ کمیٹی" کے سامنے پاس ہوا۔ پھر قطعی طور پر کانفرنس میں منظور کیا گیا مگر ثبوت نے سبجکٹ کمیٹی میں تمام ملزمین کی موجودگی کو ثابت کرنے کے لئے ایک عینی شہادت بھی پیش نہیں کی۔ صرف ایک گواہ نے یہ کہا ہے کہ اُس نے سبجکٹ کمیٹی میں مولانا شوکت علی کی آواز سنی تھی۔ مگر سبجکٹ کمیٹی میں یہ ضرور نہیں کہ تمام ممبر شریک ہوں یا تمام ممبر ووٹ دیں یہ بھی ضرور نہیں کہ رزولیوشن تمام ممبروں کی اتفاق رائے سے پاس ہو۔ پس یہ کوئی شہادت نہیں ہے کہ کسی شخص کا صرف وہاں موجود ہونا سازش سے اسکا تعلق ثابت کرنے کے لئے کافی ہو۔ میں آپکو علماء کے فتوے پر توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ غالباً آپ کو معلوم ہوگا کہ جمعیۃ علماء ایک علیحدہ جماعت ہے جسکا نظام ترکیبی بھی بالکل جدا ہے اور اس حیثیت سے اسکا

کوئی تعلق خلافت کمیٹی سے نہیں ہے۔ فتوے پر ۵۰۰ علماء کے دستخط ہیں اور جمعیۃ علماء کے ناظم کی اجازت سے شایع کیا گیا ہے۔ یہ فتوے محض اس لئے شامل مثل کیا گیا ہے کہ جج اور جوری کے خیالات کو ہمارے متعلق خراب کیا جائے۔ ورنہ اسکا کوئی تعلق مقدمہ سے نہیں ہے نہ اس پر فرد قرار داد جرم مبنی ہے۔ قانون اُن تمام باتوں کے متعلق جن پر میں نے آپکو توجہ دلائی ہے نہایت صاف اور واضح ہے۔ مگر میں نظائر و امثال پیش کر کے قانونی بحث کرنا نہیں چاہتا۔ میں تو صرف اس امر کو واضح کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ مقدمہ جو بالکل یک طرفہ ہے محض ایک تماشہ ہے اور انصاف کی نفی ہے اور یہ کہ ان عدالتوں میں جنکو ایک ایسے طرز حکومت کی تحت میں قایم کیا گیا ہے جو نہ صرف غیر ذمہ دارانہ ہے بلکہ اس ملک کی اخلاقی، مادی، اور سیاسی مفاد کے قطعاً خلاف ہے کوئی ہندو انصاف کی اُمید نہیں رکھ سکتا۔ گورنمنٹ کا اصلی منشا یہ ہے کہ خلافت، سوراج، اور ہندو مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان پہنچائے۔ اور یہ مقدمہ درحقیقت حکمران فرقہ کی ایک کوشش ہے کہ ملک کے بڑھتے ہوئے حوصلوں پر ایک مدحواس کر دینے والی ضرب لگائی جائے۔

حضرات! میں اس باب میں کچھ کہنا نہیں چاہتا کہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق قانون اسلامی کیا ہے۔ میرے دوست مولانا محمد علی صاحب اور مولانا حسین صاحب دونوں اس پہلو پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں اور اگر آپ انکے بیانات پر غور کرنے کی زحمت گوارا کریں تو آپکو معلوم ہو جائیگا کہ اس مسئلہ کی مذہبی پہلو کی صحیح نوعیت کیا ہے۔ مولانا محمد علی ایک فاضل آدمی ہیں۔ مولانا حسین احمد صاحب قانون اسلامی سے بہت بڑی واقفیت رکھتے ہیں۔ شری شنکر اچاریہ لاکھوں ہندو کے پیشوا ہیں۔ پیر مجدد صاحب کے لاکھوں مرید ہیں۔ مولانا نثار احمد کے کثیر التعداد معتقدین صوبجات متحدہ میں ہیں۔ ہے مولانا شوکت علی ہیں۔ انکو آپ خود دیکھ لیں کہ وہ کیا ہیں۔ وہ نمود اپنے وجود میں وہ طاقت رکھتے ہیں جو بڑی بڑی جماعتوں کو حاصل ہوتی ہے۔ میں حیلہ بہانہ، اور سرا ٹھا کر وہ ائے

سابق حاکم پنجاب کا ایک دیرینہ آشنا ہوں - جنکا ابھی دور دراز انگلستان میں
میرے متعلق چیختے چیختے گلا پڑ گیا ہے -

۱۹۱۹ء میں "پنجاب کے سوما،، نے پہلے مجھے میرے گھر سے پکڑ کر دھرم سالہ کے
پہاڑوں میں بند کیا - پھر میرے جلا وطن کئے جانے پر میرے بعض ہموطنوں کو حکمران
فرقہ کے دست دراز نے بیگناہ گولیوں سے مار دیا - صرف اس قصور پر کہ انہوں نے میری
رہائی کا مطالبہ کرنے کی جرأت کی تھی - بعض ہموطن سخت اشتعال کی حالت میں صبر
نہ کر سکے اور انہوں نے بے قابو ہو کر امرتسر میں چند انگریزوں کو مار ڈالا - اور چند عمارتوں کو
جلا دیا - اس کارروائی پر (اور یہ کارروائی یقیناً بیجا کارروائی تھی) خود انکے ہموطنوں
نے ۱۳ - اپریل ۱۹۱۹ء کو جلیانوالہ باغ میں انکو ملامت کی ٹھیک اسی وقت جبکہ اہل امرتسر
ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے اور اس اشتعال پر ملامت کر رہے تھے جو ایک طرف
تو حکمران فرقہ کی طرز عمل کا اور دوسری طرف خود انکی بعض ہموطنوں کی احمقانہ کارروائی
کا نتیجہ تھا، ٹھیک اسی وقت حکمران فرقہ کی اس مشہور جنگجو جنرل دائر کے حکم سے ان پر
گولیاں چلائی گئیں - اور پھر زخمیوں کو بھی ڈاکٹر و جراح کی چارہ سازی سے محروم چھوڑ دیا
گیا تا آنکہ انکو اپنے ملک کی خاطر ایک شاندار شہادت نصیب ہوئی -

اہل امرتسر کے دل میری محبت سے لبریز تھے جو ستیاگرہ کے متعلق میری حقیر
خدمات کی وجہ سے انکی دلوں میں جاگزین تھی اور انہوں نے اپنے جوش محبت میں
مجھے جلیانوالہ کے جلسہ کا صدر منتخب کیا تھا - اور میری تصویر کو صدر کی کرسی پر رکھا تھا
پنجاب کے حکمران فرقہ کی نظر میں یہ گویا میرا سب سے بڑا جرم تھا - میری فرد جرم بہت
طویل ہے - مجھے سب جرم تو یاد بھی نہیں چند باتیں آپکو بتاتا ہوں -

میں پنجاب کے ان لوگوں میں تھا جنہوں نے سب سے پہلے ستیاگرہ کا حلف اٹھایا تھا
میں نے امرتسر میں ستیاگرہ کی ایک انجمن بنائی تھی - اور رولٹ ایکٹ کے خلاف تمام پنجاب

میں جد و جہد کا نظام قایم کیا تھا۔ مجھ سے جہانتک ممکن ہوا میں نے پنجاب گورنمنٹ کی خرابیوں۔ اور اُسکے شیخی بگھارنے والے گورنر (جنکا نام اب مارشل لا کی وجہ سے روشن ہے) کے عیوب کو ظاہر کیا۔ میں نے یہ بھی کیا کہ کانگریس کو امرتسر میں منعقد ہونے کی دعوت دی تاکہ وہ اوڈائر کے طریقہ حکومت کی جبر و تعدی کے داستانیں سن لے۔ پس حضرات آپ سمجھ گئے ہونگے کہ بیجا نہیں اگر مجھے حکومت پنجاب نے خطرناک آدمی سمجھا۔ لہذا جلیانوالہ کی وحشیانہ خونریزی کے بعد حکومت پنجاب کو اس سازش کا سرغنہ بنانے کے لئے مجھ سے بہتر کون ملتا جسکی نسبت یہ دعوے کیا جاتا کہ یہ سازش خاص اس غرض سے امرتسر میں شروع ہوئی تھی کہ ہندوستان میں برطانوی حکومت کو درہم و برہم کر دیا جائے۔ اور یہی سب سے آسان چیز تھی جسکو سر مائیکل کے زرخیز دماغ نے اس غرض سے وضع کیا تھا کہ خود اپنے اور اپنے شرکاء کار کے گناہوں اور فروگذاشتوں پر اسکا پردہ ڈالا جائے۔ حضرات! یہ تحریک تھی جسکو ہندوستان اور خصوصاً پنجاب کی حکومت اپنے فرقہ نے خاص اس غرض سے شروع کیا تھا کہ وہ آئینی اصلاحات کے مقصد کی کامیابی میں حارج ہو۔ لیکن مرتبہ یہ سازش گورنمنٹ ہند نے کی ہے اور گورنمنٹ بمبئی کو اپنا آلہ بنایا ہے۔ اسکا مقصد یہ ہے کہ خلافت، سوراج اور ہندو مسلم اتحاد کے مقاصد کو ناکام بنا یا جائے۔ پس میں آپسے التجا کرتا ہوں اپنی نجات کی فکر کیجئے پہلے اس سے کہ آپ اس مقدمہ کا فیصلہ کریں۔ میرے خلاف آپکا فیصلہ درحقیقت میرے مذہب اور ملک کے خلاف ہوگا۔ اس لئے کہ اس جد و جہد کا جسکی باعث مجھے اس عدالت کے سامنے پکڑ کر لائے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ میں ایک ہندوستانی کی حیثیت سے یہ دعوے کرتا ہوں کہ مجھے پوری آزادی خیال و زبان و عمل و ضمیر کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرنیکا حق حاصل ہے۔ مجھے کچھ پروا نہیں کہ اسکا فیصلہ کیا ہوگا۔ اور میں جج سے التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھے پوری قانونی سزا دیں یا در حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دیں اس سے کم قید کی سزا نہ دیں۔

میں ایک شورش پسند ہوں (جدوجہد کرنے والا) میں صاف طور پر اعتراف کرتا ہوں۔ میں انقلاب پسند بھی ہوں اس لئے کہ پرامن عدم اشتراک عمل کی تحریک کچھ نہیں سوائے اسکے کہ ایک انقلابی تحریک ہے۔

جدوجہد کے طریقے میں میں اپنے مشہور عالم لیڈر مہاتما گاندھی کی پیروی کرتا ہوں جو نیک نفس بھی ہیں۔ زیرک بھی ہیں اور عملی کام کرنے والے انسان بھی ہیں سوراج اش[illegible] بانی بھی ہوں جسکے اندرونی کاروبار کے دلچسپ راز کو معلوم کرنے کی حکومت کو بہت فکر ہے۔ میں نے اپنی زندگی کو اشرم کے لئے وقف کر دیا ہے اور عہد کر لیا ہے کہ جب تک مظالم پنجاب ناممکن الوقوع نہ ہو جائینگے، جب تک کہ خلافت کے متعلق ناانصافیوں کی تلافی نہ ہو جائیگی جب تک اہل ہند کو سوراج نہ مل جائیگا۔ اور ہندوستان کامل آزادی خیال، وعمل ضمیر حاصل نہ کر لیگا میں اسوقت تک اپنے ذاتی مفاد کے لئے کوئی کام نہ کرونگا۔

میں کسی غیر ملکی نسل قوم یا مذہب سے نفرت نہیں رکھتا مگر اپنے خدا اور اپنے ملک کی محبت میں کسی سے کم نہیں ہوں۔

حضرات! میں آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے پوری طرح اظہار خیالات کا موقع دیا اور اسکا بھی مشکور ہوں کہ آپ نے صبر کے ساتھ میرا بیان سنا۔ میں جج اور وکیل سرکار کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے آپ سے یا کسی کی ذات سے کوئی خصومت نہیں ہے۔

آخر میں سب لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ تا انتہا امن پسند رہیں اور اسوقت تک مہاتما گاندھی کی پیروی کئے جائیں جب تک ہمارا مقصد حاصل نہ ہو جائے جسکے لئے ہم یہ جنگ کر رہے ہیں۔

بیان مولانا حسین احمد صاحب

۱۸۵۷ء میں جبکہ آزادی کی خوشبودار مگر تیز ہوا باشندگان ہند کے دل کو مست اور مسرور کر رہی تھی اسکی بھینی بھینی مہک ہوش و حواس کو گم کر رہی تھی اور دلوں کو از خود رفتہ بنا رہی تھی۔ ساتھ ہی ساتھ تشدد کی زہریلی چنگاری چمن ہستی کو برباد اور اسکی ہمہ گیر لپیٹ خانماں کو خاکستر کرتی ہوئی بدلطفی اور پست ہمتی کی بادسموم سے نخلستان وجود کو پژمردہ بنا رہی تھی۔ تباہ کن اور زہریلے شعلے اور استقبالی طمانیت کو یکقلم نیست و نابود کر رہے تھے۔ دنیائے امن میں ہر طرف آگ لگی ہوئی تھی۔

اسوقت اس بھڑکتی ہوئی آگ کے سرد کرنے میں ممکن ہے کوئی کوتاہ نظر مادی قوت کو موثر مانتا ہو مگر باریک بیں اور تہ تک پہونچنے والا دماغ کبھی اسکے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہو سکتا اور نہی واقعات اسکی شہادت دے سکتے ہیں مادی قوت لپٹ مارنے والے شعلے کو دبا سکتی ہے مگر دلوں میں سلگنے والی آگ کو نہیں بجھا سکتی۔ وہ ہاتھ پیر باندھ کر لوہے کے زیوروں سے اجسام کو آراستہ کر سکتی ہے۔ مگر دماغوں پر قابو نہیں کر سکتی وہ شخصی خدمات کو ملیامیٹ کر سکتی ہے مگر قومی احساسات کو پامال نہیں بنا سکتی وہ خیالی ذمہ داری کا ایک درجہ تک تحمل کر سکتی ہے۔ مگر استقبالی کفالت اسکے احاطۂ امکان سے باہر ہے۔ اُس زمانہ کے گورنمنٹ کے تجربہ کار اور عقلمند ارکان اسکو بھی اور واقعی سمجھے اسکے ہر پہلو پر غور اور خوض سے کام لیا اور تہ تک پہنچ گئے۔ انہوں نے اُن مادی اور اصولوں تک اپنی قابل وقعت فکر کو پہنچایا جن کے ذریعہ سے نہ فقط سرسری طور سے امن و امان قایم ہو سکتا تھا بلکہ اُسپر عملدرآمد ہونیکی صورت میں ہمیشہ کے لئے جملہ خطرات کا قلع قمع بھی ہو سکتا تھا۔ انکے وسیلہ سے فقط ظاہری شورش اور بے چینی ہی کافور نہیں ہو سکتی تھی بلکہ دلوں کی خلش اور دماغوں کی فکریں بھی دور ہو سکتی تھیں۔ یہ وہی اصول و مواد تھے جنکا حوالہ میرے محترم اور با اولوالعزم دوست مولانا محمد علی صاحب اپنے بیان میں دے چکے ہیں جنکو اعلان

کوئین مع کمشوریلسے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بادشاہان انگلستان اتبک اِس اعلان کی تقدیس کرتے رہے کنگ جارج پنجم اور اقراری کنگ ایڈورڈ ہفتم کے تقدیسی اور تسلیمی کلمات معروف اور مشہور ہیں یہی وہ اعلان ہے جس نے ہندوستان میں حقیقی امن پھیلایا یہی وہ مجموعہ قوانین ہے جس نے ہر بے چینی کا انسداد کر دیا ہے۔ یہی وہ مضبوط پتھر ہے جسپر برٹش حکومت کی بنیاد ہندوستان میں استوار ہوئی۔

. . . . اِس نے اگر والیان ملک اور ریاستوں کے قلوب سے برٹش کے قلمرو نہ بڑھانے،، ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاہدات کو اصل صورت میں ملحوظ رکھنے،، حقوق و احترام والیان ملک کو اپنی طرح ملحوظ رکھنے کے عہد پیمان سے بے چینی دور کر دی تھی تو عام سیاسیوں اور ملکی باشندوں کے دلوں کو اپنے دیگر مقبوضات اور نو آبادیوں کی طرح حقوق دینے انکے ساتھ بلحاظ قومیت بدون اعتبار رنگت غیر جانبدارانہ طریق پر مساوات برتتے،، انکی خوشحالی اور مادی ترقی تجارت اور صنعت کی بہبودی کی کفالت کے مضبوط وعدوں سے مطمئن کر دیا تھا اسنے شاہی عفو کا بھی پورے طور سے اعلان کیا۔ فقط اسی پر اس اعلان نے کفایت نہیں کی بلکہ ایک تیز مگر گہری روشنی کے ذریعہ سے بے چینی اور بدامنی کے اندھیرے کو گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ سے دور کرنے کا طریقہ عمل میں لایا چونکہ ہندوستان کی بودھ زمانے سے لیکر آج تک کی تاریخ دکھلا رہی ہے کہ ہندوستان کے باشندوں میں مذہبیت کا خیال نہایت اعلےٰ ہے۔ زمانہ گذشتہ میں اسکی وجہ سے بہت سی غیر معمولی اور سنگین حادثے پیش آچکے ہیں خود سنہ ستاون میں نا جائز چربی کی وجہ سے فوجوں میں اشتعال پیدا ہونیکا واقعہ طشت از بام ہے دوسرے ممالک مثلاً چین جاوا، یورپ وغیرہ میں یہ حالت مذہبی جذبات کی نہیں ہے۔ اہل ہند خواہ کسی مذہب کے ہوں مذہب کے سامنے قدیم زمانہ سے ہر چیز کو نثار کرتے آئے ہیں۔ اور حقیقت میں ہونا بھی یہی چاہیئے۔ مذہب زمین و آسمان کے بادشاہ کا قانون ہے جسکے سامنے زمینی بادشاہ اور اُسکا قانون کوئی قوت نہیں رکھ سکتا۔ مذہب اُس بادشاہ کا قانون ہے جسکی حکومت

جسم اور رُوح دنیا اور آخرت سب پر ہے اسکے سامنے جسمانی دنیاوی بادشاہ کی کوئی وقعت نہیں ہو سکتی
مذہب اس شہنشاہ کا قانون ہے جس کے ہاتھ میں ہر قسم کا نفع و نقصان حقیقی طور پر ہے - اسکے سامنے
مجازی مالک نفع و نقصان کیا اعتبار رکھتا ہے - اسلئے ہر جگہ میں اور ہر زمانہ میں عقلمند طبقہ مذہب کو
تمام قوانین دنیا پر مقدم کرتا رہا - ہندوستان کی یہ حالت دیکھتے ہوئے مدبرین برطانیہ نے
مذہبی آزادی کو اپنی حکومت کے لئے اصل اصول قرار دیکر اس اعلان میں شامل کر دیا جس کے الفاظ
کا ترجمہ بعینہ حسب ذیل ہے -

مذہب عیسائیت کی حقانیت پر پورا ایمان رکھتے ہوئے ہم ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارا یہ خیال
نہیں ہے کہ ہم اپنی رعایا کو اُس کے ماننے پر مجبور کریں یہ ہمارا شاہی ارادہ اور خوشی ہے کہ کوئی
شخص کسی طرح بھی اپنے مذہب یا کسی مذہبی کام کی وجہ سے ستایا نہ جائیگا - بلکہ سب کے سب
یکساں اور برابر قانون کی حمایت کا لطف اُٹھائیں گے ، اور ہم نہایت سختی کے ساتھ اپنے
ماتحت حکام کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ہماری کسی رعایا کے مذہبی اعتقادیات یا عبادت میں مداخلت
نکریں کہ یہ ہماری ناخوشی کا باعث ہوگا '' ہندوستانی باشندوں نے اس شاہی اعلان
اور شہنشاہی عہد و پیمان پر پورا اطمینان کر لیا اور ہر طرح سے بے چینیوں کو دلوں اور دماغوں
سے نکال باہر کر دیا مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ گورنمنٹ کے حکام نے اپنا طرز عمل ایسا نہ رکھا
جس سے وہ اطمینان قایم اور استوار رہتا) میں آپکو بتانا چاہتا ہوں کہ یہ رزولیوشن جسپر تاریخ معلوم
پر میں نے تقریر تحریک کی تھی یہ واقع میں رزولیوشن اور تجویز نہیں ہے بلکہ خالص مذہبی اور اسلامی
مسئلہ ہے جسکا اعلان کرنا ہر مسلمان پر عموماً اور ہر عالم پر خصوصاً مذہبی فریضہ ہے - یہ مسئلہ
تیرہ سو برس سے چلا آرہا ہے کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے اسکو فقط اس وجہ سے رزولیوشن اور تجویز کے نام
موسوم کیا گیا کہ اسکے دو دوسرے ٹکڑے حقیقت میں تجویزیں تھیں - حقیقت یہ ہے کہ کسی
مذہب کے مسئلہ کو فقط اُس مذہب کے مقتدر لوگ جنہوں نے اپنی عمر کے بڑے حصہ کو اُس
مذہب کی خدمت میں صرف کیا ہے جان سکتے ہیں - ہندو مذہب کی باتیں اُنکی پنڈت

اور گرجا ن سکتے ہیں عیسائی مذہب کی باتیں پادری بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اسلامی مذہب کی باتیں علماء اسلام جان سکتے ہیں لارڈ ریڈنگ یا کوئی بیرسٹر یا جج اسکا فیصلہ نہیں کرسکتا کہ کون مسئلہ مذہبی ہے کون نہیں علماء اسلام سے اسکو پوچھنا چاہئے۔

اُسکے خالص مذہبی ہونے کی دو آفتاب کی طرح روشن دلیلیں ہیں اول خود اسکی الفاظ اور دوم اسکی دلائل۔ اول کی وجہ یہ ہے کہ یہاں فوجی نوکری کی نسبت لفظ حرام کا استعمال کیا گیا ہے۔ اور یہ خالص مذہبی لفظ ہے جسکو تمام مذہب اسلام کے واقفکار جانتے ہیں۔ مذہب اسلام میں احکام سات قسم پر منقسم ہوتے ہیں فرض، واجب، مندوب، (اسمیں سنت مستحب داخل ہیں) مباح ہے۔ کراہت تنزیہی۔ کراہت تحریمی، حرام،

حرام اسکو کہتے ہیں کہ جسکا ثبوت ایسی دلیل سے ہوا ہو کہ اپنے ثابت ہونے اور معنی پر دلالت کرنے میں قطعی ہو اُسمیں کسی قسم کا شبہہ نہ ہو اور اسمیں بندوں کا اس فعل کو چھوڑنا نہایت ضروری قرار دیا گیا ہو۔ اسکی تعریف باعتبار نتیجہ کے ان الفاظ سے کی جاتی ہے حرام وہ فعل ہے جسکا کرنیوالا عذاب کا مستحق ہو اور چھوڑنیوالا ثواب کا اور انکار کرنیوالا تکفیر کا۔ خلاصہ یہ لفظ حرام ایک خالص مذہبی لفظ ہے جو بمعنے مذکور الصدر مسلمانوں میں استعمال کیا جاتا ہے ورنہ لغوی معنے فقط منع کے ہیں جو کہ کراہت میں بھی پائے جاتے ہیں شریعت میں مذہبی مسئلہ اسکو کہتے ہیں کہ مکلف بندوں کے کسی فعل پر ان شرعی احکام میں سے کسیکا حکم کیا جائے شلاً یہ کہا جائے کہ موجودہ گورنمنٹ سے ترک موالات واجب ہے یا مخالف اسلام کی مدد حرام ہے تو ترک موالاۃ اول میں او مدد ثانی میں فعل مکلف ہو، اور لفظ واجب اور حرام شرعی احکام ہوئے یہی بالائی بیان توضیح تلویح شرح جمع الجوامع وغیرہ میں تفصیلاً مذکور ہے۔ خلاصہ یہ رزولیوشن مذکور کے الفاظ مذہبی ہیں اور یہ اسلامی خالص مسئلہ ہے اسلئے ہر مسلمان کا فرض ہوگا کہ مثل دیگر مسائل شرعیہ جب اسکو اس مسئلہ کا علم ہو تو دوسروں کو اپنی طاقت کے موافق پہنچائے۔ ورنہ گنہگار ہوگا۔ دوسرا طریقہ اسکے دلائل کا ہے آپکو معلوم ہونا چاہئے کہ مذہب

اسلام کا مدار قرآن شریف اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے کوئی شخص جب تک قرآن کے حرف حرف اور حضرت محمد صلعم کے فرمائے ہوئے کلمہ کلمہ کو سچ اور حق نہ سمجھے مسلمان نہیں ہوسکتا اگر کسی آیت یا کسی قطعی حدیث کا انکار کردیگا تو کافر ہوجائیگا اور اگر قرآن پر عمل کرنے سے کسی دنیاوی غرض سے حلال جانتا ہوا اعراض کیا تو بھی کافر ہوجائیگا - اگر حلال نہ جانا تو سخت گنہ گار ہوگا - فوجی نوکریاں محض جنگ اور قتل وقتال کی غرض سے ہوتی ہیں جسکو گورنمنٹ اپنی سیاسی اور مذہبی اغراض کے لئے جاری کرتی رہتی ہے اوسمیں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں خلفاء اسلام اور غیر خلفاء - حربی اور ذمی سبھوں پر ہتھیار اُٹھانا ، اور آلات جنگ کا استعمال کرنا اور حسب حکم کمانڈر قتل ، غارت ، لوٹ ، ناروا بےعزتی ، خانہ بربادی وغیرہ سبھی کرنی پڑتی ہے ، زمانہ جنگ میں کسی طرح اس سے انکار ممکن ہے اور چونکہ مسلمان کا قتل کرنا اسکے قتل میں مدد دینا اُسپر ہتھیار اُٹھانا انکا مال لوٹنا ، اُنکی بےعزتی کرنا ، انکو تکلیف پہونچانا انکے دشمنوں کی مدد کرنا انکے حلیفوں کو قتل کرنا وغیرہ وغیرہ سب حرام ہیں اسلئے یہ نوکری ضرور حرام ہوگی - قرآن میں اسکے حرام ہونیکی نسبت نہایت سخت اور تاکیدی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں -

آیات و احادیث و اقوال فقہا ،

سات جگہ قرآن شریف میں صریح الفاظ کیساتھ مسلمان کو قتل کرنے سے منع فرمایا گیا ہے - اور ایک جگہ اُن مسلمانوں کے سخت عذاب اور اُنکے عذر مسموع ہونیکا ذکر فرمایا ہے جو اپنی کمزوری کی وجہ سے دشمنان اسلام کے لشکروں میں شریک ہوکر مارے جاتے ہیں -

(۱) سورۂ نساء میں

ومن یقتل مؤمنا متعمدًا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ

جس شخص نے کسی مسلمان کو بارادہ قتل کیا اسکی جزا پانچ ہیں اول دوزخ میں داخل ہونا - دوم اسمیں ہمیشہ

واعد له عذاباً عظیماً۔ | رہنا۔ سوم اللہ تعالےٰ کا اسپر غضب اور غصہ ہونا۔ چہارم اللہ تعالیٰ کا اُسپر لعنت کرنا۔ پنجم بہت بڑے عذاب کا اِسکے لئے تیار ہونا۔

" واضح ہو کہ جسقدر سخت سزا مسلمان کے قتل کی اس آیت مین ذکر کی گئی ہے وہ کسی گناہ کے لئے سوا کفر و شرک کے ذکر نہیں کی گئی۔ سورہ فرقان میں ہے۔

والذین لا یدعون مع اللہ الٰہاً آخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذالک یلق اثاما یضٰعف لہ العذاب یوم القیٰمۃ ویخلد فیہ مہانا۔

اپنے اچھے اور پسندیدہ بندوں کا ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے اچھے وہ بندے ہیں جو کہ خدا کے ساتھ کسی معبود کی عبادت نہیں کرتے اور نہ کسی محترم جان کو بغیر حق شرعی کے قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو ایسا کریگا اُسکی چار جزاء ہیں (۱) گناہ عظیم کا ارتکاب (۲) قیامت کے دن عذاب کا دوگنا ہونا (۳) عذاب کا ہمیشہ رہنا (۴) ذلیل و خوار دوزخ میں رہنا۔

(۳) سورۂ نساء میں ہے۔

یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما ومن یفعل ذالک عدوانا وظلما فسوف نصلیہ نارا وکان ذالک علی اللہ یسیرا۔

اے ایماندالو آپسمیں ایک دوسرے کے مال بغیر تجارت کے جو کہ آپس کی رضامندی سے ہو کسی دوسرے خراب طریقہ سے مت کھاؤ، اور اپنی جانوں کو قتل نکرو یعنی اپنے بھائی مسلمانوں کو قتل نکرو جو کہ تمہارا اپنے آپ کو قتل کرنا ہی ہے) اللہ تعالیٰ تمپر مہربان ہے، اور جو ایسا ظلم و تعدی

کرتے ہوئے کریگا ہم اُسکو دوزخ میں ڈھکیل دینگے - اور یہ اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے -

(۴) سورۂ مائدہ میں ہے -

من اجل ذالك كتبنا على بنى اسرائيل انه من قتل نفسًا بغير نفس او فساد فى الارض فكانما قتل الناس جميعا ومن احياها فكانما احيا الناس جميعا

ہابیل اور قابیل کا قصہ ذکر کرتے اور قاتل کی سزا وغیرہ کی بحث کے بعد فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر حکم نازل کر دیا تھا کہ جس نے کسی جان کو بغیر قصاص اور زمین پر فساد کرنے (بغاوت خلیفہ یا قتل و غارت وغیرہ) قتل کیا تو اُسپر اسقدر گناہ ہوگا کہ جس قدر تمام لوگوں کے قتل کا ہونا چاہئے اور جس نے اُسکو بچایا۔ تو اسکو اتنا ثواب ملے گا جسقدر تمام لوگونکے بچانیکا۔ واضح ہو کہ یہی حال اُس امت کا بھی ہے جیسا کہ احادیث میں موجود ہے) -

(۵) سورۂ انعام میں ہے -

ولا تقتلوا النفس التى حرم الله الا بالحق

کسی محترم جان کو بغیر اذن شرعی کے قتل نکرو -

(۶) سورۂ اسرا میں ہے

ولا تقتلوا النفس التى حرم الله الا بالحق -

(۷) سورۂ نساء میں ہے -

وما كان لمؤمن ان يقتل مؤمنا الا خطأً

مسلمان کو نہیں پہونچتا کہ سوا خطا کے کسی مسلمان کے قتل کا مرتکب ہو -

(۸) سورۂ نساء میں ہے -

ان الذين توفاهم الملئكة ظالمى انفسهم

کچھ لوگ مکہ معظمہ میں مسلمان ہو گئے تھے مگر ہجرت

قالوا فیم قالوا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا فاؤلئک ماواھم جہنم وساءت مصیرا۔

کی تھی۔۔۔۔۔۔ بدر میں کافروں نے اُنکو مجبور کیا اور اپنے ساتھ لیکر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے آئے۔ وہ مسلمان جنگ میں مارے گئے اُنکے بارہ میں یہ آیت اُتری جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے (یعنی ظالموں کے ساتھ جنگ میں شریک ہوتے تھے اور ہجرت نکرتے تھے) جنگ میں فرشتوں نے جب انکی جان قبض کی تو وہ کہتے ہیں کہ تم کیوں اور کسطرح اسمیں (کفار میں) تھے۔ وہ مسلمان جواب دیتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے۔ وہ فرشتے کہتے ہیں کہ کیا زمین اللہ تعالےٰ کی وسیع نہ تھی کہ تم ہجرت کرکے چلے جاتے اور اُنکے ساتھ نہوتے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اُن لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بُرا ٹھکانا ہے۔"

اس کے علاوہ اور بہت سی غیر صریح آیتیں اسی قرآن میں موجود ہیں جنکو میں بخوف طوالت ذکر نہیں کرسکتا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانات اس بارہ میں بکثرت اور بہت سخت ہیں انمیں سے اسوقت میرے پاس ساٹھ حدیثیں موجود ہیں مگر بخوف طوالت سبکو ذکر نہیں کرتا فقط ۲۰ حدیث پر اکتفا کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد، نسائی ابن ماجہ وغیرہ)۔

دسویں ذی الحجہ کو بقرعید کے دن وفات سے ۹۲ دن پہلے (یعنی تین مہینہ ۲ دن) شنبہ کے روز سہ پہر کو بعد نماز ظہر مسجد خیف میں قصبہ منی میں ایک لاکھ چوبیس ہزار (تقریباً) کے مجمع میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو رخصت کرتے ہوئے اور خود رخصت ہوتے ہوئے جو آخری نصیحتیں و ارشادات فرمائے ہیں انمیں سے یہ بھی ہے۔

(۱) الا ان دماءکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا فی شہرکم ھذا الا لا ترجعن بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔

(چونکہ ہمیشہ سے عرب ذی الحجہ کے مہینہ اور دسویں تاریخ اور حدود حرم کو نہایت مقدس سمجھتے تھے اُسمیں قتل و غارت کرنا اُنکے یہاں سب سے بڑا گناہ شمار کیا جاتا تھا اس لئے اولاً حضرت نے تنبیہ کرنے کے لئے دن مہینہ اور جگہ سے سوال فرما کر اور اُسنے اقرار کرا کر فرمایا خبردار ہو جاؤ کہ تمہارے (اے مسلمانو) خون تمہارے مال تمہارے آبروئیں تم پر ہمیشہ اور ہر جگہ اور ہر دن ایسی ہی طرح تم پر حرام ہیں جیسا کہ اس شہر میں اس جگہ میں اس دن میں خبردار ہو جاؤ میرے بعد کافر مت بنجانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔

(۲) (بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد وغیرہ)

لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث النفس بالنفس وزنا بعد احصان والتارک لدینہ المفارق للجماعۃ

کسی مسلمان کا خون سوائے تین باتوں کے حلال نہیں (۱) جان کے بدلے یعنی (قصاص) (۲) نکاح کرنیکے بعد غیر عورت سے زنا (۳) اور اپنے دین کو چھوڑنا جماعت سے جدا ہونا۔ (اسمیں مرتد اور خلیفہ عادل سے بغاوت کرنیوالا بادشاہ اسلام پر خروج کرنے والا جسکو فساد فی الارض سے تعبیر کیا گیا ہے سب داخل ہیں)

(بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد وغیرہا)

(۳) امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الٰہ الا اللہ فاذا قالوا ھا عصموا منی دماءھم واموالھم الا بحق الاسلام

مجکو حکم کیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے فقط اُسوقت تک جنگ کروں جبتک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہدیں جسوقت اُنہوں نے اِس کلمہ کو کہا دین اسلام کو قبول کرلیا تو اُنہوں نے اپنے خون اور مال کو محفوظ کرلیا۔ اب بغیر حق اسلام (یعنی بغیر حکم شرعی قصاص زنا وغیرہ) کے اُنکو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا۔

(۴) مسلم، نسائی، ترمذی ابن ماجہ، ضیاء مقدسی۔

لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم

دنیا کا نیست و نابود ہوجانا اللہ پر ایک مسلمان کے مقتول ہونے سے آسان ہے۔

(۵) بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، امام احمد ابو یعلیٰ۔

سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُس سے جنگ کرنا کفر ہے

(۶) بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد وغیرہ)

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

مسلمان وہ شخص ہے جسکی زبان و ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں

(۷) بخاری مسلم، ابوداؤد نسائی۔)

اجتنبوا السبع الموبقات الشرک باللہ۔ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق واکل الربوا واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات

آخرت میں ہلاک کرنیوالی سات چیزوں سے بچو (۱) اللہ کے ساتھ شریک کرنا (۲) جادو (۳) ناحق کسی محترم جان کو قتل کرنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) میدان جہاد سے بھاگنا (۷) ایماندار باعصمت غافل بیوی پر زنا کی تہمت رکھنا۔

(۸) بخاری وغیرہ۔

من صلّٰی صلوٰتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ .... وذمۃ رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ

جس شخص نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ پھیرا اور ہمارے ذبح کئے ہوئے حیوان کو کھایا وہی مسلمان ہے جسکے لئے ذمہ داری اللہ کی اور ذمہ داری رسول اللہ کی ہے پس اللہ اور اسکے رسول کی ذمہ داری میں خیانت نکرو۔ یعنی (اُسکے خون اور مال اور آبرو میں کوئی تعرض نکرو)

(۹) ترمذی، بیہقی، طبرانی)

لو ان اھل السمٰوٰت والارض اشترکوا فی قتل رجل مسلم لاکبھم اللہ فی النار۔

اگر آسمان اور زمین کے کل باشندے ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہوجائیں تو سب کو اللہ تعالیٰ دوزخ میں دھکیل دیگا۔

(۱۰) ابن ماجہ، بیہقی، اصبہانی، بخاری، مسلم، طبرانی، ابن عساکر۔

من اعان فی قتل مسلم شطر کلمۃ لقی اللہ مکتوب بینی عینیہ آئس من رحمۃ اللہ۔

جس شخص نے کسی مسلمان کے قتل میں آدھے لفظ سے بھی اعانت کی وہ اللہ کی بارگاہ میں اسطرح حاضر کیا جائیگا کہ اُسکی آنکھوں کے درمیان میں پیشانی پر لکھا ہوگا "اللہ کی رحمت سے ناامید ہے"

(۱۱) مسلم وغیرہ۔

عن اسامۃ بن زید قال بعثنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الی ناس من جہینۃ فاتیت علی رجل منہم فذھبت اطعنہ فقال لا الٰہ الا اللہ فطعنتہ فقتلتہ فجئت الی النبی صلعم فقال اقتلتہ وقد شھد ان لا الٰہ الا اللہ؟ قلت یا رسول اللہ انما فعل ذلک تعوذا قال کیف تصنع بلا الٰہ الا اللہ اذا

جاءت یوم القیمۃ قاتلہ مرارا۔

اسامۃ بن زید فرماتے ہیں کہ ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ جہنۃ کے بعض آدمیوں سے جنگ کرنے کو بھیجا۔ میں ایک شخص کے مقابلہ میں آیا۔ جب میں نے اُسکے نیزہ مارنیکا ارادہ کیا اسنے لا الہ الا اللہ کہا مگر میں نے پرواہ نکی۔ نیزہ مارکر اُسکو قتل کردیا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ غصہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ کیا تو نے اُس کو قتل کرڈالا۔ حالانکہ وہ گواہی دے رہا تھا توحید کی۔ میں نے کہا یارسول اللہ صلعم اُس نے اپنے بچاؤ کے لئے ایسا کیا تھا۔ فرمایا کہ قیامت کے دن جبکہ کلمہ توحید اسکی طرف سے جھگڑتا ہوا آئیگا تو کیا جواب دیگا اُسکو کئی مرتبہ حضرت نے غصہ سے فرمایا۔ (ترمذی طبرانی)

(۱۲) یاتی المقتول متعلقا راسہ باحدی یدیہ متلبباً قاتلہ بالید الاخریٰ تشخب اوداجہ دماً حتے یاتی بہ العرش فیقول المقتول لرب العلمین ہذا قتلنی فیقول اللہ تعست ویذھب بہ الی النار۔

مقتول قیامت کے دن اپنے ایک ہاتھ میں اپنے سر کو لٹکائے اور دوسرے ہاتھ میں اپنے قاتل کو قید کئے ہوئے آئیگا۔ اُسکی رگوں سے خون فوارے مارتا ہوگا۔ اسیطرح اُسکا کھینچتا ہوا تخت خداوندی تک پہونچیگا۔ اور پروردگار سے عرض کریگا کہ اس شخص نے مجکو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالے کا فرمان قاتل کے لئے صادر ہوگا کہ ہلاک ہوگیا تو اور اُسکو دوزخ میں دھکیل دیا جائیگا۔

(۱۳) بخاری، ابن ماجہ، امام احمد۔

لن یزال المؤمن فی فسحۃ من دینہ مالم یصب دماً حراماً۔

مسلمان پر اُسکا دین جبتک آسان رہتا ہے جبتک کہ وہ حرام خون کا مرتکب ہوجائے

(۱۴) بخاری مسلم ترمذی ابوداؤد وغیرہ۔

من حمل علینا السلاح فلیس منا۔ جس نے ہمپر مسلمانوں پر ہتھیار اٹھایا وہ ہم میں سے نہیں

(۱۵) بخاری، مسلم، ترمذی۔

اذا التقی المسلمان بسیفیھما فالقاتل والمقتول کلاھما فی النار قالوا یا رسول اللہ ھذا القاتل فما بال المقتول قال انہ کان یرید قتل صاحبہ

جبکہ دو مسلمان آپسمیں جھگڑ پڑیں اور ایک دوسرے پر تلوار چلائیں تو قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں جائینگے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ اس قاتل کی وجہ تو معلوم ہے مقتول کیوں دوزخ میں گیا۔ فرمایا کہ اُسنے قصد کر رکھا تھا کہ اپنے ساتھی مسلمان کو قتل کریگا (یہ اُسوقت میں ہے جبکہ دو مسلمان آپسمیں کسی دنیادی غرض سے لڑیں اور دونوں نے ابتدا ہی سے اپنے مقابل کے قتل کا ارادہ کر لیا ہو۔

(۱۶) نسائی، بیہقی۔

قتل المومن اعظم عند اللہ من زوال الدنیا۔

مسلمان کا قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے نیست و نابود ہوجانے سے بڑا ہے

(۱۷) ابن ماجہ۔

عن ابن عمر قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یطوف بالکعبۃ و یقول ما اطیبک و ما اطیب ریحک ما اعظمک وما اعظم حرمتک والذی نفس محمد بیدہ لحرمۃ المؤمن عند اللہ اعظم من حرمتک ومالہ ودمہ۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپ کعبہ شریف کا طواف فرما رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اے کعبہ کیا ہی اچھا ہے تو اور کیا ہی اچھی ہے تیری ہوا تو کسقدر بڑا ہے اور تیرا احترام کسقدر بڑا ہے (یہ تعجب کے کلمات ہیں) قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اُسکے مال کی بھی اور خون کی بھی۔

(۱۸) طبرانی، بیہقی۔

من استطاع منکم ان لا یحول بینہ وبین الجنۃ ملئ کف من دم امرئ مسلم ان یھریقہ کما یذبح بہ دجاجۃ کلما تعرض لباب من ابواب الجنۃ حال اللہ بینہ وبینہ فلیفعل -

جس شخص سے ہو سکے کہ اُسکے اور جنت کے درمیان ایک ہتھیلی بھر بھی مسلمان کا بہایا ہوا خون مرغی کے خون کے مقدار میں حائل نہ ہو تو ضرور اس سے بچے - کیونکہ ایسا کرنیوالا شخص جب کسی جنت کے دروازہ کے سامنے آئیگا اللہ اُسیمں اور جنت میں حائل ہو جائیگا (یعنی اگر اُسکے دوسرے اعمال جنت کا تقاضا کرتے بھی ہونگے تو یہ ہتھیلی بھر خون اُسکو جنت میں داخل ہونے سے منع کر دیگا - اور خدا داخل نہونے دیگا)

(۱۹) (ابوداؤد، ابن حبان، نسائی - حاکم)

کل ذنب عسی اللہ ان یغفرہ الا الرجل یموت کافرا او الرجل یقتل مؤمنا متعمدا

ہر گناہ کی نسبت اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسکو بخشدے - مگر جو آدمی کفر کی حالت میں مرے یا جو شخص کہ مسلمان کو اپنے ارادہ سے قتل کرے -

(۲۰) ابوداؤد -

من قتل مؤمنا فاعتبط بقتلہ لم یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا -

جس شخص نے بلا تمیز حق اور باطل کے ظالمانہ طریق پر کسی مسلمان کو قتل کر دیا تو اللہ تعالےٰ نہ اُسکی فرض عبادت قبول کرے گا نہ نفل -

(۲۱) ترمذی و امام احمد -

لجھنم سبعۃ ابواب باب منھا لمن سل السیف علی امتی -

دوزخ کے سات دروازے ہیں اُنمیں سے ایک دروازہ اُس شخص کے لئے ہے جس نے میری اُمت پر تلوار کھینچی -

(۲۲) بخاری، مسلم وغیرہ۔

من اشار الی اخیہ لحدیدۃ فان الملئکۃ تلعنہ حتی یضعھا وان کان اخاہ لابیہ وامہ۔

جس شخص نے اپنے بھائی کی طرف لوہے کے ہتھیار سے اشارہ کیا تو اُسپر فرشتے اوسکے رکھدینے تک لعنت کرتے رہتے ہیں چاہے وہ اُسکا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔

(۲۳) بخاری مسلم وغیرہ۔

لا یزال المؤمن مُعنقا صالحا مالم یصب دما حراما فاذا اصاب دما حراما بلح

ہمیشہ مسلمان دینی باتوں میں تیز رفتار خوشحال رہتا ہے جبتک کہ حرام خون کا مرتکب نہوا ہو پھر جبکہ خون حرام کا مرتکب ہوا تو نہایت ثقیل اور گراں جان ہوجاتا ہے۔

دینی اُمور میں نہ اُسکو انشراح خاطر ہوتا ہے نہ تیز رفتاری حاصل ہوتی ہے۔

(۲۴) ابوداؤد طبرانی۔

لا یحل المسلم ان یروع مسلما۔ مسلمان کو حلال نہیں کہ دوسرے مسلمان کو ڈراوے

(۲۵) طبرانی۔

من اخاف مؤمنا کان حقا علی اللہ ان لا یؤمنہ من فزاع یوم القیمۃ۔

جس شخص نے مسلمان کو ڈرایا تو اللہ پر واجب ہے کہ اُسکو قیامت کے دن کی گھبراہٹوں سے مامون نکرے

(۲۶) مسلم۔

من خرج علی امتی بسیفہ یضرب برھا وفاجرھا ولا یتحاشی من مؤمنہا ولا یفی لذی عھد عھدہ فلیس منی ولست منہ۔

جو شخص میری امت پر تلوار لیکر نکلا بھلے اور بُرے کو مارتا ہوا مؤمنوں سے بھی نہیں بچتا ہی اور نہ عہد والوں کے عہد کو پورا کرتا ہے (یعنی وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے معاہدہ اور صلح میں ہیں اُنکو بھی قتل کرتا ہے) تو نہ وہ مجھ سے ہے اور نہ میں اُس سے ہوں (یعنی اُس سے میں بری ہوں

وروہ مجھ سے)۔

(۲۷) مسلم، ابوداؤد وابن ماجہ۔

المسلم اخو المسلم لا یظلمہ ولا یسلمہ ولا یحقرہ التقوی ھھنا ویشیر الی صدرہ ثلث مرار بحسب امرء من الشران یحقر اخاہ المسلم۔

کل المسلم علی المسلم حرام دمہ وعرضہ ومالہ۔

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اُسپر ظلم کرے اور نہ اُسکو بے یار و مددگار چھوڑے اور اُسکی تحقیر کرے۔ تقوے اور پرہیزگاری یہاں ہے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ (یعنی پرہیزگاری صورت اور زبان یا مال پر نہیں ہے۔ بلکہ وہ سینہ اور دل میں پوشیدہ چیز ہے اسلئے کسی مسلمان کی تحقیر نہیں ہوسکتی کیونکہ اُسکی پوشیدہ حالت معلوم نہیں) آدمی کو بُرا ہونیکے لئے یہ بُرائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی مسلمان کی تحقیر کرے۔

مسلمان کی سب چیزیں دوسرے مسلمان پر حرام ہیں اُسکا خون اُسکی آبرو اُسکا مال۔

(۲۸) ابن ماجہ ومثلہ عند الطبرانی والدیلمی۔

اما بعد فما بال المسلم یقتل المسلم وھو یقول انی مسلم ابی اللہ علی فیمن یقتل مسلما

(شروع خطبہ میں آپنے فرمایا حمد وثنا کے بعد میں کہتا ہوں) مسلمان کس طرح کسی مسلمان کو اسلام کا اقرار کرتے ہوئے قتل کرتا ہے۔ اللہ تعالے نے میری سفارش مسلمان کے قاتل کے بارہ میں قبول فرمانے سے انکار کیا۔

(۲۹) طبرانی عن عمر بن حصین وعن ابی الزناد۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو جنگ کے لئے روانہ فرمایا اُنکی ملاقات راستہ میں عامر بن اضبط سے ہوئی۔ اُسکے ساتھ اونٹ اور کچھ سامان تھا اسنے لوگونکو سلام کیا اور اپنا مسلمان ہونا ظاہر کیا مُحَلِّم بن جثّامہ نے جو کہ مسلمانوں کے لشکر میں تھا اُسکے مسلمان ہونیکی تصدیق نہ کی اور اُسکو قتل کرکے اُسکا تمام سامان لے لیا جب یہ لوگ آئے

تو قصہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے پیش کیا گیا آپ بہت غضبناک ہوئے۔ لوگوں نے آکر سفارش کی کہ آپ محلّم بن جثامہ کے لئے دعا مغفرت فرمائیں تو آپنے دعا نفرمائی تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اُسکا انتقال ہوگیا۔ اُسکو زمین میں جب دفن کرکے واپس آئے تو زمین نے اُسکے جسم کو پھینکدیا۔ پھر اُسکو دفن کیا۔ پھر قبر نے پھینکدیا۔ اسیطرح تین دفعہ واقع ہوا۔ اُسکے بعد اُسکو پہاڑ کی کھوہ میں ایک طرف پتھروں کی آڑ میں دبا دیا گیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا تو آپنے فرمایا۔

اما ان الارض تقبل من هو شر منه ولكن الله اراد ان يريكم عظم الدم عنده —

زمین اس شخص یعنی محلم بن جثامہ سے بدتر کو بھی قبول کرلیتی ہے (یعنی مشرکین و کفار کو) مگر اللہ تعالیٰ نے قصد کیا کہ تمکو خون بہانیکی عظمت اور شناخت دکھاوے۔

(۳۰) نازلت ربی منازلة فی ان يجعل لقاتل المؤمن توبة فابی علی ۔

میں نے پروردگار سے بارہا عرض معروض کی کہ مسلمان کے قاتل کو توبہ کی توفیق عطا ہو لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میری عرض کو قبول کرنے سے انکار کیا

(الدیلمی عن انس رضی اللہ عنہ) اور اسی معنی میں امام احمد، نسائی، حاکم نے روایت کی ہے یہ سب حدیثیں مسلمان کے قتل اُسکے مال کے لوٹنے اُسکی عزت کی برباد کرنے اُسکو ڈرانے اُسکے حلیفوں کو قتل وغیرہ کرنے جملہ اُمور کو حرام قرار دے رہی ہیں۔

علم کلام وعقائد

علم کلام کی معتبر کتابیں جو حضرہ شرح عقاید نسفی، شرح مواقف، شرح مقاصد وغیرہ میں لکھا ہے کہ مسلمان کا قتل کرنا تمام کبیرہ گناہوں میں کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔

علم فقہ فتاوی قاضیخاں - جلد ۳ صفحہ ۵۳۰ کتاب الاکراہ - فصل فیما یحل للمکرہ

ان یفعل - اسمیں لکھا ہے - اگر کسی پر جبر کیا جاے اور جبر کرنیوالا بادشاہ یا اُسکے جیسا قادر ہو اور وہ دہمکی قتل کر ڈالنے کی دیتا ہے اور مجبور کو یقین یا ظن غالب ہو کہ اگر میں اُسکا کہنا نہ مانونگا تو جو کچھ کہیگا کر ڈالیگا - اس صورت میں اسکام کی چار قسمیں ہیں -

(۱) جابر کے حکم کو ضرور کرنا چاہئے اگر نہ کریگا اور مقتول ہوگیا تو گنہگار ہوگا - جیسے شراب پینا مردار کھانا - سور کھانا -

(۲) جابر کے حکم کو ماننا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ نہ مانے اور صبر کرے - اگر مقتول ہوگیا شہید ہوگا - جیسے زبان سے کلمۂ کفر کو بولنا - بشرطیکہ دلمیں ایمان کامل ہو -

(۳) ماننا اور نہ ماننا دونوں جائز ہیں جیسے مسلمان کے مال کو تلف کر دینا -

(۴) ماننا جائز نہیں اگر مانے گا تو گنہگار ہوگا - اور اسپر فرض ہے کہ صبر کرے اور مقتول ہو جائے جیسے کہ بادشاہ کسی مسلمان کے ناحق قتل کرنیکا یا اُسکے ہاتھ یا پیر کاٹ ڈالنے کا حکم دے - اسکو عالمگیری کی جلد ۵ صفحہ ۴۲ میں ردالمحتار اور شامی وغیرہ میں سب جگہ ذکر کیا گیا ہے - بزازیہ جلد ۶ صفحہ ۱۱۶ میں بھی یہی مذکور ہے - نورالانوار، توضیح تلویح کشف بزدوی وغیرہ کی بحث عزیمت و رخصت میں بھی یہی مذکور ہے -

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی جو کہ فتاوے ہندوستان کے اعلیٰ درجہ کے مسلم علما میں سے ہیں اور عام علماء ہند اُنکے ہی سلسلہ میں ہیں جن کی وفات کو تقریباً سو برس گذر چکے ہیں انکے فتاوے جلد دوم صفحہ ۱۱۹ میں ہے -

سوال - نوکری انگریزی جائز است یا نہ -

الجواب - اگر در نوکری ارتکاب معصیت کبیرہ متوقع باشد مانند محاربہ با مسلمین و رشوتہا و مانند آوردن شراب و گوشت مردار و خنزیر در خدمتگاران این قسم روزگار ممنوع است و در ہر روزگار کہ منہیات نباشد مانند نوشتن اُمور عدالت و مانند منشی گری و مانند

قافلہ رسانی ونگہبانی پولیس و مانند آن ممنوع نیست ۔ فقط

حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی مسلمانان ہند کے معتبر اور عزیز علماء میں سے ہیں جنکی وفات کو تقریبًا چالیس برس گزر چکے ہیں۔ اُنکے فتاوے جلد سوم صفحہ ۲۴۰ میں مذکور ہے

سوال ۔ نوکری کفار درست یا نہ ۔

الجواب ۔ نوکری کفار سہ قسم است ۔ جائز بلا کراہت مثل نوکری برائے اصلاح مصالح واحقاق حقوق ودفع شر ودفع دزداں وقطاع الطریق وبنائے قناطیر ومہمانسرائے ودیگر عمارات نافعہ بدلیل قصہ حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کہ از پادشاہ وقتے کہ کافر بود داروغگی خزائن مصر درخواستند تا اقامت عدل باین قسم نمایند ۔ ودلیل قصہ مادر موسیٰ علیہ السلام کہ نوکری فرعون برائے شیر دادن حضرت موسیٰ قبول کردند ۔ دوم جائز باکراہت مثل نوکری ہائیکہ کہ دران لزوم استادہ ماندن پیش ایشاں ادبًا وتعظیمًا باشد کہ بشک شان مسلمان ازان متصور است مانند سررشتہ داری وغیرہ ۔ سوم حرام مثل نوکری بر معاصی ومنہیات شرعی ہمچنانکہ عساکر وافواج را نوکر داشتہ برائے مقاتلہ اہل اسلام مقرر کنند ولا شبہۃ لک ۔ مولانا اشرف علی صاحب نے بھی اسی قسم کا فتوے اپنی کتاب امداد الفتاوے جلد سوم صفحہ ۷۵ میں درج فرمایا ہے ۔ اس مقام پر لوگوں کا یہ عذر لنگ کہ اگر ہم یہ نوکری کریں تو کہاں سے کھائیں بیحد لچر اور پوچ ہے ۔ چوری کرنے والا ، اور بازاری فاحشہ عورت بھی تو یہی کہتی ہے ۔ اگر یہ عذر ان لوگوں کا مقبول نہیں تو اس نوکری کی بابت فوج پولیس والوں کا کیونکر مقبول ہو سکتا ہے ۔ حالانکہ مسلمان کے قتل اور غارت اور آبرو ریزی ، در کافر کی مدد تو چوری اور زنا سے بھی بدتر اور سخت گناہ ہے خدا نے رزق کی کفالت کی ہے اس نوکری کے سوا دوسرے دروازے بند نہیں کر دیئے ہیں ۔ اس نوکری سے تو بھیک مانگ کر مر جانا بہتر ہوگا کہ قیامت کے دن گردن پر کوئی وبال تو نہ ہوگا ۔ یہاں تو جان بھی جاتی ہے ایمان بھی جاتا ہے اور عذاب آخرت سر پر پڑتا ہے ۔ تعجب ہے کہ لوگ پیٹ کو اب ایمان پر بھی مقدم

سمجھنے لگے۔ پہلے زمانہ کے مسلمان بادشاہوں کی آپس کی لڑائی سے حیلہ پکڑنا شرعی حکم
کے مقابلہ میں محض غلط فہمی ہے۔ جن بادشاہوں کی آپس کی لڑائی محض ملک اور حکومت
کی غرض سے ہوتی تھی وہ اور انکے سارے مددگار سب اس حکم میں داخل اور سخت گنہگار ہیں
اور قیامت کو نہایت سخت عذاب کے مستحق ہونگے۔ اگرچہ انکی فوجیں مددگار کفر اور کافروں
کے مددگار نہ کہلائے جائینگے مگر ظلم اور فسق کے مددگار اور سخت کبیرہ کے مرتکب ضرور
ہونگے۔

اور جن بادشاہوں نے دوسرے مسلمان بادشاہوں سے کسی شرعی حکم اور فتوے کی
بنا پر لڑائی کی ہے تو وہ اور انکے مددگار سب خدا کے یہاں اجر اور ثواب کے مستحق ہونگے
انکی تفصیلیں معتبر تاریخوں سے معلوم ہوتی ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور علماء نے
اسکی تفصیل فرمائی ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر یہ احکام ایسے ہی تھے تو پہلے کیوں اشاعت
نہ کی گئی۔ اب کیوں کی جارہی ہے مگر یہ بھی کہنے والوں کی غلط فہمی ہے اولاً کسی حکم کے کسی زمانہ
میں نہ کہنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ حکم واقع میں نہ ہو یا اسکا اتباع نہ کیا جاسکے۔ اگر ایک
شخص نماز نہیں پڑھتا تھا اور اب وہ متنبہ ہوا اور نماز پڑھنے لگا اور لوگوں کو بھی صرف [illegible]
کا تو اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر نماز فرض تھی تو تم پہلے کیوں نہ پڑھتا تھا۔ اور لوگوں کو کیوں
نہ بلاتا تھا۔ بہت سے بہت یہ کہا جائیگا کہ اسوقت میں قصور ہوا۔ اصل میں حکم شرعی کو دیکھنا
چاہئے۔ (۲) ہم عرض کرچکے ہیں کہ علماء کبھی اس سے چپکے نہیں رہے۔ ہم حضرت مولانا
شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی اور مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی اور مولانا
اشرف علی صاحب کا فتوے ذکر کرچکے ہیں اور علاوہ انکے تمام علماء گذشتہ ہمیشہ ایسا ہی
کہتے چلے آئے (۳) ہم [illegible] بیشک [illegible] علت [illegible] جو باقی ہے اسوقت طبیب
[illegible] اور پرہیز کا زیادہ اہتمام پڑتا ہے اسوقت اسلام کی حالت نہایت
نازک ہو چکی ہے [illegible] تمام علماء کو بہت زیادہ ضروری ہے کہ مسلمانوں کی اصلاح

اور انکی اُن بیماریوں کے ازالہ میں سخت کوشش کریں جس کی وجہ سے نوبت یہانتک پہنچی کہ اس لئے آپ سُنینگے اور دیکھینگے کہ جابجا اتباع شریعت پابندی نماز جماعت اتفاق وغیرہ کے لئے بھی برابر لکچر اور تقریریں کیجا رہی ہیں (۴) پہلے تو لڑائیاں فقط سیاسی اغراض کے لئے ظاہر کیجاتی تھیں اور اب تو صلیبی لڑائیاں علانیہ طور پر کی جارہی ہے یعنی کفر اور اسلام کی جیسا کہ مسٹر لائڈ جارج نے فتح بیت المقدس کے وقت اور مسٹر چرچل نے جنگ کلیسوں میں کہا ہے تو اب تو لوگوں کے کفر کا مسئلہ پیش آگیا (۵) برٹش گورنمنٹ اب تک اپنی آپکو مسلمان حکومتوں کی دلربا اور دوست ظاہر کرتی تھی اور اب جبکہ وہ خلافت اسلامیہ کے بارہ میں سب قول و قرار کو چھوڑتے ہوئے علانیہ طور پر اسلام کی دشمنی کر رہی ہے اس لئے اب مسلمانوں کو جاگنے اور جگانے کی شرعاً نہایت شدید ضرورت ہے۔

(۶) یہ رزولیوشن اُسوقت مقرر کیا گیا ہے جبکہ سلطان کمال پاشا سے یونانی برسر پیکار تھے اور خیال تھا کہ برٹش گورنمنٹ علانیہ طور پر یا خفیہ طریقہ پر یونانیوں کو مدد دیگی۔ اس صورت میں برٹش کو مدد دینا اُسکی فوجوں میں بھرتی ہونا خاص طور سے ممنوع اور حرام ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ رزولیوشن ایک اسلامی مسئلہ یعنی خالص مذہبی حکم ہے جسکا پہونچا دینا ہر مسلمان جاننے والے پر دوسرے مسلمانوں تک ضروری ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری وصیت میں نصیحت کرنے کے بعد فرماتے تھے فلیبلغ الشاهد الغائب، جو لوگ شرعی احکام کے بیان میں حاضر ہوکر مطلع ہوگئیں وہ غائب ہونیوالوں کو پہونچادیں قرآن شریف کے دوسرے پارہ میں ہے۔ ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینت والهدی من بعد ما بینه للناس فی الکتب اولئك یلعنهم الله ویلعنهم اللعنون الا الذین تابوا واصلحوا وبینوا فاولئك اتوب علیهم وانا التواب الرحیم ۔ جو کچھ ہمنے ہدایتیں اور روشنیاں اوتاری ہیں اُنکو جو لوگ ہمارے بیان کردینے کے بعد چھپاتے ہیں انپر خدا اور

اُسکے مقرب بندے لعنت بھیجتے ہیں۔ مگر جو لوگ توبہ کریں اور اصلاح کریں اور بیان کریں ان پر احسان لوٹاؤنگا۔ اور میں ہی لوٹ لوٹ کر احسان کرنیوالا مہربان ہوں۔

بخاری، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔

من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان۔ تم میں سے جو شخص کسی بُرائی کو دیکھے تو اُسکو اپنے ہاتھوں سے دور کر دے۔ اگر اسکی طاقت نہو تو اپنی زبان سے اگر اسکی بھی طاقت نہو تو اپنے دل سے اور یہ ایمان کا سب سے ضعیف حصہ ہے۔

(ترمذی، ابن ماجہ) ان الناس اذا رأوا منکرا فلم یغیروہ یوشك ان یعمہم اللہ بعقابہ۔ اگر لوگ برائی دیکھیں اور پھر اُسکو دور نہ کریں تو اللہ تعالےٰ سب پر اپنا عذاب نازل کر دیگا۔

(ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ امام احمد) من سئل عن علم علمہ فکتمہ الجم بلجام من النار۔ جو شخص کہ مذہبی باتوں کو جانتا ہو اور وہ اُس سے پوچھی گئیں پھر اُسنے اُسکو چھپایا تو قیامت کے دن اُسکو آگ کی لگام پہنائی جاویگی۔

اِس بارہ میں بہت ہی زیادہ حدیثیں موجود ہیں اور قرآن شریف میں جگہ جگہ اسکی تاکید موجود ہے اس لیئے ہر مسلمان پر عموماً اور ہر عالم پر خصوصاً ضروری ہے کہ اپنی طاقت کے موافق اپنے مذہبی بھائیوں تک شرعی احکام پہونچائے۔ ہمکو اس مذہبی حکم کا پہونچانا مذہبی حیثیت سے ضروری تھا اس لیئے یہ مقدمہ ہم پر کسی طرح نہیں چل سکتا۔ کیونکہ اُس مسلم اعلان کے صاف الفاظ ہیں کہ ہمارا شاہی ارادہ اور خوشی ہے کہ کوئی شخص کسی طرح بھی اپنے مذہب یا کسی مذہبی کام کی وجہ سے ستایا نہ جائیگا حقیقت میں جن لوگوں نے ابتک ہمکو ستایا ہے وہ شاہی اعلان سے باغی ہیں وہ نہایت سخت توہین گورنمنٹ اور شاہی اعلان کی کر رہے ہیں تعزیرات ہند کے جملہ قوانین اِس اعلان سے خارج چیزوں کے لیئے ہیں یہ اعلان برٹش حکومت کی

اساس اور بنیاد ہے - ہم اسکے بعد یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ مسلمان کسی بادشاہ کی مذہبی حیثیت سے جبھی تک اطاعت اور فرمانبرداری کرسکتا ہے جب تک کہ اسکو خلاف شرع اسلام کسی بات کا حکم نہ دیا جائے - اور اگر خلاف شرع اسکو حکم دیا جائیگا تو اُسکو کسی طرح حلال نہیں کہ اس بادشاہ کی اطاعت کرے - چاہے وہ بادشاہ خلیفہ ہو یا سلطان مسلم ہو یا غیر مسلم اسکو ضروری ہے کہ ایسے ناجائز احکام کو ٹھکرا دے - اسکے متعلق قرآن اور حدیث میں بہت سخت اور بکثرت احکام وارد ہوئے ہیں بار بار قرآن شریف میں فرمایا جاتا ہے - فلا تخشوا الناس واخشون - لوگوں سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو - فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مؤمنین - لوگوں سے خوف مت کرو - اور مجھ سے خوف کرو اگر تم مسلمان ہو

سورۂ اعراف میں ہے اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء - جو کچھ تمہارے پروردگار کی طرف سے اُترا ہے اسکا اتباع کرو اسکے خلاف کسی حاکم کا اتباع نہ کرو (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ) السمع والطاعۃ علی المرء المسلم فیما احب کرہ مالم یؤمر بمعصیۃ فاذا امر بمعصیۃ فلا سمع ولا طاعۃ شخص مسلم پر سننا اور فرمانبرداری کرنا موافق طبع یا مخالف طبع امور میں ضرور اس وقت تک ہے جس وقت تک مامور معصیۃ نہو اور جب اسکا حکم کیا جائے تو نہ سننا جائز ہے اور نہ اطاعت جائز ہے -

خلاصہ یہ کہ اس قسم کی بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں جنمیں مسلمان کو حکم کیا گیا ہے کہ اگر خلاف حکم خدا اور حکم رسول کوئی حاکم کوئی بادشاہ کوئی تم سے اطاعت چاہے تو اُسکو ٹھکرا دو اور فقط خدا سے ڈرو اور اُسکے ہی احکام کی تابعداری کرو - اس لئے میں صاف اور صریح الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ واقع میں بوجہ مذہبی آزادی اور کوئن وکٹوریہ کی مذکورۂ بالا اعلان کے تعزیرات ہند کی کسی دفعہ کے ہم مستحق نہیں ہیں اور اگر ہوتے بھی تو ہم مذہب کو کبھی نہیں چھوڑ سکتے تھے -

سازش کے دعوے کی نسبت باعتبار واقعہ کے میں اتنا اور بھی کہہ دینا چاہتا ہوں

کہ اس جلسہ کے پہلے کبھی اس مسئلہ کا ہمارا آپسمیں تذکرہ نہیں آیا۔ مگر چونکہ یہ مذہبی مسئلہ ہے جسکو تمام علماء اسلام ہمیشہ سے تسلیم کرتے چلے آئے ہیں اس لئے مجکو جب تقریر کیلئے کہا گیا میں نے اپنا مذہبی فریضہ ادا کرنا ضروری سمجھا جمعیت علماء ہند کے اجلاس میں جب ترک موالات کا مسئلہ پاس ہوا اور باعتبار مذہب فتوے پر دستخط کرنا ضروری تھا دیگر علماء کی طرح میں نے بھی اپنی مذہبی رائے کی بنا پر دستخط کردیا جسپر میں اور تمام مسلمان علماء ہمیشہ سے متفق ہیں اگر اسیکا نام سازش ہے تو میں جب سے پیدا ہوا ہوں سازش ہی میں ہوں۔

اثبات استغاثہ میں کوئی ثبوت اسکا نہیں دیا گیا کہ میں نے ان حملہ رفقاء کے ساتھ کہیں گفتگو کی ہو حتی کہ سبجکٹ کمیٹی کی شرکت کا بھی ثبوت نہیں دیا گیا جس سے کوئی سازش ثابت ہوسکے۔ اگر کوئن وکٹوریہ کے اعلان اور دوسرے بادشاہوں کی تصدیق کا لحاظ نہیں ہے اور ہماری مذہبی آزادی قانوناً تسلیم نہیں کی جاتی۔ تعزیرات ہند کی دفعہ ہر چیز پر چلائی جاتی ہے تو میں نہایت خوشی سے ظاہر کرتا ہوں کہ اب ہمارے لئے سوراج بہت ہی قریب ہوگیا ہے کیونکہ سرکاری وکیل کا یہ کہنا کہ مذاہب بہت مختلف ہیں ہم کس کس کی رعایت کرسکتے ہیں۔ اسکے صاف اور صریح معنے یہ ہیں کہ کسی مذہب کی رعایت قانون میں نہیں ہے۔ قانون ہر مذہب میں مداخلت کریگا۔ اور نہ کسی مذہب کو آزادی ہے اور اسیطرح مجسٹریٹ کا یہ کہدینا کہ ہم مذہب کو نہیں جانتے ہم تعزیرات ہند کو دیکھینگے اور اسپر حکم کرینگے۔ یہ بھی صریح طور پر مذہبی آزادی کو رفع کررہا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ برٹش گورنمنٹ کے بڑے ذمہ دار حکام بھی اسیکا اعلان کردیں۔

چونکہ یہ مسئلہ قرآن میں صریح الفاظ میں آٹھ جگہ مذکور ہے حالانکہ اگر ایک جگہ ہوتا جب بھی ماننا ضروری تھا اس لئے یہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے

اسمیں کوئی اختلاف نہیں اس لئے سرکاری وکیل کا عذر کسیطرح قابل سماعت نہیں
دوسرے یہ کہ جب کوئن وکٹوریہ کا یہ اعلان شائع ہوا تھا کیا اُسوقت یہ مختلف مذاہب
موجود نہ تھے۔ پھر کیا سمجھکر یہ اعلان دیا گیا تھا۔
مجسٹریٹ کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کوئن وکٹوریہ کا اعلان تعزیرات ہند پر مقدم ہے
وہ برٹش حکومت کی بنیاد ہے اُسکی وجہ سے ہندوستان میں امن و امان قایم ہوا۔
وہ پارلیمنٹ دارالعوام دارالخواص انگلستان کے مذہبی پیشواؤں کی رائے اور اتفاق
سے شائع کیا گیا۔ تمام بادشاہ اُسکی اب تک تصدیق کرتے آئے۔ مگر ہم اسپر بھی نہایت خوشی
کا اظہار کرتے ہیں اور سرکاری وکیل اور مجسٹریٹ صاحب سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ
یہی بات جو اُنہوں نے کہی ہے۔ لارڈ ریڈنگ سٹر مانٹیگو لائڈ جارج سے کہلوا دیں یہ بھی
نہو تو شاہزادہ آف ویلز آرہے ہیں اُنہیں سے اسکا اعلان کرا دیں پھر تو ہم کو سوراج
اگر پہلے چار ماہ میں حاصل ہوسکتا تھا اب ایک ہی ماہ میں انشاءاللہ العزیز حاصل
ہوجائیگا۔ اسکے کیا معنے ہیں کہ بڑے بڑے حکام تو لکچروں اور تقریروں میں آزادی
مذہبی کا گیت گاتے ہیں۔ اور جب وقت آتا ہے تو تعزیرات ہند کی آڑ پکڑی جاتی
ہے۔ لارڈ ریڈنگ اپنے لکچر میں کہتے ہیں کہ مذہب میں مداخلت کراچی کے مقدمہ
یا فتوے کی ضبطی میں نہیں کی گئی۔ کیونکر نہیں کی گئی۔ اس سے بڑھکر مداخلت کیا
ہوسکتی ہے اور اس کا فیصلہ مذہبی علماء سے پوچھنا چاہئے۔
میں یہ بھی بتلا دینا چاہتا ہوں کہ میں جبتک کہ میری جان باقی ہے مذہبی احکام
اور صداقت کے اعلان کرنے اور مسلمانوں کو بتلانے سے حتی الوسع باز نہیں ہونگا
خواہ کتنی ہی بڑی دفعہ اور سزا مجھ پر عائد کر دی جائے۔ میں علانیہ طور پر کہنا چاہتا
ہوں کہ حسب شریعت اسلامیہ اور حسب حکم خدا و رسول کسی مسلمان کو انگریزی
فوج اور پولیس میں بھرتی ہونا جائز نہیں۔ قطعی حرام ہے۔ یہی فتوے پہلے علماء کا

اور یہی اس زمانہ کے علمار کا فتوے ہے اسکے بعد اگر کوئی فوج میں رہنا اور
دشمنان خدا ورسول کا ساتھ دینا گوارا کرتا ہے تو اپنے فعل کا وہ ذمہ دار ہے -
قیامت کے دن ہم اپنی برات اور ادا فریضہ اسلامیہ سے سبکدوشی ظاہر کرچکے -
مگر اسکے ساتھ میں یہ بھی تبلا دینا چاہتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ کی حرکت مذہب میں
مداخلت کی اور مذہبی آزادی چھیننے کی بہت برا اثر پیدا کرنیوالی ہے - اسپر کوئی
ہندوستانی مسلمان یا ہندو تیار نہیں ہوسکتا -

گورنمنٹ کو اسکا اعلان بھی کردینا ضروری ہے تاکہ ہندو مسلمان سب
غور کرلیں کہ انکو اپنے مذہب پر رہنا منظور ہے یا برٹش رعیت رہنا -

بیان پیر آقا غلام مجدد صاحب سرہندی نقشبندی مٹیاری والے

جوڈیشل کمشنر کراچی کی عدالت میں

اول مجھے کامل طور پر یقین ہے کہ دنیاوی حکومت کے احکام اور اُنکے قانون اور قوانین کی کتاب تسلیم ہیں بشرطیکہ وہ زبردست احکم الحاکمین کے حکم کے موافق ہوں اور اس احکم الحاکمین کی نازل کی ہوئی کتاب یعنی قرآن شریف کے احکام کو- اور اس احکم الحاکمین کے شریعت کے قوانین کے مطابق ہوں- ورنہ میں اپنے خدا کے احکام کے خلاف کسی کے حکم کو نہیں مانتا بلکہ ہر ایک آدمی جو اپنے کو مسلمان کہلاتا ہے اسکا فرض ہے کہ ایسے مخالف حکم کو پاؤں کے نیچے پائمال کردے- اسکے بعد میں معلوم کرانا چاہتا ہوں کہ میرے اور میرے رفیقوں کی درمیان کبھی بھی اس پیش کئے ہوئے ریزولیوشن کے بارہ میں صلاح اور مشورت نہیں ہوئی- اور نہ کسی ایسے مشورت کرنیکی تجویز تھی- ہاں ریزولیوشن سندھی زبان میں ترجمہ کرنیکے لئے مجھے حکم ہوا- اور میں نے شرعی حیثیت سے اسکی تائید کی- اور ایسے ہی فتوے جمعیۃ العلماء کے پیش ہوئے- اور میں نے انکو شریعت کے احکام کے مطابق پاکر اُن پر اپنے دستخط کردیے- اور میں از روے شریعت کے اُنکی اشاعت کرنے کا ذمہ دار تھا لیکن میرا یہ قصور ہے کہ مینے اس فرض کے ادائیگی میں کوتاہی کی- خداوند تعالی کا حکم اور سب حکموں سے بالا ہے-

اگر یہی حکومت چاہتی ہے کہ خدائی حکم کی مخالفت کراؤں تو اگر مجھے دار پر چڑھا کر کھینچا جائیگا تب بھی میں اپنے کلمہ حق کے کہنے سے باز نہ رہونگا- حکومت غیر مسلم ہے لیکن اسلامی حکومتوں کی نسبت بتاتا ہوں کہ اگر اسلام کے بادشاہوں کا حکم بھی خدا کے حکم کے مخالف ہو تو ہم مسلمان اُنکو بھی نہیں مانینگے- اسوقت مجھے فخر کے ساتھ کہنا بجا ہے کہ میرے جد بزرگ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے اسلام کے برخلاف حکم کو منظور نکیا- بجائے اسکے جیل میں جانا اچھا سمجھا- اور میرا جیل میں جانا موروثی حصہ ہے-

(اس جگہ پر جج نے پوچھا کہ یہ بات کیسی ہے) جواب دیا گیا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو مسلمان بادشاہ نے حکم دیا کہ میرے سلام کے لئے سر کو تھوڑا جھکاو (نیچے کرو) اسواسطے کہ بعض علماؤں نے بادشاہ سے کہا تھا کہ ایسا کرنا جائز ہے) حضرت صاحب نے انکار کیا پھر بادشاہ نے ایک چھوٹا سا دروازہ مقرر کر لیا کہ آپ اِس دروازہ سے تشریف لائیں گویا انکے حکم کی تعمیل ہوجائے لیکن حضرت صاحب نے سمجھ لیا (جج نے پوچھا کہ وہ کونسا بادشاہ تھا) جواب، وہ جہانگیر بادشاہ تھا۔ پھر اس نے جلدی پشیمان ہوکر حضرت سے معافی مانگ لی جیسا کہ اُمید ہے کہ اِس گورنمنٹ کو بھی جلدی معافی لینی پڑیگی۔ اسلئے کہ مسلمان بادشاہوں کا خلافِ حکم کو بھی مسلمان نہیں مان سکتے۔

اسکے سوا خلافت اسلام کا ایک جزو اعظم ہے۔ اور اسلام خلافت کی لئے جو کچھ کرے بجا ہے اور آج یہی سبب ہے کہ ہندوستان کے مسلمان برٹش . . . کومت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور جبتک خلافت اور پنجاب کا فیصلہ نہ ہوجائے تب تک ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان اور ۲۲ کروڑ ہندو کبھی بھی فرمانبردار نہ بنینگے۔ اور اسی خلافت کا پہلا جانشین حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنے خلیفہ ہونیکے وقت جو خطبہ پڑھکر سُنایا اُسمیں یہ الفاظ ہیں

ولست انا الا کاحد منکم	میں کچھ نہیں ہوں مگر جیسا کہ آپ سے ایک
ان تابعت کتاب اللہ فبرد ونی	اگر میں خدا کے قرآن کا تابع رہا تو مجھے مقرر کرنا
وان خالفت عزلتمونی	اور اگر مخالف رہا تو معزول کر دینا۔

اور یسی طرح ایک وقت حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے آپکے خلافت کے عہد میں اصحاب کرام اور دیگر بادشاہوں کے سفیر آپسمیں ملے۔ اور ہر ایک سفیر نے اپنے اپنے بادشاہوں کی تعریف ثنا کر دی۔ جب صحاب کرام کی باری آئی تو اُنہوں نے حضرت امیر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی صفت الفاظ ذیل سے کی۔

وامیرنا ان ھو الا کاحد منا	یعنی ہمارا امیر نہیں ہے بلکہ مثل ایک ہمارے ہو سو

ان تابع کتاب اللہ فو ربنا ه وان خالف عزلنا ہ۔ — اگر خدا تعالیٰ کے قرآن کا تابع رہا تو ہم لوگ اسکو خلیفہ اور امیر مانینگے ورنہ تو انکو معزول کیا جائیگا

اب غور کی جگہ ہے کہ خلیفہ اسلام بھی قرآن شریف کی مخالفت سے معزول ہو سکتا ہے۔ اور یہاں حکومت کہتی ہے کہ تم مخالفت کرو تو رعیت ہوکر ہمارے ملک میں رہ سکتے ہو۔ میں پھر بھی حکومت کو اطلاع دیتا ہوں کہ اسلام کی مخالفت کی خواہش میں اگر حکومت ہم لوگوں کو دائمی جیل یا پھانسی پر چڑہاے تب بھی ہم قرآن کی مخالفت کرنے نہیں پائینگی

اگر یہی ہمارا ریزولیوشن دوسرے آدمی کی زبان سے سُنانا گناہ ہے تو مدرسوں میں جتنے مولوی لوگ قرآن شریف کی تعلیم ۲۰ یا ۳۰ و ۴۰ طالبعلموں کو دیتے ہیں انکو بھی شاید جلدی جیل میں جانا پڑیگا۔ کیونکہ قانونی قصور انکا بھی ہوا۔

خداوند تعالیٰ کلام اللہ شریف کے سیپارے دوسرے کے رکوع ۳۔ سورہ بقر میں فرمایا ہے

ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینٰت والھدیٰ۔ اولٰئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون۔ — وہ اشخاص کہ خدا کے احکام اور ارشادات کو چھپاتے ہیں یعنی آدمیوں کو نہیں بتلاتی اُنکے اوپر خدا کی لعنت اور سب لعنت کرنیوالوں کی لعنت ہے۔

اب بتاؤ کہ خدا کے حکم کے مطابق اگر احکام نہیں بتائے جاتے ہیں تو لعنت کے مستحق ہوتے ہیں اور اگر بتائے جاتے ہیں تو انگلش گورنمنٹ کے احکام کے مطابق گناہ ہے۔ ہندوستان کے مسلمان کہاں جائیں اسکے سوا خدا تعالیٰ سورہ آلِ عمران کے رکوع ۱۲ میں فرمایا ہے

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ — یعنی آپ سے بعض یا سب علماء ہو ویں جو آدمیوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بد کام سے روکیں۔

اور اسی سورہ کے ۱۳ رکوع میں ہے کہ۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف — آپ بہترین اُمت ہیں سے ہیں اسلئے کہ آدمیوں کو خدا کا حکم سُنائیں۔

اب غور کرنا چاہیئے کہ خدا کے احکام میں جو لفظ بخطاعربی کا ہے وہ امر کے لئے ہے اور ہمارے اُصول فقہ کی کتابوں کے مطابق امر کے ساتھ جو حکم ہو اسکا کرنا واجب ہوتا ہے - اور انہی سے جو بندش ہوتی ہے وہ بھی واجب ہوتی ہے - بالخصوص خدا تعالیٰ کا حکم پیروں اور علماؤں کے لئے تاور بھی سخت تر ہے کہ وہ لوگ خدا کے احکام کی تعمیل میں بہت سی غفلت کرتے ہیں جیسا کہ سورۃ توبہ میں خدا نے فرمایا ہے -

ان کثیرًا من الاحبار و الرھبان الایۃ - یعنی بہت سے پیر و علماء خدا کے احکام میں الخ -

میں نہایت خوف والا ہوں ایسے حکم کے آگے ضرور سر جھکاتا ہوں - کیونکہ مجھے علمیت اور پیر ہونے کے سبب سے ضرور ہے کہ یہی تبلیغ کا کام کروں -

بڑی تعجب کی بات ہے کہ اسقدر عرصہ پہلے جسکو اکیسو سال ہو گئے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے فتوے لکھا ہے اُسوقت کیوں سرکار نے وہ فتوے ضبط نہیں کیا -

شاید اُسوقت سرکار کا یہی خیال ہوا کہ ہندوستانیوں کو دھوکہ دیا جائے - اور آج وہ خیال دگرگوں ہوا ہے - اور حکومت چاہتی ہے کہ خدا نخواستہ مسلمانوں کے مذہب کو برباد کیا جائے - والعصم باللہ - اور یا تو یہی سبب ہے کہ خدائی حکم پہلے سے ہوا ہے ولن ترضٰی عنك الیھود ولا النصرٰی حتی تتبع ملتھم - یعنی نصارے اور یہود تب تلک آپسے راضی نہیں ہونگے جب تک کہ انکا دین نہ قبول کروگے -

اندنوں جبکہ کوئین وکٹوریہ کے اعلان ظاہر ہوتے تھے تب حکومت کو خلاف کا خیال تھا

اور آج لارڈ ریڈنگ جوکہ نصارےٰ کی طرف سے اور یہودی نسل کا ہے انکو عملی صورت میں ظاہر کر دکھاتا ہے (اس جگہ پر جج نے پوچھا کہ فتوے کو سو برس ہوئے اور اعلان کو ۲۶ سال ہوئے۔ پر جواب دیا گیا کہ کتاب نے بار بار دیکھا ہے جیسا کہ پچھلی دفعہ چھپا ہوئے اسکو ۲۶ سال ہوگئے اور مولوی عبدالحی صاحب کی کتاب میں بھی ایسا ہی فتوے ہے۔ اسکو ۵۰ سال ہوئے) مذہب کا دخل اُسدن شروع ہوا جسدن سے جمعیۃ علماء کا فتویٰ ضبط ہوا۔

ہمارے اوپر جو مقدمہ چلا ہے اورجمعیۃ علماء کی فتوے ضبط ہوا۔ اسکے باعث رہا سہا بھی حکومت کا اثر جو کہ خلافت کے متعلق ہو رہا تھا وہ بھی گم ہوگیا۔ قرآنی آیۃ و حدیثوں کے حوالہ تو مولانا حسین احمد صاحب نے اپنے بیان میں فرمائے ہیں فقط دو تین آیۃ پڑھتا ہوں اور ۲-۳ حدیثیں۔

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق۔ یعنی کسی مسلمان کی جان کو سوا حق کے نہ قتل کرو۔

دیکھو خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ قتل نکرو۔ اور دوسرا حکم ہے کہ ہمارے احکام آدمیوں کو سناؤ۔ یہاں تو آج اسلئے مقدمہ چل رہے ہیں پھر بھی مسلمان کونسے طور پر رہ سکتے اسیطرح دوسرا حکم بھی ہے۔

وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا الخ یعنی کسی بھی مسلمان کو دوسرے مسلمان کا قتل کرنا جائز نہیں۔

تیسرا حکم ہے۔

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزائہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما۔ یعنی جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جو قصداً قتل کرے اُنکے لئے ۵ سزائیں ہیں (۱) جہنم (۲) ہمیشہ جہنم میں رہنا (۳) اللہ کا غضب (۴) خدا کی لعنت (۵) سخت عذاب

والی جگہ تیار کیجاتی ہے۔

اول تو جائز نہیں کہ مسلمان کو قتل کیا جائے۔ مگر تین حالتوں میں (۱) قصاص کے عوض (۲) زنا کے عوض جسکو سنگسار کرنا ہے۔ (۳) جو مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہو جائے چونکہ اب حکومت کی طرف سے ہم پر تشدد ہو رہے ہیں اب ہمکو سناؤ کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی مطابق اگر حکومت کی مرضی پر چلتے ہیں تو ہم لوگ قتل کے لایق ہوتے ہیں اب حکومت نے زور دکھایا ہے اب مسلمان کہاں جائیں مقصد یہی ہے کہ اب ہندوستان میں مسلمان مسلمان ہو کر رہ سکتے ہیں یا انگلش رعیت۔ دونوں باتیں اکھٹی نہیں ہو سکتیں

دوسری حدیث شریف جسکو بخاری شریف مسلم شریف نے روایت کیا ہے۔

عن عمر رضی اللہ عنہ لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم۔	یعنی ساری دنیا کا نابود ہو جانا خدا کے لئے آسان ہے ایک مسلمان کے قتل ہونے سے۔

تیسری حدیث شریف میں آیا ہے۔

یجئ القاتل یوم القیامۃ مکتوب بین عینیہ آئس من رحمۃ اللہ	یعنی قیامت کے دن مسلمان کا قاتل آیگا انکی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ اللہ کی رحمت سے ناامید

چوتھی حدیث شریف جسکو صحاح ستہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلعم اپنی وفات سے پہلے عرفات کے دن آخری خطبہ پڑھکر وصیت فرما رہے تھے کہ یہ کونسا مہینہ ہے۔ کیا ذوالحجہ کا مہینہ نہیں (اصحاب کرام نے فرمایا کہ ہاں) آپ نے فرمایا کہ یہ کیسا شہر ہے گیا یہ وہ شہر نہیں ہے جسمیں قتل اور غارت حرام ہے (اصحاب کرام نے فرمایا کہ ہاں) بیشک رسول خدا صلعم) پھر آپ نے فرمایا کہ آپ کی جان۔ مال۔ اور عزت آپ میں سے ایک دوسرے پر ایسی طرح حرام ہے جیسا کہ آج کے دن اس شہر میں قتل کرنا حرام ہے۔ وہ وقت نزدیک ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش آتے جائینگے جو آپ سے آپ کے اعمالوں کا حساب کریگا۔ ایسا نہ کرنا کہ ہمارے بعد

آپ کافر بنکر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹیں۔ لیکن تعجب ہے کہ اس حدیث شریف کے وہ آخری
الفاظ جن پر آج کورٹ میں ہم لوگوں پر مقدمہ چل رہا ہے وہ الفاظ یہ ہیں۔

الا لیبلغ الشاھد الغائب۔ خبردار خبردار جنہوں نے یہ کلام سنا انکا کام ہے
کہ دوسرے لوگوں تک جو حاضر نہیں پہنچادیں

اب وہ الفاظ حدیث کے خیال کیجئے کہ کیسے سخت ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے
لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ یعنی خدا کی نافرمانی کے امکان کے وقت مخلوق
کی فرمانبرداری نہیں کرنا چاہئے۔

یہ نہایت سخت ظلم ہے کہ مسلمانوں کو صریحاً مذہب کے کام سے روک لیا جائے
اور اس سے زیادہ کونسا ظلم ہے۔

خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار جو کوئی ظلم کرے اُنکے آگے سر مت جھکاؤ
ورنہ دوزخ میں ڈالے جاؤگے۔

فقہا کی کتابوں میں بڑی تفصیل لکھی ہوئی ہے۔ میں فقط تھوڑا کہتا ہوں کہ ہمارے
فقہا کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اگر بادشاہ کسی مسلمان پر جبر کرے اور کہے کہ یہ خراب کام
کر۔ ورنہ تجھکو قتل کیا جائیگا۔ اِس کے شریعت نے فیصلہ کیا ہے وہ چار قسم ہیں۔
قسم اول یہ کہ بادشاہ کا حکم قبول کرے۔ اگر قبول نہ کیا اور بادشاہ نے مار ڈالا تو گنہگار
ہوگا۔ جیسا کہ شراب پینا۔ اور سور کا گوشت کھانا۔
دوسری قسم یہ ہے۔ بہتر ہے کہ حکم کو منظور نہ کرے لیکن اگر قبول کر لیا تاہم درست
جیسا کہ کفر کا کلمہ پڑھنا اگر دل میں صداقت ہے اور مجبوری سے کفر کا کلمہ پڑھتا ہے
تو شریعت کی اجازت ہے۔
تیسری قسم جسمیں حکم ماننا یا نہ ماننا برابر ہے جیسا کہ بادشاہ کے جبر سے دوسرے کا مال

ہضم کرنا۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل نہ کرے اور آپ مرجائے۔ جیسا دوسرے مسلمانوں
ناحق قتل کرنا۔ اب غور کی جگہ ہے کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ ہمارے بھائی لشکر میں
بھرتی ہوکر ہمارے دوسرے بھائیوں کو جاکر قتل کریں۔ دنیا بھر کے مسلمان بھائی ہیں
ہماری شریعت کے حکم کے مطابق مشرق اور مغرب اور جنوب اور شمال کے مسلمان
سوا کسی تفاوت رنگت اور ملک کے ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور سب کلمہ شریف
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے نیچے ہیں اسلئے ہمارے
اوپر فرض ہے کہ ہم اپنے حق کی ادائی کریں۔

بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ حکومت نے اب جو روش اختیار کی ہے اسکو کبھی بھی سات کروڑ
مسلمان اور بائیس کروڑ ہندو برداشت نہیں کرسکتے اگر ہم دار پر کھینچے جائیں تاہم پرواہ
نہیں لیکن ہمارا فرض ہے کہ ظالم حکومت کو (جس نے خلافت و پنجاب کا ظلم کیا تھا اور تازہ
حملہ ہمارے قرآن شریف کے اوپر کیا) نہ صرف ہندوستان سے بلکہ ساری دنیا میں
کالعدم کیا جائے۔

امید ہے کہ جلدی سے ہم مسلمان اور ہندو ملکر (اس کام کو عمل میں لاکر دکھلائینگے
بس باقی یہ وقتی حکومت کتنا ہی ظلم کرے۔ ابھی ہمارا فرض ہے کہ ظالم کی بیخ کنی کریں۔
یقین ہے کہ قطع تعلقات کے ذریعے ہم لوگ انشاء اللہ تعالیٰ فتحمندی پاکر سوراج حاصل
خلافت اور پنجاب کا تدارک کرینگے۔

اسکے سوا اور بھی پانچ آیتیں مولانا حسین احمد صاحب نے بیان کیں ہیں قرآن شریف کے
ایک حکم کے لئے ہم جان و مال قربان کرتے ہیں یہاں تو حکم ایک دوسرے کے درپے آ
حدیث شریفوں کا تو حکم بہت ہے۔ جیل کے اندر مولانا حسین احمد صاحب کو اور
جتنی حدیث شریف ہاتھ آئیں ہیں وہ جملہ انہی میں انمیں سخت حکم ہیں پہلی حدیث شریف

بخاری شریف اور دوسری صحاحِ ستہ سے نقل کی ہے اور چھ کتابیں مسلمانوں کے نزدیک صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں۔

جو قرآن شریف کی آیتوں کے معنی ہیں وہ ہم ضرور ہی کرینگے اور کرتے ہیں جس کی وجہ سے ہمارے اوپر مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ میرے دوست ایلفنسٹن جو ہمارے حیدر آباد ... ان بنگلہ کے دوست ہیں۔ صاف لفظوں سے کہہ دیا کہ ہم مذہب کی کتنی رعایت ... بیلے یا نہیں کرینگے اب مسلمانوں کا ہندوستان میں رہنا کس طرح ہو سکتا ہے۔

حق، انصاف، اور فرض) کے پرمیش کے سوا کسی کو نہیں مانتے۔ دھرم وہ قانون ہے زندگی کا جو ہر چیز کو اپنی آغوش میں لیتا ہے۔ سنبھالتا ہے اور متحد کرتا ہے (یا کم از کم زندگی کی تمام مشاغل کو ہموار کرتا، اور اُسکے سُروں کو ملاتا ہے) گوناگوں اور چند در چند وجوہ کی بنا پر جنکا تعلق ہمارے رجحان طبعی سے، نیز اپنے ضوابط سنیاس اور اس ملک کے موجودہ قانونی عدالتوں کے طریقوں اور نوعیت کی بنا پر ہم عام رواج کے مطابق کوئی صفائی پیش نہیں کر سکتے۔ مگر چونکہ اس مقدمہ میں نہایت اہم اُصول زیر بحث ہیں۔ ہمارے ناگزیر ہوا اور ہم بادل ناخواستہ مجبور ہوئے۔ کہ اپنے مقدمہ کے متعلق تمام واقعات پر حاوی ایک طویل بیان دیں تاکہ تمام اُمور تنقیح کو صاف اور واضح کر دیں۔

۱۶ ستمبر ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے دن شام کے وقت کیرا (گجرات) کا سپرنٹنڈنٹ پولیس معہ مسلح آدمیوں کی ایک جماعت کے (جسکی قطعاً ضرورت نہ تھی) ہمارے صدر مقام ڈاکور (گجرات) میں ہمارے پاس آیا۔ اور ہمکو اطلاع دی کہ سی آئی ڈی کا ایک افسر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کراچی کا ایک وارنٹ لیکر آیا ہے تاکہ ہمکو فوراً منجملہ اور الزاموں کے اس الزام میں گرفتار کرے کہ ہمنے مولانا محمد علی رامپوری کی ساتھ

بیان سوامی شری بھارتی کرشن تیرتھ جگت گرو شنکراچاریا

سری شرادھا پیتھ

کیمپ کراچی جیل۔

واقعات

ہم مقدس سنیاس لے چکے ہیں اور صرف ایک پرمیشر یعنی دھرم جس سے مراد ہے حق، انصاف، اور فرض) کے پرمیوش کے سوا کسی کو نہیں مانتے۔ دھرم وہ قانون ہے زندگی کا جو ہر چیز کو اپنی آغوش میں لیتا ہے۔ سنبھالتا ہے اور متحد کرتا ہے (یا کم از کم زندگی کی تمام مشاغل کو ہموار کرتا، اور اُسکے سُروں کو ملاتا ہے) گوناگوں اور چند در چند وجوہ کی بنا پر جنکا تعلق ہمارے رجحان طبعی سے، نیز اپنے ضوابط سنیاس اور اس ملک کے موجودہ قانونی عدالتوں کے طریقوں اور نوعیت کی بنا پر ہم عام رواج کے مطابق کوئی صفائی پیش نہیں کر سکتے۔ مگر چونکہ اس مقدمہ میں نہایت اہم اُصول زیر بحث ہیں۔ ہمارے ناگزیر ہوا اور ہم بادل ناخواستہ مجبور ہوئے۔ کہ اپنے مقدمہ کے متعلق تمام واقعات پر حاوی ایک طویل بیان دیں تاکہ تمام اُمور تنقیحی کو صاف اور واضح کر دیں۔

۱۶ ستمبر ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے دن شام کے وقت کیرا (گجرات) کا سپرنٹنڈنٹ پولیس معہ مسلحہ آدمیوں کی ایک جماعت کے (جسکی قطعاً ضرورت نہ تھی) ہمارے صدر مقام داکور (گجرات) میں ہمارے پاس آیا۔ اور ہمکو اطلاع دی کہ سی آئی ڈی کا ایک افسر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کراچی کا ایک وارنٹ لیکر آیا ہے تاکہ ہمکو فوراً منجملہ اور الزاموں کے اس الزام میں گرفتار کرے کہ ہمنے مولانا محمد علی رامپوری کی ساتھ

سپاہیوں کو اُنکی اطاعت اور فرائض متعلقہ بادشاہ سے روگرداں کرنے کے لئے اغوا کرنے کی سازش کی۔ چونکہ ہمنے کسی موقعہ پر (نہ کراچی میں) سپاہیوں کے متعلق کوئی تقریر نہیں کی تھی نہ کبھی ہمنے سپاہیوں کو مخاطب کیا تھا۔ اِس لئے یہ الزام قدرتًا ہمارے سمجھ میں نہیں آیا۔ سوائے اسکے کہ یہ گمان ہوتا کہ ممکن ہے کہ کوئی ایسی تقریر جو دفعات ۱۳۱ ۔ ۱۲۰ اب ۔ ۱۰۵ ۔ اور ۱۱۴ کی گرفت میں آسکے۔ کراچی میں بظاہر کسی پولیس کی جدت طراز دماغ نے بنائی ہو۔ اور ہم سے منسوب کردی گئی ہو۔ مگر چونکہ یہ بات ایسی نہ تھی کہ اُس پر پولیس والوں سے جو وارنٹ لیکر آئے تھے بحث کی جاتی یا اُنکو سمجھایا جاتا اِس لئے ہم نے اُنسے کچھ نہیں کہا۔ مگر ایک خالص مذہبی واقعہ انکو بتادیا گیا یعنی یہ کہ اسوقت ہمارا زمانہ **چترماسا ورتا** اور **پورنما** ختم ہونے ہی والا تھا۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جو بہت اخلاق و شرافت بلکہ ادب کے ساتھ گفتگو کرتا تھا کہا کہ وہ ایسی مجبوری کا صحیح اندازہ کرتا ہے مگر افسوس ظاہر کیا کہ چونکہ اُسکو ایسے احکام ملے ہیں جنکی فوری تعمیل ضروری ہے۔ اس لئے وہ اس باب میں قطعًا مجبور ہے۔ پس ہماری تمام خط کتابت، اور دوسرے کاغذات، ذاتی اور وہ بھی جو **گدی** کے متعلق تھے اور تقریبًا ۱۵ برس سے جمع تھے سب کی تلاشی لیگئی۔ پھر انکو بلا ترتیب (بوجہ عجلت) ہمارے ایک لمبے لکڑی کے بکس میں بھر دیا گیا۔ اور بکس پر مہر لگادی گئی (بغیر اسکے کہ کاغذات کی کوئی فہرست تیار کیجاتی) ہم **داکور** ریلوے اسٹیشن سے دریگ روڈ لائے گئے۔ جہاں ہم ۸ استمبر کی شام کو پہنچے۔ پھر وہاں سے ہمکو کراچی سنٹرل جیل میں لایا گیا۔

برسبیل تذکرہ ہم اس واقعہ کا ذکر بھی کردیں کہ ہمیں ڈاکور میں یہ بتایا گیا تھا (گرفتار کرنے والوں نے بتایا تھا) کہ ہمکو بمبئی پریسیڈنسی کے بہت دور شمالی ہندوستان میں لے جائیں۔ اور اسی طرح کی باتیں کہی گئی تھیں۔ ہمارے سمجھ میں نہیں آتا کہ جبکہ

وارنٹ بھی کراچی کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کا تھا۔ اور ہم جس ٹرین میں بٹھائے گئے وہ بھی دلی جانے والی نہ تھی بلکہ احمد آباد جاتی تھی جدھر سے کراچی کا راستہ تھا تو پھر کیوں یہ بالکل غیر ضروری اور ناقابل فہم جھوٹ بولا گیا۔ سوائے اسکے کہ شاید مسٹر محمد علی کا یہ دلچسپ نظریہ درست ہو "کہ اس ملک میں ثبوت سرکاری کی کچھ مقدس روایات ہیں" جنکے مطابق دروغگوئی محض کام نکالنے ہی کے لئے پسند نہیں کی جاتی بلکہ جھوٹ محض جھوٹ بولنے کے لئے بولا جاتا ہے (جھوٹ بولنے میں مزا آتا ہے)

خیر، اب ہم اپنے یہاں کا سلسلہ پھر شروع کرتے ہیں۔ یہاں آنے کے بعد ہمیں اینگلو انڈین اخبارات کے ذریعہ سے (ایک جنبہ دار (حکومت پسند فرقہ صرف اینگلو انڈین اخبارات ہی ہمکو پڑھنے کے لئے دیتا ہے) معلوم ہوا کہ ہمارے خلاف جو الزامات ہیں انکا تعلق ایک رزولیوشن کی تائید سے ہے جو ہم نے گذشتہ جولائی میں بمقام کراچی آل انڈیا خلافت کانفرنس میں کی تھی۔ چونکہ ہم اُردو، ہندی اور فارسی زبانوں کا حرف نہیں جانتے اور کانفرنس کی تمام کارروائی (سوائے ہماری دو تقریروں اور مسز نائیڈو کی چند الفاظ کے) ان ہی زبانوں میں ہوئی تھی اسلئے ہم نے تو سُنا بھی نہ تھا کہ اس کانفرنس میں کوئی رزولیوشن فوجی سپاہیوں کے متعلق بھی ہوگا۔ چنانچہ ان اخبارات کے پڑھنے کے بعد بھی ہمارے لئے صورت حالات کچھ کم ناقابل فہم نہ تھی نہ انکو پڑھکر ہم پہلے سے زیادہ کوئی بات نہ سمجھ سکیں۔

لہذا مناسب ہوگا کہ ہم اس موقعہ پر بیان کردیں کہ کانفرنس میں حقیقتاً ہم کیا کیا تھا اور کیا کہا تھا۔ اوّل روز جب کارروائی کا آغاز ہوا تو ہم نے ایک ابتدائی تقریر بطور برکت دینے کے کی جسمیں ہم نے یہ بتایا تھا کہ سری کرشن نے

سوا دھرم کی جو تعلیم دی ہے وہ صرف درجن، یا پانڈوں، یا محض ہندؤوں ہی کے لئے نہ تھی بلکہ تمام قوت حسیہ کر لینے والے جانداروں کے لئے تھی - اور یہ کہ منو اور ہندووں کے دوسرے روحانی قانون ماننے والوں نے سوا دھرم کی صاف طور پر یہ تعریف کی ہے کہ سوا دھرم، پارا دھرم (دوسرں کے مذہبی فرائض) کا مخالف نہیں ہے بلکہ یگانگت اور محبت سے دوسروں کے دھرم کے ساتھ ساتھ چلتا ہے - خلافت دنیوی نہیں بلکہ روحانی معاملہ ہے جو اسلام کے مقدس بانی نے سچے مسلمانوں کو امانتاً سونپا ہے - پس کوئی شخص جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنے سے عمداً انکار کرے وہ اپنے کو جو چاہے کہے - آزاد خیال کہے، سائنس کا ماننے والا کہے، مگر ایسی حالت میں مسلمان نہیں کہہ سکتا - اگر وہ مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا ہو تب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب سے مرتد اور کافر تصور کیا جائیگا -

پس ہم ہندوں کے لئے جو سوا دھرم کی ہمہ گیر اور وسیع تخیل پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر سری کرشن اور منو وغیرہ نے لازم کر دیا ہے - اور جسکی تائید انگلستان نے بھی نلسن کی اُس مشہور مقولہ میں کی ہے کہ "انگلستان ہر شخص سے متوقع ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کریگا" اخلاقاً سوائے اسکے کوئی صورت ہی نہیں کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ تقریباً اُن مافوق العادت کوششوں میں ہمدردی اور امداد کریں جو وہ اپنی محبوب خلافت کے لئے عظیم الشان وشع ارادوں اور بے شمار مشکلات کی باوجود کر رہے ہیں -

چونکہ ہماری آسائش کے خیال سے اور میں اسوجہ سے کہ ہندو دھرم کی طریقوں کے مطابق عبادت وغیرہ کے لئے ایک جگہ زیادہ مناسب تھی - ہمکو شہر کراچی سے کئی میل کے فاصلہ پر ٹھہرایا گیا تھا - اسقدر فاصلہ کی وجہ سے (آنے

جانے کی دشواری تھی) ہم دوسرے دن ۱۱ بجے سبجکٹ کمیٹی میں پہنچ سکے جبکہ اسکا اجلاس ختم ہونے والا تھا۔ وہاں سے پھر ہمکو کانفرنس میں لے گئے۔ جہاں (ہمارے پہنچتے ہی) حیدر آباد دکن کی مسز نندو نے انگریزی زبان میں چند ابتدائی فقرات کہنے کے بعد اُردو زبان میں تقریر شروع کی جسمیں انہوں نے ایک ہندو دھرم ہونے کی حیثیت سے اُن کوششوں کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔ جو مسلمان مقامات مقدسہ اسلامی کی حفاظت کے لئے نبی (صلعم) کے فرمان کے مطابق کر رہی ہیں۔ اور ہم سے بحیثیت جگت گرو شنکراچاریا، شرادھانند اپیل کیا کہ مکہ اور اسلام کے دوسرے مقامات مقدسہ کے متعلق ہندوؤں کا مذہبی حیثیت سے جو فرض ہو اُسکو بتائیں۔ اسی طرح ڈاکٹر کچلو، اور دوسرے اصحاب نے بھی ہم سے خواہش کی۔ اور ہم نے وعدہ کیا کہ شب کے جلسہ میں اِس معاملہ کے متعلق ہم اور ایک تقریر کرینگے۔ اسکے بعد ہی فوراً ہم اپنے جائے قیام پر واپس آگئے چونکہ ہمکو وہاں چند دوسرے ضروری کام کرنے تھے۔

جیسا کہ ہم نے کہا ہمارے قیامگاہ اور کانفرنس کی پنڈال کے درمیان اتنا زیادہ فاصلہ تھا کہ جب ہم رات کو پھر جلسہ میں پہنچے تو تقریباً ۱۱ بج گئے تھے اور کارروائی شروع ہو چکی تھی اور کچھ دیر سے جاری تھی۔ اسوقت ڈاکٹر کچلو تقریر کر رہے تھے۔ جب وہ تقریر ختم کرکے اپنی جگہ جو ہم سے قریب تھی آکر بیٹھے تو انہوں نے پھر ہمکو یاد دلایا کہ ہم نے تقریر کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ایک دوسرے مقرر تقریر کر رہے تھے تو اُسی دوران میں ڈاکٹر کچلو نے حسب معمول ہمارے لئے ایک کرسی تقریر کرنے کی جگہ بچھوا دی اِس لئے کہ ہم اپنے سنیاس کے قواعد کے مطابق صرف بیٹھ ہی کر تقریر کر سکتے ہیں۔ اسوقت ڈاکٹر کچلو نے ہم سے کہا کہ ہم ہندو مسلمانوں کے اتحاد اور خلافت پر تقریر کریں۔ اور آخر میں چند الفاظ حکومت انگورا

کے متعلق کہدیں۔
مسز سروجنی نیڈو کی خواہش کے مطابق جسکا اظہار انہوں نے سہبرکر اجلاس میں کیا تھا ہمنے اپنے اُس عام اعلان کو پھر دُہرا دیا جو ہم پہلے بھی بیان کر چکے تھے کہ ہر ہندو چونکہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ سوا دھرم سب کے لئے ہے اسلئے اُسکو خلافت سے ہمدردی کرنی پڑیگی۔ اسکے بعد ہم نے یہ بھی کہا کہ بھوشیا پران اور ہندوں کی دوسری مذہبی کتابوں میں دنیا کے طوفان آخری کی جو تفصیل گئی ہے اُسکے بموجب پرمیشور ایک ستون کی طرح کھڑا ہوگا۔ اور اُسکے پاؤں بنارس اور مکہ پر ہونگے (یہی دو مقام ہیں جو اس آخری طوفان سے محفوظ رہینگے) اُسوقت پرمیشور تمام مذہبوں اور ملکوں۔ اور تمام زبانوں کے سچے ایمان رکھنے والوں کو وہاں جمع کرکے اُٹھالیگا اور انکو اپنے سینہ میں جگہ دیگا۔ اسطرح ہم نے بتایا کہ سناتن دھرم ہندوں کے لئے جو پرانوں پر ایمان رکھتا ہو مکہ نہ صرف بلحاظ تمام مذہبی رواداری وانسانی ہمدردی کے جسکا اظہار مسز سروجنی نیڈو نے کہا تھا بلکہ اس کے قطعی اور صاف بیان کے مطابق (جو مذہبی کتابوں میں مندرج ہے) ایسا ہی مقدس مقام ہے جیسا کہ بنارس۔ اسی مقدس کتاب کے حوالہ سے ہم نے یہ بھی کہا کہ ادی شری ۱۰۸ اشنکر اچاریا (جس سے ہم بحیثیت موجودہ جگت گورو کی روحانی سلسلہ رکھتے ہیں جس سے ہم تک اس گدی کے اختیارات پہنچے ہیں اور جسکی مذہبی مسند پر ہم بیٹھے ہیں) باوجود سخت دشواریوں کے جنکا باعث اس زمانہ کے لوگوں کی جاہلیت اور کوتاہ اندیش تعصب تھا۔ مکہ کو جاترا کرنے گئے۔ مگر ان دشواریوں کے باعث انکو اپنی مافوق العادت طاقت استعمال کرنی پڑی یعنی انہوں نے طوطے کی صورت اختیار کی اور اوڑکر مکہ گئے (یہ یاد رہے کہ اسوقت تک یہ مقام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی آخر الزماں کا مولد نہ ہوا تھا مگر اس مقصد کے لئے

نامزد ہو چکا تھا) اور وہاں انہوں نے تلسی اور گنگا کے آب پاک سے (جو وہ بنارس سے لے گئے تھے) پوجا کی۔

اسطرح ہم نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا کہ ہندو مسلم اتحاد کو درحقیقت روحانی بنیاد پر مبنی سمجھنا چاہیئے۔ مثلاً ہم نے دول یورپ کے گوناگوں اور رنگارنگ جمع، اور تفریق کا ذکر کیا جو کسی اخلاق و مذہب کے اُصولوں پر مبنی نہیں بلکہ یہ دول اپنے ایک خبط (یعنی موازن قوت) کو سوچ رہے ہیں ہم نے گذشتہ جنگ بلقان کی مثال بھی دی جنمیں سرویا، مانٹی نگرو، بلغاریہ، اور یونان نے ایک ناپاک سیاسی اتحاد کیا تھا۔ اِس لئے نہیں کہ انمیں باہم محبت تھی بلکہ صرف اِس لئے کہ ان میں وہ ٹرکی سے یکساں نفرت رکھتے تھے۔ اور یہ نفرت باہمی اتحاد کا باعث ہوئی تھی (پھر ہم نے بتایا تھا کہ) جب بلقانی اتحادی جب اورنہ کو فتح کرکے لوٹ کی مال پر باہم لڑنے لگے۔ اور یونان، بلغاریہ، یونان سے دست و گریبان ہو گیا تو ترک خاموشی سے باطمینان تمام رورنہ میں واپس آگئے۔ بغیر اسکے کہ انکو ایک گولی بھی چلانی پڑی ہو۔ پس ہمارا دعوےٰ یہ ہے کہ اِس قسم کے تمام سیاسی میل ملاپ کے باعث تلاش کیا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مبنی بر اغراض متحدہ ہوتا ہے۔ محض محبت یا انسانی ہمدردی پر مبنی نہیں ہوتا) اسی لئے ہندو مسلمانوں کا اتحاد کسی متحدہ سیاسی خود غرضی پر مبنی نہ ہونا چاہیے۔ نہ اسطرح قایم رہسکتا ہے کہ محض اس لئے متحد ہو جائیں کہ دونوں برطانیہ سے یکساں نفرت کرتے ہیں۔ بلکہ ایسی باہمی محبت اور قایم رہنے والی محبت پر مبنی ہو جسکو کسی تیسرے فریق سے کوئی تعلق نہ ہو۔

پس اُس مذہبی تائید کو جو ہم خلافت کے کر رہے تھے ہم اسطرح ہندوؤں کے روحانی اُصولوں کی بنا پر واضح کر دیا اور اسکے بعد ہم نے جامع طور پر اُن آزمائشوں

برمشکلات کا ذکر کیا جو حکومت انگورا کو اس حیثیت سے پیش آرہی ہیں کہ وہی صرف
یک دنیوی سلطنت ہے جو خلافت کو محفوظ رکھنے کا ارادہ اور طاقت رکھتی ہے
س لئے ہم نے اسکے ساتھ تمام خدا پرست، نہیں بلکہ تمام انسانوں کی (بلا امتیاز
نسل اور مذہب) ہمدردی کا ذکر کیا۔ خلافت (عثمانی) کے متعلق لائیڈ جارج
اور اُن چند دوسرے تاریخوں کی ان مفروضہ اُصولی اعتراضات کا جواب
دیتے ہوئے کہ خلافت صرف قرون وسطےٰ سے شروع ہوئی نہ کہ عہد قدیم
سے۔ ہم نے بتایا کہ خود انگلستان میں بھی سب سے زیادہ پرانی زمینداری
اُسوقت سے ہے جب رابرٹ کی اولاد ولیم فاتح نے ۱۰۶۶ء میں اُسکو
فتح کرکے مفتوحہ زمین کا بڑا حصہ اپنے فوجیوں کو بخش دیا۔ یا زیادہ سے زیادہ
اُسوقت سے ہے جبکہ اُن بحری ڈاکوؤں نے جنکا نام ہنگسٹ اور ہورسا تھا
انگلستان میں لوٹ مار مچائی تھی پس مسٹر لائیڈ جارج کا ازروے منطق و ازروے
اخلاق یہ فرض ہوگا کہ وہ انگریزوں سے نہ صرف ہندوستان بلکہ انگلستان
بھی خالی کردیں اور (اُن سے کہدیں) کہ جیلینڈ، ڈنمارک، سیکسنی، وغیرہ چلے
جائیں (جہاں سے آئے تھے)۔ اسکے بعد مسٹر لائیڈ جارج کو یہ توقع کرنے کا حق
ہوگا کہ خلافت بھی تاریخی، اور قدیمی اصلیت کے متعلق انکی اس وسیع اور
مطلب کے موافق اُصول کی پیروی کرے۔

ہم نے اپنی تقریر کو سوراج کا مختصر تذکرہ کرکے ختم کیا۔ ہم نے کہا کہ
سوراج ہندو مسلمانوں کا یا کسی قوم کا راج نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ صرف دھرم
کا راج ہو۔ جو حق اور انصاف کی اُن بنیادی اُصولوں کے مطابق عمل کرے
بے خلل ترقی اور استحکام کے ضمانت اور ناگزیر شرط ہیں صرف اسی قسم کا
سوراج اس قابل ہے کہ اُسکے لئے جد وجہد کی جائے۔ عہد قدیم کی دیو اس کی

طرح جنکو جب وہ آسمانی امرت کی تلاش میں سمندروں کو کھنگال رہے تھے زہر بھی ملا۔ اور جواہرات ملے۔ مگر وہ زہر سے خوف زدہ ہوئے نہ جواہرات سے مسرور۔ اُن دیواس کی طرح ہم بھی رعایتوں سے مسرور اور سختیوں سے متاثر ہوئے بغیر بڑھے جائیں تاآنکہ ہم ہندوستانی سیاسیات کے طوفانی سمندر سے اصلی سوراج کا امرت حاصل کریں۔

سوراج کے سلسلہ میں ہم نے اسکا بھی ذکر کیا کہ سنہ ۱۹۲۱ء کی ناگپور کانگریس نے سوراج کا مسئلہ طے کر دیا تھا۔ مگر عمداً اس امر کی تصریح نہ کی تھی کہ سوراج سلطنت برطانیہ کے باہر ہوگا یا اندر۔ اس لئے کہ ہم یہ محسوس کرتے تھے کہ اگر ہم اپنی خودداری کو قایم رکھکر اس سلطنت کے اندر رہ سکیں تو اس صورت میں محض برطانیہ سے نفرت رکھنے کے باعث یا اس سے علٰحدہ ہونے کی مسرت کے خیال سے سلطنت سے جدا گانہ ہوں۔ لیکن اگر برطانیہ اپنی حماقت سے ایسے طرزعمل پر مصر ہو جسکے باعث ہمارا اُسکے ساتھ تعلق رکھنا بحیثیت ہندوستانی ماتحت انسانوں کے ہماری خودداری کے منافی ہو جائے تو اُس حالت میں حکومت خود اپنی حماقت سے خودکشی کر گی اور کانگریس کو مجبور کردیگی وہ کامل آزادی ،، کو ناگزیر ضرورت سمجھکر ترجیح دے۔

دوران تقریر میں ہم نے اُس دستور کے مطابق جو ہمیشہ ہمارا دستور رہی اسی امر پر زور دیا کہ ان تمام مسائل پر بلاتعصب اور بغیر جوش وخروش کے دھرم کے نقطۂ نظر سے غور کیا جائے اور جتنے بری یا بحری فوج کے متعلق ایک حرف بھی نہیں کہا۔ یہی وجہ تھی کہ جو الزامات ہم پر لگائے گئے اُسکے سمجھنے سے ہمارا فہم قاصر رہا چنانچہ ہمیں قدرتاً بہت تحمل تھا کہ آخر منطق یا علم النفس کے مطابق استدلال کا وہ کون خفیہ طریقہ ہے جسکے ذریعہ سے ہماری کراچی کی تقریریں

فوج کے مسئلہ اسقدر اُلجھ گئیں کہ سلجھ نہیں سکتیں اور ہم پر سپاہیوں کو بغاوت یا "انکی "وفاداری"، یا "فرض" سے انحراف کرنے کے اقدام یا سازش کرنیکے الزام میں مقدمہ چلایا گیا ہے۔

البتہ گذشتہ مئی میں ہمکو بمقام اجمیر ایک معاملہ پیش آیا تھا جسمیں بہت خطرہ تھا (انتظامی افسروں اور پولیس نے اپنی بے سمجھی سے ایک مقامی مسجد کے قایم مقام پیش امام اور اُنکے ایک شاگرد کو رمضان کے زمانہ میں مسجد میں گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ اور ہزاروں غصہ میں بھرے ہوئے اور مسلح لوگوں نے گرفتاری کو روکنے کے لئے مسجد کو گھیر لیا۔ اسوقت ہم نے پولیس کی التجا پر اجمیر کے گورے شنکر بھارگو (جو اسوقت گورمنٹ کے ملازم تھے) اور علیگڈھ کے ڈاکٹر محمد علی شاہ اور دوسرے دوستوں سے مشورہ کیا۔ اور ان لوگوں کے ذریعہ سے ہمنے لوگوں کو ٹھنڈا کیا۔ اور اسطرح اپنی بساط بھر اُس سخت حادثہ کو روکنے میں مدد کی جو اگر پیش آتا تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ اہل اجمیر اور نصیر آباد کی فوجی پولیس کے درمیان سخت تصادم ہوجاتا۔ غصہ میں بھرے ہوئے لوگوں کو ٹھنڈا کرنے کی یہ کامیاب کوشش تو یقیناً ہمپر مقدمہ چلائے جانے کا باعث نہ ہوئی ہوگی۔

(۲) اُصول

اپنی عام تقریروں اور خاص وعظوں میں جو اُصول ہم نے ہمیشہ مدنظر رکھا ہے اور ہمیشہ رکھینگے وہ یہ ہے کہ ہم اپنی تقریر و گفتگو کے سننے والوں کو ہمیشہ یہ سب سے بڑی اور اصلی ضرورت محسوس کراتے ہیں کہ روزانہ زندگی کے تمام اعمال کے اندر روحانیت پیدا کیجائے۔ اگر نلسن کی طرح

یہ کہنا ہو کہ ہر شخص کو اپنے دھرم پر عمل کرنا چاہیئے (اپنا فرض ادا کرنا چاہیئے) تو ہم یقیناً اس جرم کے ارتکاب کا اقرار کرینگے اور اس اقرار پر فخر کرینگے درحقیقت بحیثیت **جگت گرو** شنکراچاریا کے ہمارا کام یہی ہے کہ صرف لوگوں سے یہ امید کریں (جیساکہ بقول ملٹن کے انگلستان کرتا ہے) کہ وہ اپنا فرض ادا کرسکے بلکہ انکو ایسا کرنے کی ترغیب دیں۔ یوں تو تمام ہوں کو، حتیٰ انکو بھی جو بہت ہی دنیا دار ہوں، یہ فطری حق حاصل ہے کہ حق و فرض کی تبلیغ کریں کہ یہی تمام زندگی کے نمایاں عناصر ہیں۔ مگر ایک سنیاسی جس نے دنیا کو ترک کر دیا، جو کسی دنیاوی چیز کا بندہ نہیں، صرف اپنے دھرم کا پابند ہے اسکا کام ہی یہ ہے کہ اپنی زندگی کے تمام اوقات میں دھرم پر عمل کرے۔ خصوصاً جگت گرو کی حیثیت سے تو سوائے اسکے کچھ کام نہیں کہ ہر شخص کو اسکی **ادھکار** کی مطابق دھرم کی تبلیغ کرے۔ ایسے شخص کے لئے یہ امر محض حق، یا اختیار کا درجہ نہیں رکھتا۔ بلکہ دھرم کی مسلسل تبلیغ اسطرح کہ گویا صرف یہی کام اسکی زندگی کا مقصد ہے اسکا ناگزیر فرض و اسکی ذمہ داری ہے جس سے وہ روگرداں ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر چونکہ ہندوؤں، مسلمانوں، یہودیوں، عیسائیوں، پارسیوں، اور تمام دوسرے قوموں کی مذہب کے احکام کی بموجب **دھرم** اتنا ہی غیر محدود ہے جتنی کہ خدا کی ذات اسلئے ہمارا فرض یہ ہے کہ دنیا میں زندگی کے ہر پہلو کے متعلق دھرم کی تبلیغ کریں۔ اگر اور جب کبھی راسخ العقائد اور حق کی جستجو کرنے والے لوگ کسی سیاسی، اقتصادی، صنعتی، یا کسی نام نہاد غیر مذہبی مسئلہ میں ہماری روحانی رہنمائی کے خواستگار ہوں تو جسطرح محض رسوم مذہب مثلاً عبادت، پوجا، شادی بیاہ کے متعلق سیاسی اور ایمانداری کے ساتھ دھرم پر عمل کرنے کی تعلیم دینا

تبلیغ کرنا اور ترغیب دینا ہمارا فرض ہے - اسی طرح ان مذہبی یا دنیوی امور
میں بھی دھرم کا حکم بتانا ہمارا فرض ہے - ہمارے مقدس گرنتھوں میں درحقیقت
اچاریا کی تعریف یہی کی گئی ہے کہ وہ شخص جسکا کام صرف یہ ہو کہ ذاتی دھرم
پر عمل کرے - اور ہر امکانی ذریعہ سے دوسروں سے اُنکے دھرم پر عمل کرائے

اِس نقطۂ نظر سے زندگی کا کوئی شعبہ ہمارے حدود عمل سے باہر نہیں اور
اُس سے اکثر ہمکو یہ غیر خوشگوار کام بھی کرنا پڑتا ہے کہ راج دھرم اپار دھرم
کی تبلیغ کریں - بدقسمتی سے تمام عالم میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جنکو اصل
مشورہ سے زیادہ خوشامد اور چاپلوسی پسند ہے - پس اگر ہم اپنے ضمیر ہدایات
کے مطابق **دھرمو پادیش** پر عمل کریں - اور ذاتیات سے اور کسی کی خفگی
کی پروا نہ کریں - بلکہ صرف خالصتاً اپنی ناگزیر مذہبی فرض کو ادا کریں - تو بعض
صورت میں **راج یا پرجا** کو ناراض کر دیں - اور اسکا نتیجہ یہ ہو کہ ہمیں
تکالیف کی صورت میں اپنے اس طرز عمل کے نتائج برداشت کرنے پڑیں
ہمکو چاہئے (اور ہم ایسا ہی کر رہے ہیں) کہ ہم نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ یہ
سمجھکر کہ اُن تکالیف کو برداشت کریں کہ یہ تو اس فرض کے لازمی نتائج ہیں

دھرم کے ساتھ غیر متزلزل وفاداری - ہمیشہ مقدس اور ناپاک دونوں
کی تاریخ میں بعید تکالیف کا باعث اور بہت سی قربانیوں کی طالب
ہے - خدا کے سچے بندوں کو ہمیشہ ناقابل بیان عقوبتیں نہ صرف دنیا کی نا
افسروں کے ہاتھ سے بلکہ حیف ہے کہ ایک طرف تو امن و امان کے نام نہاد
دوسری طرف خدا اور مذہب پاک نام سے خود یا خدا یا خداترس مذہبی بنے ہوئے
ہاتھ سے بھی برداشت کرنی پڑی ہیں - افسوس کہ کیسے کیسے کریہہ جرایم اور ظلم و زور
مظالم ایسے اُن لوگوں کے خلاف کئے گئے ہیں جو واقعی بےقصور ہوتے ہیں -

پہلے پرچا کو دیکھئے۔ ہم صاف طور پر کہدیں کہ بعض نہایت اہم باتیں ایسی
ہیں جنکے متعلق ہم بھی مولانا عبدالباری، مسٹر اینڈروز اور مسٹر اینڈروز اور مسٹر
جیکار وغیرہ کی طرح مسٹر گاندھی، اور دوسرے اراکین کانگریس کی رائے سے اتفاق
نہیں کر سکے۔ مثلاً گو کہ ہم ہندوستان کے اقتصادی ترقی اور آزادی کی نہایت
جوش کے ساتھ خواہشمند ہیں۔ اور گو کہ ہم نہایت مسرت کے ساتھ چرخے کی
ضرورت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اسکی کامیابی کی دعا مانگتے ہیں۔ اور اُسکے استعمال
پر زور دیتے ہیں جو ہمارے خیال میں ہندوستان کی اقتصادی ترقی کا
ایک کھلا ہوا انسان ہے۔ مگر اُس جواب کو بار بار پڑھنے کے بعد بھی جو
مسٹر گاندھی نے مسٹر اینڈروز کو دیا ہے۔ ہم اُس بدیسی کپڑے کی بلا امتیاز
مجاز ہوں۔ جلانے کے خیال کو پسند نہیں کر سکے جسکی تعمیل ہم بمبئی اور دوسرے
مقامات کو دیکھ چکے ہیں۔ بدیسی کپڑے کا صرف نا خرید کیا جانا ہم نہایت خوشی
کے ساتھ پسند کرتے ہیں۔ اور کر سکتے ہیں۔ مگر اس سب کو جلا دینا ہمارے اور
ہمارے اُن خیالات کے لئے جو ہم تعمیری اور سیدھے طریق کار کے متعلق
ہم رکھتے ہیں۔ اور بیان کر چکے ہیں یکسر تکلیف دہ ہے۔ چنانچہ ٹاگور وغیرہ
بھی اپنی تقریروں اور لیکچروں میں ہم ان باتوں کو صاف طور پر بیان کرتے
رہے ہیں اور ہم نے مسٹر گاندھی کو بھی یہ باتیں صاف صاف لکھی ہیں۔ اگر ایسا
کرنے کی وجہ سے ہم سے کوئی کانگریس والا ناراض یا غیر مطمئن ہو جائے تو ہم معذور
ہیں۔ اور ہم کسی طرح بھی کسی کی ناراضگی کے خیال سے حق کو صاف طور پر (اُس طرح
جسطرح کہ ہم سمجھتے ہیں) اور اپنے ضمیر کے مطابق بیان کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔
دوسرے یہ کہ اگر دہرم کو اس بلندی پر رکھنے کے باعث ہمارا تصادم
حکومت سے ہو جائے جو انہیں رفت تدبر کو راست رو دہرم سے ہٹانی

خود غرضانہ اصول کار کو غیر جانبدارانہ انصاف سے بلند تر رکھتی ہے۔ اور اگر اسکا
نتیجہ یہ ہو کہ ہم جیلخانہ میں بند کر دیے جائیں تب بھی کوئی بات ایسی نہیں جسے
ہم بچائیں۔ یقیناً جیلخانہ کی اس زندگی میں جو دھرم کی مکافات ہو شرم کی کوئی
بات نہیں۔ مقدس تاریخ ہمکو بتاتی ہے کہ سری کرشن جی (جنکی آج بھی لاکھوں
عقیدتمند ہندو پوجا کرتے ہیں) قیدخانہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور ظالم کیش سے گویا کہ
گوکل میں چھپا دیے گئے تھے۔ اسی طرح اوپا شری شنکر اچاریا (ہمارے روحانی مورث
اعلیٰ) بھی تین دفعہ اپنی دھرم کی تعلیمات کو شائع کرنے کی بدولت سخت خطرہ
میں مبتلا ہوئے۔ مگر دو دفعہ انکے چیلے شری ۱۰۸ پدما پدا اچاریا نے انکو بچایا اور
اور تیسری دفعہ خود خدا کی رحمت آڑے آئی۔ اسی طرح عرب کے محترم پیغمبر
بے انتہا جبر و ظلم کے شکار ہوئے۔ اسی طرح بنی اسرائیل کے یوسفؑ بھی محض
اس لئے قید میں ڈالے گئے کہ انہوں نے عزیز کی من لی کے ساتھ بدکاری کرنے
سے انکار کیا تھا۔ اسی طرح ہارونؑ و موسیٰؑ پر مصریوں نے ظلم کئے بایں وجہ
وہ صحرائے خاموش میں ایک مذہبی قربانی کرنا چاہتے تھے۔ اسی طرح جان بپسٹٹ
بھی اپنے بھائی ہیروڈیش کی بیوی کو ملوث بتانے کی وجہ سے قتل کیے گئے۔
خود عیسیٰؑ "شاہزادہ ابن (جو آج مغربی دنیا کے خداوند، مالک اور تجارت دہندہ
سمجھے جاتے ہیں) برسوں تک مصر میں فرعون سے چھپائے گئے۔ اور آخر کار
کالوری میں پونٹیش پایلیٹ نے انکو روماہ باغی کی حیثیت سے صلیب پر
چڑھائے جانے اور کانوں کا نام بتہائے جانے کی سزا دی محض اس لئے
کہ وہ یہودیوں کو "خدا کی سلطنت" کی طرف دعوت دیتے تھے۔ زیر یہودی
(جسکی نسل سے جو یورپ میں نشانہ مظالم بتائی جاتی ہے انگلستان کی موجودہ
وسیرائے اور وزیر ہند بھی تعلق رکھتے ہیں) تو پیغمبروں کا سنگسار کرنا، انکو

تکلیفیں دینا، اور مارنا یہ تو انکا روز کا مشغلہ تھا آخر زمانہ کی یہ ویونکا یہی کھیل اور یہی انکی تفریح تھی اور یہی بقول۔ اپیغمبران اسرائیل کے) موسٰے کے منتخب قوم کی آخری تباہی اور انتشار کا باعث ہوا۔ پس حیلجیانہ کی زندگی میں اور اُن "سزاؤں" میں جو ایک موذر دنیوی طاقت "روحانی حق"، کو نیچا دکھانے کے لئے دیتی ہے شرم کی کوئی بات نہیں۔

نیز دنیوی بدنامی اور نیکنامی، اور عزت اور بے عزتی کی اقلہ نظر سے بھی (جسکی ایک سنیاسی پرواہ نہیں کر سکتا) ہم بھی دیکھتے ہیں کہ لالہ ہرکشن لال جو سیفورڈ اور اڈوائر کے عہد میں باغی قرار دیئے گئے تھے۔ اور جنکی تمام جائداد ضبط کرلی گئی تھی اب وہ ریڈنگ اور میکلیگن کے زمانہ میں پنجاب کے معتمد وزیر ہیں اور لارڈ ریڈنگ کی شفتگی ناقابل بیان ہے وہ انکی شاندار عزت کے نقش کی عام طور پر تعریفیں کر رہے ہیں۔ پھر یہ دیکھئے کہ باوجودیکہ مسز بیسنٹ مسٹر گاندی اور نان کواپریشن کے پروگرام کو بہت بُرا بھلا کہتے ہیں بلکہ حکومت سے بھی زیادہ کہتے ہیں۔ مگر کراچی جیل میں ہمکو یہ سبق آموز دلچسپ تجربہ ہوا ہے کہ جب ہم سشن سپرد کیئے گئے "بمبئی کرانیکل" جیسے قومی پرچے کے زمانہ میں جو بہت زیادہ نان کواپریشن کے حامی ہیں ہمکو دیے جاتے ہیں۔ مگر مسز بیسنٹ کا اخبار نیوز انڈیا کے ساتھ وہی عمل ہوتا ہے جو مسٹر گاندھی کے اخبار ینگ انڈیا کے ساتھ ہے یعنی یہ دونوں ایک ہی مد میں رکھے گئے ہیں اور انکے لئے ممانعت ہے پس ان تجربوں کے بعد جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمریل یا موتون کی حکومت کے ان مقدمات اور ان تعزیری کارروائیوں کی اصلی قیمت کیا ہے ہم حیران ہیں کہ اب ہندوستان میں کوئی ایک تاریک روح بھی ایسی ہے جو ان ناقابل اعتماد اور بدنام حکومت کی محض کسی ایسی کارروائی کی وجہ سے

بے عزت یا باعزت سمجھے۔

سنیاس کا خاکی لباس پہننے پر کسی نے ہمکو مجبور تو نہ کیا تھا۔ بلکہ ہمنے تو خود ۱۶ برس کی تھکا دینے والی تمناؤں کے بعد اس لباس کو حاصل کیا۔ اور پھر ایک تارک دنیا کی زندگی بخوشی قبول کی۔ اس "ترک" کا قلب اور اصلی جوہر یہ ہے کہ مسرت اور غم فائدہ اور نقصان، فتح اور شکست سب سے کلیتاً قطع نظر کرے۔ سنیاس اختیار کرتے وقت سنیاسی روحانی جس سے ملو منتر پڑھکر قیام دنیا کو ترک کرتا ہے جنمیں ماں باپ بیوی، بچے، زمین، ناج، حتیٰ کہ تمام دنیوی علایق اور منسل کانگریس سب شامل ہیں اُسوقت سنیاسی اُس خدا، مالک کی دائمی اور غیر مشترک اطاعت کا حلف اُٹھاتا ہے جسکو کارلائیل نے "اثبات قدیم" کے نام پکارا ہے۔ پس اُسی عہد سنیاسی کے مطابق ہم کچھ نہیں کرسکتے سوائے اسکے کہ سچ بولیں اور خوف (سزا) اور انعام سے قطع نظر کرکے دھرم کی تبلیغ کریں۔

اور جہانتک ذاتی آزادی کا تعلق ہے جس سے جیلخانہ میں محروم ہونا پڑتا ہے ہم وید کی ان تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں کہ حق کا صحیح علم اور راستبازی کے ساتھ اتباع یہی چیز صرف قطعی آزادی تک پہنچاتی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے بھی فرمایا تھا کہ (گاسپل سینٹ جان - ۸ - ۴۲) "تم حق کو جانوگے اور وہی ہمکو آزاد کریگا"۔ پس جسطرح اندھا یونانی حکیم طرسیا (سافوکلیس کے ڈراما میں) تھیبا کے بادشاہ اکڈیپس ٹائرینس سے کہتا ہے، ہم اپنے اندر حق کی طاقت رکھتے ہیں جو ہم کو اب بھی وہ سب سے بلند اور سب سے زیادہ سچی آزادی جو خیال میں آسکے دیا چکا ہے۔ چاہے اسوقت ہمارے لئے چھوٹی چھوٹی جسمانی پابندیاں کچھ ہی کیوں نہ ہوں - اور یوں تو کیا ساری دنیا ایک جیلخانہ نہیں ہے اور کیا ہمارے اجسام خود قید کی کوٹھریاں نہیں جسمیں ہماری روحیں قید ہیں اور پابند ہیں؟ شاعر نے کیا خوب اور کسقدر سچ کہا ہے کہ ؎

نہ پتھر کی دیواریں قیدخانہ بنا سکتی ہیں
نہ لوہے کی سلاخیں قفس

شاید بہت سے لوگ اِس تعلیم حق اور اِس سنیاسی کو تعجب کی نظر سے دیکھیں اور یہ سمجھیں کہ یہ اُصول ویسے ہی متعصبانہ اور وحشیانہ ہیں جیسے کہ یورپ کی قرون وسطے میں ہوتے تھے جنکی بدولت ہنری دوم کے عہد میں اُس دق کرنیوالے پادری سینٹ ٹامس بکیٹ کو جان دینی پڑی تھی۔ اور سنگدل ظالموں کے ہاتھ تکلیفیں برداشت کرنی پڑی تھیں۔ مگر ہم تو صرف یہی جواب دیتے ہیں کہ جن لوگوں نے اُس کبھی نہ ختم ہونے والی اور لازوال سکون قلب اور طمانیت کو حاصل کر لیا جو روح کا قدرتی عنصر ہے جسکے قایم رکھنے کے لئے نہ کبھی ظاہری و خارجی اسباب کی ضرورت ہو نہ اُسکے بے مثال اثرات کو کوئی خارجی تکلیف محو کر سکتی ہے اُن لوگوں کے لئے نفرت، خوف، رنج، فکر حتی کہ شبہات قطعًا ناممکن ہے۔

پس اگر ہم **کلمۂ حق** زبان پر لاتے ہیں اور ہمیں لانا چاہئے اور اگر ہم دھرم کو ایک اپنا ایک ایسا مذہبی فرض سمجھیں جس سے قطع نظر کرنا ممکن ہی نہیں تو اس حالت میں ہمارا خیال اور ہمارا مقصد کیا ہونا چاہئے؟ ہمارا خیال صرف یہ ہے کہ جو کچھ ہمارا فرض ہو اُسکو بغیر غیر ضروری جوش و خروش کے انجام دیں اور صرف یہی مقصد ہے کہ سب کی مستقل اصلاح ہو خصوصًا اُن لوگوں کی جنکو ہم قابل ملامت قرار دیتے ہیں یعنی دوسرے الفاظ میں ہمارا مقصد یکسر محبت ہو نہ کہ نفرت جسطرح والدین، یا ڈاکٹر بچوں کو یا مریض کو ہدایت کرتا ہے کہ یہ کرو اور یہ نہ کرو۔ اور وہ ہدایت محبت پر مبنی ہوتی ہے نہ کہ نفرت پر یا جسطرح اسرائیل کے پیغمبروں کے دل اپنی قوم کی مجرمانہ حماقتوں و خودکشی کے لئے خون روتے تھے اسی طرح راجا اور پرجا کو راج دھرم پر چلانا

کی تعلیم دینا ہمارا غیر خوشگوار فرض ہے جسطرح مسیح کی ایک حواری نے کہا تھا "جسکو خدا عزیز رکھتا ہے اُسکو سزا بھی دیتا ہے" اِسی طرح ہم بھی خدا کی تقلید کرتے ہیں۔ اور جس سے محبت کرتے ہیں اُسی کو ملامت کرتے ہیں۔ ذاتی طور پر ہمارے لئے سب یکساں ہے۔ تاہم ہمارا فرض ہے کہ سبکو خود اُن ہی بھلائی کے لئے خدا کے اِن الفاظ سے متنبہ کر دیں کہ "انتقام میں لوں گا"، اور اسطرح سب کو خدا کے آنے والے بالکل بہت ہی جلد آنیوالی اور تباہ کر دینے والے غصہ سے بچالیں۔

آج بنارس کا وہ واقعہ تصویر کی طرح ہماری آنکھوں کے سامنے ہے کہ دسمبر ۱۹۰۵ء میں کانگریس کے سالانہ جلسے کے اختتام پر جب کارروائی ختم ہو چکی تو ایک ہندوستانی مقرر نے پریسیڈنٹ مرحوم مسٹر گوکھلے کا بیحد شکریہ ادا کیا۔ مگر اسکے بعد مرحومہ مس مارگریٹ نوبل اسکا شکریہ ادا کرنے کھڑی ہوئیں۔ مگر انہوں نے اسطرح شکریہ ادا نہیں کیا جیسے کہ پہلے مقرر نے کیا تھا بلکہ بجائے سیاسی خدمات کا شکریہ ادا کرنے کے انہوں نے مسٹر گوکھلے کی اُن بہتر روحانی خدمات کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ صاحب موصوف نے انگلستان کی روحانی خدمت کی ہے اور اُسکو انصاف کی طرف متوجہ کر کے مکافات عمل سے بچانے کی کوشش کی۔ جیسے ایک تامل زبان کے شاعر نے کہا ہے کہ

"دشمن کی نوجیں نہیں بلکہ مظلوم کے آنسو طاقتور
تاجداروں کے تخت کو ہلا دیتے ہیں۔"

اِسی طرح مس نوبل نے مسٹر گوکھلے کو ہندوستان سے زیادہ انگلستان کا محسن قرار دیا۔ یہ ہے وہ اسپرٹ اور وہ مطمح نظر جسکے مطابق ہیں کہ ہم

دھرم اور انصاف کو سیاسی مدبر اور طرز حکومت سے بالاتر سمجھتے ہیں جو سب کی خدمت کرتی ہے۔ اور ہم خدمت کر رہے ہیں۔

پس اگر مریض یا نادان بچہ نہ صرف بدمزہ اور تلخ دواؤں کے پینے سے انکار کرے بلکہ اپنے والدین یا ڈاکٹر پر تلخ دوا دینے کی وجہ سے حملہ کرے تو اسمیں والدین اور ڈاکٹر کی کوئی بے عزتی نہیں بلکہ یہ طرز عمل اُس مریض اور بچہ کی ناقابل بیان تکالیف کا باعث ہوگا۔ پس بیتیل کے سرکاری اسقف امازیہ نے اسرائیل کے بادشاہ جوشہ کے احمق بیٹے جرکوم کو اشتعال دیا اور ایک پیغمبر کا منہ بند کرکے اُسکو اپنا پیغام پہنچانے سے روکدیا، مگر آخرکار اس عمل کا نتیجہ سختی کے ساتھ حق کی تعلیم دینے والے پیغمبر کے خلاف نہ نکلا بلکہ خود عارضی عیش کے متلاشی بادشاہ اور جھوٹے خوشامدی امازیہ کی خلاف ہوا۔ ٹھیک اسی طرح اگر ہندوستان کے وہ لوگ جن پر سرکاری نظرعنایت مبذول ہے نہ صرف راج یا پرجا یا دونوں کی غلطیوں سے عمداً قطع کریں (کہ یہ فعل بجائے خود متبذل ہے) بلکہ امازیہ کی طرح خوشامد اور چاپلوسی کریں اور ایک کو دوسرے کے خلاف اشتعال دیں۔ خصوصاً اُن لوگوں کے خلاف جنکا کام صرف یہ ہے کہ خدا برتر کے حکم کے مطابق دھرم کی تبلیغ کرتے ہیں تو یقیناً ان لوگوں کی کوشش خدا کے احکام کی تبلیغ کرنے والوں کو نقصان نہیں پہونچا سکتی بلکہ خود خوشامدی اور اشتعال دینے والوں ہی کو غیر محدود اور ناقابل علاج نقصان پہنچائیگی۔ نہ ہم کسی طرح اور کسی شخص کے حکم سے اپنے خدا کی بتائے ہوئے فرض، دھرم ابدیش سے روگرداں نہیں ہو سکتے۔

(۲) الزامات

جگت گرو کی حیثیت سے دھرم کے ان عام اُصولوں اور انکے اُن اثرات پر بحث کرنے کے بعد جو دنیوی زندگی پر پڑتے ہیں اور سپاہیوں کی وفاداری میں رخنہ ڈالنے کی کوشش یا سازش سے اپنی بریت ظاہر کرکے درحقیقت ہمارا بیان تو گویا ختم ہی ہوگیا تھا۔ مگر بعد کو مقامی طور پر تحسین کرنے کے بعد ہمکو معلوم ہوا کہ کانفرنس کے رزولیوشن میں مسلمان سپاہیوں کا بھی ذکر تھا اور فوج کی ملازمت کو مسلمانوں کے لئے حرام بنایا گیا تھا۔ اس لئے ضرور ہوا کہ ہم اس بیان کو زیادہ طول دیں۔

پہلے ہم یہ کہدیں کہ ہمیں کچھ معلوم نہ تھا کہ کانفرنس کے پروگرام میں اس قسم کی کوئی تجویز نہیں ہے۔ نہ ہم سے کہا گیا نہ ہمنے درحقیقت کوئی لفظ کہا۔ اس لئے ہمپر زیر دفعات ۱۳۱- ۵۰۵ و ۱۲۰ ب کوئی الزام نہیں لگایا جاسکتا۔ اس لئے کہ اگر محض جلسہ میں موجودگی (جبکہ ہم کارروائی کا ایک حرف بھی نہ سمجھ سکتے تھے) ہمکو مجرم قرار دینے کے لئے کافی ہے تو اس سے بھی زیادہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ ہزاروں آدمی بھی ملزم قرار دیے جاتے جو کانفرنس میں شریک تھے۔ اور اُسکی تمام کارروائی کو سمجھتے تھے جنہوں نے عمداً رائے دی اور خوشی کے ساتھ متحد ہوکر اُس تجویز کی تائید کی۔ یعنی ۱۲۹ تعزیرات ہند کے ہمہ گیر نتیجہ میں ساری کانفرنس کو پکڑا گیا ہوتا۔ اور سارے جلسہ کو غیر قانونی مجمع،، قرار دیا جاتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ حکومت کی پوزیشن یہ نہیں ہے۔

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ وارنٹ جو ہماری ذات کے خلاف جاری ہوا اُسکی جیسی کہ نقل ڈکور میں ہمارے ایک شاگرد نے کی اور کراچی میں سپرنٹنڈنٹ جیل نے تو اُسکے لحاظ سے ہم جرم زیر دفعہ ۵۰۵ تعزیرات ہند کے ارتکاب کی عزت حاصل کرنیکے لئے منتخب ہوئے (جسکا منشا اپنے دماغ کے لئے کسی

٭ ٭ ٭ قتل کا مرتکب ہوتا ہے) ہمارا کسی واردات قتل سے کسی بعید تر تعلق کا ہونا بھی ابھی تک ہمارے علم میں نہیں آیا - اور نہ یہ معلوم ہوا کہ وہ مقتول کون ہے جن چیز ملں کے قتل کا ہم اقبال کر سکتے ہیں وہ ہر نوع کی آدھرما (ناپاکی) ہے لیکن تعزیرات ہند یا کسی اور قانون کی کوئی ایسی دفعہ ہمکو معلوم نہیں ہوئی کہ جسکو اس شاندار جرم کے ارتکاب پر عائد کر کر اُسکے تحت میں ہم پر مقدمہ چلایا جائے - اور اگر ایسی دفعہ کہیں ہو جسکا کہ ہمکو علم نہیں تو ہم گرمجوشی سے عدالت کو اس امر پر متوجہ کرینگے کہ ایسی دفعہ کا کہیں موجود ہونا یا ایسی ناانصافانہ مقدمات مثل ہمارے مقدمات کے ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ ابھی تک ناانصافی دنیا سے معدوم نہیں ہوئی ہے - اور اس لئے اگر زیادہ سے زیادہ ہم پر جرم کسی امر کے ارتکاب کا لگایا جا سکتا ہے تو وہ ناانصافی کو مٹانیکی کوشش کرنیکا ہو سکتا ہے -

بہر حال چونکہ اب دفعہ ۱۰۵ کا غلطی سے تحریر ہو جانا ہمکو تبلایا گیا ہے - لہذا اس ادنے تراحم کا ہم تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں - اور اب دوسری دفعہ ۱۲۰ (ب) {سازش} کی طرف متوجہ ہوتے ہیں -

اس موقع پر ہمکو یہ کہنا ہے کہ مولانا محمد علی کے برعکس جو آدمیوں سے بھرے ہوئے کنیا شالہ میں خراٹے کے ساتھ سونیوالے رجائی کے ساتھ نصف شب میں سازش کر رہے تھے (یعنی اصطلاحی معنے میں ایکساتھ سانس لے رہے تھے) ہم شہر سے میلوں دور اپنے وسیع جائے قیام میں تین نوجوان چیلے اور ایک باورچی کے ہمراہ تھے - اور تن تنہا سو رہے تھے - اور اسطرح تنہا سانس لینے کے مجرم تھے - جسکے لئے ابھی دو نئی دفعات (۱۲۰ سے اور ۱۲۰ ڈی سمجھئے) تعریف جرم اور سزا کے لئے تعزیرات ہند میں شامل کرنیکے بنانا باقی ہیں - اور ایسا ہونے تک ہمکو اس الزام سے انکار کرنیکی مجبوراً ضرورت ہے -

بعدازاں بموجب معمولی سمجھ اور انگریزی زبان کے ابتدائی قواعد کے و نیز خود تعزیرات ہند کے اپنے استخراجی مطالب و مسلمات کے سازش کے لئے یہ امر ضروری ہے کہ سازش کرنے والے خفیہ مشورہ کریں۔

یہ ہمکو خاص طور پر محسوس ہوتا ہے کہ ایک ایسے الزام کو جو مسلمہ طور پر ایک ایسے رزولیوشن کی بابت ہو کہ جو آل انڈیا کانفرنس کے عام اجلاس میں بالاتفاق منظور ہوا ہو اور جسکی تائید بالاعلان انڈین نیشنل کانگرس کے اجلاس عام و خاص منعقدہ کلکتہ و ناگپور میں ستمبر و دسمبر ۱۹۲۰ء میں ہوئی ہو۔ اور جسکی بابت مسٹر گاندھی اس امر کا افسوس رکھتے ہوں کہ وہ تائید کرنے کے لئے کراچی جولائی ۱۹۲۱ء میں موجود نہ ہوئے اور جسکو اب ہم سمجھتے ہیں کہ ہندوستان کی جملہ کانگرس کمیٹیوں اور خلافت کمیٹیوں نے منظور کیا ہو۔ کسی سمجھدارانہ اور علمی طریقہ سے خواہ کتنی ہی کھینچ تان کیجائے) زیر دفعہ ۱۲۰ ب تعزیرات ہند (سازش) کے لایا جا سکتا ہو۔ اور ہم یہ خیال کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ الزام جو ہمارے خلاف اس دفعہ کی رُو سے عائد کیا گیا ہے محض قانونی نکتہ نگاہ کی حیثیت سے بھی بالکل بیہودگی ہے۔ اور نیز کسی قسم کی کوشش دفعہ ۱۲۹ کے زیر تحت لانیکی (جسکے عائد ہونیکا احتمال ہو سکتا ہے) تحریک کو معدوم کرنیکے خیال سے بہ حالات موجودہ بالکل اسیطرح بے سود ہے جسطرح ہوا کو یا [illegible] کا سمندر کی موجوں پر حکمبرداری کرنا۔

اصل الزامات یعنی الزامات زیر دفعہ ۱۳۱ و ۵۰۵ پر نظر کرتے ہوئے ہمکو زور دار الفاظ میں اس استعجاب کو ضبط تحریر میں لانا پڑتا ہے کہ اگر ہمکو طبعی مذہبی، یا سیاسی اعتراضات بھی نہ ہوں اور اگر ہم ایسی گورنمنٹ کے موالاتی بھی ہوں (جیسا کہ پرمیشر کا شکر ہے کہ ہم نہیں ہیں) کہ جسکا بالکل انوکھا [illegible]

ناقابل تقلید خیال موالات کی نسبت ہو کہ ہم اُسکے ہر ایک فعل و قول کے خواہ وہ کچھ ہی ہو سامنے سر تسلیم خم کریں اور رضامندی کا اظہار کریں - یا زیادہ سے زیادہ ہم باہمی انتظامی سوسائٹی کے ممبر ہوں اور کامل چاپلوسی کے ساتھ دست بستہ ہو کر اپنے حق کی التجا کریں - (جن میں کہ ہمارے فرائض مذہبی کی ادائگی بھی شامل ہے) گویا کہ وہ ایک زبردست اعلیٰ سے ادنےٰ کی طرف جھکاؤ ہے - اور آسمانی عنایت ہے - اور نیز یہ کہ اگر ہم اپنے حسب معمول صفائی دینے کے لئے خواہشمند اور آمادہ ہوں تب بھی ہم نے ذاتی طور پر (یعنی کہ ملزم بننے) تمام شہادت و دلائل ثبوت میں کوئی امر ایسا نہیں پایا کہ جسپر ہم جرح کرتے اور یا جسکے خلاف صفائی پیش کرتے -

عدالت کے سامنے شہادت کا ایک جز یا تسمہ بھی ایسا پیش نہیں کیا گیا کہ جس سے یہ مترتب ہوتا ہو کہ ہم نے کہیں بھی کوئی لفظ فوج یا بحری قوت کی بابت کہا ہو یا اُنکی طرف اشارہ کیا ہو یا کسی طرح اُسکی بابت ہمارے کہنے سے اخذ کیا گیا ہو جو کچھ کہ شہادت میں پیش کیا گیا ہے وہ ہمارے ۷ جولائی کی کراچی کی آمد - کراچی کے لوگوں کا اسٹیشن پر ہمارا استقبال کرنا - ہمارا جلوس شہر کراچی میں نکلنا اور یہ کہ ہمنے کانفرنس میں تقریر (جو ہماری دوسری تقریر ہے) کی - اس سے زیادہ [illegible] ہے - استغاثہ کی جانب کی جملہ شہادت میں سختی کے ساتھ ہماری نسبت حوالہ دیے جانیکی عزت کی بھی تردید کیگئی ہے چہ جائیکہ اس امر کا کسی قسم کا ثبوت ہو کہ ہمنے فوجی مسئلہ کی بابت کبھی بھی کچھ کہا ہو - ہماری اس دلیل کی صداقت میں سب سے زیادہ فصیح اور مُنہ توڑ ثبوت یہی کافی ہے کہ گواہان پیش کردہ اور کافی وقوف رکھنے والے وکیل سرکار نے ہماری تقریر کا محض حوالہ تو دیا لیکن اُسکی رپورٹ شامل مِسل نہیں کی اور وہ محض اسوجہ سے کہ ہماری تقریر میں درحقیقت فوج کی بابت

کوئی حوالہ نہیں تھا۔ اور گورنمنٹ کا دفعات ۱۲۱ و ۵۰۵ سے ہمارے تعلق کی قایم کرنیکی ناانصافانہ کوشش کسی طرح حق بجانب نہیں ہوتی تھی۔

جملہ مختلف گواہوں کے بیانات پر غور کرتے ہوئے جو یکے بعد دیگرے خفیہ پورٹروں اور پریس رپورٹروں کی حیثیت میں پیش ہوئے اور جو کانفرنس میں موجود تھے ہمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنمیں سے ہر ایک سے قابل وکیل سرکار نے دیگر ملزمان کی تقاریر کی بابت اپنے ایک ڈھانچے میں ڈھلے ہوئے اور گڑھے ہوئے سوالوں کا تار باندھ دیا مثلاً یہ کہ دوسرا مقرر کون تھا؟ اُسنے کس زبان میں تقریر کی۔ آیا تم نے تقریر کی صحیح رپورٹ مختصر نویسی میں تحریر کی؟ آیا تم اسطرح لکھنے میں ماہر ہو؟ آیا رپورٹ میں صرف وہی تحریر ہے جو مقرر نے واقعی طور پر کہا تھا؟ اور آیا مختصر نویسی کی رپورٹ سے عبارت میں وہ تحریر کیگئی؟ ازاں بعد گواہ سے اُس رپورٹ کے پیش کرنے کے لیے کہا گیا اور وہ بطور اگزیبٹ کے شامل مثل ہوئی۔ لیکن جب ہر ایک گواہ کی ہماری تقریر کی نسبت نوبت آئی مسٹر انفنٹن نے محض یہ بیان حاصل کیا کہ مابعد ہم نے تقریر کی اور ہم انگریزی زبان میں بولے۔ پھر مختصر نویسی اور عبارت میں تحریر کئے جانیکے مسلسل سوالات کئے بغیر وہ بلا رُکاوٹ اور دفعتاً دوسرے مقرر کی تقریر کی بابت سوال کرنے لگا گویا کہ وہ [illegible] ہوئے انگاروں پر چل رہا تھا۔ ہم سنجیدگی سے یہ کہتے ہیں کہ یہ محض اسوجہ سے [illegible] ہماری تقریر کے شامل مثل ہونے اور اُسکی چھان بین کرنے پر یقیناً یہ نتیجہ [illegible] ہوتا کہ نہ صرف ہماری برارت مفروضہ سازش کی شرکت سے [illegible] مسئلہ کی بابت ہوتی بلکہ قطعی طور پر منطقی، علمی، اور علم الاشکال کی صحت کے [illegible] اسکی غلطی ثابت ہوتا۔

اسمیں وہ اُمور جنکا ہم پہلے تذکرہ کر چکے ہیں شامل کر لیجئے۔ یعنی کہ ہم نے گواہان ثبوت سے کوئی جرح نہیں کی۔ اور یہ کہ پولیس نے ہماری گذشتہ ۱۵ سال تک کے کاغذ قبضہ میں کئے اور وہ کراچی لائے گئے۔ مگر ابھی تک ایک شخص بھی ایسی شہادت کا واقعات کی تائید میں پیش نہیں کیا گیا۔ چونکہ منجانب استغاثہ ایک غیر ذمہ دارانہ حیثیت ہے اِس لئے ابتدائی ایمانداری اور ادنےٰ جرأت کے ساتھ بھی آخر تک اسکا اظہار نہیں گیا کہ اُنکو واقعی طور پر واقعات کا یہ علم ہے۔ یعنی یہ کہ ہماری تقریر میں فوج کی بابت کچھ نہیں ہے اور یہ کہ ہمارا جرم گورنمنٹ کی نگاہ میں درحقیقت ہماری خلافت کانفرنس کی موجودگی ہے اور یہ کہ ہم نے اسلام خلافت گورنمنٹ انگورہ کے ساتھ اپنی مذہبی ہمدردی کا اظہار کیا جسکی بابت گورنمنٹ ہمہ اوقات رزمانہ زبانی ہمدردی اور تماشا گاہانہ طریقہ پر مصنوعی آنسو بہاتی رہی ہے۔

بہرحال ہمکو اس عمداً استوار اور عجیب طریقۂ عمل منجانب استغاثہ پر خاموشی اختیار نہیں کرنی چاہئے۔ خواہ معاملہ کسی قدر ہی صاف کیوں نہ ہو ہم مزید طور پر اس مسلمہ امر کی طرف توجہ دلا سکتے ہیں کہ اخبارات "ٹائمز" اور "ڈیلی گزٹ" (کراچی) کی رپورٹیں جو منجانب استغاثہ بہ سلسلہ تقاریر دیگر ملزمان شامل مثل کئے گئے ہیں خود کامل طور پر مستظہر ہیں اور یہ امر پایۂ ثبوت کو پہونچاتی ہیں کہ ہم نے فوج کی بابت کبھی بھی کچھ نہیں کہا۔

سرسری نظر ڈالتے ہوئے ہم اِس واقعہ کو یاد دلانا چاہتے ہیں کہ محکمہ خفیہ کی شہادت نے یہ بیان کیا کہ کل مجلس نے (جسمیں ہم بھی شامل تھے) کھڑے ہو کر رزولیوشن منظور کیا اور اسی بنا پر مولانا شوکت علی پر الزام لگایا گیا ہے۔ ہم اس بیان میں اس امر کا اضافہ کرینگے کہ ہمارے ملی قواعد کے مطابق صرف ہم اور دوات بیٹھے رہے۔ اگر

مولانا شوکت علی کے رزولیوشن کی منظوری کے وقت کھڑے ہونے پر الزام عائد ہوتا ہے تو بتلائیے کہ اُس خفیہ کے آدمی کا کیا ہو کہ جو تجویز کا مفہوم سمجھے ہوئے رزولیوشن کی اپنی تائید و رضامندی کے اظہار میں کھڑا ہوا۔ اِسکا ضمناً اظہار کیا ہے۔

وکیل سرکار نے بہت زور و شور سے اپنی بحث میں ہماری آمد کراچی اور تقریر کو اُس مصنوعی سازش کی شرکت کے ثبوت میں بیان کیا ہے۔ ایک لمحہ کے لیے محض بحث کی خاطر فرض کیجیے کہ ہم نے تجویز کی کلیتہً یا جزءً مخالفت کی تو کیا ہماری موجودگی اور تقریر کرنے سے ہم مجرم ٹھہرائے جا سکتے ہیں یا خلاف اسکے یہ ہوگا کہ ہماری تقریر کے مضامین کو جانچا جائیگا آخر ایسا کیوں ہوا کہ اپنے گواہوں کی جماعت میں سے ایک سے بھی اُسکی بابت بحث کرنے کے لئے سوال نہیں کیا گیا۔ اور ہماری تقریر کو مقدمہ میں اگزیبٹ نہیں رکھا گیا ہے۔ محض اس وجہ سے کہ اُسکے خیال میں ایسا کرنا قطعاً بے سود تھا۔

(۴) پیتھہ

یہ ظاہر ہے کہ عدالت کے روبرو ہمارے خلاف درحقیقت کسی شہادت کی نہ ہونیکی بنا پر گورنمنٹ نے بیرون عدالت ناواجب طریقہ پر ہمارے خلاف سرکلر، اعلانات وغیرہ شائع کئے ہیں۔ اور جنکے شروع سے اُسکا یہ منشا ہے کہ ناواقف اور ناسمجھ عوام اور رجحان کے دلوں میں ہماری ذات سے بدگمانی پیدا کرے۔ اور اس حصول مقصد کے ذرائع جو اختیار کئے گئے وہ یہ ہیں کہ بے ضمیری و توہینی اعلانات کے ساتھ ہماری بابت کہا گیا کہ ہم شردھہ تیتھ والے جگت گرو شنکر اچاریا نہیں ہیں بلکہ ایک مصنوعی جگت گرو ہیں۔ برخلاف گورنمنٹ

کے اس رویہ کے جو اسقدر بُرے اور خوفناک طریقہ پر انصافانہ طرز عمل کی ابتدائی کی ضروریات تک سے بالکل کوری ثابت ہوئی اور جنکا معاملات فوجداری و دیوانی اور نجکے مباحث کے لئے ازبسکہ ضروری ہے۔ ہم اسکو نظرانداز نہیں کرسکتے کہ مقدمۂ موجودہ شردھ پیٹھ گدی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے بلکہ ہمارے اُس تقریر سے متعلق ہے کہ جو ہمنے گذشتہ جولائی کو کراچی میں خلافت کانفرنس میں کی تھی۔ اور اس لئے ہم معاملات پیٹھ کا اِس سے زیادہ کچھ بھی حوالہ نہ دینگے کہ جو خود گورنمنٹ کی ہمارے خلاف درپردہ کوششوں کی وجہ سے حوالہ میں آجائینگی۔ اور جنکو ضمنی طور پر گورنمنٹ نے ہمارے اوپر اپنے ناواجب فوجداری مقدمہ چلانیکی ضمانت اور استحکام کے لئے جاری کیا۔

ہمکو محض یہ دکھلا دینا ہے کہ تقدس مآب سوامی شری ۱۰۸ ترلوک رام تیرتھ جی مہاراج (سابق شنکراچاریا شردھ پیٹھ جنکو تقدس مآب شنکراچاریہ پوری۔ شرنگری۔ کمبھاکونم وغیرہ۔ مہاراجگان کشمیر۔ دربھنگہ۔ کاٹھیاوار وغیرہ اور ملک کی تمام مذہبی جماعتوں۔ یو۔پی۔ دھرم کشنا سبھا۔ بھارا دھرم مہامنڈل وغیرہ نے تسلیم کیا) نے ۴ جلائی سنہ ۱۹۱۹ء کو بنارس میں ہمکو اپنا نامزد کردہ قایم مقام (ریاناشیشیہ) مقرر کیا۔ اور یہ کہ اُنکے دوران علالت کے ضعف میں مارچ سنہ ۲۰ء سے ستمبر سنہ ۲۰ء تک ہمنے بہ حیثیت قایم مقام فرائض انجام دیے اور یہ کہ دسمبر سنہ ۲۰ء میں اُنھوں نے ہمکو تمام اختیارات و مناصب شنکراچاریائی سے باقاعدہ سرفراز کیا۔ اور ۲۷ فروری سنہ ۱۹۲۱ء کو جدان کے مقام پر بموجودگی و امداد جملہ افسران ریاست جدان و مسٹر کے جی بخشی راجکوٹی (سابق معتمد ریاست پوربندر اور سابق چیف جسٹس ریاست جوناگڈھ) کے جملہ مراسم ویدک تاجپوشی (پنابھشیک) مندرجہ شاستر کے ساتھ تقدس مآب نے

اپنے بابرکت ہاتھوں مجکو پتھ پر جگت گرو شنکراچاریا کر کے فائز کیا - اور خود ایک خاموش علمی زندگی بسر کرنیکے لئے اُس روز سے علیحدہ ہو گئے تقدس مآب موصوف خوش قسمتی سے ابتک حیات ہیں اوران تمام بیانات کی تصدیق کرسکتے ہیں - مسٹر بخشی نے تمام برقی اطلاعیں اس رسم تاجپوشی کی بابت تمام شنکرآچاریوں، مہاراجوں - مہا منڈلوں وغیرہ اور پریس کو جبکہ وہ ریاست جسدان کے چیف مجسٹریٹ تھے بھیجیں - اور اخبارات میں اُسکی مفصل رُ دئداد روانہ کی -

اِس طرح ہمارا شر دہ پتھ کا تعلق ایسی مستحکم بنیادی چٹان یعنی کہ خود شانت شنکراچاریہ کے ہاتھوں عام تاجپوشی اور براہِ راست اور بلا فصل روحانی قایم مقامی پر محفوظ طریقہ پر قایم ہے - اور جو اخلاقاً اور قانوناً دونوں حیثیت سے اسیقدر مسلمہ اور غیر معترضانہ بات ہے جسطرح کہ ہارون کی قایم مقام موسےٰ کے ہاتھوں یا داؤد کے پیغمبر شموئیل کے ہاتھوں یا لارڈ ریڈنگ کی نیابت شاہ جارج پنجم کے ہاتھوں عمل میں آئی - یہ امر کہ اپنے درپردہ سیاسی اور ذاتی وجوہات پر گورنمنٹ ہند اور بمبئی نے اس انتخاب کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا - ہمارے اخلاقی اور قانونی واقعۂ شنکراچاریائی کو اِسطرح ناجائز کے مسترد نہیں کرسکتا جسطرح کہ انگلستان کے سیمٹی مخالف اخباری زیادتی پسند لارڈ ریڈنگ کے تقرر کو نمارد یا ناجائز قرار دے سکتے ہیں -

ہم اِس سلسلہ میں یہ اور اضافہ کرتے ہیں کہ اپنے شری گرو سوامی سے مورتیاں، چترے، چامراس، اور دیگر شاہی بعض نشانات، شال، پیسیں، ریشمی لباس وغیرہ ملے ہیں - اور جنکو ہم استعمال کررہے ہیں اور

جو اُنکو شنکر اچاریہ پوری - شر نگری، مہاراجہ ایدر، مہاراجہ سنگھائی وغیرہ سے ہدیۃً ملے تھے - اور یہ کہ اسی قسم کے بدلے مہاراجہ ہلکر اندور مہاراجہ دیواس (خورد) نے خود ہمکو ہماری شنکراچاریائی کو تسلیم کرتے ہوئے پیش کئے ہیں - اور اُنہوں نے ہماری پرستش اس حیثیت میں پوجا وغیرہ کے ذریعہ ہند و مذہبی طریقہ پر کی ہے (بلا لحاظ ہماری سیاسی حیثیت سے) -

نیز ہم اسکا بھی اظہار کیا چاہتے ہیں کہ دکور کی تمام رعایا جو ہمارے تیتھہ کا قدیم صدر مقام ہے) ہمکو شر دھہ تیتھہ کا شنکر آچاریہ تسلیم کرتی ہے - نیز یہ کہ سرکاری تعلیمی انسپکٹران وغیرہ ہماری پادیہ پوجا کو بجالائے ہیں (یعنی ہمارے پیروں کے پھولوں اور ہندو مذہبی بھجنوں کے ساتھ پرستش کی ہے) یہ کہ ضلع کنیرا کی پولیس (یورو پین ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سے لیکر سُنجر تھی سب انسپکٹر تک) نے ہماری اِس حیثیت کو تسلیم کیا ہے - (جیسا کہ اُنہوں نے ہماری گرفتاری کے بعد پنچنامہ میں جو ہمارے کاغذات کے بکس سے متعلق ہو ہمکو شنکر اچاریہ کے لقب سے بلا ہمارے نام کے اظہار کئے موسوم کیا اور حوالہ دیا) - اور یہ کہ اگر دکور کی رعایا سے اس معاملہ میں استمزاج کیا جائے (جہاں ۸۰ فیصدی ہندو ہیں اور جنمیں سیاسیات کی ہوا بھی نہیں لگی - اور جہاں ۱۵ فیصدی موالاتی اور ۵ فیصدی ترک موالاتی ہیں) تو بلا کم و بیش سو فیصدی اشخاص ہمکو اصلی جگت گرو تسلیم کرینگے -

پس ہم ایک سیاسی شنکراچاریہ جسکو کانگرس اور خلافت والوں نے اپنے مقاصد کے لئے کھڑا کر لیا ہو نہیں ہیں بلکہ اصل شنکراچاریہ شر دھہ تیتھہ کے ہیں جسکو لاکھوں غیر سیاسی بلکہ مخالف سیاسی پختہ مذہب ہندؤں نے

وکوہ اور کل ملک میں تسلیم کیا - اور پرستش کیا - اس سلسلہ میں یہ امر دلچسپی سے
خالی نہیں ہے کہ مسٹر کے سبجے یجنیش راجکوٹی سیاسی معاملات میں ہمسے
سخت مخالفانہ رائے رکھتے ہوئے اور یہ کہ پنڈت برجناتھ شرما جو لکھنؤ
یو-پی- دھرم رکشک سبھا کے سکرٹری ہیں اور جنہوں نے ترک موالات
کے خلاف ایک رسالہ تحریر کیا ہے - سرکار ہند، اور بمبئی کے عدالتی
خیال کے خلاف اور سچائی کے دلدادہ ہوتے ہوئے اور ذاتی - سیاسی
یا گروہ بندی کے اغراضات کے لئے کسی دھوکہ یا سچائی کے مٹانیکی
کوشش کو بیکار و بیسود سمجھتے ہوئے ابتک ہمکو اپنا شنکراچاریا تسلیم کرتے
ہیں اور ویسا ہی اعزاز کرتے ہیں - اور تمام سیاسی اور معرض بحث معاملات
میں آزادانہ سچائی ست کامل طور پر بحث امباحثہ کرتے ہیں - لیکن مئی
و اپریل سنہ ۲۱ء میں ہمارے پنجاب کے دورہ کے اختتام پر چند سالسٹرس نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ
پولیس امرتسر کو بمبئی سے ایک خط لکھا کہ شردھہ پیٹھ والے اصل شنکر آچاریہ ہم نہیں ہیں
بلکہ انکا ایک موکل ہے (جسکے نام و اوصاف وغیرہ کے تبلانیکی اسوقت ضرورت
نہیں ہے - اور صرف اسیقدر ہمارے مطلب کے لئے کافی ہے کہ اسکو ہمارے
شری گرو سوامی جی کے مقابلہ میں کسی ایک دھرم آچاریہ یا کسی مہاراجہ یا دھرمی
جماعت نے تسلیم نہیں کیا - اور یہ کہ ہمارے پیشرو کے پیشرو شری مادھو تیرتھ جی
اپنی شنکرآچاریائی حیثیت میں پانچ سال ہوئے مسلمہ طور پر زندگی بسر کر چکے ہیں)
یہ نام نہاد موکل عدالت دیوانی احمد آباد و بمبئی میں ہمارے پیٹھ کا دعویدار رہچکا ہے
اور بوجہ اپنے اصول کی پابندی کے ہمنے اس مقدمہ بازی میں کوئی حصہ نہیں لیا -
اور باوجود اسکے بھی وہ پیٹھ سے اسیقدر دور ہے جسقدر کہ شروع میں وہ تھا جبکہ
اسنے یہ بے بنیاد کام شروع کیا تھا - پنجاب گورنمنٹ کو دیکھئے کہ بوجہ اسکے کہ اب

اُسنے ہمکو دھرم پر لکچر دینے کی ممانعت کرنے میں امرتسر میں کسقدر بُرے نتایج برداشت کئے۔ وہ ہمسے بدلہ لینے کی خاطر ایسی قابل افسوس خفیف الحرکاتی پر اوتر آئی کہ اُسنے سالسٹر کے نجلے خط کو اپنی سرکاری اطلاع کرکے شائع کیا اور اُسکو تمام ملک میں ایسوسئیٹڈ پریس کے اطلاعی تاروں کے ذریعہ کہ جو گورنمنٹ کا نفس ناطقہ ہے تمام اخباروں میں شملہ سے بھیجکر شائع کرایا جب ایک شخص جو ہر پہلو سے ناکامیاب رہ چکا ہو نیز عدالت دیوانی سے اور پھر سطح وہ گورنمنٹ کو اپنے اُن دعووں کی بابت حماقت سے تحریر کرے کہ جس کو صرف ہندو مذہبی قانون طے کرسکتا ہے تو ایسی حالت میں ایسی گورنمنٹ کو کہ جو بے لوث انصاف کرنے میں اندھی نہ ہوگئی ہو اور سیاسی تعصبات کی وجہ سے خودداری اور عزت کو نہ چھوڑتی ہو اُسکو ردی ٹوکری میں ڈالدینا چاہئے یا زیادہ سے کسی باقاعدہ عدالت کو کہ جسکو اختیار سماعت حاصل ہوتا بھیجدیتیں۔ لیکن ہمسے نفرت اور کینہ کی بنا پر گورنمنٹ نے کمینہ پن سے بدلہ کے طور پر نہایت شرمناک طریقہ سے بالاعلان اسے خالص مذہبی معاملہ پر ایک کے موافق جانبداری اختیار کی۔ اور ہمکو بالخصوص پنجاب اور کل ملک میں بدنام کرنے کے لئے اُسکو سرکاری اطلاع کرکے مشتہر کیا۔ ہمکو تعجب ہے کہ اسپر بھی ایک شخص ایسا نہ ملا کہ جو اس دُھوکے میں آجاتا یا ان چالاکیوں کی پردہ دری نہ کرسکا ہو۔

اسکے بعد میں اُس بے غیرتی کے معاملہ پر آتا ہوں کہ جو دکور میں واقع ہوا۔ جبکہ حسب معمول جیساکہ ہر نئے شنکر آچاریا شردھ ہ تیھہ کے دکور میں داخلہ پر عمل میں آتا رہا ہے۔ ہمارے لئے رگھوجی کے مندر کے منتظمان نے ہمارے شنکر آچاریائی کی تسلیم کی رسم میں نذر دینے کا انتظام کیا تو بمبئی گورنمنٹ نے

دوسرے دعویدار کی تحریک پر یہ شرمناک جرأت کی کہ تمام قسم کی دھمکیوں کا دباؤ ڈالکر مندر کے غریب پُرانے ٹھیٹ مذہبی خادموں کو اس رسم کی ادائگی سے روکا۔ اور تین شب و روز مقامی حکام نے حاکم بالا کے حکم سے روکنے کی کوششیں کیں مگر افسوس کہ اُن ایماندار اور پُرجوش لوگوں کو صدر مقام پہنچنے پر خواہ وہ کیسے ہی قیانوسی، جاہل، اور ٹھیٹ مذہبی ہوں، باز رکھنا ناممکن ہوا۔ اور چونکہ گورنمنٹ، اور اُسکے پٹھو کو اس معاملہ میں سخت اذیت پہونچی اسلئے اور بھی ہم سے نفرت کا باعث ہوا۔

اور اسطرح اپنے مشہور و معروف طرز عمل یعنی کہ رعایا میں تفریق رکھکر حکومت کرنیکی پالیسی کے ذریعہ کہ جسکو توازن طاقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ہمارے مقابلہ میں ایک دعویدار اور اپنا ایک پٹھو اور آلہ کھڑا کردیا اور اگرچہ ہمارے خلاف کرائے ہوئے پر آسانی سے اُسکو معاوضہ دیا جاسکتا تھا مگر گورنمنٹ نے ہمکو جھوٹے الزام پر گرفتار کرنیکی جرارت کی۔ حالانکہ الزام کے جھوٹے ہونیکا اُسکو علم تھا۔ اور کوئی شہادت ہمارے خلاف پیش نہیں کیجا سکتی تھی۔ محض اس بنا پر کہ ہم بالاعلان طور پر ترک موالاتی اصول کے عامل ہیں اُسنے اس مقدمہ کو اُٹھایا۔ ہم کو یہ یقین کامل نہیں ہے کہ گورنمنٹ اپنے اس پٹھو اور آلہ کو اگر ہمارے پنجاب کے دورہ سے پہلے لا کھڑا کرتی تو وہ اغلبًا ہمکو گولی ماردیتا۔ اور ڈاکٹر کچلو مسٹر گردھاری لعل اور ڈاکٹر ستیا پال بھی ہمارے ساتھ مارے جاتے۔ جیساکہ درحقیقت اُسنے دھمکایا۔ اور اسکے کرنے کی تیاری کی اور جلیانوالہ باغ جیسا دوسرا نظارہ پیش ہو جاتا۔

لیکن عام قاعدہ ہے کہ نظاہر دینگے اور اکثر دکھانے والے اصلاً

بزدل ہوتے ہیں - اور بس یہی وجہ ہے کہ یہ اکڑفوں والی گورنمنٹ نے اول تو ہمکو گرفتار کیا اور پھر بزدلانہ طریقہ پر اسپر اُتر آئی کہ (۱) جہانتک ممکن ہوسکا ہماری گرفتاری کی خبر کو چھپایا (۲) عوام کو معاملہ میں مخالفت رکھنے کے لئے بمبئی گورنمنٹ کی اطلاع میں علی برادران کے نام کے بعد ہمکو "دیگر اشخاص" کے الفاظ کے ساتھ موسوم کیا (۳) اور جبکہ ہمارے نام کا ظاہر کیا جانا ناگزیر ہوا تو وارنٹ میں اور دوسرے موقعوں پر "ونکٹ رام معروف بہ بھارتی کرشن تیرتھ" کے نام سے بلا القاب شنکر آچاریہ کے ظاہر کیا گیا - اور یہ عمداً اس لئے کیا گیا کہ لاکھوں ہندو اور دیگر حضرات ہمارے شنکراچاریہ کے ظاہر کیا گیا - اور یہ عمداً اس لئے کیا گیا کہ لاکھوں ہندو اور دیگر حضرات ہمارے شنکراچاریہ کے لقب سے واقف ہیں - اور ہمارا اصلی نام انکو معلوم نہیں ہے (۴) شملہ کی سرکاری اطلاع میں ان توہین الفاظ کے ساتھ کہ "ایک ہندو جو اپنے کو شنکراچاریہ ہونا بتلاتا ہے" تحریر کیا گیا - گویا ہندو ہونا شنکراچاریائی کے لئے ایک متضاد امر ہے اور اسطرح ہماری اصلی اور ذاتی شخصیت سے عوام کو بھلاوے میں رکھا - (۵) بمبئی کی سرکاری اطلاع میں جو کہ سرکاری خبر ساز کی جانب سے بھی طنزاً یہ ظاہر کیا گیا کہ شردھ پیٹھ کے شنکراچاریہ کے گرفتار ہونے اور مقدمہ چلائے جانے کے لئے اُنکے کراچی لے جانیکی افواہ جو گشت لگا رہی ہے درحقیقت ایک شخص ونکٹ رام عرف بھارتی کرشن تیرتھ گرفتار ہوا ہے کہ جو اپنے آپ کو شنکراچاریہ بتلاتا ہے (۶) بجنسہ اسیطرح اور انہیں الفاظ میں چالاک ضلع مجسٹریٹ کراچی ڈبلو ڈبلو سمارٹ نے کراچی پبلک کے لئے ایک سرکلر جاری کیا - اور حق اور راستی کے دبانیکی لئے اسطرح جھوٹ اور بُرائی کے جال کو پھیلایا - اس موقع پر ہمیں پھر حیرت ہوتی ہے کہ آیا ایک شخص بھی اس وسیع اور نادرست تبلیغ سے اصل معاملہ سے ناواقف رہا

یا یہ سب کچھ کرنا ضائع ہی گیا۔

ہندوستانی مذہبی اصطلاحات کا ایک مبتدی یہ جانتا ہی کہ اگرچہ ایک معمولی انگریز جب بپتسمہ پر فائز ہوتا ہے تو اُسکو نیا نام اختیار کرنیکی آزادی ہے۔ اور اکثر اپنی مرضی سے ایسا کر لیا جاتا ہے لیکن ایک ہندو جبکہ پاک ملتوں میں سے کسی ایک ملت پر فائز ہوتا ہی تو اُسکو اس قسم کی آزادی حاصل نہیں ہی بلکہ وہ مذہبًا اسپر مجبور ہی کہ وہ پرانے نام کو چھوڑدے۔ اور سوائے اُس نام کے کہ جو اُسکے گرو نے اُسکے لئے تجویز کیا ہے کسی اور نام کو اختیار نکرے۔ اور اسکے لئے ہندو مذہبی کتابوں میں نہایت مشرح قواعد بنادیے گئے ہیں۔ پس ایسی صورت میں سر بردس اٹریک نے اپنا نام لارڈ ریڈینگ میں مرضی سے اختیار کر لیا ہی لیکن پروفیسر نکت رام سرسوتی کو سنیاس حاصل ہونے پر ایسا کرنیکا اختیار و آزادی نہیں ہے (اور یہ سنیاس ہمکوہم جولائی ۱۹۱۹ء کو نہ کہ ۱۹۲۱ء کو جیسا کہ ایسوشئیٹیڈ پرس نے غلط طور سے ظاہر کیا ہی حاصل ہوا ہے) بلکہ وہ مجبور ہے اور اس لئے اُسکا نیا نام سوامی شری بھارتی کرشن تیرتھ جی اُسکے گرو نے اُسکو دیا ہی۔ ان حالات و واقعات سے یہ ظاہر ہے کہ ہماری بابت یہ الفاظ کہنا کہ "ایک ہندو نکت رام عرف بھارتی کرشن تیرتھ کہ جو اپنے آپ کو شنکر آچاریہ کے نام سے موسوم کرتا ہے" اُسیقدر قابل ملامت ہی جسطرح کہ یہ کہنا کہ ایک شخص رفس عرف ریڈینگ بھی جو اپنے آپ کو ویسرائے ہند کے نام سے موسوم کرتا ہی اور سفر و حضر میں داری اور عالی مرتبت سرکار ہند و بمبئی نے ہمارے معاملہ میں یہی رویہ اختیار کیا ہی۔ اور ڈیلی گزٹ اور دیگر انگریزی اخباروں نے اپنے فرض کی ادائگی میں اس بیہودگی کو بڑے حروف کے اس عنوان سے کہ "ایک گرفتار شدہ شخص کے خوف" شائع کیا۔ اور یہ سب کچھ ایک طرف تو عوام کے دماغ میں ہماری جانب سے بدگمانی پھیلادے۔ اور دوسری جانب غریب مجسٹریٹوں اور ججوں کو بدظن کر

کیا گیا - اگر گورنمنٹ کو ہمارے اس دعا یا خطاب میں کچھ شک تھا یا وہ جری اور ایماندار تھے تو اُسکو ایک دوسرے الزام کے سلسلہ میں ہم پر ایسا بیہودہ حملہ دھوکہ کی آڑ میں نہیں کرنا تھا -

اِس نامعقول رویہ اور سازش کا سب سے بڑا حصہ ابھی طشت از بام کرنا باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس قسم کے اعلان اور اطلاعوں کے شیوع پر اکتفا نکر کے عوام کو دھوکہ دینے اور عدالتوں کو بدظن کرنیکے لیے گورنمنٹ نے عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اُنپر اثر ڈالا - متذکرہ بالا پریس نوٹ نمبری ۸۲۸ مطبوعہ سندھ آفشل گزٹ جس میں ہمارے تسنکر آچاریہ ہونے سے انکار کیا گیا تھا - مجسٹریٹ عدالت ابتدائی کو بھیجا گیا جو مقدمہ کی مسل میں خاص اگزہبٹ کر کے داخل کیا گیا - اور اسسٹنٹ کمشنر سندھ کا ایک تار ہمارے خلاف بذریعہ ضلع مجسٹریٹ کراچی عدالت کو بھیجا گیا -

اِس سلسلہ میں ہم حال کے ایک دیوانی مقدمہ کی بابت جو ہماری گدی سے متعلق ہے یاد دہانی کرتے ہیں اور جسکی تفصیل کی اسوقت ضرورت نہیں ہے اسمیں برٹش ریزیڈنٹ بڑودہ نے نجکے طور پر ڈسٹرکٹ جج احمد آباد کو ایک خاص فریق کے حق میں فیصلہ کرنیکے لیئے خط لکھا اور جسکو مسل میں دیکھ کر بمبئی ہائی کورٹ کے ججان ہئیں اور شاہ کو صدمہ ہوا اور رزیڈنٹ بڑودہ کے اِس بیہودہ طریقہ پر عدالت قانونی پر اثر ڈالنے کی کوشش کرنے پر سخت الفاظ میں ریمارک کیا - ہم اس امر کو دکھلا کر یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آیا اسسٹنٹ کمشنر سندھ کا رویہ موجودہ مقدمہ میں ججوں کو ہم سے بدظن کرنیکو لئے اُس سے کچھ کم ہے -

مارشل لا کے تحت جو فوجداری مقدمے ملابار میں چلائے گئے اُسمیں ایک موپلا کا مقدمہ دلچسپ ہے جو ایک خاص جرم میں سزایاب ہو چکا تھا وہ قیدیوں کے لباس میں ایک دوسرے الزام پر عدالت مارشل لا کے روبرو لایا گیا اُسپر

ججوں نے یہ اعتراض کیا کہ ملزم کو قیدیوں کے لباس میں ہی پیش کرنا ججوں کو اسکی طرف سے بدظن کرتا ہے یا ایسی بدظنی کا احتمال ہی۔ اور اس لئے اُسکو سادہ لباس میں پیش لئے جانیکا حکم ہوا اگر ایک سزا یافتہ شخص کا قیدیوں کے لباس میں لائے جانے پر مارشل لا کی عدالت میں ججوں کو اُس سے بدظن پیدا کرنیکا احتمال ہوتا ہی تو بتلاؤ کہ معمولی قانون کی مطابق جب ہم پر مقدمہ چلایا جا رہا ہو جیسا کہ سر ولیم ونسنٹ وغیرہ نے بیان کیا ہے اور گورنمنٹ عمداً ایک ذخیرہ مسلمہ غلط اور زہریلی علانات اطلاعات وغیرہ کا ہماری غلط شخصیت کے خلاف کرنیکا تانتا باندھ دے اور اس الزام کا مقدمہ کی رُوداد سے کوئی تعلق نہ ہو تو ایسی بدظنی کا کسقدر زیادہ احتمال ہے اور جبکہ اخلاقاً اور قانوناً ہم شرد ہی تھے کہ ویسی ہی اصلی تنکرا جا رہے ہیں جیسا کہ لارڈ ریڈنگ انگلستان میں وسیرائے ہند۔

مسٹر مانک جی دادا بھائی جب ایکروز امپیریل کونسل آف اسٹیٹ میں ہمارے مقدمہ کی بابت تقریر کرنے لگے تب گورنمنٹ کے گرگے "دوران سماعت" میں ہو تشریح کرنا توہین عدالت ہی جبکہ وہ تشریح ملزم کے موافق ہو اور اُسکے مخالف نہ جاتی ہو۔

یہ صرف ایک سوال ہے کہ آیا کس حد تک اس دیدہ دہنی اور کھلم کھلا سازش کی جو مجسٹریٹوں اور جوڈیشل افسروں کے دماغ میں بدظنی پیدا کرنے اور اس کینہ پروری کے ساتھ خیال وعمل میں لا کر انصاف کا خون کرے اور ایک دوران سماعت کی مقدمہ کی بابت جھوٹے اور غیر اخلاقی مسلسل اعلانات شائع کرنے کے لئے ہے کئے گئے توہین عدالت کے زمرہ میں لا کر مقامی عدالتیں بازپرس کرینگی (اور ایسا ضرور واقع ہوتا اگر کوئی غریب ہندوستانی ایڈیٹر اسکا مرتکب ہوتا) اور کس حد تک پُرلوچ کی دلیل اُسوقت کامیاب ہو جبکہ ہم زیر دفعہ ۹۹ ہ تعزیرات

اپنی توہین کا استغاثہ دائر کریں کہ جس پریویج، کا مفاد صرف مجان عدالت اور مجسٹریٹ کو حاصل ہے اور وہ بھی صرف اُن معاملات کی بابت ہے کہ جو مقدمہ سے متعلق ہوں اور اُسکے علاوہ کوئی بھی خواہ وہ گورنمنٹ ہند ہو یا بمبئی مجاز نہیں ہے کہ کسی ملزم کی بابت مقدمہ سے غیر متعلق امر پر ملزم کے خلاف کچھ کہے

ہمکو بمبئی کرانیکل اور نیوٹائمس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ہمارے پتھ کے مسئلہ کے سلسلہ میں دکور کی کل رعایا کی جانب سے جو گورنمنٹ کے خلاف ویسرائے کو عرضی ہوا ہے اُسکا جواب "دائرکٹر اطلاع" نے دیا ہے کہ بوجہ دو دو عویداروں کے موجود ہونے کے ایسا پیش آیا۔ ورنہ گورنمنٹ کا کسی مذہبی مباحثہ میں جانبداری یا حصہ لینے کا تو نہ عندیہ تھا اور نہ ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ یہ بھونڈی، ادھوری غیر شافی و ناکافی و ناقابل اطمینان توضیح جو توضیح ہونیکی حیثیت نہیں رکھتی ایک نجکی اطلاع کے طور پر رہا ہے اور جسکو اُسنے کہ جسکے پاس یہ بھیجی گئی شائع کیا اور جسکو ابتدائی جھوٹ کی طرح سرکاری ہونیکی حیثیت میں شائع ہونیکی عزت حاصل نہ ہوئی۔ حالانکہ ابتدائی جھوٹ کے شیوع کی ایماندارانہ معذرت صرف اسیطرح ہوئی ممکن تھی کہ وہ راست بازی کے ساتھ ابتدائی جھوٹ کی تردید کرتے ہوئے کی حقیقت میں شائع کیجاتی۔ اور یہ تو کب ممکن تھا کہ وہ ہمارے مقدمہ میں اکثر ہٹ کیجاتی ہیں ہم سے اسکے کرنے کے لئے کہا جاتا ہے اور توقع کیجاتی ہے کہ گورنمنٹ غیر جانبدار ہے اور ہمکو حیرت ہے کہ اس اثنار میں گورنمنٹ نے اور کیا کچھ کیا اور کیا کراتی ہے۔

ہم اس طرح جیسے کہ اب ہم معترض ہیں کبھی معترض نہ ہوتے اگر گورنمنٹ اپنا ان جرأت اور دلیری سے یہ بالاعلان کہتی کہ اُسکو مذہب ہنود اور ہماری مذہبی رتبہ کی بہ حیثیت جگت گرو ایک ذرہ پرواہ نہیں ہے۔ (اگرچہ ہمارا رتبہ آرکبشپ کنٹربری اور یارک سے کہیں زیادہ ہے بلکہ پوپ کے ہم ہم پلہ ہیں)

اور باوجود اسکے وہ ہمکو دلیرانہ طور پر گرفتار کرتی۔

ویسرائے ہند یا گورنر بمبئی کو خواہ کوئی احساس خودداری ورشرمندگی کا نہو لیکن ہم کو انگلستان کی جانب سے برطانیہ عظمےٰ کے اسقدر بلند نمایندونکی ایسی بزدلانہ اور خفیف الحرکاتی پر شرم آتی ہے - اور ہمکو بار بار کے اِن تجربات پر امریکن پروفیسر سے اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ جب وہ انگلستان گیا ہوا تھا تو بار بار ہر طرف سے اِس بات کے حوالہ دیے جانے پر کہ سلطنت برطانیہ پر غروب آفتاب نہیں ہوتا اور سنجیدگی سے اس عجیب مشاہدہ کو "سفید سچائی" سے بلا وجہ وضرورت بار بار تعبیر کیا گیا وہ مکدر ہوگیا - یہ بالکل ضروری ہے کیونکہ خدا اعلام الغیوب ہے - موجودہ انگریز کا اندھیرے میں بھروسہ نہیں کرنا - اور سورج کی روشنی ہمہ اوقات کہیں کہیں اُسپر ڈالتا رہتا ہے -

یہ ناممکن ہی نہیں ہے بلکہ قطعی طور پر بداخلاقی اور گناہ ہے کہ معاملات کی اہمیت کو کم کرکے دکھایا جائے اور نام نہاد گورنمنٹ کے نامعقول رویہ کی غیر محدود وغیر مساوی حالات کو محدود الفاظ میں بیان کیا جائے - اور گورنمنٹ بھی وہ جو شیطانی نہیہ کے ساتھ ہمکو جیل میں کسی نہ کسی طرح بلا کسی ایسی شہادت کے کہ جو عدالت میں ہمارے خلاف شہادت کہی جاسکتی ہو پہنچا چاہتی ہے اور اپنے غیر ذمہ دارانہ اُصول کے ساتھ دھوکہ کی آڑ میں ہمپر ہمارے شنکر آچاریائی شرو تیتھہ کے خالص مذہبی مسئلہ کی بابت تحریریں لاکر کہ جو بالکل بے قیمت ہیں بزدلانہ حملہ کرتی ہے - اِن حالات میں شاہی صوبہ اور ضلع کے حکام کو کہ جنہوں نے ایک تاریک و عمدی مجرمانہ سازش ہمارے خلاف اِس لئے کی ہو جو دفعہ ۲۱۱ کے دوسرے حصّہ اور ۱۲۰ اب تعزیرات ہند کی رو سے ۷ سال قید با مشقت کی سزا کے مستوجب ہیں) کہ جھوٹے اور کمینہ پن کے الزام زیر دفعہ ۱۲۰ اب - ۱۳۱

۵۰۵ جسمیں سے کہ ایک کے تحت حبس دوام کی سزا ہے ہم مجرم قرار دیے جائیں اور یہ جانتے ہوئے کہ روئداد استغاثہ سے یہ صاف وصریح طور پر ثابت ہے کہ کوئی معقول اور قانونی وجہ ہمارے خلاف موجود نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک انکو بری سمجھنا اخلاقاً ناممکن ہے۔ گورنمنٹ کے برعکس جسکو کہ یہ خواہش وطاقت کہ ہماری گدی نشینی سے عرصہ قبل کے ہمارے بیتہ کے کاغذات تک کو قبضہ میں لے اور بلا فہرست مرتب کیے۔ ہمارا نہ تو یہ ارادہ ہے اور نہ ہمکو یہ اختیار ہے کہ ہم اُن تینوں سازش کرنے والوں کی خط وکتابت کو کہ جو اُنہوں نے ہماری توہین اور گرفتاری کے لئے آپسمیں کی قبضہ میں کریں یا اُسکی جانچ پڑتال کریں اور اسطرح سرغنہ سازش کو بتلا سکیں اور اُپھر تمام الزام کو قائم کر سکیں لیکن اگر یہ بھی ہو کہ لارڈ ریڈنگ کو صرف حکومت بمبئی نے ہدایت کی یا مغالطہ دیا تب بھی لارڈ ریڈنگ اس الزام سے بری نہیں ہوتا کہ اُسکو انصاف ذمہ دارانہ طور پر مدنظر رکھنا تھا۔ اور یہ الزام اُسپر پورا اسطرح عائد ہوتا ہے کہ اُسنے سیاسی وجہ سے یا اور وجوہ سے مذہبی اور ذاتی معاملات میں جانبدارانہ حیثیت رکھی۔ یقینی اتبک ایسا کوئی قانون نہیں ہے کہ جسکی رو سے کسیکی ذاتی ملکیت یا مذہبی اختیارات رد کیے جا سکیں یا بحق سرکار سیاہہ کر دیے جائیں محض گورنمنٹ کے کسی معاملہ کہ سیاسی رنگ میں رنگدینے سے یا واجب و ناواجب کہدینے سے۔

یقیناً لارڈ ریڈنگ یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُسکے ادعاے "مساوی انصاف" کا یہ نمونہ ہے جسکی بابت کہ وہ بالاعلان دنیا میں منادی کر رہا ہے۔ اگر وہ اس معاملہ میں مغالطہ میں رہا (جیسا کہ میونیشن مدل کمیشن میں ہوا) تو اُسکو مردانہ وار و بالاعلان اسکی تلافی کرنا چاہیے بموجب قدیم موسوی قانون تلافی کی

سشن سپرد گی سے قبل کی روئیداد

یہ صاف ظاہر ہے علاوہ اس بیرون عدالت کی حماقت و دھوکہ وہی کے
کہ جو ہمارے بچہ کی بابت عمل میں آئی اور جسکی قلعی ہم ابھی کھول چکے ہیں ہمارے
خلاف مقدمہ اُس شہادت کی رو سے کہ جو مجسٹریٹ کے سامنے دوران تفتیش
میں پیش ہوئی ظاہرا طور پر پہلی نگاہ کرنے سے بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس تفتیش
کے دوران میں بوجہ اعدائی اور خوف زدہ کمزوری کے بد دماغی کے مرض میں
عدالت اور پیرو کار استغاثہ مبتلا رہے۔ اور ضابطہ کے جملہ قواعد کے لحاظ
رکھنے سے معصوم بنگئے۔ اور شروع سے آخر تک جو جی چاہا کرتے رہے۔

کراچی کے ضلع مجسٹریٹ نے اس مصنوعی تماشہ کو ایک عام اعلان
کی تمہید کے ساتھ شروع کیا جسمیں یہ تبلایا گیا کہ دوران مقدمہ میں کراچی کی
عام امن و امان کو قایم رکھنے کے لئے کیا کیا پیش بندیاں عمل میں آئی ہیں
اور اُسمیں ہماری بابت الفاظ "آفنڈر" یعنی مجرم کا استعمال کیا گیا تھا نہ کہ
آکیوزڈ ملزم کا گویا کہ ہمارا جرم اُسوقت مسلمہ امر تھا۔ اور یہ وہ بدیہی دماغی کیفیت
تھی کہ جسکی بابت اُسکو ہمارے ساتھ عمل میں لانے کے لئے ہدایت ہوئی تھی
اور جسکی وجہ سے بہت سی بے ضابطگیاں اور عمل قدرتاً اسمیں ظہور میں آئے کہ
کل مقدمہ ایک مصنوعی تماشہ اور مضحکہ آمیز بنگیا۔

بموجب دفعہ ۸۰ قانون شہادت کے کوئی بیان بزیر تحت ضابطہ فوجداری
تحت شہادت میں نہیں لیا جاتا جب تک کہ ملزم یا اُسکے وکیل کے رو برو وہ بیان
گواہ کے سامنے نہ رکھا جائے۔ لیکن ہم میں سے کسیکی موجودگی میں کوئی بیان بھی
کسی مقدمہ میں گواہ کے سامنے نہیں پڑھا گیا۔ ملزموں سے دریافت کئے جانے

باان کے بیان کئے جانیسے گھنٹوں قبل اورمنجانب استغاثہ مقدمہ میں بحث ہونے
سے گھنٹوں قبل (جسکو اُسنے بلا اُسکے تبلائے ہوئے کہ وہ کیا ثابت کرنا چاہتا ہے
اور کیا شہادت پیش کیا چاہتا ہے شروع کیا) جو ڈپٹی کمشنر خالق دنیا ہالکو اسلئے
معائنہ کرنا آیا وہ ہال ہمارے سشن کے مقدمہ کے لئے مناسب ہے۔ گویا کہ ہمارا سشن سپرد ہونا
ایک امر مسلمہ ہو چکا ہے۔ رہا مجسٹریٹ کا حال وہ یہ تھا کہ قبل اسکے کہ ملزموں سے
دریافت کیا جائے کہ آیا وہ کچھ اپنی برأت میں کہنا چاہتے ہیں فرد جرم تیار کر بیٹھے
اور جوں ہی کہ وکیل سرکار اپنی روئداد مقدمہ اور نمائش معذرتانہ بحث ختم کی دو ہی
مجسٹریٹ نے ملزموں سے بلا صفائی طلب کئے فرد جرم سنادی۔ اس موقع پر بھی ملزم کو
کچھ جواب کہتے اگر موقع دیا جاتا۔ سب سے زیادہ دھینگی یہ ہوئی کہ ۲۹ ستمبر سنہ ۲۱ء کو جبکہ وکیل
سرکار بہت سی شہادتیں پیش کر چکا تھا اور اُسکو کچھ شہادتیں اور پیش کرنا باقی تھیں اُسنے
درخواست دی کہ دو نئے گواہ جنکا نام فہرست میں نہ تھا استغاثہ کی جانب سے طلب
کر لئے جائیں جس پر مجسٹریٹ نے ایک تحریری حکم (اگزیبٹ ۱۳) صادر کیا کہ سپردگی
کی روئداد کو ملتوا کرنیکی ضرورت نہیں۔ ان شہادتوں کی سشن میں پیش کر دینے سے
مطلب برآری ہو جائیگی۔ اس سے زیادہ اس بات کا کہ مجسٹریٹ کو سرکاری و
غیر سرکاری طریقہ سے یہ ہدایت تھی اور وہ خلاف قانون اور غیر اخلاقی حیثیت سے
اسپر راضی ہوا کہ ملزموں کا بیان تو رہا ایک طرف بلا گواہان ثبوت کے سُنے
وہ ہمکو سشن سپرد کرے۔ اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اور جبکہ بہت بعد کو کسی نے
اُسکو یہ تبلایا کہ بموجب دفعہ ۲۱۹ ضابطہ فوجداری کے مزید گواہ سپردگی کے بعد بھی
سشن کے شروع ہونے سے پہلے سن سکتا ہے اور بلا مجسٹریٹ کے سامنے انکا
بیان ہوئے انکا سشن میں سنانا بہت دقت طلب ہوگا تو مسٹر ٹامیٹی نے
ناگزیر طور پر سشن میں مقدمہ شروع ہونے سے دو دن قبل جیل میں ہماری جو

میں جملہ کارروائی کو شروع کیا۔ یہ کس قدر تماشہ کی بات ہے اور کس قدر انصاف کا خون ہے کہ وہ لوگ جو ملزم کے خلاف اسقدر کھلم کھلا بدظنی اپنے دماغ میں بھرے ہوئے ہوں اور جو اُسکو بلا گواہان ثبوت کے سکیشن سپرد کر سکتے ہوں وہ موت، حبس دوام وغیرہ کے اختیارات کے ساتھ ہم پر مسلط کئے گئے ہیں۔

اب تبلائیے کہ گورنمنٹ کے نظر بندی و جلا وطن وغیرہ کے اگزیکیٹو آرڈر میں اور اس قسم کے مقدمہ میں کیا ظرف ہے۔ آجکل رولٹ ایکٹ وغیرہ کی واپسی کے لئے تجویز کا بہت کچھ گڈھا بنایا گیا ہے۔ لیکن یہ کیا سود مند ہو سکتا ہے جبکہ روزمرہ کے قانون کو اس طرح توڑ موڑ کر استعمال کیا جاتا ہے کہ جو یا تو رولٹ ایکٹ کی حیثیت میں بدلجاتا ہے یا اُس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہو جاتا ہے اسمیں فرق جہانتک ہم ابتک سمجھ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اب تو خاص قانون اور اگزیکیٹو آرڈر کے تحت میں مقدمے چلائے جانے پر ہم ایک حد تک معزز اشخاص میں سے گنے جاتے ہیں اسلئے کہ ہم پر کسی باقاعدہ قانون کے ذریعہ مقدمہ نہیں کیا گیا۔ اور بصورت دیگر قانون کی عمداً دست برد کے ساتھ مقدمہ کئے جانے پر ہم مجرم و گناہگار خیال کئے جائینگے۔ کیا عام اسی اشکالی تبدیلی پر اعتدال پسند اور موالاتی حضرات ملک کو مبارکباد دینے کے لئے بزدم ہو جاتے ہیں۔

مقدمہ کی کلیتہً خلاف قانون بے ضابطگیوں کی تفصیل سے ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ ہم ان قانونی غلطیوں کی بنا پر بری ہو جائیں بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا مقدمہ اُس شہادت پر کہ جو ہمارے خلاف پیش کی گئی ہے۔ اور ہمارے بیان کے اوپر جانچا جائے اور نہ ہماری خواہش ہے کہ یہ مقدمہ دوبارہ باضابطہ سماعت کے لئے کسی اور مجسٹریٹ کے روبرو بھیجا جائے۔ برخلاف اس کے ہمارا پنی غلطی بھی

خوشدلی کے اور حضرات جیل کی عنایتوں کے ہم نہایت خوش ہونگے کہ جسقدر جلد ہوسکے اس مقدمہ کو ختم کیا جائے۔ ان واقعات کے لکھنے سے ہمارا یہ دکھلانیکا کوئی منشا نہیں ہے کہ اس طرز عمل سے ہمارے تقدس کو کوئی صدمہ پہونچا ہے۔ درحقیقت نہ تو ہم ان قواعد وضوابط کی کوئی وقعت اپنے دماغ میں رکھتے ہیں اور نہ انکو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ہمارا مقصد محض لاجوابانہ طریقہ سے دکھلانا ہے کہ وہ ان قواعد وضوابط میں یقین رکھنے کا غلط اظہار کرتے ہیں۔ وہ خود کسقدر انکی کم توقیر کرتے ہیں۔ اور آجکل برطانوی ہندوستان میں نام نہاد عدالتہائے انصاف کسقدر قعر مذلت میں پہونچ گئے ہیں۔

چونکہ ڈاکٹر کچلو عدالتی بے ضابطگیوں پر تفصیل سے مکالمہ کرنے والے ہیں۔ اور نیز اسلئے کہ ہمارا اپنا مقدمہ عدالت مجسٹریٹ ایسا صاف وصریح ہے کہ جسکو کوئی بے ضابطگی تبدیل نہیں کرسکتی ہم اسکی بابت زیادہ وضاحت نہ کرینگے بلکہ اتنا ضرور بتلائینگے کہ مجسٹریٹ کی یہ ایک عجیب دماغی خرابی تھی کہ اُسنے عدالت میں پیش کردہ شہادت پر ہمارا زبانی بیان سُننے سے انکار کردیا۔ اور وہ اس لئے نہیں کہ وہ غیر متعلق مقدمہ تھا یا کوئی اور سیاسی اور توہینی بات تھی۔ بلکہ اس لئے کہ چونکہ ہم حسب قواعد اپنی ملت کے (یہ ذہن نشین رہے کہ عہد جدید و قدیم میں راہب وغیرہ کا بھی یہی قانون ہے) کھڑے ہوکر سوائے اپنے گرو کے کسیکے روبرو مخاطبہ نہیں کرسکتے مجسٹریٹ نہ معلوم کس وجہ سے کہ جو ہماری سمجھ میں اتبک نہیں آئی اور کس مذہب اور قاعدہ کی روسے اسپر سختی کے ساتھ مصر رہا کہ ہم اُسکو مذہبی مقتدا کی حیثیت میں سمجھیں یہاں تک اُسنے کیا کہ باوجود اپنے اس وعدہ کے کہ وہ ہمکو بیان تحریری پیش کرتے یا زبانی بیان کرنیکا موقع دیگا اُسنے سرکاری وکیل کی بحث کے بعد فوراً ہی سشن سپرد کردینے کا حکم سنادیا۔ اور یہ حکم وہ تھا کہ جو دیگر ملزمان کو زبانی

بیان کرنے سے اور سرکاری وکیل کی بحث ہونے سے گھنٹوں قبل تیار کرلیا گیا تھا۔ جس سے صاف یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ ہمارے برخلاف کسی شہادت ہونیکے اور بلا ہمارے زبانی یا تحریری بیان لئے جانیکے ہم نہایت لاپروائی سے سشن سپرد کردیے گئے۔ اوریہ امر ہماری ذاتی مذہبی آزادی کے مسئلہ کی طرف اور دیسرائے کے اُس بڑے دعوے کی طرف کہ جو چند روز ہوئے کہ اُسنے کیا تھا لیجاتا ہے۔ اور وہ دعوےٰ یہ تھا کہ انگلستان کے عیسائی بادشاہ کی جانب سے اُسکا دیسرائے ہند مقرر کیا جانا اِس امر کو ثابت کرتا ہے کہ زیر سایۂ سلطنت برطانیہ ہندوستان میں کوئی مذہبی سختی نہیں ہوسکتی۔ ہم کو محض اسکا علم نہیں کہ آیا لارڈ ریڈنگ درحقیقت ایک سچا یہودی ہے یا کہ صرف ایک انگریز ہے کہ جسمیں یہودیت کا عنصر محض اتفاق سے موجود ہے اور مذہبی حیثیت سے بالکل کورا ہے۔ اور اسلئے اس مسئلہ پر نہ تو ہمکو کوئی حق یا خواہش کسی معیار کے قایم کرنیکی ہے۔ لیکن ہم صاف طور پر یہ بتلا دینا چاہتے ہیں کہ رواداری دنیا میں ایک غیر نسل اور غیر مذہب کے آدمی کے ساتھ بہت ہی آسان ہے جبکہ وہ روزانہ زندگی اور عملی مقاصد میں ہمسے ارتباط حاصل کرے لیکن رواداری کا یہ مدمقابل تشدد کے اصل پرکھنے کا صرف وہ وقت ہے جب کہ ایک اُصولی نزاع روزانہ پبلک زندگی کے عملی معاملات میں واقع ہو نہ کہ نجکی عبادت یا مٹیا فزکس کے عقلی مسائل میں۔ اسلام کے اصل مسئلہ بابت برطانوی فوج سے جسکی بنا پر یہ مقدمہ چلایا جارہا ہے ایک لمحہ کے لئے قطع نظر کرکے ہم مجسٹریٹ کے اُس حکم کی بابت کیا کہیں جسکی رو سے ہم اپنے بیان دینے کے حق سے صرف اس لئے محروم کردیے گئے کہ ہماری مذہبی ملت ہمکو کھڑے ہوکر مخاطبہ کرنیکی اجازت نہیں دیتی اور اُسنے ہمکو بیٹھکر بولنے کی اجازت نہیں دی۔ کیا یہ امر خود ایک بہتر مثال لارڈ ریڈنگ کے اس مفید یقین میں لانے والے قول کی نہیں ہے کہ ہندوستان

میں زیر تحت برطانیہ مذہبی رواداری ہے۔

موئے سینٹ پال وغیرہ نے پادریوں وغیرہ کے عمل کے لئے مستحکم و مقرر قواعد سر منڈانے سر کے کھولنے نہ کھولنے۔ اُٹھنے بیٹھنے وعلی ہذا القیاس کی بابت بنائے ہیں۔ اور یقینًا اُسی قسم کے سخت قواعد ہماری ہند و مذہبی کتابوں میں سنیاسیوں کی بابت موجود رہیں۔ پھر ایسے معاملات میں زبردستی اُن کے توڑنے پر ہمکو مجبور کیا جائے جنکو ہم اپنی مرضی سے نہیں توڑ سکتے۔ دراں حالیکہ مقدمہ موجودہ میں ایسے قواعد مذہب زردشتی کسی قاعدہ یا قانون سے مخالف آکر نہیں پڑتے اور پھر ساتھ ہی اسکے جبکہ ہمنے یہ صاف طور سے تبلادیا ہوکر یا کسی اور مذہب کے اس عمل سے عدالت کی توہین کسیطرح منظور نہیں ہے بلکہ ہم ایک ناقابل گذار مذہبی قیود سے مجبور ہیں۔ ایسے صاف وصریح معاملہ میں مجسٹریٹ کی یہ سختی کا برتاؤ کہ یہ تو اُسکا حکم ہے۔ اور ماننا پڑیگا۔ گویا اُسکو اپنے مذہبی احکام پر مرجح کیا جائے اگر اس موقع پر کسی مذہبی، سیاسی یا اور اُصولی نزاع کے موجود نہ ہوتی ہوئے محض اظہار اختیارات کے لئے اسقدر استبدادانہ حکم جتایا جاتا ہے تو ایسے مواقع پر جہاں مذہبی وغیرہ نزاع درمیان میں ہوں تو یقینًا اس سے بھی زیادہ بُرا طرز عمل یقینی ہے۔ وہ طریقہ گورنمنٹ اور عدالتی ضابطے وغیرہ جو ظاہرا اچھا اور عمدہ سمجھ بھی لیا جائے صرف اس بنا پر کہ وہ مذہب کے اس بُرے انداز سے دکھتی ہے وہ مسلمہ غیر اخلاقی ہوجاتا ہے۔ اور اُسی کی وجہ سے ایسے چھوٹے مقامات ظہور میں آتے ہیں۔

جیساکہ ہم بیان کرچکے ہیں ہم نے اپنی مرضی سے سنیاس لباس لیا ہے اور اُسکے قواعد کے پابند ہیں۔ ایک معمولی جماعت بھی اپنے قواعد و ضوابط رکھتی ہے اور وہ لوگ جو اون قواعد و ضوابط کی پابندی کی قسم لے چکے ہیں اور اپنی مرضی سے

اُسمیں شامل ہوئے ہیں اُنکے پابند ہیں اسیطرح سنیاس کے قواعد کو ہم صحیح طور پر سمجھ کر اپنی مرضی سے اُس ملت میں شامل ہوئے ہیں ؛ اس لئے اُن قواعد کو توڑنیکی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور جس طرح کہ سینٹ جان۔ سینٹ پال سینٹ جیمس اور خود حضرت یسوع مسیح نے بار بار یہ تبلایا ہے کہ گردے ایکطرف محبت کرنا اور اُسکے ساتھ اُسکے احکامات کی نافرمانی نہایت متضاد دو امر ہیں بجنبہٖ ایسا ہی سری کرشن نے کہا ہے۔ وجسطرح کہ سینٹ پال نے اکثر جگہ اپنی مذہبی تعلیم میں اپنے آپ کو یسوع مسیح کے قیدی ہونے سے تعبیر کیا ہے اُسی طرح سنیاسی اپنے سنیاسی دھرم کے قیدی ہیں اور خواہ کچھ ہی نتیجہ کیوں نہو وہ اُسکے عمل پر مجبور ہیں لہٰذا شری بہتر دھری کے اس مشہور قول کی مطابق کہ دنیوی عاقل خواہ نفرت کریں یا تعریف۔ خواہ دولت ہو یا نہ ہو۔ خواہ موت اب آئے یا پھر کبھی مقدس روح دھرم کے راستہ سے ایک انچھ نہ ہٹیگی۔ ہمکو اور کوئی راستہ سوائے اسکے نہیں ہے کہ ہم اپنے بیان دینے کے حق کو جسکو کہ ہم عمل میں نہیں لاسکتے ہاتھ سے جانے دیں اور اپنے مذہبی اُصولوں کو نہ چھوڑیں۔

علاوہ ازیں عام قاعدہ ہے کہ عورات پردہ نشین بیمار۔ اور دیگر اشخاص کو جنکو اس قسم کی مجبوریاں لاحق ہوں مخصوص آسانیاں اور مراعات دیجاتی ہیں اس لئے ہمارے لئے یہ ایک معمہ ہے کہ کیوں مذہبی مجبوری پر جیسی کہ ہمکو ہے ایک معمولی برتاؤ تہذیب ہمارے ساتھ روا نہیں رکھا گیا۔ اور اُسپر طرہ یہ ہوا کہ باوجود بار بار دہرانے کے بھی ہمارا بیان ہمارے مذہبی قواعد کی بابت مجسٹریٹ نے لکھنے سے انکار کر دیا صرف اس وجہ سے کہ ہم نے کھڑے ہو کر بیان نہیں کیا۔ اور صرف اسکے لکھنے پر اصرار کیا کہ ہم نے کھڑے ہونے سے اور اُس مخاصبہ کرنیسے انکار کیا۔ گویا کہ .... یہ فعل اپنی مرضی سے تھا اور توہین کرنے کے لئے تھا۔

ڈیلی گزٹ ، پائونیر اور دیگر انگریزی اخبارات نے مقدمہ کی ان خاص کارروائیوں کے لکھتے وقت ہمارے معاملہ کی بابت تذکرہ تک نہ کیا گویا کہ ہم مقدمہ میں ملزم دوران مقدمہ نہ تھے اور دوسروں کی طرح ہمکو زبانی بیان دینے کا بھی حق نہ تھا یہ ہے وہ سازش جو گورنمنٹ اور انگریزی اخباروں نے واقعات کے چھپانے اور جھوٹ کے بنانے اور اشاعت دینے کے لئے کی اور جسکا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عدالتیں اس بے ہنگم پن سے مقدمے فیصل کرتی ہیں اور پھر اُسپر کسی کے ساتھ نکتہ چینی نہیں کیجا سکتی ہے پھر دوبارہ اس امر کا ہم اعادہ کرتے ہیں کہ منجانب استغاثہ فوج کی بابت خیالی سازش میں ہماری شرکت کی ایک شمہ شہادت نہ ہونے ہوئے اور بموجب قاعدہ بلا ہمارے بیان کے لئے ہوئے وہ تحریری ہو یا زبانی مجسٹریٹ نے مختلف الزامات بہ زیر دفعات ۱۳۱-۵۰۵-۱۲۰ ب ۱۰۹-۱۰۷ تعزیرات ہند لگا کر ہمکو سشن سپرد کر دیا - اور ایسے بے بنیاد اور بلا شہادت کے مقدمہ کی غرض سے گورنمنٹ بمبئی نے گورنمنٹ ہند کے کامل استمزاج کے ساتھ ہمارے دشواد دیا یاترا رسم کو بے دینی اور بے قاعدگی سے توڑ دیا اور ہمکو غیر موقع عجلت کے ساتھ دکور سے یہاں پکڑ بلایا - ہم مجسٹریٹ کی ابتدائی کارروائی کے شروع ہونے سے قبل آٹھ روز تک یہاں بیکار پڑے رہے - اور دیگر ملزمان مقدمہ ایک یا دو دن کے بعد پہونچے - اور گورنمنٹ نے چند گھنٹہ کی بھی مہلت ہمکو اُس رسم کے ادا کرنے کی لئے کہ جو تمام ڈانڈی سنیاسوں کے لئے مقرر ہے نہ دی - کیا مذہبی رواداری اُن اشخاص کو نہیں دینی چاہیئے تھی کہ جو سیاسی طور پر یا دوسرے طریقے مختلف الخیال تھے - ٹیپو سلطان میسور جسکو کہ ہمارے اسکول کے مورخین ہندوؤں کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنیکا الزام دیتے رہے ہیں - حقیقت ایک پکا مسلمان تھا لیکن بیشک ایک مسلمہ دستاویزی ثبوت موجود ہے کہ جگت گرو شنکراچاریہ کے منہ کو اسنے

شری نگری میں قایم رکھا وہ شری نگری کے شنکرا چاریہ کا نہایت علاج اور نہایت
عزت کرنے والا تھا اور اُسنے دسوں نئے ہندو مندر تعمیر کرائے اور سینکڑوں پرانے
مندروں کے قیام کے لیے کوشش کی جو بسبب نابود ہوتے تھے خواہ وہ امداد
مالی یا عمارتی ضرورت کے لحاظ سے ضروری تھی۔ ہمکو یقین ہے کہ اُسنے شنکرا چاریہ
تو کیا کسی ہندو سے بھی ایسی غیر رواداری اور غیر مہذب برتاؤ نہیں کیا جیسا کہ شاہی
اور صوبہ کی گورنمنٹوں نے ضلع اور شہر کے مجسٹریٹوں نے جنہوں نے یہ مقدمہ
ہمارے اوپر چلایا ہے کیا ہے کسی ایسے شخص پر جو کوئی مذہبی اثر نہ رکھتا ہو اعتقاد
کرنا مذہبی رواداری نہیں ہے بلکہ مذہبی رواداری اُس شخص کی ہے کہ جو کسی خاص
مذہب کا سختی کے ساتھ معتقد اور ماننے والا ہے اور وہ کسی دوسرے ایسے ہی
سخت عقیدے کے مذہبی شخص کے ساتھ رواداری دکھلائے اس اصلی کسوٹی
پر ٹیپو سلطان برطانوی گورنمنٹ ہند سے لا حدود دطم بقیہ پرسبقت ثابت ہوتا ہے
اور لارڈ ریڈنگ کی مذہبی رواداری سے بالاتر ہے۔

ہمکو اس موقع پر صاف ظاہر کر دینا ہے کہ اگر ہمکو موجودہ بے دل و بے ضمیر
اور غیر مذہبی گورنمنٹ سے ساتھ موالات کرنے میں اخلاقاً ہمارا امکانی ہونیکا کوئی
شبہ تھا تو وہ موجودہ مقدمہ ہونے سے ہمیشہ کے لئے جاتا رہا۔ اور ہم پہلے
سے زیادہ مضبوط ترک موالاتی ہوگئے۔ کیا لارڈ ریڈنگ ایمانداری سے مساوی
ضمیر کے ساتھ ان معاملات کے ہوتے ہوئے کہ جو ڈکورمیں ہماری رسم کے معاملہ میں ہوا
اور بالخصوص مجسٹریٹ کی اس زیادتی کے ہوتے ہوئے کہ چونکہ ہم مذہبی قیود کی وجہ سے
کھڑے ہو کر مخاطبہ نہیں کرتے اس لئے ہمارا زبانی بیان نہ لیا گیا۔ یہ دعوے
کر سکتے ہے کہ مذہبی رواداری اور مساوی انصاف کا کہ جسکا اس فصاحت سے
اعلان کیا جاتا ہے ایک شائبہ بھی کہیں پایا جاتا ہے اور اگر ایسا ہے تو ہم اُس سے

یہ سوال کرتے ہیں کہ وہ بتلائے کہ رواداری کے کیا معنے ہیں اور **انصاف** کسے کہتے ہیں ۔ ہم جواب کے متوقع رہینگے ۔ یقیناً ایک اونس عمل بہتر ہے ایک ٹن اُصول سے ۔

یہ ذہن نشین رہے کہ جسطرح پلگرم فادرس نے امریکہ کی چٹانی کناروں کے لئے مینے فلاور جہاز پر سوار ہوکر اُسی مذہبی آزادی سے متمتع ہونیکے لئے راہ اختیار کی تھی کہ جسکے دینے سے انگلستان کے فرمانروا شاہ جیمس اوّل نے جو اسکاٹلینڈ کا شاہ جیمس ششم تھا ۔ اور جو مملکت عیسوی کا عاقل ترین احمق تھا ۔ انکار کیا تھا بالکل اُسیطرح پارسی صدیاں گذریں مذہبی آزادی کے لئے اپنے وطن ایران کو چھوڑکر ہندوستان آئے اور گجرات کے حکمران یادو کی قلمرو میں نہ صرف آزادی انکو ملی بلکہ ایسی محبت آمیز سرپرستی ملی کہ وہ ہندوستان کی آج بہترین مرفع الحال قوموں میں سے ہے اور ابتک یادو راجہ سپاس گذاری میں احسان مند پارسی سالانہ نیاز گذارتے ہیں ۔ یہ بھی قسمت کا پھیر ہے کہ ایک پارسی برطانیہ کے ہاتھ میں آکر کسطرح بیوقوف بنجاتا ہے اور فیاض ہندو راجہ یادو کے اُس احسان کو کہ جو اُسکی قوم کی ساتھ اُسنے کیا تھا بھولجاتا ہے اور اُس یادو راجہ کے مذہبی جانشین کے ساتھ کہ جو مغربی ہندوستان کے ہندوؤں کا مذہبی اور عزیز گروہ ہے ۔ ایسی غیر رواداری مذہب کا اظہار کرے ۔

سٹی مجسٹریٹ کی ایک حدتک برارت میں نہ کہ طرز عمل کی واجبیت میں ہم یہ ضرور کہینگے کہ جو بدتہذیبی اور عزیز داری کا برتاؤ اُسنے ہم سے کیا وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے اثر سے اور بمبئی گورنمنٹ کے اِس بیہودہ توہینی اعلان سے کہ ہم اصل شنکراچاریہ نہیں ہیں متاثر ہوکر کیا ۔ اور بس یہی تشریح گورنمنٹ کی غلط فہمی پر کافی ہے ہمکو اِس امر کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے کہ اِس تمام تاریک کارروائی

ہیں اگر کوئی تسلی دہ روشن جھلک ہے تو یہی ہے کہ ماسوائے چند جھوٹی اور بے نتیجہ باتوں کے جو حسب معمول سرزد ہوئیں پولیس اور دیگر گواہوں نے مجملاً ہماری بابت سچ سچ واقعات کا اظہار کیا۔ اور کوئی ایسی شہادت جیسا کہ ہمکو ڈکورٹ میں خیال ہوا تھا پیدا نہیں کی کہ جو گورنمنٹ کو ہمارے خلاف غیر مذہبی کارروائی کرنے میں زیادہ لیڈ دیں۔ اور صرف اسی ایک بنیاد پر ہمکو ہندوستان کے آئندہ روشن مستقبل سے خوش کن اُمید ہے۔

(۶) اسلام اور فوج

(ہندو مذہبی نقطۂ نگاہ سے)

علاوہ اسکے کہ نہ تو ہم مسئلۂ فوج پر بولے اور نہ ہمکو اسکا علم تھا چہ جائیکہ ہم کسی ایسی سازش میں شریک ہوئے ہوں۔ ہمارے اور ہمارے پتھ کے خلاف گورنمنٹ نے ایک عظیم سازش کی اور اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلم سپاہیوں کے مسئلہ کی بابت واقعات کی رُو سے حسب معمول اپنے مذہبی نقطۂ خیال کے موافق تبصرہ کریں۔ لیکن ایسا کرنے سے قبل ہمکو یہ تبلا دینا ہوگا کہ دفعات (۲) انگلش آرمی ایکٹ سنہ ۱۸۸۱ع ۴۴ - ۴۵ وکٹوریہ سی ۵۸ جو حسب تعلقات ۱۳۱ ۵۰۵ تعزیرات ہند کے ہندوستان سے متعلق ہیں اور انگریزی قوانین ۳۷ جارج سوم سی ۷۰ ترمیم کردہ بذریعہ ۷ ولیم چہارم اور وکٹوریہ سی ۹۱ صاف طور سپاہی کو اُسکے فرض اور وفاداری سے خلاف ترغیب دینے کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ بغاوت کے زمرہ میں آتی ہے۔ اور وہ بالتصریح تبلاتے ہیں کہ نافرمانی حکم عدولی خواہ کسی درجہ کی ہو اس تعریف میں نہیں آتی۔

{ملاحظہ ہندی داد کا ۱۹۰۷ع کا پنجاب ویکلی رپورٹر معہ فوجداری ۴۷}

ثانیاً خود بموجب شرائط دفعہ ۵۰۵ کے استثنائے جلد کے یہ امر ہے کہ اگر کسی رپورٹ کو صحیح سمجھتے ہوئے اور بغاوت امن عامہ کے نقض پر آمادہ کئے بغیر محض اپنے حسب مذہب لوگوں کو مذہبی گناہ یا ناپاکی سے متنبہ کرنیکے مشتہر کیجائے تو ایسا ملزم ملاحظہ نتائج کے استثناء میں آتا ہے اور کوئی الزام اُسپر عائد نہیں ہوتا مشتہر کیجائے ملاحظہ ہو تعزیرات ہند مرتبہ ڈاکٹر گور صفحہ ۲۴۳۲ - اور گورنمنٹ ہند کا گزٹ ۱۸۹۵ء حصہ ۶ صفحہ ۳۸) بدیں وجہ یہ ظاہر ہے کہ وہ راستی آمیز تجویز جو کھلی ہوئی اور مسلمہ طور پر مذہبی ہے اور جو مذہبی اغراض لئے ہوئے ہے جسکا تذکرہ اوپر آچکا ہے ان تمام قوانین کے زیر تحت نہیں آتی - یہ ریمارک ضمناً کیا گیا ہے -

اب ہم اپنے اصل مدعا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اصل معاملہ کی نوعیت کو مذہبی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں ہم اسکا صاف و صریح طریقہ پر اظہار کر آئے ہیں کہ خداوندی اور انسانی قوانین کو جہانتک ممکن ہوسکے تطبیق دیں - لیکن اگر صاف و صریح اُصولی اور نہ مطابق ہونیوالا اختلاف دونوں میں آکر واقع ہو تو انسانی قانون کو لازم سر تسلیم خم کرنا چاہیئے جسکی مثال ہم انٹیگن کے گونجتے ہوئے الفاظ میں کہ جو اوسنے ٹائرنٹ سروین تھیبی کو مخاطب کرتے وقت کہا تھا (ملاحظہ ہو سایو ہومکس ٹریجڈی آف انٹگان) "نہ میں تمہارے حکم کو اسقدر قابل عمل سمجھتا ہوں کہ ایک فانی انسان اُسکی خلاف ورزی نہ کرسکتا ہو - قانون آسمانی قابل عمل و لازوال شے ہے جو آج کے اور کل کے ہی لئے نہیں ہے بلکہ دوام کے لئے ہے اور جسکی ابتدا کا انسان کو کچھ علم نہیں - اور کسی انسان کے خوف سے میں اُس خداوندی قانون کی خلاف ورزی کرنے سے متنفر ہوں" اور یہی وجہ ہے کہ جہانتک تجربہ اور علم ہوا کہ سلطنت کے انسانی قانون کو وقتاً فوقتاً بدلا جانا چاہیئے برخلاف اسکے مذہب کا بنیادی اُصول یعنی سچائی اور انصاف نہ منسوخ ہوسکتا ہے اور نہ تبدیل جیساکہ ...

مذہبی شاعر نے کہا ہے۔

بُت پرست یا یونانی قدیم علم ادب سے گذر کر عبرانی کتب علمی پر غور کرتے ہوئے ہمکو یہ نوٹ کرنا ضروری ہے کہ (مولوی) موزوک پنٹاتیوخ (یعنی کہ کتاب جنیس اکسوڈس۔ یوٹیکس نمبرس۔ ڈنیتی رونوی) میں صاف پوری وضاحت سے لکھا ہے کہ بادشاہ بھی خدائی قانون اور قواعد کے پابند ہیں۔ اور یہ کہ انسے موزاک (موسوی) قانون کی خلاف ورزی سرزد ہونیکی پاداش میں اُنکو اپنے گناہوں اور غلطیوں سے پاک ہونیکے لئے عبادات و قربانیاں کرنا ضروری ہیں۔ مسٹر پال اسکاٹ مور نے ٹھیک کہا (اٹلانٹک منتھلی میں ایک مضمون کے دوران میں جسکو ۳۰ ستمبر ۱۹۲۱ء کے دیلی گزیٹیر نے نقل کیا ہے) کہ یہودیوں نے امتیاد زمانہ کے رد و بدل میں نہ صرف اپنی ذات کو برقرار رکھا ہے بلکہ یکسانیت کی بہت سی رکاوٹانہ کوششوں کی مخالفت کی۔ اور یہ کہ یہ اسرائیلی تعلیم وحدانیت کہ انسان کو خدا کا فرمانبردار ہونا چاہیئے۔ بتلاتی ہے کہ اور احکامات جو خدائی تعلیم کے خلاف نا قابل پذیرائی اور ناواجب ہیں۔ اور آخر میں ہم یہ تبلانا چاہتے ہیں کہ یہ امر کہ سال جیسے بادشاہوں کے خوف و معزز نبیوں دلیوں مثل شموئیل ناتھن ایماس۔ جیماح وغیرہ نے سخت ملامت کو عتاب کیا۔ اور اس لئے توجہ کرنے پر بچگئے یا توجہ نکرنے پر معدوم ہوگئے اسکی صاف و بین دلیل ہے کہ خدا کا قانون انسانی قواعد سے بالا تر ہے۔

رہی عہد جدید کی تعلیم تو سینٹ لوقا کی بائبل (باب ۳ صفحہ ۱۴) سے ہمکو معلوم ہوا کہ جان بپٹسٹ نے بھی ایسی سادہ راستی کا سبق دیا ہے کہ سپاہی بھی قانون اخلاق کے ماتحت ہیں اور ہمکو اسکا بھی علم ہے کہ کس بیباکانہ طریقہ پر عزیز جوانمردوں کو راستی کی تعلیم دینے کی خاطر وہ توہین کیا گیا اور قتل کیا گیا۔ اس کے بعد عہد جدید کا واحد اصلی اور مرکزی اصول ہمارے سامنے آتا ہے کہ اگرچہ وہ ایک خیال کا آدمی نہ تھا۔ اور

خدا کی جانب انسانوں کو متوجہ کرنا تھا اور اُنکے فرائض تبلانا ہے اور قیصر کو اُسکے
فرائض تبلانا تھا لیکن اسپر بھی حضرت یسوع مسیح کی کل زندگی اسپر شاہد ہوگئی کہ اُنہوں
خدا کے قانون کو انسانی قانون سے بالاتر رکھا اور اس لئے یہ کوئی تعجب انگیز
نہیں ہے کہ سینٹ پال سینٹ پیٹر سینٹ جیمس - اور سینٹ اسٹیفنی وغیرہ بھی
اسکی تعلیم دیتے رہے اور اُنکے مقتدا نے بھی یہی تعلیم دی - اور بس کیا ہم اسکو
محسوس نہیں کرتے کہ شہنشاہ ہند و شاہ انگلستان جو قانونی نکات کی بنا پر اس
مقدمہ میں مستغیث کی حیثیت رکھتا ہے خواہ وہ ملکہ وکٹوریہ کے اس بیان کا
وہ محافظ جملہ ادیان تھی پاس و لحاظ نکرے اور خواہ وہ دوسرے مذاہب سے
اس اُصول کو کہ خدائی قانون انسانی قانون کے تابع ہے قبول نکرے لیکن با قاعدہ
ہی مذہب عیسوی کے مذاہب ہونیکی حیثیت سے وہ حضرت یسوع مسیح اور
اُسکے حوارئین کے قول کو تو قول فیصل اس امر پر خیال کرتا ہے اور جسکا نتیجہ بلاشبہ
وہی ہے کہ جو ہم نے تبلایا ہے -

مذہبی عقائد کے علاوہ بموجب حال کے دیوانی اور فوجداری ضابطہ کے
اور نیز اخلاق اور مذہبی قانون کی مطابق بھی امر مسلمہ ہے - اگر ایسا نہو تو ہم کسطرح
اتحادیوں کے (جسمیں انگلستان بھی شامل ہے) بہت سے جرمنوں اور جنگی مجرموں
پر غیر انسانی افعال کے سرزد ہونیکے الزام میں یہ اصرار مقدمہ چلائے جانیکے
عمل کو واجب قرار دیسکتے ہیں - اگر انسان کوئی اخلاقی اختیار تمیزی نہیں رکھتا
بلکہ خواہ کتنے ہی مخرب اخلاق اور غیر مذہبی احکامات قیصر اور دیگر افسر بالا کے
کیوں نہوں اُسکو اُنکی تعمیل لازمی ہے تو پھر ایسے احکامات کی تعمیل پر وہ کب
مجرم قرار دیے جا سکتے ہیں - یقیناً ہم گرم و سرد سانس ایک ہی دفعہ نہیں لیسکتے
اور اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ مذہب سے علاوہ موجودہ عقلی اخلاقی تمثیل

مطابق سپاہیوں کو بھی اخلاقی اختیا تمیزی دیا گیا ہے جسکو دوسرے الفاظ میں یوں
کہیئے کہ اخلاقی اور مذہبی قانون انسانی قانون سے بالاتر ہے -

لیکن گورنمنٹ ہند کے معاملہ میں یہ ابتدائی مشکل درپیش ہوتی ہے کہ وہ اکثر
موقعوں پر نہایت بُرے طریقہ سے عیسویت اور دیگر   سے اتنا بالاتر ہونا ظاہر کرتی ہے
ضمناً ہم یہ تبلاتے ہیں کہ ایک بل جو ڈاکٹر گورنا کپوری نے متبنٰے اشخاص کی رجسٹری
کی غرض سے پیش کیا گیا تھا اُسکی ڈاکٹر تیج بہادر سپرو نے منجانب گورنمنٹ اس
دلیل پر کہ یہ بل مذہب ہنود کے خلاف ہے سخت مخالفت کی اور اس لئے وہ
اظہار رائے اور عذر کے لئے شائع نہیں کیا جا سکتا - اس بل کی اس نفس حیثیت
سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ آیا وہ درحقیقت ہندو اُصول مذہب کے خلاف
تھا یا موافق ہم نہایت جوش سے ڈاکٹر سپرو کے اس حسن اسلوبی سے بیان کردہ
اُصول اور پالیسی کی داد دیتے ہیں یعنی یہ کہ کوئی ایسی چیز جو ہندو مذہب یا دیگر
مذاہب کے خلاف ہو ہندوستانی قوانین میں شامل نہیں ہوسکتی - اور یہ اصل
اُصول نہ صرف نئے بلوں پر عائد کیا جانا چاہیئے بلکہ موجودہ قوانین پر بھی عائد
ہونا چاہیئے - اگر کسی وقت اور موقع پر کوئی موجودہ ایکٹ عام طور پر اُصول مذہب
کے نقیض آپڑے تو اُس ایکٹ کو فوراً منسوخ کردیا جانا چاہیئے - اور اگر کسی خاص
فرقہ کے وہ متناقض ہو تو اُسکی زد سے وہ فرقہ قطعی طور پر مستثنٰے کیا جانا چاہیئے
صرف یہی ایک اخلاقی راہ ہے جو گورنمنٹوں اور واضع قوانین کے لئے کہ جو
شاہ سوم کے اس مقولہ پر یقین رکھتے ہیں کہ راستبازی ہی کسی قوم کو اعلیٰ مرتبہ
پر پہونچاتی ہے - کھلا ہوا ہے -

رہا ہندو مذہب اور سپاہیوں کا مسئلہ وہ سخت مشکل مسئلہ ہے - اور
مسٹر گاندھی کی رائے کا خیال رکھتے ہوئے ہم یہ کہتے ہیں کہ اُسپر کو حکم لگانا دشوار ہے

شری ہشتمہ - وہی شانہ - پرہلادہ اور اکرورہ جیسے مقدس اشخاص کے مختلف بعض اسباب - اِس مسئلہ کو اور بھی دشوار بنا دیتے ہیں - اور ہندو نقطۂ نظر سے کوئی فیصلہ کن نتیجہ نکالنا بہت ہی ٹیڑھا اور تذبذب میں ڈالنے والا امر ہے جب تک کہ ہر ایک ادھیکاری کے اقوال پر فرداً فرداً نفس مضمون کی حیثیت سے غور و خوض کیا جائے اور چونکہ یہ مسئلہ ہمارے موجودہ غور کے لئے ضروری نہیں ہے اور نہ ہمارے سامنے پیش ہے اِس لئے اسکی بابت زیادہ کہنا بے سود ہے -

سکھوں کے لئے یہ مسئلہ آسان ہے - اور ہمکو صرف شری گرو گوبند سنگھ کی زندگی کا ایک معرکۃ الآرا واقعہ بیان کر دینا کافی ہے - اور یہ وہ گرو ہے کہ جو گرنتھ صاحب سے پہلے گرو تھے - ایک موقع پر اپنے چیلوں کے مضبوطیِ ایمان کی جانچ کرنیکے لئے اس گرو اعظم نے جبکہ وہ اُن کی ایک تعداد کے ساتھ سوار جا رہا تھا - صرف اپنی کمان و تیر کو اسطرح قایم کیا کہ جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ سمادھی (مقام دفن دلی) پر تیر چلانا چاہتا ہے تو اُن کے چیلوں نے سختی سے اُنکو گھوڑے سے اُتر جانیکے لئے کہا اور اُنکے اِس غیر مذہبی عمل کی وجہ دریافت کی - اُسپر اُنھوں نے غیر طرفدارانہ اور بے خوف قوت ایمانی کی داد دی اور اُنکے اِس جرم کی پاداش کے لئے سر تسلیم خم کر دیا - اور بموجب قواعد پنتھ کے مثل عوام ترین شخص کے اُنپر قومی پنچایت سے سو روپیہ جرمانہ ہوا اور سمادھی کی طرف نشست لگانیکے خفیف جرم میں خوشدلی سے جرمانہ ادا کیا اور اس امر پر بے حد مسرور ہوئے کہ اُنکی مذہبی تعلیمی کوشش اُن چیلوں پر رائگاں نہیں گئی - سکھ اس لئے اپنے مذہب کے اپنے مذہبی گرو سے بالاتر رکھتے ہیں چہ جائیکہ اور کوئی ادنے شخص ایسا عمل کرے - رنجیت سنگھ جب دنیوی حاکم جوشیلہ دل تھا اس قسم کے ذاتی تلخ تجربہ سے بری نہیں رہا -

لیکن مسلمانوں کی شریعت کی بابت یہ ہر کہ موجودہ مقدمات چلائے جانے سے خود یہ امر بہت زیادہ مشتہر ہو چکا ہر اور اسکا اعلان ہو گیا ہے (جسکی بابت ہمکو چند روز قبل کچھ علم نہ تھا اور جو پر وفیسر واسوانی کراچی کے علم میں بھی حال ہی میں آیا ہے) کہ علما کی ایک بڑی جماعت نے جسمیں مولانا عبد الباری لکھنوی شامل تھے اور جنکی بابت مختلف طریقوں سے ہمنے یہ سُنا ہے کہ وہ شرع محمدی کے موجودہ بڑے ارکین میں سے ہیں۔ یہ اعلان کیا ہے کہ خلافت کی موجودہ عرب کے برقرار رکھنے کے لئے فوج میں ایک مسلمان کے لئے نوکری کرنا حرام ہے۔ اگرچہ ہمکو لفظ حرام کے ٹھیک اصطلاحی معنے نہیں معلوم ہیں لیکن ہم قیاس سے کہتے ہیں کہ اُسکے معنے مذہبا ممنوع کے ہیں۔ ہمکو ذاتی طور پر اسکا علم نہیں کہ آیا یہ فیصلہ صحیح ہر یا کیا لیکن ہم جو کہ ہمیشہ اسپر اصرار سے کہتے ہیں کہ ہندؤں کو اپنے مذہب کی پابندی کرنا لازم ہے۔ اور جبکہ ہمارا عقیدہ تمام مذاہب والوں کے لئے یہی ہے تو ہم یقیناً بلا کسی دوسرے امر کے یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو بلا شبہ اپنے الٰہی قانون پر کاربند ہونا چاہیئے اور اسکو ہر انسانی قانون پر مرجح رکھنا چاہیئے۔

برسبیل موقع و محل یہ امر قابل اظہار ہے کہ کلام مجید کا جو ترجمہ سیل نے کیا ہے اور جسکی نئی ایڈیشن حال ہی میں شائع ہوئی ہے اُسپر ریو و کرتے ہوئے قرآن پاک کی بابت "دی ٹائمس لنڈن سپلیمنٹ" رقمطراز ہے (جسکو اکتوبر ۱۹۲۱ء کے ڈیلی گزٹ سے نقل کیا ہے) کہ "ہر ایک مسلمان کو اُسکا نہ کچھ حصہ روزانہ نماز میں پڑھنے کے لئے ضرور حفظ کرنا چاہیئے۔ اور اسطرح ہر پانچوقت روزانہ وہ ہر زمین کے رہنے والوں کی زبان پر آتا ہے خواہ وہ ایشیا کا رہنے والا ہو یا افریقہ کا۔ یا پیکنگ سے کنارہ اٹلانٹک کا باشندہ

اور جو بالسک سے کیپ ٹاؤن اور مبونس ارس کی سرزمین کا رہنے والا ہو۔
اسکے ملنے والوں پر اُسکی حکم برداری کا دعوے اُسیقدر وسیع ہے جسقدر کہ اُسکی
جغرافی وسعت اور جسکا دوام خدا سے نسبت دیا جاتا ہے - ہر انسانی دل اور
جد و جہد میں وہ آپ کے احکام کا قطعی اتباع کرانیکا مطالبہ کرتا ہے - اور
یہ صرف بہ لحاظ عقائد مذہبی خیال و عمل ہی کے ضروری نہیں ہے بلکہ قانون
کی قلمرو میں، سیاسی مبادلات میں اور رواتی اور خانگی انتظامات میں مثلاً
ٹیکس و راثت، اور مستبد عورات کے قابو میں رکھنے وغیرہ میں ان احکامات
قرآنی پر عمل کرنا لازمی ہے ۔"

یہ الفاظ کسی ہندوستانی یا کمالی قوم پرست، مذہبی خبطی - یا غیر ذمہ دار
مقرر کے نہیں ہیں بلکہ لندن ٹائمس کے ایڈیٹوریل اسٹاف میں سے سنجیدہ
اور علمی مذاق رکھنے والے تبصرہ کرنے والے کے ہیں جو اس فصاحت سے
تمام مسلمانوں کے معاملات کے لئے قرآن پاک کو سب سے بڑی عدالت
اور بلا نزاع اُسکی برتری کی تصدیق کرتا ہے۔

اب یہ معاملات خواہ مذہبی ہوں یا دنیوی سب کے لئے یہی ایک کسوٹی ہے
اگر اس قول کی صحت میں کہ جو خلافت کانفرنس گوکاک اور کراچی میں
طے ہوا کوئی معقول ذمہ دارانہ اور ضمیر کے موافق شبہ کسی کو واقع ہو تو اسکا
فیصلہ عام اُصول سمجھ کے مطابق جیسا کہ ہمارے دستاری ادبشاد میں
درج ہے ایک ایسی جماعت کے ذریعہ ہوسکتا ہے کہ جسمیں بڑے عالم، نیک
متقی سمنت راستباز - اور کامل مسلم بزرگانِ دین جمع ہوں - اور جو علیا گڑھ
سے کرنل براُنڈ کی ہاشمی کی گوپال - یا لارڈ ٹیٹے کی کلکتہ والی حال کی مجلس
جیسی جماعت کسی خاص سے طے شدہ [illegible] سیاسی غرض حاصل کرنے کے

نہ ہو۔

خود ہم نے نہ تو قرآن شریعت کا۔ اور نہ دیگر اسلامی مذہبی کتابوں کا ایسا مطالعہ کیا کہ ہم اِس مسئلہ پر خود کوئی رائے قایم کریں جیسا کہ ہم نبیل پر محاکمہ کرنیکی جرأت رکھتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے اُصولاً ہم کسی ایسے مسئلہ کی نفی و اثبات میں رائے قایم کرنے سے گریز کرتے ہیں کہ جسکو ہم نے خود نہ مطالعہ کیا ہو اور نہ ایک لمحہ کے لئے ہم اس لغویات کو ماننے کے لئے تیار ہیں کہ اسلامی شریعت کے اِس اہم مسئلہ کی بابت کراچی پولیس مجسٹریٹ یا سرکار بمبئی یا سب سے اعلےٰ سپریم گورنمنٹ فیصل کرنے کے مجاز ہیں۔ اِس قسم کا فیصلہ ویسا ہی مضحکہ آمیز ہوگا جیسا کہ اُس شخص کا فیصلہ کہ جو دق اور ذات الجنب کے علاج کے لئے اُس ڈاکٹر کا انتخاب کرتا ہے کہ جو نہ تو علم تشریح الابدان۔ علم افعال الاعضا۔ علم صحت۔ پتھالوجی۔ اور تھیراپیٹکا وغیرہ سے بے بہرہ ہو اور دراز قد۔ تنومند۔ دولتمند یا حسین واقع ہو جسطرح کہ طب کے ادق مسائل کا کسی ماہر فن سے استمزاج کیا جاتا ہے اُسیطرح مذہبی قانون کے ادق مسائل اُس علم کے بہترین جاننے والے سے دریافت کئے جاتے ہیں۔ اور بدیں وجہ اس مسئلہ کی بابت بھی ایسے ہی ماہرین علم سے رجوع کیا جانا چاہیئے۔

لیکن اسکے برعکس کیا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بجائے اسکے کہ یہ اخلاقی مناسب اور مدبرانہ طریقہ اختیار کیا جاتا گورنمنٹ نے استبدادیت کے غلط رویہ پر اعتقاد قایم کرکے عام طور پر نا انصافانہ اور غیر مدبرانہ طور پر ہندوستانی حملہ برائیوں کے دور کرنے کے لئے استبداد کو علاج قرار دے لیا ہے۔ اور تمام قسم کے لوگوں پر مقدمات چلائے ہیں ہے۔ اور اسطرح ایک فرد شہادت

اور شہرت حاصل کرنیکا طریقہ اُن لوگوں کے لئے نکالدیا ہے۔
ایماندارانہ طور پر ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہم اُسکے مستحق کسی حالت میں نہیں ہیں۔ یقیناً یہ انصاف کا کوئی طریقہ نہیں ہے اور یہ بیکاری طریقہ عمل سیاسی خودکشی کی طرف لیجانیوالا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ عام طور پر کل دنیا اور بالخصوص انگلو انڈیا ملایار کے باغی موپلوں کے ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بنانے کے واقعہ پر بہت ف سے ملامت کرائی ہے۔ ہم جو کہ سچائی سے قولاً اور فعلاً رواداری مذہب کے قائل ہیں اور نیز نفرین کرنے کے مستحق ہیں۔ لیکن ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ ہند و بمبئی اور انگلو انڈین اشخاص کو ایسا کرنیکا کیا حق ہے۔ اگر ہم اپنے دماغ کو تمام مکاری اور عیاری سے اور طرفداری خالی کرکے انکو دیکھیں تو ہم ایماندارانہ طریقہ پر دیکھنے سے قاصر ہیں کہ موپلوں کی اپنی مذہب کی خاطر ملایار کے ہندوؤں کے خلاف تلوار چلانے میں اور گورنمنٹ کی ہندوستانی مسلمانوں کو اُنکے مذہب کی وجہ سے موجودہ مقدمات چلانے میں اخلاقاً کیا فرق ہے۔ اور ہم کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کہانتک ۱۳۱ یا ۵۰۵ تعزیرات ہند اخلاقاً موپلوں کے مشہور خنجر سے کم مستبدانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ ہم بالاعلان یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ اخلاقی نقطۂ نگاہ سے ہم ایک کھلم کھلا ڈاکو مہذب چور سے بہتر سمجھتے ہیں اور قاتل بدمعاش کو شریف گلہ کٹ پر ترجیح دیتے ہیں۔ درحقیقت تمام معاملات میں طرز عمل مختلف ہیں اور ممکن ہے کہ ایسے لوگ بھی ہوں کہ جو نرم زبان مکار سے فریب میں آجانے کو ایک اکھڑ بدمعاش کے حملہ آور ہوسکنے سے بہتر خیال کرتے ہوں۔ لیکن ساتھ ہی اسکے جہانتک کہ واقعی فریب اور قتل کا معاملہ ہے ہم ان دونوں

میں کوئی عملِ خلاقی فرق نہیں پاتے ۔ اور یہی حال اس موجودہ مقدمہ کا اسلامی مذہبی رائے پر چلائے جانے کا ہے کہ اِس مقدمہ میں اور موپلوں کے ملاباری ہندؤں پر زیادتی کرنے میں کوئی بڑا اخلاقی فرق نہیں ہے۔ بلکہ ہماری رائے میں اس قسم کا مقدمہ چلایا جانا اور بھی اخلاقاً گرا ہوا ہے ۔

مثال کے طور پر لیجیے کہ مغربی دنیا کا کوئی مذہبی منتخب ممبر یا دیگر پیشوا مثل ریورنڈ پروفیسر جارج آرم لیتھ (جو ایک بڑا بائبل کا عالم اور مفسر ہے) موجودہ عیسوی دنیا کی برائیوں کو بتلائے ۔ اور حضرت یسوع مسیح کے قابل عمل حکم اور پاک نام سے قانون طلاق وغیرہ کو ناجائز قرار دے یا یہ کہے کہ یورپ و امریکہ لامذہب ہیں یہ یقین میں آنے والی بات نہیں ہے کہ نام نہاد عیسوی گورنمنٹ انگلستان کہ جسنے پاک تعلیمات یسوع مسیح کو عملی زندگی میں ٹھکرا کر بھی قناعت نہیں کی اِس سے آگے قدم رکھ سکتی ہے اور اُن مقدس لوگوں پر کہ جو واقعی مذہبی ہیں مقدمہ چلاسکے ۔

یہ صاف ظاہر ہے کہ ہندوستان کے کثیر اسلامی عالم ایک مسلمان کو اسوقت برطانوی فوج میں رہنے کو حرام قرار دیتے ہیں ۔ اگر گورنمنٹ ایمانداری اور سچائی سے اسکے برعکس رائے رکھتی ہے تو اپنی رائے کی تائید کے لیے اُن لوگوں سے جو اختلاف رائے رکھتے ہیں یا رکھنے کا شبہ ہو نفرت کرنا یا مقدمات چلانا نہیں چاہئے بلکہ ٹھنڈے دل سے اسلامی مذہبی علماء سے اس مسئلہ کی تحقیق کرائے اور جو صحیح امر طے ہوجائے اُسپر نتائج کو قائم کرے اسکے علاوہ کوئی اور طریقہ نہ تو وہ کامل انصاف کا نمونہ ہوگا کہ جسکے اجراء کے لیے سابق لارڈ چیف جسٹس انگلستان ہندوستان کے وائسرائے بناکر بھیجے گئے ہیں بلکہ اسکے برعکس وہ ایک خطرناک اور بُری ناکامیابی پیدا

کریگا۔
اگر ایسے عمداً غور و خوض کے بعد یہ کامل طور پر ظاہر ہو جائے کہ اسلام در حقیقت موجودہ واقعات و حالات میں ہندوستانی مسلمانوں کو برطانوی فوج کی ملازمت کرنے سے ممنوع قرار دیتا ہے تو گورنمنٹ کو مسلمانوں کو فوج سے علیٰحدہ ہونے دے اور اُنکی راہ سے مذہبی رکاوٹ کو دور کر دے۔
یقیناً اگر مسٹر لائڈ جارج بہ حیثیت وزیر اعظم انگلستان ہونے کے آئرلینڈ کے شین فین اشخاص سے انگلستان کی ضرورت اور آئرلینڈ کے سیاسی جذبات کے مابین کوئی راہ عمل نکالنے کے لئے گفتگو کر سکتا ہے تو بوجہ اولیٰ لارڈ ریڈنگ بہ حیثیت وایسرائے ہند ہونے کے ہندوستان کے خلافت والوں سے ہندی مسلمانوں کے مذہبی فرائض اور انگلستان کی دنیوی حکومت کے مابین کوئی تسلی بخش تدبیر نکالنے کے لئے گفتگو کر سکتا ہے۔
اگر گورنمنٹ اپنے اصلی بہی خواہوں اور ذمہ دار مشیروں کو اپنا اخلاقی دشمن خیال کرنے کے بیہودہ خیال میں مصر رہی۔ اور اسلام کے مذہبی معاملات میں دخل دیتی رہی تو اُسکے واقعی یہ معنے ہونگے کہ گورنمنٹ نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ خلافت کے خلاف ایک نئی خلافت ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اپنے حق میں قایم کرنا چاہتی ہے اور جسطرح کہ ۱۸۵۷ء کی چربی کردہ کارتوس کی افواہ شاید غلط تھی اور سپاہیوں کو اپنے مذہب کی بابت ممکن غلط بےچینی پیدا ہو گئی تھی۔ اُسیطرح اسمیں کچھ بھی شک نہیں ہے کہ شریعت اسلامی کی بابت ہندوستانی مسلمانوں کو گورنمنٹ کی جانب سے اپنی مرضی کے موافق علمائے اسلام کے خلاف ہدایت یا اعلان ہونیکے یہ معنے ہونگے کہ خود کلام مجید کو عملاً ضبط اور بند کیا جا رہا ہے

اور اسطرح پر ہندوستان کے مسلمانوں کو قطعی طور پر اور ضروریتاً خدائے تعالی اور برطانوی حکمرانوں کے درمیان کسی ایک کو لابدی اختیار کرنا ہوگا اور یہ ایک تلخی اور سیاہ بختی کا زمانہ ہوگا اور جسکو خیال کرکے ہم بہ حیثیت صادق ہر خواہ اعلیٰ اور برجہ کے اور انگلستان و ہندوستان وغیرہ کے کانپتے اور خوف کھاتے ہیں اور چونکہ یقینا اور صاف طور پر گورنمنٹ خوشدلی یا غیر خوشدلی سے ایسے حالات کی طرف چلی جارہی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اُسکے مفاد کے خاطر اُسکی توجہ اسطرف منعطف کرائیں۔

(۷) اختتام

اختصار کے طور پر ہم متذکرہ بالا واقعات کا اسلئے اعادہ کرتے ہیں تاکہ ہماری بابت صحیح رائے قایم ہوسکے۔

(۱) جولائی گذشتہ میں کراچی میں ہم خلافت کانفرنس میں شریک ہوئے اور وہاں دو مرتبہ تقریر کی اور اُسمیں سے ایک دفعہ بھی ہم اُس نوعیت سے نہیں بولے جیسا کہ گواہان استغاثہ نے بیان کیا ہے۔

(۲) بوجہ ناواقفیت اُردو، سندہی اور فارسی زبانوں کے ہم روئداد کانفرنس کے تفصلات سے لاعلم رہے۔ اور نہ اُن سے کوئی تعلق رکھا۔

(۳) شب متنازعہ کو ہم پنڈال میں دیر سے پہونچے۔ اور ڈاکٹر کچلو نے ہم سے ہندو مسلم اتحاد خلافت اور حکومت انگورہ پر تقریر کرنے کے لئے خواہش ظاہر کی اور مذہبی نقطۂ نگاہ سے ہم نے ان مسائل پر واقعی تقریر کی۔ ہم نے اسلامی مقدس مقامات کی تقدیس اور انگورہ گورنمنٹ کے مصائب پر کہ جو مسئلۂ خلافت سے نہ علحدہ ہونے والے طریقہ پر شامل ہیں تقاریر کیں۔

(۴) اگر ہندو مذہب، عیسویت یا کسی اور مذہب کی عزت و قیام خطرہ میں

ہوتے تب بھی ہم اسیطرح تقریر کرتے - ایک سچے ہندو اور بالخصوص سنیاسی کے نزدیک تمام آدمی بھائی ہیں اور تمام مذاہب الہامی - اور وہ زبردست کا کمزور کے اوپر زیادتی کرنے کے عمل کو خدا کے اُس قانون محبت اور انصاف کے منافی خیال کرتا ہے کہ جو دنیا پر حکمرانی کرتا ہے لہذا ہماری تقریر موجودہ مصائب اسلام پر ہمارے مذہبی خیالات کے اظہار کے لئے تھی -

(۵) ہم نے ابتک ایک لفظ بھی کہیں فوج کی بابت نہیں کہا - اور چند روز ہوئے کہ کراچی جیل میں آنے پر اول مرتبہ ہمکو اس چھوٹے اور اتفاقی حصہ رزولیوشن متنازعہ کی بابت علم ہوا -

(۶) ہمارے یہ دلائل اس شہادت سے جو منجانب استغاثہ پیش کیگئی ہے اور ان اکزیبٹ سے جو داخل کئے گئے ہیں پورے طور پر ثابت ہیں -

(۷) پس اصلی واقعات اور شہادت کی بنا پر ہم صاف طور پر اُن الزامات سے بری ہیں کہ جو ہم پر لگائے گئے ہیں - اور اسیطرح مولانا شوکت علی بھی بری ہیں کہ جو بموجب شہادت استغاثہ رزولیوشن کی تائید میں اخیر میں صرف کھڑے ہوئے - اور یہ کھڑے ہونے کا عمل تمام کانفرنس نے کیا جسمیں پولیس بھی شامل تھی جیسا کہ خفیہ کی رپورٹر نے بیان کیا ہے -

(۸) مسلمان فوجی سپاہیوں کے نفس مسئلہ کی اصلیت کی بابت یہ ظاہر ہے کہ اس مسئلہ سے براہ راست مسلمانوں ہی کو تعلق ہے - ہم نے قرآن مجید اور دیگر اسلامی مذہبی کتب کا اسقدر مطالعہ نہیں کیا ہے اور ایسے مسائل پر کہ جنکو ہم نے اسطرح خود مطالعہ نہ کیا ہو ہم اُسپر رائے قایم کرنے سے ہمیشہ انکار کرتے ہیں - اور اس بحث پر بحث کرنے کے لئے صرف علماء اسلام مجاز ہیں کہ وہ فطرتاً اور لازماً اسکو اپنے مذہب کی مطابق فیصلہ کرنے کے لئے مجبور ہیں

نہ تو ہم اور نہ کوئی اور غیر اسلامی دنیوی حکومت اخلاقاً اس خالص مذہبی مسئلہ میں مداخلت کرنیکی مجاز ہے۔

(۹) اگر کانفرنس کے وقت ہمکو اسکا علم ہوتا کہ مسئلۂ فوج ایجنڈی پر ہے تو ہم صاف شریعت اسلام سے لاعلمی کا اظہار کرتے اور نہ علماء کے فیصلہ کی تائید کرتے اور نہ مخالفت بلکہ صرف یہ کہتے کہ جسطرح کہ ہم تمام ہندوؤں سے سوادِ ہرم پر عمل کرنے اور اپنے مذہبی احکام کو ماننے کے لئے کہتے ہیں اسیطرح ہم امید کرتے ہیں اور خواہشمند ہیں کہ تمام مسلمان اپنے سوادِ ہرم اور احکامات کی پابندی کریں۔

(۱۰) یہ ہمارا مضبوط مذہبی عقیدہ ہے کہ تمام مذاہب کے لوگ اور نیز گورنمنٹ اس عام اصول سوادِ ہرمہ کو اختیار کریں اور اس لئے اسلامی امور پر مسلمان علماء مذہبی کے احکام کو خوشی سے قبول کریں کیونکہ ایسی صورت میں معاملہ مذہب اور پیغمبروں کا ہوجاتا ہے۔ اور عدالتی قانونی ضابطہ اور قانونی ایکٹ وغیرہ کی حدود سے باہر ہوجاتا ہے۔

(۱۱) ہم اس لئے دوبارہ اسکا زور سے اعادہ کرتے ہیں کہ ہم کسی جرم کے بھی مرتکب نہیں ہیں۔

ڈبلن کوارٹری ریویو جون و ستمبر ۲۱ء سے ہمکو یہ معلوم ہوا کہ کس طرح تقدس مآب موجودہ پوپ روم بینڈکٹ پندرہویں نے جو عیسویت کا سچا خادم۔ وفادار سپاہی اور قابل قائم مقام ہے۔ اس امر کی غیر جانبدارانہ سخت کوشش بذریعہ اپنے گشتی کی اس مناسب نصیحت کے ذریعہ کی کہ خوفناک واقعات کو کم کیا جائے۔ اور اگر ممکن ہو سکے تو جنگ کو مختصر کیا جائے لیکن یورپ کی لامذہب و خودغرض سلطنتوں نے کسطرح ان غیر جانبدارانہ صلاحوں کو محض اس لئے کہ وہ غیر

طرفدارانہ تھیں اظہار ناراضی کیا۔ اور آئرلینڈ، فرانس، اٹلی، اور روس کے معاہدے میں یہ زائد سی بات کہ تقدس مآب پوپ معاملات صلح و جنگ میں شامل نہ کئے جائیں۔ کیونکہ وہ راستبازی اور غیر طرفداری میں مخصوص کی حیثیت رکھتے ہیں اور کس طرح موجودہ جماعت بین الاقوامی نے اُنکو اُس جماعت سے علیحدہ رکھا جس سے خود اُس جماعت ہی کو بجائے اُنکے نقصان پہونچا۔ اُنہیں کے طرز عمل کو لیتے ہوئے ہم بھی راجہ اور پرجہ کو پھر ایک دفعہ ہی نصیحت کرتے ہیں بلا اس خیال کے اثر کے کہ آیا وہ قبولیت حاصل کرے یہ نہ کرے یا اُسپر ناراضی کا اظہار کیا جائے یا اُسپر وحشیانہ سزا دیجائے اور مثل تقدس مآب پوپ کے ہمکو یہ امر باعث تسکین ہے کہ ہم نے سچّائی سے اپنا مذہبی فرض واقعات کے صاف کرنیکا ادا کر دیا۔ اور تمام مغالطوں کو صاف کر دیا۔ اور یہی امر ہماری تسکین کے لئے کافی ہے۔

ہمارے اپنے ذاتی اُصول سے نہ تو خوشی کوئی چیز ہے اور نہ تکلیف۔ نہ خوف اور نہ حرارت بلکہ سب حقیقتًا خوش امن اور برکت ہے۔ جو یہ الفاظ روحانی تمام سمجھ سے بالاتر ہے۔ رہی ظاہرا زندگی تو ایک سنیاسی جسنے تمام کائنات میں اپنی ادنے ہستی کو فنا کر دیا ہو وہ اُسکی بابت کیا فکر کر سکتا ہے۔ وہ نہ تو زندہ رہنے کا متلاشی ہے اور نہ موت کا آرزومند ہے خیال پر ہمانے ایک یادگار موقع پر جو شری مدبھگوت (۳-۱۴-۲۷) میں درج ہے یہ کہا ہے کہ وہ ذات اول جو ہستی کی تخلیق کرتا ہے حفاظت کرتا ہے اُسکا فنا کرتا ہے جسکی لامحدود طاقتیں حیطۂ خیال سے باہر ہیں۔ اور جو بڑے سے بڑے کے لئے ایک راز ہیں اور جو احکم الحاکمین ہے وہ خود ہماری بہبودی پر نظر کریگا۔ پس اس لئے ہماری استدعا کرنیکا یہاں کیا نتیجہ ہے۔

اور کیا خود سری کرشن نے بھگوت گیتا میں یہ نہیں کہا ہے کہ۔

(۱) میرے عزیز نیک عمل کر نیوالا تباہ نہ ہوگا۔

(۲) وفادار مذہبی تباہ نہ ہوگا۔

اور اُنکی بہبودی اور ترقی پر میں نگاہ رکھونگا۔

اور کیا اپنے مستقل اور عام وعدہ کی مطابق وہ ہمارے بار کا متحمل نہیں ہو رہا ہے ارادے کمزور عقیدے والے کیا فکر اور غم کا بھی کوئی موقع ہے۔ پس ہماری ذات کے لئے کسی کو کسی خوف، تفکر یا غم کی ضرورت نہیں ہے۔

ہم ڈینٹی کے جو بڑا اطالوی شاعر ہے ہم زبان ہو کر کہتے ہیں کہ "اُس کی مرضی میں ہمکو شانتی ہے"

اوم۔ تت ست۔

بعدالت سشن کراچی

قیصر ہند بنام محمد علی وغیرہ ملزمان

درخواست زیر دفعات ۲۶۹ و ۳۰۹ ضابطہ فوجداری

منجانب استغاثہ یہ استدعا کیجاتی ہے کہ اِس مقدمہ میں عدالت ہذا الزام اولیں پر تجویز صادر فرما دے۔

مقدمہ کے شروع ہوتے وقت منجانب استغاثہ دفعہ ۲۶۹ (۳) ضابطہ فوجداری اور عدالت جوڈیشل کمشنر کے قواعد کے باب ۱۴ کے قاعدہ ۳ کا حوالہ دیا گیا تھا اور اس امر پر توجہ دلائی گئی تھی کہ پہلے الزام کی بابت اختیار سماعت اس عدالت کو بہ امداد اسیسر صاحبان حاصل ہے اور اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کل مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی تھی۔ وکیل سرکار کے ابتدائی اور اختتامی خطابات اور ملزمان کے خطابات سے الزام اولیں کہ جس کی سماعت کا عدالت ہذا کو اختیار حاصل ہے اور الزام دوم جس کی سماعت کا جوری کو اختیار حاصل ہے کے مابین کر امتیاز نہ ظاہر ہو چکا ہے۔

جوری کی واپسی پر اُن کے فیصلہ پر غور کرنے کے بعد جو کچھ کہ عدالت نے بیان کیا وہ ہال میں مطلقاً سُنا نہ جا سکا۔ جوری چبوترہ پر اسی میز کے مقابل جو قابل جج کے سامنے والے ڈسک سے متصل ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ جب جوری نے اپنا فیصلہ دیا اور اسیسروں نے اظہار رائے کیا تو اُس کے بعد تجویز ایک مختصر نویس کو لکھائی گئی جو چبوترہ پر قابل جج سے فاصلہ کے کونہ پر بیٹھا ہوا تھا۔ عدالت نے جو کچھ کہ جوری سے کہا یا مختصر نویس سے کہا ہال میں سنا نہ جا سکا۔

اس لئے وکیل سرکار نے فیصلہ کے مسودہ کو جبکہ وہ مکمل عبارت کی صورت

میں لکھا جاکر تصحیح کے لئے پیش کیا گیا قبل دستخط ہوئے کے دیکھنے کی اجازت لیں چاہی وہ اس کو دکھلایا گیا جس کے دیکھنے سے ظاہر ہوا کہ عدالت ہذا الزام اور کی بابت اسیسر صاحبان کی رائے کو اس طرح قبول کرتی معلوم ہوتی ہے کہ گویا کہ وہ جوری کا فیصلہ ہے۔

بادب گذارش کیا جاتا ہے کہ جب یہ عدالت اُن الزامات پر فیصلہ دے جو مطابق منشاء دفعہ ۲۹۶ (۳) ضابطہ فوجداری اور بموجب قواعد عدالت جوڈیشل کمشنر سندھ باب ۴ قاعدہ ۳ قابل سماعت ہیں یا جس کی سماعت کی جا چکی ہے تب اسکے ساتھ ہی پہلے الزام کو دفعہ ۳۰۹ (۲) ضابطہ فوجداری کے تحت میں فیصل کیا جانا چاہیے۔ اسی معیار اصول پر کل مقدمہ کی سماعت ہوئی ہے۔ اور یہ بھی گذارش کی جاتی ہے کہ فریقین ایسی صورت میں جبکہ عدالت کسی ایسے مقدمہ میں کہ جو بامداد اسیسر صاحبان کیا گیا ہو اسیسر صاحبان کی رائے کو بطور فیصلہ جوری کے تسلیم کرے حق اپیل سے محروم نہیں رہتے۔

اُس فہرست الزامات جو جوری کو سنائی گئی اور جس کی نقل عدالت سے حال ہی میں لی ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جوری سے مخاطبہ کے وقت عدالت کی یہ رائے تھی کہ "ایک بسیط و عام سازش جس کے اغراض میں فوجوں کو پھسلانا بھی شامل ہے" موجود ہے۔

نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ عدالت جوری سے مخاطبہ کرتے ہوئے یہاں تک کہا کہ "اُس وقت سے جبکہ فوجی خدمت کی ناجواری کا اصول بیان کیا گیا اُسی وقت سے میری رائے میں خلافت کی تحریک خلاف قانون ہوگئی اور وہ لوگ جو اس میں شامل ہیں بلالحاظ اس امر کے کہ آیا کوئی بالواسطہ کوشش فوجوں کے ورغلانے کی اُنہوں نے کی ہو ایک سازش کے ممبر ہیں۔

عدالت کی توجہ مؤدبانہ طریقہ پر اس فیصلہ کی جانب مبذول کرائی جاتی ہے کہ جو نو بمبئی لا رپورٹ کے صفحہ ۱۰۵ پر درج ہے اور یہ گذارش ہے کہ عدالت ہذا دیگر الزامات قابل سماعت پر فیصلہ دیتے وقت الزام اول پر بھی اسیسر صاحبان کی رائے پر غور کرنے کے بعد تجویز کرے۔

دستخط ٹی جی الفنسٹن ۳۔ نومبر سنہ ۱۹۲۱ء

وکیل سرکار کراچی

درخواست وکیل سرکار مورخہ ۳۔ نومبر سنہ ۱۹۲۱ء بمقدمہ سشن نمبری ۴۳ سنہ ۲۱ء ملاحظہ سے گذری

مجھے افسوس ہے کہ یہ غلطی بوجہ عدالت کی ساخت عمارت کے واقع ہوئی اب اس پر میرا کچھ حکم دینا بعد از وقت ہے۔

میری اب بھی یہ رائے ہے کہ جبکہ دو الزامات میں سے ایک قابل سماعت جج اور جوری کے ہو اور دوسرا جج اور اسیسر صاحبان کے اور یہ دونوں الزامات ایک دوسرے سے ایسا گہرا تعلق رکھتے ہوں کہ مؤخر الذکر الزام پر فرد جرم عائد کرنا بلا اول الذکر الزام کے طے کئے ہوئے ناممکن معلوم ہوتا ہو تو جج کل مقدمہ کو جوری پر چھوڑ سکتا ہے۔ اس کے خلاف کرنے میں جوری کی ذمہ داری کو صدمہ پہنچتا ہے۔ میں ہمیشہ مقدمات جوری میں ایسا ہی عملدرآمد کرتا آیا ہوں میں نے اس مقدمہ میں بھی تیقین کے ساتھ ایسا ہی کیا کیونکہ الزامات اصلاً ایک ہی ہیں اور اس عدالت میں اُن میں امتیاز میری رائے میں صرف سہولت اور ملزمان کو بہتر صورت میں سمجھانے کے لئے کیا ہے۔

ہر حالت میں یہ مسئلہ علمی نوعیت لئے ہوئے ہے کیونکہ جہاں تک میں دیکھتا ہوں اگر ملزم کو میں پہلے الزام پر مجرم ٹھہراؤں تو مجھ کو کوئی دیگر حکم سزا سوائے

اس کے کہ جو میں نے صادر کیا ہے صادر نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ میں دوسرے الزام
کی بابت جوری کے فیصلہ کو ہائی کورٹ کے استمزاج کے لئے بھیجنے کو تیار نہیں۔ اگر
میری رائے غلط ہو تو اس سے اپیل کیا جا سکتا ہے لیکن اب درحقیقت میں اپنے
فیصلہ کو ایک بڑے امر کی بابت تبدیل نہیں کر سکتا جبکہ فیصلہ مختصر نویس کو لکھایا جا
چکا ہے۔ اگرچہ دستخط ہونے سے وہ باقی ہے

اس لئے میں اس درخواست کو اس وجہ پر کہ فیصلہ سُنایا جا چُکا ہے نامنظور
کرتا ہوں۔ میرے خیال میں یہ امر کہ بہ اسباب چند میرے فیصلہ کو کوئی نہ سُن سکا
اس میں کوئی فرق پیدا نہیں کرتا

۴ر نومبر ۱۹۲۱ء

دستخط

بی سی۔ کنیڈی

جوڈیشل کمشنر سندھ

ایگزہٹ ۱۱۳

بعدالت جوڈیش کمشنر صاحب سندھ عدالت سشن

مقدمہ نمبری ۳۳ سنہ ۱۹۲۱ء

قیصر ہند۔ بنام محمد علی مع چھ دیگر اشخاص ملزمان

فرد قرارداد جرم بابت الزامات جوکہ اہالی جوری کو سنائی گئی

اشخاص ملزمان پر حسب ذیل الزامات کیے جاتے ہیں

(۱) محمد علی ساکن رام پور۔
(۲) مولوی حسین احمد ساکن دیوبند۔
(۳) ڈاکٹر سیف الدین کچلو ساکن امرتسر۔
(۴) پیر غلام مجدد ساکن مٹیاری۔
(۵) مولوی نثار احمد ساکن کانپور۔
(۶) بھارتی کرشن تیرتھ جی عرف ونکنٹ رامن۔
(۷) شوکت علی ساکن رام پور۔

(۱) یہ کہ تم نے سات اشخاص ملزمان نے کسی وقت یا وقات مابین ماہ فروری سنہ ۱۹۲۰ء لغایت ستمبر ۱۹۲۱ء جس میں ہر دو ماہ شامل ہیں بمقام کراچی و دیگر مقامات پر اندر حدود برٹش انڈیا (مع دیگر اشخاص) شریک سازش مجرمانہ ہوئے تاکہ مسلمان سپاہی و افسران فوج ملک معظم کو ان کی خدمات سے اغوا کریں اور اس طرح ایسے جرم کا ارتکاب کیا جس کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۲۰ ب و دفعہ ۱۳۱ تعزیرات ہند میں درج ہے اور جو کہ لائق سماعت عدالت سشن ہے۔

(۲) یہ کہ تم سات اشخاص پر مزید الزام یہ قائم کیا جاتا ہے کہ بوجہ سازش مذکور

کسی ایک فرد یا افراد سازش مذکور نے بماہ جولائی یا اگست ۱۹۲۱ء کو یا قریب
اس کے مسلمان افسران کو اپنے فرائض منصبی سے اغوا کا اقدام بذریعہ ترسیل
اشتہارات ایکزنٹ ۴۳ بنام افسران مذکور کیا اور اس وجہ سے تم نے
ایسے جُرم کا ارتکاب کیا جس کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۲۰ ب و
دفعہ ۱۳۱ تعزیرات ہند درج ہے اور جو لایق سماعت عدالت سشن مقام کراچی ہے

(۳) یہ کہ مزید برآں تم محمد علی نے بتاریخ ۹ ماہ جولائی ۱۹۲۱ء یا قریب اُسکے
بمقام کراچی ایک بیان کیا جو یہ تھا "مسلمان کا انگریزی سپاہ سے تعلق قایم
رکھنا یا سپاہ میں داخل ہونا یا کسی شخص دیگر کو سپاہ میں شرکت کی ترغیب
دینا فی زمانہ مذہباً قطعی حرام ہے"۔ بدیں نیت کہ ملک معظم کی افواج کے مسلمان
سپاہی و افسران اپنی خدمات منصبی کے بجالانے میں لاپروائی کریں یا قاصر رہیں
یا جس میں اُن کی لاپروائی کرنیکا یا قاصر رہنے کا احتمال ہے۔ اور اس وجہ سے
ایسے جُرم کا ارتکاب کیا جس کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۵ میں
درج ہے اور جو لایق سماعت عدالت سشن کراچی ہے۔

(۴) یہ کہ مزید برآں تم (اشخاص ملزمان نمبر (۲) لغایتہ ۷) نے محمد علی مذکور کے ساتھ
جرم مذکور زیر دفعہ ۵۰۵ تعزیرات ہند کے ارتکاب میں جبکا وہ بوجہ سازش
مذکور کے مرتکب ہو چکا تھا سازش کی لہذا تم اُس جرم کے مرتکب ہوئے
جس کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۰۹ و دفعہ ۵۰۵ تعزیرات ہند میں
درج ہے اور جو لایق سماعت عدالت سشن کراچی ہے۔

(۵) یہ کہ مزید برآں تم محمد علی نے بتاریخ ۹ ماہ جولائی ۱۹۲۱ء کو یا قریب اُسکے
بمقام کراچی ارتکاب جرم میں جس کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۵
یا دفعہ ۱۳۱ تعزیرات ہند میں درج ہے جو دس اشخاص سے زائد کیجانب سے

تمہارا عانت کی یعنی تم نے کہا کہ جملہ مسلمانان پر بالعموم و علما پر بالخصوص فرض ہے کہ وہ یہ مذہبی احکامات (جن الفاظ کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے) فوج میں ہر مسلمان کے ذہن نشین کرا دیں لہذا تم اس جرم کے مرتکب ہوئے جس کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۱۷ میں درج ہے اور جو لایق سماعت عدالت سشن بمقام کراچی ہے۔

(۶) یہ کہ مزید برآں تم (اشخاص ملزمان نمبر ۳ لغایت نمبر ۷) نے محمد علی مذکور کیساتھ جرم دفعہ ۱۱۷۔تعزیرات ہند کے ارتکاب میں جسکا وہ خود بوجہ سازش مذکور کے مرتکب ہو چکا تھا سازش کی لہذا تم نے اس جرم کا ارتکاب کیا جس کی سزا مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۰۹ و دفعہ ۱۱۷ میں درج ہے اور لایق سماعت عدالت سشن ہے۔

جن امور پر آپکو تجویز کرنا اور رائے ظاہر کرنا ہے وہ فی الواقعی بہت پیچیدہ نہیں ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ مجھ کو زیادہ دیر آپ کو روکنا نہیں پڑے گا تاہم جو رخ مقدمہ نے اختیار کیا ہے اُس کی وجہ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں ان امور کے متعلق اپنی رائے ظاہر کروں جو کہ تجویز مقدمہ میں چنداں ضروری نہیں ہیں۔

آغاز سے پیشتر میں کارروائی عدالت ماتحت ونیز کارروائی عدالت ہٰذا کے متعلق ایک فقرہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنکی بابت ہر دو اشخاص ملزمان نے کچھ اعتراض کیا ہے۔ سپرد کنندہ مجسٹریٹ کی عدالت میں کوئی بے ضابطگی دوران سماعت مقدمہ میں نہیں ہوئی۔ اگر مجسٹریٹ نے ایسے مقدمہ میں جو کہ صرف قابل سماعت عدالت سشن ہے اور جس میں اشخاص ملزمان نے اپنی جوابدہی محفوظ رکھی تھی۔ ابتدا ہی میں یہ رائے قایم کر لی کہ مقدمہ میں غالباً سزا دی

سپردگی عمل میں آئے گی تو اسکا ایسا عمل محض ایک دوراندیش مجسٹریٹ کا سا تھا۔ اشخاص ملزمان نے فرد قرارداد جرم کی تبدیلی پر کچھ اعتراض عدالت ہذا میں کیا ہے لیکن تبدیلی مذکور محض معمولی اور صرف اسی غرض سے کی گئی ہے تاکہ اشخاص ملزمان زیادہ صحت کے ساتھ اپنے خلاف الزامات سے اطلاع پائیں۔ اگر اشخاص ملزمان مناسب موقعہ پر یہ ظاہر کرتے کہ اس تبدیلی سے اُن کی جوابدہی میں ضرر واقع ہوتا ہے تو ایسی صورت میں عدالت کو غور کرنا پڑتا کہ آیا التوار مقدمہ ضروری تھا یا نہیں لیکن اُسوقت کوئی اس قسم کا اعتراض نہیں کیا گیا۔ اسی طرح عدالت نے ایسی شہادت کے داخل کرنے میں جو مجسٹریٹ سپرد کنندہ کے روبرو بوقت کارروائی سپردگی کے موجود نہیں تھی خاص احتیاط کی ہے تاکہ اشخاص ملزمان کو کوئی ضرر نہ پہنچے۔ جہانتک سماعت مقدمہ کا عدالت ہذا سے تعلق ہے میرے خیال میں اشخاص ملزمان یہ تسلیم کریں گے کہ اُن کو زیادہ موقعے دئے گئے ہیں جو کہ بحالت سپردی کسی پیشہ ور ایڈوکیٹ کے ہرگز اشخاص ملزمان کو حاصل نہیں ہوتے۔ گو کہ بعض اوقات عدالت کو آپ کا یا ذاتی اپنا اعزاز نہیں بلکہ خود عدل و انصاف کے اقتدار کو قائم رکھنا پڑا لیکن جہانتک میرا خیال ہے میں بمقابلہ سختی کے نرمی کی جانب زیادہ مائل رہا پیشتر اس کے کہ ہم مقدمہ کی جانب متوجہ ہوں۔ میں آپ صاحبان سے عرض کرتا ہوں کہ آپ بہت زیادہ پریشان کن معاملات سے اپنے دماغ کو پاک وصاف رکھیں۔ اہم الزام جو کہ بمقابلہ اشخاص ملزمان کے قائم کیا گیا ہے وہ بسازش ہے۔ صرف سازش ہی کے مقابلہ میں آپ کی رائے کی ضرورت ہے لیکن خفیف الزام متعلق سازش بلا اقدام کا فیصل کرنا فی الواقعی میری ذات سے بحیثیت جج کے متعلق ہے جس میں آپ کی رائے ہے کہ بحیثیت اسیسر سمجھی جاوے گی

مجھ کو مدد ملے گی لیکن جس کی پابندی میرے او پر لازمی نہ ہوگی۔
مگر میرا یہ ارادہ ہے کہ میں یہ بھی الزام آپ کی رائے پر بحیثیت اہالی جوری کے
چھوڑ دوں تاکہ خود آپ اس کو فیصل کریں۔ اگر میں آپکو ہر دو فرد قرار داد جرم
کے فیصلہ کو جو کہ باہم دیگر اسقدر زیادہ مشابہ ہیں قبول و منظور کر کے جہانتک اس
عدالت کا تعلق ہے پابند نہ کروں تو یہ امر کچھ مناسب اور شایان شان آپ
حضرات کے نہ ہوگا لیکن دوسرے الزامات کی بابت جو کہ مشابہ ہیں مگر ایک
سازش سے تعلق رکھتے ہیں میں خود نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کرونگا۔
پس آپ کو سازش کے متعلق اپنی رائے قایم کرنی چاہیئے۔ اشخاص
ملزمان اور گورنمنٹ کے درمیان جو امور نزاعی ہیں جنکو آپ فیصل کریں گے
وہ یہ ہیں۔ آیا اشخاص ملزمان سازش کے مجرم ہیں یا نہیں جسکا تذکرہ فرد قرار داد
جرم میں درج ہے۔
اشخاص ملزمان پر بمقابلہ گورنمنٹ غداری یا بغاوت کا مقدمہ سماعت نہیں کیا گیا ہے
پس اگر آپ اشخاص ملزمان کو سازش کا مجرم نہ قرار دیں تو ایسی حالت میں وہ
قابل بریت ہوں گے خواہ اسکا طرز عمل اب کتنا ہی فتنہ خیز یا بغاوت انگیز کیوں نہ
تصور کریں۔

علاوہ بریں آپ ان خیالات کو اپنے دل میں جگہ نہ دیں جو کہ اشخاص ملزمان
کی گفتگو سے پیدا ہوگئے ہوں جن کو مختصر الفاظ میں اشخاص ملزمان پر مخصوص الزامات
کی بابت مقدمہ گیا ہے ان افعال سے جو موجودہ فرد قرار داد جرم کے تحت
میں نہیں آتے۔ آئندہ میں آپ کی توجہ اس مضمون پر مبذول نہیں کراؤں گا۔
مکرر یہ کہ آپ ان خیالات کو بھی اپنے دل میں جگہ نہ دیں جو کہ اخبار مینی
سے خلافت کی جد و جہد کے نتائج کی بابت پیدا ہوگئے ہوں۔

اشخاص ملزمان پر بوجہ اس کے کہ وہ جماعت خلافت کے ممبر ہیں مقدمہ نہیں چلایا گیا ہے اور اس امر کے بھی شہادت ہمارے پاس نہیں کہ یہ اشخاص بالا مار کے افسوس ناک واقعات کے ذمہ دار ہیں۔

ان اشخاص پر آپ کے روبرو مخصوص جرم کی بابت الزام قایم کیا جاتا ہے کہ انھوں نے سپاہ کو وفاداری سے اغوا کرنے کی سازش کی۔ علاوہ بریں ان کے ذمہ اور کوئی جرم عاید نہیں کیا جاتا۔

اور نیز یہ کہ ہم کو اس امر کی بھی احتیاط لازمی ہے کہ مبادا ہم پر خارجی اثرات کسی کا ذاتی لحاظ یا ہمدردی بھی غالب نہ آجائے۔ شوکت علی نے کہا تھا ۳۱ دسمبر کے کچھ بعد ہمکو قتل کی دھمکی دی ہے اگر اس وقت تک گورنمنٹ ان کے چند مطالبات کے پورے کرنے میں قاصر رہے ہمکو ہرگز شوکت علی یا کسی دوسرے ملزم کو محض اس خوف کی وجہ سے بری نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر اُن پر جرم ثابت ہو کیونکہ ہم اُن سے خوف زدہ نہیں ہیں ہم جانتے ہیں کہ شوکت علی یا اُن کے فدائیان ہمارے رشتۂ زندگی کو ایک لمحہ کے واسطے بھی منقطع نہیں کر سکتے اگر ہماری زندگی باقی ہے۔ برخلاف اس کے ہمکو ان اشخاص کو مجرم قرار نہیں دینا چاہتے محض اس بات کے ظاہر کرنے کے واسطے کہ ہم اُن کی دھمکی کی پرواہ نہیں کرتے اگر وہ بے گناہ ثابت ہوں۔

علاوہ بریں یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص جائز طور پر اشخاص ملزمان میں سے کسی کی کچھ ہمدردی یا توقیر کرے۔ اشخاص ملزمان میں سے بعض عالم و فاضل و بعض متقی معلوم ہوتے ہیں اور ایسے ہیں کہ جن کی شان میں یہ کہا جاتا ہے کہ (اگر یہ اشخاص راہ مستقیم اختیار کرتے تو بہترین رعایا ثابت ہوتے اور رائین مملکت کو ان سے زیب و زینت ہوتی) میں بقید اقتباس

اس وجہ سے درج نہیں کرنا چاہتا ہوں کیونکہ ہم کو یقین ہے کہ یہ مناسب موقع اس کے لکھنے کا نہیں ہے۔

میرے خیال میں ان اشخاص کا وجود اسلام و سلطنت و ملک کے واسطے مفید ثابت ہوتا اگر وہ موجودہ طرز عمل کو اختیار نہ کرتے کہ جو خواہ مجرمانہ ہو یا نہو مگر باعث گروہ بندی و نفاق ضرور ہے جس سے لازمی تباہی اور بربادی ہوگی۔ برعکس اس کے اگر وہ ایسا طرز عمل اختیار کرتے کہ جس سے اتفاق اور یکجہتی پیدا ہوتی تو یہی صرف ایک ذریعہ ہے کہ جس سے امن و امان اور خوشحالی پیدا ہو سکتی ہے۔ حالانکہ ہم ان چند اشخاص ملزمان کو اپنی ملک معظم کی عدالت کے کٹہرے میں موجود پاکر افسوس کرتے ہیں کہ کاش وہ اپنی ملک معظم کی ملازمت یا مشورہ میں شامل ہو کر ممتاز ہوں! تاہم اس افسوس کی وجہ سے ہمکو اپنے فرائض منصبی کے بجا لانے میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے جو کہ بنگاہ جج اشخاص ملزمان بحیثیت اشخاص ملزمان کے ہیں اور ان کا فیصلہ مطابق آئین ملکی و شہادت پیش کردہ عدالت سے ہونا چاہیئے۔

جو احساسات ہمارے معاملات ترکی کے متعلق ہیں اسکا اثر ہم پر غالب نہ آنا چاہیئے۔ ہم میں سے بعض یہ خیال کرتے ہوں گے کہ سلطنت ترکی کے ساتھ سخت برتاو کیا گیا۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ خواہ خاندان عثمانی خلافت کا مستحق ہے یا نہیں تاہم صدہا سال گذشتہ سے جنگجوئی انکی میراث رہی ہے۔ اسلام کے سرحدی قلعہ جات کے محافظ مقامات مقدسہ کے نگہبان اور ایک بڑے مذہب اور بڑی تہذیب کے سپر و تیغ بنکر رہے ہیں۔ ہم کو ایسے اشخاص کے ساتھ ہمدردی ہے جو اس وجہ سے

رنجیدہ ہیں کہ جبکہ آج کل ہر ایک چھوٹی قوم آزادی کی دعویدار ہے
اور اُس کو علاقہ سپرد کیا جاتا ہے۔ اسلام ہی تنہا ایسا ہے کہ جس کو
اپنے دیرینہ مقامات میں بھی خطرہ ہے۔ اس کے برعکس بعض یہ بھی خیال
کرتے ہیں کہ جو شے بزور تیغ حاصل ہوئی اور پھر بزور تیغ واپس گئی تو اہیں
کوئی مقام حیرت نہیں ہے۔ اگر خدا نے ایک کا سے لیکر دوسرے
کا کو عطا کر دیا تو اس میں کوئی مقام افسوس نہیں ہے۔ بہر حال اشخاص
ملزمان موجودہ عہدہ کا انصاف از روئے قانون ملکی اور شہادت سے
کرنا چاہیئے نہ کہ از روئے احساسات ذاتی۔ خواہ ایک جانب یا دوسری
جانب۔ اُس پہلو کے مطابق جو کہ انھوں نے اس معاملہ میں اختیار کیا ہے

اب جبکہ ہم نے اپنے قلب کو ذاتی معاملات یا خطاؤں سے
جو کہ خبط المزاجی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں جہانتک ممکن ہے پاک و صاف
کر لیں تو ہم پر یہ ہی لازم ہے کہ ہم اُن غلطیوں سے جو کہ اشخاص ملزمان نے
ہم میں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اپنے قلب کو پاک و صاف رکھیں

اشخاص ملزمان نے اپنی جوابدہی میں بیان شدہ دو دلائل پیش کی ہیں
کہ اُن کا مذہب بعض فعل کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ ثانیاً اگر کوئی قانون جو کہ افعال
کے کرنے میں مانع آتا ہے جن کے کرنے پر اُن کا مذہب مجبور کرتا ہے تو
ایسا قانون باطل ہے۔ ثانیاً قانون ملکی کے خلاف ورزی کے الزامات
کی جوابدہی میں یہ عذر قائم کرنا کافی ہے کہ افعال جنکا جرم ہونا بیان کیا جاتا ہے
اُس کے کرنے کی مذہب ہدایت کرتا ہے۔

مقدمہ میں ہذا دلیل اول قطعی غیر متعلق ہے کیونکہ بقیہ یہ دو دلائل
نہیں ہیں۔ اشخاص ملزمان نے چند قوانین کے باطل ہونے کی بحث کی ہے

اور اُن کے جانشینوں کے مختلف اعلان کی بنا پر پیش کی ہے۔ ملکہ معظمہ اور اُن کے جانشین آئینی بادشاہ رہے ہیں اور ابتک ہیں اور مشیر قانونی اپنا رکھتے ہیں۔ آئینی حکومت کے واسطے کوئی اصول اسقدر ضروری نہیں ہے جب کہ یہ اصول کہ شاہی اعلان کسی قانون کو باطل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ قانون خود شاہی ارادہ کا نہایت سنجیدہ اظہار ہے (کیونکہ بادشاہی اردہ کا نہایت سنجیدہ اظہار بالکل قانون شاہی ہوتا ہے) پس اگر کسی اعلان سے طلبا کی مذہبی آزادگی محفوظ ہو جائے تو وہ کسی قانون ملکی کو مسترد یا باطل نہیں کر سکتا جسکی رو سے چند افعال مستوجب سزا قرار دئے گئے ہوں۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ایسے قوانین ملکی کبھی اعلان (شاہی) کے متضاد نہیں ہوتے ایسا قیاس کرنا نامناسب ہے۔ اگر کبھی ایسے اعلان اور قوانین میں اختلاف ظاہر ہو ایسی صورت میں ہمکو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہماری ناچیز فہم دونوں کے مطلب سمجھنے میں کافی طور قوی نہیں ہے ہمکو قانون ملکی پر کاربند ہونا چاہیئے جس پر کاربند ہونا ہمارا فرض ہے۔

خوش قسمتی سے ایسا کوئی خلاف اس موقع پر ظاہر نہیں ہوا ہے۔ اعلان سے ہر شخص کی مذہبی آزادگی کا اطمینان کیا گیا ہے لیکن از روئے اعلان دوسروں کے حقوق یا شاہی حقوق کہ جنکا برقرار رکھنا خود اس کا منشا ہے۔ مذہب کی آڑ میں حملہ کرنا کسی صورت سے جائز نہیں ہے۔ کسقدر بدامنی ایسے ملک میں پیدا ہو جائے گی اور بالخصوص اس ملک میں اگر اس دو قول کے مطابق کہ اپنے حقوق واس طرح استعمال کرو کہ دوسروں کے حقوق کو اس سے ضرر نہ پہونچے۔ اس تمن کے ساتھ عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ اس ملک میں اس قدر مختلف فرقے اور مختلف

مذاہب کے لوگ آباد ہیں کہ مشکل سے کوئی جرم ایسا باقی رہے گا کہ جسکا کوئی شخص مذہب کی آڑ میں ارتکاب کر سکے۔ بہ ایں سبب مملکت ہذا کی مجلس قانونی نے جو کہ رعایا کی مذہبی آزادگی کی ہمیشہ سے محافظ رہی ہے چند افعال کو ممنوع قرار دیا ہے اور جو کہ بلحاظ شائستگی بھی ممنوع ہونی چاہئے اور ایسے ممنوعات کے خلاف ورزی پر سزا قائم کی ہم لوگوں پر تاکید ہے کہ ان سزاؤں کو کام میں لائیں اگر ممنوعات کو کوئی شخص نظر انداز کرے۔
اگر بدقسمتی سے کوئی شخص اپنے آپ کو ایسی تکلیف دہ حالت میں پائے کہ جس سے اس کا مذہب اور ضمیر صفائی اور راستبازی کے ساتھ ایسے طرز عمل کو اختیار کرنے کی طرف راغب کرے جس کو قانون ملکی ممنوع قرار دیتا ہے۔ایسی حالت میں گر وہ قانونی سزا سے بچنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ خواہ قانون کو تبدیل کرالے یا ملک چھوڑ دے۔
اگر وہ ایسا نہ کرے اور قانون کی خلاف ورزی کرے تو اُس کو سزا دینا لازمی ہے۔ وہ پسند و ناپسند ایک ہی وقت میں نہیں کر سکتا۔ وہ ہرگز ایسا نہیں کر سکتا کہ جب قانون ملکی اس کے موافق ہو تو اس کی پناہ کا طالب ہو۔ اور جب ناموافق ہو تو اس کی خلاف ورزی کرے۔
جس شخص کا ضمیر قانون ملکی کے خلاف ورزی کی ترغیب دیتا ہے اور وہ بلاشک قانون شکنی کرتا ہے۔ ہماری تعظیم اور ہمدردی کا مستحق ہو سکتا ہے۔ مگر سزا پانے سے نہیں بچ سکتا۔ ایسی حالت میں عمال سرکاری کا قانونی چارا جوئی کرنا یا نکرنا محض مصلحت وقت پر مبنی ہے۔
ہر زمانہ میں شہید ہوتے ہیں اور کج فہم متعصب لوگ بھی ہر زمانہ میں رہے ہیں۔ قانون ہر دو میں امتیاز نہیں کر سکتا۔ اسکا منشا صرف شخص

ملزم کو مجرم قرار دینا یا نہ دینا ہے - اگر ملزم پر جرم ثابت ہوتا ہے تو اسکو
سزا دی جاتی ہے - اس کے بعد عمال سرکاری پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ خواہ
وہ سزا کا مطالبہ کریں یا نکریں - اور مجرم کو اس اجر کی امید پر چھوڑ دینا
چاہیئے (اگر وہ اس کا مستحق ہو) جس سے اس کو ہماری دنیوی لعنت و
ملامت کی پوری تلافی ہو سکے -

پس اس نوعیت کے سوالات کہ آیا مذہب اسلام میں ایک
مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے اور آیا اشخاص ملزمان پر
فرض تھا کہ اس تعلیم کو شایع کرتے اور آیا اشخاص ملزمان کا فی الواقعی یہ
عقیدہ تھا کہ ان پر یہ اسی طرح سے فرض ہے - اور یہ کہ اس قسم کا قتل حرام
ہے حقیقت میں مقدمہ ہذا سے تعلق نہیں ہے -

میں ان تمام سوالات کو فرد قرارداد جرم سے علیحدہ رکھنا چاہتا تھا لیکن
اشخاص ملزمان نے ان سوالات کو نہایت فصاحت اور عالمانہ طرز سے
پیش کرنے میں اصرار کیا - میں نے انکو اس سے باز رکھنے کی بھی کوشش
کی جس پر باہمی گفتگو بہت دلچسپ ہوئی کیونکہ میں امور نزاعی کو پیچیدہ کرنا نہیں
چاہتا تھا اور میں مقدمہ ہذا کو ایسی تعلیم کے شایع کرنیکا ذریعہ جو کہ میرے
خیال میں خطرناک اور غلط ہے بنانا نہیں چاہتا تھا لیکن میں بلا ان کی
جوابدہی کو ضرر پہونچائے ایسا نہیں کر سکتا تھا اس وجہ سے مجھ کو بہت سے مذہبی
مذہبی اشاعت طلب معاملہ کی مقدمہ ہذا کی مثل میں شامل ہونیکی اجازت
دی جو کہ متعلق مقدمہ نہیں ہے تاکہ میں آپ صاحبان نیز حاضرین کو
سمجھا سکوں - پس چار و ناچار میں اس نتیجہ پر پہونچا کہ مجھ کو خود اس معاملہ پر
اظہار رائے کرنا چاہیئے - فی الواقعی میں صحیح تعلیم متعلق اس معاملہ کے بیان

نہیں کر سکتا ہوں میں صرف امتحانی طریقہ پر اشخاص ملزمان کی دینداری کی بابت چند شکوک آپ کے غور کرنے کے واسطے پیش کرتا ہوں۔

یہ مسلہ ریزولیوشن کی طولانی عبارت ونیز اشخاص ملزمان کی نکتہ چینی میں درج ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا حرام ہے یعنی ایسا فعل ہے کہ جس کے کرنے کی قطعی ممانعت ہے۔ اگر قاتل کفارہ نہ دے اور توبہ بھی نہ کرے تو وہ مستوجب سزائے جہنم کا ہوگا۔ یہ صریحاً قرآن میں موجود ہے لیکن اس صورت میں ممانعت ممانعت قطعی نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ زنا یا شرک کی حالت میں ہے۔ کیونکہ یہ امر مسلمہ ہے کہ دو حالتوں میں مسلمان کا خون بہا سکتا ہے۔ اولاً جبکہ وہ خود قاتل ہو اور خاندان مقتول خون بہا لینے پر راضی نہ ہو۔ اور ثانیاً جبکہ کسی مسلمان پر (بعد لینے مناسب شہادت کے) زنا ثابت ہو۔ علاوہ بریں صورت میں حفاظت خود اختیاری غلطی وغیرہ کی حالت میں اتفاقیہ (قتل) کی بابت کچھ نہیں ہے۔ پس یہ ممنوعات نسبتی اور عارضی ہیں نہ کہ قطعی پس یہ مسئلہ کہ کن حالتوں میں (قتل جائز ہے) بذریعہ ایک آزاد تحقیقات کے و بالخصوص برگزیدہ اصحاب کے طرز عمل پر غور کرنے سے دریافت ہو سکتا ہے۔

ہمکو پیغمبر کی زندگی سے موجودہ زمانہ کی بابتہ بہت کم مدد ملتی ہے۔ البتہ قرآن بلاشک وشبہ ایک دوامی قانون قابل پابندی ہے جسمیں کبھی ردوبدل نہیں ہو سکتا اور جو کہ خداوند تعالےٰ کی طرح ابدالاباد سے ہے لیکن ان قوانین کا موجودہ حالات پر نافذ کرنے کی غرض سے ایسی حالت زمانہ کی ضرورت ہے کہ جیسی اس زمانہ میں ہونی چاہیئے۔

جبکہ ہم قانون کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔ پیغمبر کی زندگی میں دنیوی حکومت

صرف حصۂ عرب ہی تک محدود تھی۔ اہل اسلام ہم جنس تھے اور ایک ہی
زبان بولتے تھے۔ اور ان کا طرز معاشرت بھی ایک ہی تھا۔ شہری اور دیہاتی
تقریبًا ایک ہی قسم کی حکومت کے زیرنگین رہتے تھے قبیلے صرف نسل اور
مذہب کے جداگانہ خیالات کی بنا پر تقسیم تھے۔ اور یہ اُس وقت اسلامی ترقی
کی وجہ سے دبے ہوئے تھے اُس کے ہر سہ جانب سمندر تھا اور چوتھی جانب
روم وفارس کی سلطنتیں شکست حالت میں تھیں۔ اُس میں مستقل فوج و تنخواہ دار
عہدہ دار و سڑک و قلعہ جات کی ضرورت نہ تھی۔ فوج عارضی قبیلوں کی
جماعت سے تیار کی جاتی تھی۔ ج خود پیغمبر کے صحابہ اور عالم لوگ مقرر
ہوتے تھے۔ سرداران و امرا منتظم ہوتے تھے۔ ریگستان ان کا سڑک اور قلعہ تھا
وفات پیغمبرؐ کے دس سال کے اندر اسلامی سلطنت وسیع رقبہ پر پھیل گئی جسکے
مغرب میں ملک بربر شمال میں سلطنت روم تارہ دم و مشرق میں ترک
واقع تھیں اس کی نہایت مختلف الاقسام آبادی تھی جو کہ باعتبار نسل و زبان
رواج و مذہب بالکل مختلف تھی۔ اور جو کہ اعلیٰ قسم کے مرکزی حکومت انتظام
کے عادی تھے۔ قرآن اور حدیث کا لوازمات سیاسی کے واسطے ناکافی
ہونا بہت جلد ظاہر ہو گیا۔ کسی پہلے خلیفہ کی بابت نقل ہے کہ جب اُن کو اپنے
منتخب ہونے کی خبر پہونچی اس وقت وہ قرآن خوانی میں مصروف تھے انھوں نے
ایک ٹھنڈی سانس بھر کر قرآن کو بند کر دیا۔ اور کہا کہ یہ میرا آخری دن تیرے
ساتھ ہے۔ اس سے ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اپنے مذہبی احکامات
کی خلاف ورزی کرنے کی نیت رکھتے تھے بلکہ اُنکا مطلب یہ تھا کہ اب وہ
تنہا شغلہ قرآن خوانی میں مصروف نہیں رہ سکیں گے۔ سیاست میں ترقی
شروع ہوئی اور چند مسلمان متعجب ہوئے کہ یہ جدید دنیوی ضابطۂ رسم

رواج کا کہاں سے نکل آیا جو کہ اگر قانون الٰہی کے خلاف نہیں بھی ہے تاہم اس کی تصدیق براہ راست کلام الٰہی سے نہیں ہوتی۔ اس مضمون پر آپ لاتعداد مباحثے پائیں گے بعض لوگوں کا یہانتک خیال ہے کہ سراسر بادشاہی کرنا حرام ہے کیونکہ بادشاہوں کو ضرور ناجائز خراج مقرر کرنا پڑے گا جس کو وہ جزواً اپنے ذاتی خرچ میں لائے گا اور بادشاہ کو ایسے جرم میں انسان کو سزا دینی پڑے گی جس کی سزائے موت از روے قانون مذہبی نہیں ہو سکتی اس مضمون پر ایک ہندوستانی مورخ نے ایک نہایت دلچسپ بحث جو کہ علاالدین اور اس کے شیخ الاسلام میں بطور مکالمہ کے ہوئی تحریر کی ہے۔ لیکن زیادہ مستحسن رائے یہ ہے کہ کوئی شخص بادشاہت کے قبول کرنے پر مجبور نہیں ہے اگر وہ قبول کرے تو اس پر گناہ ہوتا ہے کیونکہ وہ ضروری دنیوی دستور العمل کے مناسب تعمیل کی کمی کی وجہ سے دنیوی بادشاہت اور معاملات اسلامی کو تباہ اور برباد کر دیتا ہے۔ یہ دنیوی دستور العمل حالانکہ قانون الٰہی کے خلاف نہیں ہے تاہم اس کی تصدیق براہ راست اس سے نہیں ہوتی ہے میں نے متقی اور پرہیزگار لوگوں کی تحریر کردہ ہجو ایسے بادشاہوں کی بابت دیکھی ہے جنکا طرز زندگانی شاہانہ کے فقیرانہ تھا۔ غالباً دنیوی حکومت میں اول ضرورت اس امر کی ہے کہ حاکم کے اختیارات بالاتر رکھے جائیں۔ جب تک پیغمبر اور خلفائے راشدین زندہ رہے اسلامی میں کوئی تفرقہ پیدا نہیں ہوا۔ مذہب اور سلطنت متحد تھے۔ اور دنیوی سرداری کا کوئی مخالف در بدار نہیں ہو سکتا تھا جو کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے مقابلہ میں تیغ زنی کرتا تھا وہ باغی اور کافر قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن علی کی خلافت پر جھگڑا ہوا کیونکہ بنی امیہ اور عثمانؓ کے پیرو

اُن کو خلیفہ تسلیم نہیں کرنا چاہتے تھے پس سب سے پہلا شخص جس نے مسلمانوں کے مقابلہ میں تیغ اٹھائی وہ علی رضی اللہ عنہ تھے۔
یہ صحیح ہے کہ جنگ صفین میں عمرو بن عاص سردار معاویہ بنی امیہ نے بھی ایسا ہی کیا جیسا کہ اشخاص ملزمان نے کیا ہے یعنی اس نے بھی ایک دنیوی معاملہ میں ایک مذہبی بحث پیدا کر دی اور قرآن کو اپنی سپاہ کے نیزہ میں باندھکر علیؓ کو ثالثی پر مجبور کیا لیکن تمام فرقے اس کے اس فعل کو مذموم خیال کرتے ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ کچھ عرصہ تک علی پر سرداران نے لعنت و ملامت کی اور اُن کو اُس زمانہ کے تارک موالات سے قتل کیا لیکن اب تمام فرقے علی کے طرز عمل کو قابل تقلید خیال کرتے ہیں بعدہ بنی امیہ کے پاس خفیف اور عارضی رکاوٹ کے بعد خلافت قائم رہی۔ اس خاندان میں بعض ظالم اور بعض شاہان عظیم اور بعض عابد و عالم خلیفہ ہوئے لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی باغی اور مخالف دعویدار کو دبانے کے ذرہ برابر بھی تامل نہ کیا اور اُن کے مخالف دعویدار کا تقدس اور صحت دعوے پر کچھ لحاظ نہیں کیا جو کچھ بھی مسلم بن عقبہ اور علی بن حجاج نے مقامات مقدسہ میں اور زید نے عراق میں کیا وہ اظہر من الشمس ہے۔ حسینؑ بن علی کیوں عراق گئے ؟
میرے خیال میں وہ دریائے دجلہ و فرات کا پانی پینے یا کوفہ اور بصرہ میں وعظ فرمانے نہیں گئے بلکہ وہ مثل ایک دلیر شہزادہ کے تیغ بدست اپنے حقوق کی حفاظت کی غرض سے گئے۔ پس میں اس مسئلہ کو بلاشبہ کئے ہوئے ہرگز تسلیم نہیں کرونگا کہ میدان جنگ میں ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا ہمیشہ ناروا ہے۔ اگر خلیفہ پر مسلمان حملہ آور ہوں تو شاید کچھ صورت مختلف ہو جائے۔ اس دعوے کی بھی مجھ کو کوئی تصدیق نہیں

ہوتی۔ اولاً یہ کہ خلافت متنازعہ بھی ہو سکتی ہے قبل ۸۰۰ء مکہ میں چار جھنڈے چار شہزادوں کے بلند ہوئے اور ہر ایک خلافت کا دعویدار ہوا۔ ایسی حالت میں سادہ لوح سرداروں کو کیا کرنا چاہیئے تھا۔ کیا انکو خوف سزائے جہنم ہر ایک دعوے کی صحت کی بابت ٹھیک فیصلہ کرنا لازمی تھا۔

خدا ہرگز ناممکنات کے کرنے پر مجبور نہیں کرتا ہے وہ سپاہی ہرگز گنہگار نہیں ہوتا ہے جو کہ اپنا عقیدہ اپنے محسن یا سردار پر رکھتا ہے۔ اگر گناہ ہوتا ہے تو سردار پر نہ کہ سپاہی پر۔

تاہم بہت دیندار بادشاہوں نے خلیفہ کا مقابلہ کیا۔ خلافت بذریعہ جنگ خاندان امیہ سے خاندان عباسی کو منتقل ہوئی اور اس کے بعد خلیفہ عباسی جائز خلیفہ تسلیم کیے گئے۔ عبدالرحمان اسپین نے اول منصور سے مقابلہ کیا اور اس کی افواج کو شکست دی اور اس کے سپہ سالار کا سر قلم کر کے کیروان کی مسجد میں آویزاں کیا۔ المنصور نے اس کو بد دعا نہیں کی اور شاہین قریش کے لقب سے ان کو مشہور کیا۔ علمائے قرطبہ سیول ٹولیڈو نے کوئی فتوے اس کے خلاف نہیں جاری کیا۔ وہ زندہ رہا اور اس نے بڑی شاندار سلطنت کی۔ اور ایک زبردست سلسلہ شاہان کا جد امجد ہوا جنہوں نے عرصہ دراز تک مغرب میں اسلام کی حفاظت کی۔ المامون کی بادشاہت کے بعد صوبجات یکے بادیگرے نکل گئے اور چھوٹی چھوٹی سلطنتیں زیر نگین شاہان جداگانہ قایم ہو گئیں۔ یہی رفتار جاری رہی یہانتک کہ آل رادی کی بادشاہت کے بعد کوئی مملکت ان کے قبضہ میں نہیں رہی۔ لیکن ان تمام شاہان نے عباسیوں کو جائز خلیفۂ وقت تسلیم کیا اور ان کے نام کا خطبہ پڑھا۔

لیکن جب کوئی خلیفہ اپنی مملکت کو آزاد کرلینے کی کوشش کرتا تھا تو یہی شاہان بلا کسی پس وپیش کے اس پر حملہ آور ہوتے تھے اور خلیفہ کی فوج کو شکست دیکر خود اس کو مقید کرلیتے تھے۔ شاہان مثل بویسویہ خاندان سلجوق واتابیان کے زنگی و شاہان خاوری کسی نہ کسی وقت میں خلیفہ کے ساتھ جنگ آزما ہوئے اور اس کو مقید کیا۔

خاندان عثمان نے کیونکر اپنے مشکوک حقوق قایم کئے۔ بذریعہ انتخاب ہرگز نہیں بلکہ سلیم کا مصر پر فوج کشی کرنا اور سلطان مصر نائب خلیفہ کا شکست کھانا اور جائز خلیفہ عباسی کو اپنے حق میں معزول کرنے (جوکہ اسوقت مصر میں موجود تھا) کے ذریعہ سے حاصل کئے۔ پس اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ دیندار بادشاہوں نے خلیفہ کے مقابلہ میں جنگ آزمائی کی اور بزور تیغ ان کی قوت کم کی۔ اور اس پر بھی ان پر پاک چیزوں کو ناپاک کرنیکا الزام نہیں لگایا گیا۔ سنیوں میں عہدہ خلافت کو خصوصًا پاک سمجھنے کی تعلیم مجھ کو جدید معلوم ہوتی ہے۔ جوکہ میری رائے میں سلطان عبدالحمید خاں کی موذن کرنیوالی جماعت باغیان وافترا پردازی کی ایجاد ہے۔ مقدمہ ہذا میں میری نگاہ ایک کاغذ پر پڑی۔ غالبًا کسی فتوے میں یہ تحریر دیکھکر میں متعجب ہوا کہ خلیفہ نائب خدا ہے مجھے خیال تھا کہ ہر شخص کو اس بات کا کافی علم ہے کہ خدا ہر جگہ ہے اور ہمیشہ سے ہے۔ اور اس کو کسی نائب یا قایم مقام کی ضرورت نہیں۔ الست کے دن بھی انسانی ارواح اور ذات خدا کے درمیان جو معاہدہ ہوا۔ اس میں کوئی نائب یا درمیانی شخص شریک نہیں تھا۔ پس خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی ایسی ذات یا شئے باسم الٰہی حاکم کا وجود نہیں خلیفہ نائب رسولؐ ہے لیکن اس میں مزدوستے کی طاقت نہیں۔ وہ مسلمانوں کا دنیوی حاکم ہے اور اس کا دنیوی

آلات سے مقابلہ کرنا گناہ نہیں ہے مجھ کو معلوم ہے کہ فرقہ شیعہ کے عقاید
ہیں بعض سخت اہل شیعہ امامت کی نوعیت کی بابت عجیب عقائد رکھتے ہیں
لیکن امامت اہل شیعہ فی زمانہ معرض التوا میں ہے اور اسماعلیہ فرقہ میں
۰۰۰ سال سے کوئی حکمران خلیفہ نہیں ہوا پس میری رائے میں یہ ہرگز ثابت
نہیں ہے کہ خلیفہ کے مقابلہ میں جنگ کرنا ایسا فعل ہے کہ جس سے کوئی شخص
گنہگار ہو سکے۔

لیکن شاید اس قول کا یہ منشاء ہو کہ مسلمانوں کا کسی غیر مسلم بادشاہ کی
ملازمت میں رہکر مسلمانوں سے جنگ کرنا حرام ہے۔ اس کی صداقت کافی
طور پر حدیث سے نہیں ہوتی کیونکہ حال ہی میں کچھ مسلمانوں کی تعداد غیر مسلم
بادشاہوں کی زیر نگیں ہو کر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے قابل ہوئی جب
دوسری بار عیسائیوں اسپین پر اپنا قبضہ کیا تو مسلمانوں نے اُس ملک کو خالی
کر دیا۔ ملک سسلی میں مسلمان میں نارمن اور ہوسٹامن بادشاہوں کے وفادار
سپاہی تھے لیکن ان بادشاہوں کو زیادہ تر عیسائیوں ہی سے جنگ کرنا پڑا
اور اگر اُن کو مسلمانوں سے جنگ ہی کرنا پڑا تو وہ بھی زیادہ تر اہل
ہندوستان میں جب سلطنت بہمن قایم ہوئی اس کو متواتر ہندو راجگان
وزیانگر سے جنگ کرنا پڑا۔ اور راجگان وزیانگر اہل عرب کو اپنی فوج میں
حسدر مات سے بھرتی کرتے تھے مجھ کو یقین ہے کہ بہمن بادشاہ ایک زمانہ
میں ایسے لشکر کو تہ تیغ کر دیتے تھے جو کہ کافروں کے بمقابلہ مسلمان مدد
کرنے کے مجرم ہوتے تھے لیکن ان کو بھی جلد اس طریقہ کو ترک کرنا پڑا۔
خواہ قتل یا قتل کسی مذہبی اعتقاد کے مطابق کیا مجھ کو علم نہیں۔ جنہوں
جنہوں نے مسلمانوں کی ہندوستان میں سلطنت شکستہ کر دی وہ بھی مسلمانوں

کی فوج سے کام لیتے تھے اور خواہ ابراہیم غدی کا کیسا ہی انجام کیوں نہ ہوا
ہو لیکن میں نے کسی اسلامی مسند انصاف کا کسی سیواجی یا شورے کے مسلمان
سپاہی کو بجرم کفر سزائے موت دیتے ہوئے نہیں سنا۔ خود حیدر علی عرصہ
دراز تک ہندو راجہ میسور کے سلسلہ ملازمت میں رہا اور اپنے دکن اور
کرناٹک کے مسلمان بادشاہوں سے اپنے آقا کی جانب سے جنگ کی
لیکن میں نے اس وجہ سے اس پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کسی کو نہیں سنا۔

اس مسئلہ پر دانشمندانہ نقطۂ نظر سے غور کیجئے کہ ایک روشن
دماغی اور مہذب مسلمانوں کی رعایا ایک زرخیز صوبہ حکومت کسی مہربان
ہندو سلطنت کے آباد ہیں اور اس ہموار ملک سے ملحق پہاڑیاں ہیں جس میں
خونخوار مسلمانوں کے آزاد جرگے آباد ہیں جو کہ متواتر ہموار ملک پر حملہ آور
ہوتے ہیں مگر اس کو فتح کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ کیا وہ مسلمان
جو کہ ان جرگوں سے اپنی مسلمان آبادی کی سرزمین کو محفوظ رکھنے کے لئے
مدافعت کرتا ہے محض اس بنا پر کہ وہ ایک ہندوستانی شہریار کی
فوج میں شرکت کر کے جنگ کرتا ہے جہنم واپس کیا جائے گا ؟
یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ جنگ آزمائی محض مدافعانہ ہے لیکن جارحانہ اور
اور مدافعانہ جنگ آزمائی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جنگ آزمائی میں کوئی
کرنا بھی کا بعض اوقات مدافعت کی ایک شکل ہوتی ہے۔

پس میرے خیال میں جب ہم اشخاص ملزمان کی تعلیم کے مطلب کی
کرتے ہیں جس پر وہ اس قدر فصاحت و بلاغت کے ساتھ وعظ فرما چکے
ہیں تو اس قدر نتیجہ نکلتا ہے کہ جب کوئی مسلمان سپاہی ایسی جنگ میں
شریک ہوتا ہے جس کو کہ اشخاص ملزمان سے ناپسند کرتے ہیں تو

وہ بھی جو تابع مساحت کے تا ایک گوشہ کے رہنے والوں اور پوشیدہ کاغذات کے جاننے والوں کو نظرانداز کر کے وہ اس بارہ میں کیا مناسب خیال کرتے ہیں کسی ایسے مسلمان سے جو کہ سید ابھی ہو دریافت کرتا ہوں کہ وہ اس تعلیم کی بابت کیا خیال کرتے ہیں کہ ایک مسلمان اپنے بادشاہ کی ملازمت ازخود اختیار کرے اس سے اپنا شاہرہ اور تو نہ حاصل کرے اور اس کی سلطنت کہ جاہ و جلال میں شریک ہو لیکن جب خطرہ درپیش ہو اور اسکا بادشاہ اپنے سپاہیوں سے مدد کا طالب ہو ایسی حالت میں سپاہی اپنی سوگند اور وفاداری کے تعلقات شکست کر ڈالے اپنے بادشاہ کو تخت سے اترنے اور قتل ہونے کے لئے چھوڑ دے۔

محض اس وجہ سے کہ اسکا بادشاہ غیر مسلم ہے اور اسکا دشمن مسلم ہے میں ہرگز یقین نہیں کروں گا کہ ایسی ہی صحیح تعلیم اس مذہب کی ہوسکتی ہے کہ جسکا پیغمبر برگزیدہ خلائق اور لقب الامین رکھتا ہو۔

پس میری بھی رائے اشخاص ملزمان کی جوابدہی کی بابت ہے لیکن میں بیان کر چکا ہوں کہ خواہ یہ رائے صحیح ہو یا غلط بہرحال مقدمہ ہذا سے بالکل غیر متعلق ہے۔ اگر یہ مسئلہ جو کہ اشخاص ملزمان پیش کرتے ہیں یعنی یہ کہ کسی مسلمان کا انگریزی سپاہ میں بحالت موجودہ ملازمت کرنا حرام ہے مذہبًا درست بھی ہو اور اس پر کوئی اعتراض نہ کر سکے اور اگر اشخاص ملزمان نے اس کو فوج کے پیش نظر کرنے کی سازش کی تو ایسی حالت میں اشخاص ملزمان زیادہ مجرم ہیں کیونکہ ایسی حالت میں فوج کے اغوا ہونیکا زیادہ احتمال تھا بمقابلہ اس کے کہ وہ تمام مسائل قطعی غلط اور لایعنی ہوتے۔

اب میں تمہید کو ختم کر چکا ہوں اور اب میں فرد قرارداد جرم جو کہ اشخاص

ملزمان پر قایم کئے گئے ہیں غور کرتا ہوں۔ میں سب سے اول جرم زیر دفعہ ۱۳۱ کی فرد قرارداد جرم بیان کروں گا جبکہ میں پہلے ہدایت کر چکا ہوں کہ یہ آپکا کام ہے کہ ان فرد قرارداد جرم کے متعلق شہادت پر غور کیجئے اور شہادت کے مطابق رائے دیجئے۔ اگر میں واقعات پر کوئی رائے ظاہر کروں تو وہ آپ پر قابل پابندی نہیں ہے۔ یہ آپکا فرض ہے کہ اس قسم کی رائے کو آپ مسترد فرمائیں۔ اگر آپ اس کی تائید نکر سکیں۔

دفعہ ۱۳۱ ملک معظم کے سپاہی کو اطاعت یا خدمت منصبی نکرنے کے اغوا کے اقدام سے روکتی ہے پس اس قسم کا اقدام جرم میں داخل ہے اور بدرجہ عانیت لایق سزا ہے جس دوام بعبور دریائے شور معہ اس سے کم خفیف سزا کے ہے۔ دفعہ ۱۲۰ (ب) اشخاص کو سازش مجرمانہ میں بغرض ارتکاب جرم جس کی سزا حبس دوام بعبور دریائے شور یا کسی اس سے کمتر سزا ہے شرکت سے روکتی ہے خواہ اس قسم کے جرم کا واقعی ارتکاب بوجہ سازش کے ہیں یا نہو۔ اور دفعہ ۱۲۰ (الف) میں سازش کی تعریف اس طرح مندرج ہے کہ سازش باہم دو یا زائد اشخاص کا متفق ہونا بغرض ارتکاب (علاوہ دیگر باتوں کے) فعل ناجائز یا جرم کا ہے۔

یہ امر اس موقع پر طے کیا جاتا ہے کہ جب سازش بغرض ارتکاب کسی جرم کے ہو تو ایسی حالت میں بوجہ سازش کے کسی فعل کے کرنیکی ضرورت نہیں ہے جس کی وجہ سے سازش مجرمانہ ہو جائے۔

اور یہ بھی طے کیا جاتا ہے کہ جرم جس کے ارتکاب کی نیت ہو یہ لازمی نہیں کہ وہی ایک یا آخری مطلب سازش کا ہو۔ مثلاً فرض کیجئے کہ چند

شخاص نے روئی پر سٹہ بازی کرنے پر متفق ہوئے۔ یہ کوئی جرم نہیں ہے
یہ لوگ مقررہ نرخ پر اس مدہ روئی کی خرید کرتے ہیں۔ نرخ بازار ان کے خلاف
ہونے لگتا ہے۔ یہ لوگ امریکہ سے جعلی تار روانہ کرنے پر اتفاق کرتے
ہیں۔ اس مضمون سے کہ امریکہ کی فصل بالکل خراب ہوئی ہے۔ اور افسران
محکمہ تار کو رشوت دیتے ہیں تاکہ وہ ان جعلی تاروں کو مختلف تاجروں کے
پاس روانہ کریں۔ اس طرح سے گویا وہ اصلی تار روانہ کر رہے ہیں۔
اگر یہ جعلی تار بنانے کی بابت اتحاد محض خیال کے ابتدائی درجہ سے تجاوز
کرکے ممکنات میں آجائے اور سٹہ باز ایسے فعل کے کرنے پر اپنا ارادہ
قایم کرلیں۔ ایسی حالت میں وہ مجرم سازش ہوں گے حالانکہ بعدہ وہ بالکل
جعلی تار نہ روانہ کرائیں۔ اسی طرح اس موقع پر بھی اگر اشخاص ملزمان یا نہیں سے
دو یا چار باہمی فوج کے اغوا کے اقدام پر متفق ہوئے۔ خواہ انکا خواہ
انکا یہی خاص مطلب معاہدہ سے ہو یا نہو پس ایسے اشخاص ملزمان جو کہ اس
قسم کے معاہدہ میں شریک ہوئے۔ مرتکب جرم سازش مجرمانہ ہوئے۔ خواہ
کوئی مزید فعل ان سے سرزد ہوا ہو یا نہیں اور لایق سزا زیر دفعہ ۱۲۰ (ب)
و ۱۵۱- ہوئے جس میں مندرج ہے کہ جب کوئی شخص ایسے جرم کے ارتکاب
میں اعانت کرے جیساکہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے تو اگر اس جرم کا ارتکاب
اس اعانت سے واقع ہو تو شخص مذکور کی بدرجہ غایت سات سال کی
سزائے سخت دیجائے گی۔
سٹہ باز مذکور بلاشک زیادہ سخت سزا کے مستوجب ہوں گے
اگر جعلی تار پر اتفاق ابتدائے مدارج اتفاق اور تیاری سے واقعی ارتکاب
وان سے سرزد ہو۔ اسی طرح اشخاص ملزمان میں سے وہ شخص زیادہ سخت

سزا کا مستوجب ہوگا اگر کوئی اس کی سازش کا بعد یہ کہ ۔ دلی نہیں ہے کہ وہ شخص ملزم ہی ہو) برابر فوج کو اغوا کرانے کی کوشش جاری رکھے ۔ پس شخص ملزم ایسی حالت میں مستوجب سزا زیر دفعہ ۱۰۹ تعزیرات ہند کا ہوگا جس میں سازش کی بھی اسی قدر سزا درج ہے جسقدر کہ اصلی جرم کی سزا درج ہے ۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی ممبر سازش ایسے فعل کے ارتکاب کی بابت جو کہ بموجب سازش سرزد ہوا ہو مستوجب لوقت قرار دیا جائے جبکہ اس خاص فعل کا ارتکاب اس سے سرزد ہو یا اس کے ذہن میں آئے یہی کافی ہے ۔ اگر یہ فعل کسی ممبر سازش سے سرزد ہوا اور وہ لازمی نتیجہ سازش کا ہو ۔ فرض کیجئے کہ الف ۔ ب ۔ ج آپس میں طے کرتے ہیں کہ ب اور ج سے اپنے مقام پر کھانے کی درخواست کریں اور ب اور ج کو زہر دیدیں ۔ کا دعوت میں شریک ہوتا ہے مگر کوئی چیز نہیں کھاتا ہے جب وہ مکان سے رخصت ہوتا ہے تو اس کی مٹ بھیڑ سی ہولی ہے جو کہ اس کو بندوق سے مار ڈالتا ہے ۔ ب اور ج اس کی موت کے ذمہ دار ہیں حالانکہ انھوں نے کبھی اسکو نہیں دیکھا یا کبھی اس کی بابت سنا ۔ اور جنھوں نے صرف الف سے معاملہ کیا تھا ۔ اگر وہ ممبر سازش ہو اور کا کو بہ سبب عداوت ذاتی کے مار ڈالے تو یہ شکل مختلف ہوگی ۔ اور ایسی صورت میں تنہا وہی مستوجب سزائے قتل کا ہوگا ۔ اور ب اور ج و الف محض سازش کے مستوجب ہوں گے جو کہ بالکل بے سود تہمت ہوں ۔ بہر حال حسب ذیل امور پر آپکو رائے قائم کرنی چاہیئے ۔

۱ ۔ یا کوئی سازش بغرض ارتکاب جرم یا کسی جائز فعل کو بذریعہ ناجائز ذرائع سے کرنے کی بابت ہوئی یا نہیں ۔

آیا اُس سازش کی اغراض میں سے فوج کو اپنی اطاعت اور خدمت منصبی سے
اغوا کرانے کا اقدام بھی ہے یا نہیں۔

آیا اشخاص ملزمان یا ان میں سے کوئی شخص اس سازش کے ممبر ہیں یا نہیں۔

آیا کسی سازش ممبر نے خواہ وہ اشخاص ملزمان ہوں یا نہوں۔ فی الواقعی کسی
سپاہی کو اغوا کرانے کا اقدام کیا۔ اور اگر ایسا ہوا تو کیا اس طرح اغوا کا
اقدام سازش مذکور کا لازمی نتیجہ ہے یا نہیں۔

متذکرہ بالا امور اوّل دونوں فرد قرار داد جرم کی بابت ہیں۔ اوّل ہر دو
امور کی بابت یہ ہے کہ سازش کئی طرح سے ثابت کی جا سکتی ہے۔ اگر آپ کو
کوئی دغا باز یا جاسوس ملجاتا ہے جس کو سازش کی اندرونی کارروائیوں کا
علم ہوتا ہے اور جو کہ اُن کے سرداروں کی خفیہ گفتگو میں شریک ہوتا ہے۔ اور
عدالت میں بتفصیل اپنا تمام علم ظاہر کرتا ہے۔ مقدمہ ہذا میں اس قسم کی شہادت
شہادت نہیں ہے۔

دیگر یہ کہ اگر کاغذات اور مراسلات خواہ سازش کے مرکزی مقام
سے خواہ لیڈران سازش کے قبضہ سے آپکو حاصل ہو جائیں۔ اور ایسے کاغذات
کے مطالعہ سے سازش کا وجود اور اُس کے اغراض و مقاصد اور ممبران کا پتہ
آپکو معلوم ہو جائے۔ اس مقدمہ میں اس قسم کی شہادت بہت کم ہے

دیگر یہ کہ آپ کے پاس ایسی شہادت ہو جس سے چند اشخاص کا ایک ہی
قسم کا طرز رکھنا۔ اور ایک ہی مخصوص پالیسی کا اختیار کرنا اور اُس کی تائید میں
زبان کھولنا۔ اُن سے ایسے افعال سرزد ہونا کہ جس کی بہترین تشریح اسی طرح
ہو سکتی ہے کہ گویا انھوں نے اُس پالیسی کی تائید و نیز اُس پر عمل درآمد کرنے کا
پہلے ہی سے بیڑا اُٹھا لیا ہے پس اگر شہادت سے یہ بات نہایت قرین قیاس

معلوم ہو وہ اس طرح عمل کر رہے ہیں جس سے تمام اغراض سازش کو ترقی ہو تو اس سے آپ جائز طور پر سازش ہونا اخذ کر سکتے ہیں اور وہ اشخاص کہ جن کے افعال بظاہر ایسے سازش کی ترقی کے باعث ہوں وہ اس کے ممبر ہیں۔ یہ اشخاص جائز طور پر یہ بیان کر سکتے ہیں کہ جو افعال اُن سے سرزد ہوئے وہ محض اتفاقیہ تھے لیکن اس کا بڑا بار اُن پر ہے کہ وہ اپنی جوابدہی ثابت کریں یا کم از کم اپنے افعال کی مناسب تشریح کریں جس سے اُنکی بے گناہی ثابت ہو۔

مثلاً ہ مقتول پایا جاتا ہے۔ یہ ثابت ہے کہ الف و ب و ج باہم بڑے دوست تھے اور ہر ایک ہ کو نفرت کرنے کی وجوہات رکھتا رکھتا تھا۔ اور اُس کو دفع کرنا چاہتے تھے۔ وہ لوگ ٹھیک ہ کے قتل سے کچھ پیشتر متواتر ملا کرتے تھے الف ہ سے ایک تنہا مکان میں دعوت کرتا ہے اور ہ کو شراب پلاتا ہے ہ کی گاڑی ہ کو لینے کی غرض سے آتی ہے لیکن ب کوچوان سے کہتا ہے کہ ہ پہلے ہی مکان سے چلے گئے پس جب ہ کا رخصتی کا وقت آتا ہے تو وہ تنگ سڑکوں سے ہو کر گذرتا ہے۔ ج ایک گاڑی لا کر ایک مقام پر لڑا دیتا ہے۔ د ہ کو اس مقام پر گولی سے مار ڈالتا ہے اور اس کی نعش کو گاڑی میں بند کر کے دریا تک ہانک تا ہے۔ جہاں تک وہ نعش کو دریا میں پھینک دیتا ہے۔ پھر الف اور ب پولیس میں اطلاع کرتے ہیں کہ قتل کے روز انھوں نے ہ کو بذریعہ ریل ایک دور دراز شہر کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ عدالت ان واقعات سے جائز طور پر یہ اخذ کر سکتی ہے کہ الف و ب و ج و د نے ہ کے قتل کی بابت سازش کی اور یہ کہ اسی سازش کے باعث قتل ہوا لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ الف و ب

وجہ بے گناہی کے ایسے افعال کر رہے ہوں۔ بادی النظر میں ہی مقدمہ اس قدر ان کے مقابلہ میں مضبوط ہوگا کہ عدالت الف وب و جہ کو اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی جائز طور پر تاکید کریں گے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں قاصر رہیں گے تو عدالت اس ثبوت قرائینی پر انکو مجرم قرار دینے کی مجاز ہوگی منجانب سرکار۔

مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ غالباً یہ تحریک ابتدا میں بلا کسی افعال ناجائز پر اشتعال دلانے کی خاص نیت کے جاری کی گئی تھی۔ زیادہ مطلب یہ ہے کہ ہمارے وطن میں ترکی کے موافق پارٹی جو کہ اتحادیوں کو ترکوں کے ساتھ شائستہ برتاؤ کرنے یا کم از کم اتحادیوں آبادیوں کی مدد کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تقویت دینی کی نیت سے بھی کی گئی تھی۔ یہی جو دیہات ترکی کا اس ملک میں بہترین طریقہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ وہ ایک پرشور جنگ اور ملکی شورش برپا کر دیتے۔ حال میں اس قسم کی پالیسی عام طور پر .... اور جو کچھ مولوی شوکت علی نے گذشتہ دن بیان کیا وہ قابل قیاس ہے۔ اشخاص ملزمان کا یہ خیال کہ ابتداً ہندوستانی اور یورپین مختار سمجھتے اگر اس سورش کی تحریک نہیں کی تو اوران کو بنظر استحسان ضرور دیکھنا۔ اشخاص ملزمان کو ان کے اس خیال کا قاعدہ دینا چاہیئے۔ درحقیقت یہ ایک بڑا زبردست آلہ ترکی کے موافق پارٹی کے ہاتھ میں ہوتا اگر وہ ذرا پر باہر یا غیر ممالک سفید دل پر دباؤ اس بیان سے ڈال سکتے کہ مسلمانان ہندوستان کے جذبہ ترکی کے شرائط صلح وینیز و نیز ولاز اور کانسٹانٹین کو امداد پہونچانے کے سوالات پر نہایت مشتعل ہو گئے ہیں۔ پس یہ خیال بالکل بعید از قیاس نہیں ہے جس کی تائید شخص ملزم کے بیانات سے ہوتی ہے کہ تحریک خلافت کی کسی قدر تائید

ابتدا ہی سے ہوئی۔ بالکل اگر ایسا نہیں بھی ہوا اور یہ تحریک بالکل خود رہی ہے تو بھی چند مسلمانوں کا اس میں ترکی کی موافقت میں شورش برپا کرنے پر متحد ہونا بالکل مناسب اور کسی طرح خلاف قانون نہیں ہے۔ اگر ایک زبردست شورش بھی برپا کی جاوے تو بھی وہ خلاف قانون نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ اسی سلسلہ میں وہ لوگ کسی جرم کے ارتکاب پر اتحاد نہ کریں یا اُس کو خلاف قانون ذرائع سے جاری نہ کریں۔ جس وقت کہ ایجیٹیشن (شورش) کا خلاف قانون ذرائع سے جاری رکھنے یا ارتکاب جرم میں اعانت (یعنی اشتعال کے) کے ذریعہ سے تائید کرنے کا خیال پیدا ہوگا اسی وقت ایجیٹیشن کا اتحاد سازش میں تبدیل ہو جائیگا۔ اور جو لوگ کہ سازش میں یہ جانکر کہ اُن کے اغراض عموماً مجرمانہ ہیں شریک ہونگے تو ایسی حالت میں وہ لوگ مجرم ہر فعل مجرمانہ کے ہوں گے جو کہ سازش کو ترقی دینے کی غرض سے سرزد ہوگا۔

یہ جنگ کہ ایجیٹیشن شورش عرصہ دراز تک قانونی حدود کے اندر رہی بعد از قیاس معلوم ہوتا ہے۔ جس خاص خلاف قانون افعال سے ہمارا مقدمہ ہذا آیا تعلق ہے وہ فوج کا ترک (ملازمت) کرنے پر اشتعال دلانا ہے۔ ابتداً فروری سنہ ۱۹۲۰ء میں شوکت علی کا اس مضمون پر کلکتہ میں تقریر کرنا اور فوج کی وفاداری کو حرام قرار دینا پایا جاتا ہے۔ شوکت علی نے بماہ مارچ وادی سرما ملک آسام میں ایک جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے پھر اسی تعلیم کی تبلیغ کی۔ بعدہ ماہ ستمبر یا اکتوبر ایک تحریر جو کہ فتوے بیان کی جاتی ہے حاصل کی جاتی ہے (جس پر اشخاص ملزمان نمبر ۲۔ اور پانچ کے دستخط ثبت ہیں) جس میں سپاہیوں کا فوج میں رہنا حرام تحریر ہے۔ بعدہ بماہ نومبر ایک جماعت کی کارروائی جو کہ جماعت علما ظاہر کی جاتی ہے حاصل ہوئی ہے جس میں بھی وہی تعلیم منظور کی جاتی ہے۔

اور اس کے بعد بماہ فروری ۱۹۲۱ء وہی تحریر ملزمان نمبر ۲ و ۴ و ۵ کے دستخط ثبت
ہیں اور اس میں بھی وہی تعلیم درج ہے اور جس میں تمام ناظرین کو تاکید کی گئی
ہے کہ وہ اشخاص متعلقہ تک اس کو پہنچا دیں۔ صدر دفتر خلافت کمیٹی نے
اس پمفلٹ کے نسخے بڑی تعداد میں تقسیم کئے اور دوسری بار ایک بڑی تعداد
میں چھپوا کر تقسیم کئے گئے۔ یہ بماہ فروری لغایتہ جولائی ۱۹۲۱ء تقسیم ہوئے۔ اشخاص
ملزمان نمبر ۵ و ۷ خلافت کمیٹی کے سکریٹری ہیں۔ تین اور سکریٹری بھی ہیں۔
عبدالغنی (جو کہ مقدمہ ہذا میں ملزم نہیں ہے) بیان کرتا ہے کہ وہ پمفلٹ بدستور
کی بابتہ تاکید کرنے اور شائع کرانے کا تنہا ذمہ دار ہے۔

بعدہٗ بماہ جون اشخاص ملزمان نمبر (۱) و ۳ و ۷ پونہ کے بڑے فوجی مقام
میں پہنچے جہاں کہ ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں کہ اشخاص ملزمان شریک ہوئے
اور شوکت علی شخص ملزم نمبر ۷ نے اس جگہ تقریر کی جس میں اس نے بیان
کیا کہ ایک فنڈ بغرض امداد ان سپاہیوں کے کھولا جائے گا جو کہ اپنی ملازمت
ترک کریں گے۔ بعدہٗ بمقام گوکک ایک جلسہ خلافت بتاریخ ۱۹ جون منعقد ہوا
جس میں شخص ملزم نمبر (۱) کی تحریک و شخص ملزم نمبر ۳ کی تائید میں ایک تحریک
رزولیوشن پاس ہوئی جس میں مسلمانوں کا انگریزی حکومت میں فوجی ملازمت کرنا
قطعی حرام ہونا قرار دیا۔ میں نے آپ کو تمام تقریریں رزولیوشن و فتوے۔ اور
کارروائیاں جلسہ پڑھ کر دوبارہ نہیں سنائی ہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ آپ کے
حافظہ میں بلا شک و شبہ تازی ہوں گی۔ اشخاص ملزمان نے انکی صحت اور رپورٹ
یا توجہہ کی وابستگی کی بابتہ کوئی اعتراض نہیں کیا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں کہتے کہ سوائے
ظاہری تغیر کے اور کوئی تغیر بھی ہو سکتی ہے۔

اب میں کراچی کانفرنس کی بابتہ بیان کرتا ہوں جو کہ خلافت کی عام جماعت

کی جانب سے منعقد ہوا۔ یہ جلسہ بڑی آب و تاب کے ساتھ ایک بڑے سنٹر میں منعقد تھا
ہر طبقہ کے مسلمان آتے جاتے ہیں۔ اور جو کہ سفر جہازی کا مرکز اور فوجی مقام بھی ہے
اور بعض اعتبار سے تجارتی تخت گاہ ہے جسمیں زیادہ تر آبادی جنگجو مسلمانوں کی
ہے۔ اشخاص ملزمان نمبر (۱) و ۶ و ۷ کراچی بتاریخ ۷ رجولائی پہونچے اور شہر میں
جلوس کے ساتھ نکالے گئے۔ اشخاص ملزمان نمبر ۱ و ۷ نے ایک زنانہ مدرسہ
میں قیام کیا جو کہ اس مقام سے قریب تھی جہاں کہ کانفرنس منعقد ہونے والی تھی
شخص ملزم نمبر ۳ بھی وہیں مقیم ہوا۔ ایک سبجکٹ کمیٹی بنائی گئی۔ اسکا اجلاس تاریخ
۹ رجولائی بمقام مدرسہ زنانہ دو بار منعقد ہوا۔ جس کے پہلے یا دوسرے اجلاس
میں اشخاص ملزمان نمبر ۱ و ۳ و ۷ شریک ہوئے۔ بتاریخ ۹ رجولائی بوقت شب
بہت رزولیوشن تجویز ہوئے اور منظور کئے گئے جس میں ریزولیوشن ۶ بھی تھا
جو کہ حسب ذیل ہے "آل انڈیا خلافت کانفرنس کا یہ جلسہ ہمارے کمال پاشا
اور انگورا گورنمنٹ کو اپنی شاندار فتوحات و نیز شریعت اسلامی کے قائم رکھنے
میں نہایت بے باکانہ (یا جان نثاری) جدوجہد میں کامیابی پر دلی مبارکبادی
دیتا ہے اور یہ جلسہ خدائے جل شانہ سے دست بدعا ہے کہ وہ تمام گورنمنٹ
کی افواج کو سلطنت ٹرکی کے ہر ایک گوشہ سے باہر نکالنے میں جلد کامیاب ہوں
لیکن ہر حالت میں قانون پر عملدرآمد کرنے سے باز رہنا اور بالخصوص اس وقت
جبکہ بے گناہ اور غیر جانب دار اشخاص کے حقوق اور فوائد پر بوجہ قانونی
عملدرآمد نہ کرنے کے نقصان پہنچتا ہے میری رائے میں (اس طرح جیسے کہ
بلا کسی امتیازی ہر مجرم کو معاف کرنا) تقریباً خلاف قانون معافی کے اختیارات
کو کام میں لانے کے برابر ہے جو کہ خالی از خطرہ نہیں۔
عدالت اپنی نہایت بااوبی کا ثبوت دے گی۔ اگر اس نے عمال سرکاری کی

بابتہ یہ فرض کیا کہ انھوں نے بے ضابطہ کارروائیاں کیں ہیں
عدالت بلا عنایت معافی درجہ ناشائستہ ہوئی - ہرگز یہ فرض نہیں کرسکتی کہ عمال سرکاری سے افعال خلاف ضابطہ سرزد ہوئے - پس ہم قیاس کرتے ہیں کہ اغراض ومقاصد اس جماعت کے بہ حیثیت مجموعی جائز تھے۔
منجانب سرکار یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک زبردست دور و دراز تک پھیلی ہوئی سازش تھی جس کے اغراض میں فوج کا اغوا بھی شامل تھا۔
اشخاص ملزمان کو اس سے انکار ہے۔ اشخاص ملزمان کے واقعات پر اپنی جوابدہی میں قاصر رہنے کی وجہ سے اس مقدمہ میں مجھ کو نہایت پریشانی ہوئی اور اسی وجہ سے میں نے اشخاص ملزمان سے کسی قانونی پیشہ شخص جس کو وہ اپنے نزدیک معتبر خیال کرتے تھے بطور عدالت کے اپنی جانب سے بحث کرنے کی اجازت دینے کی بابت کہا تھا لیکن انھوں نے انکار کیا بس ہم کو متذکرہ طریقہ سے از خود کام کرنا چاہیئے - میری رائے میں جس کے آپ پابند نہیں ہیں یہ ہے (کہ سازش ضرور ہوئی) لیکن میں اس خیال کے موافق اور مخالف واقعات مقدمہ آپ کے سامنے جسقدر غیر صفات سے ممکن ہوگا پیش کروں گا۔

ایک جماعت کا وجود معلوم ہوتا ہے - حکام خلافت کمیٹی ہے جس کے تمام اشخاص ملزمان خود ممبر ہیں یا اس (اغراض) سے ہمدردی رکھتے ہیں۔ یہ امر کہ جو لوگ کہ اس کے ممبر نہیں ہیں وہ اس سے ہمدردی رکھتے ہیں - اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب مختلف اوقات پر اس جماعت کے جلسوں میں شریک ہوئے ہیں اور اس کی علانیہ تائید کی ہے - میں نہیں جانتا ہوں کہ اس جماعت کا اصلی مقصد اور ضابطہ کیا ہے - میں قیاس کرتا ہوں کہ اس کے

ابتدائی زمانہ کے اغراض جائز تھے کیونکہ اس کی اشاعت بلا روک ٹوک جاری رہی۔ سازش اور بغاوت خلاف قوانین موجود ہیں۔

از روئے قانون عثمان سرکاری کو اختیار ہے کہ وہ اُن قوانین کو جہاں مناسب سمجھیں کام میں لائیں۔ بقیہ اس طرح کہ ان کو معاف کر دینے کے اختیارات حاصل ہیں۔

مزید برآں یہ جلسہ صاف طور پر اعلان کرتا ہے کہ ہر مسلمان کا فی زمانہ افواج انگریزی سے تعلق رکھنا یا دوسروں کو فوج میں شرکت کی ترغیب دینا مذہبا سراسر حرام ہے۔ اور تمام مسلمانوں پر بالعموم اور علماء پر بالخصوص فرض ہے کہ وہ ان مذہبی احکامات کو فوج میں ہر مسلمان کے ذہن نشین کرا دیں۔

مزید برآں یہ کہ جلسہ یہ بھی اعلان کرتا ہے کہ اگر گورنمنٹ انگریزی کوئی فوجی کارروائی بمقابلہ گورنمنٹ انگورہ خواہ از خود یا اشارۃً خواہ پوشیدہ طریقہ پر یا اعلانیہ طور پر عمل میں لاوے تو ایسی حالت میں مسلمانان ہندوستان قانون شکنی یا دوسرے کی خلاف ورزی کرنے یا اتفاق کانگریس مجبور ہوں گے اور آئندہ سالانہ اجلاس کانگریس کمیٹی جو کہ احمد آباد میں منعقد ہوں گے ہندوستان اور ہندوستانیوں کی کامل آزادی اور جمہوری حکومت ہند کے قیام کا اعلان کریں گے۔

شخص ملزم نمبر ا بطور تمہید چند الفاظ کہے اور بیان کیا کہ یہ کسقدر ضروری رزولیوشن ہے اور کس طرح یہ عطر یا مغز کانفرنس کا ہے۔ اس کے بعد شخص ملزم نمبر ۲ نے رزولیوشن پیش کیا جس نے اس کی تائید میں ایک طویل تقریر کی جس میں اس نے ایک سپاہ انگریزی کے مفرور شدہ سپاہی کا قصہ سنایا جو کہ ترکوں سے مل گیا تھا۔ اور جس کو اس کے ایک مجلس سپاہی نے بوجہ

فرار ہونے کے اس کو قتل کیا اور جس کی نعش کے دیکھنے سے بظاہر معلوم ہوا کہ وہ شہیدوں میں شامل کیا گیا حالانکہ جب وہ سپاہی کہ جس نے اس سپاہی کو قتل کیا تھا مارا گیا تو اس پر جہنمی ہونے کے علامات پائے گئے۔

یہ تقریر بہت زبردست ہے اور اس ریزولیوشن کے ہر حصّہ کی تائید میں ہے

شخص ملزم نمبر ۳ نے اس کے بعد ریزولیوشن کی تائید کی۔ اس نے عام وجوہات کی بنا پر اس ریزولیوشن کی تائید کی کہ گورنمنٹ کو کسی طرح مدد کرنا مذہباً حرام ہے اور بنظر سیاست بعید از مصلحت ہے۔

شخص ملزم نمبر ۱۲ سندھ کا پیر ہے۔ اس نے ریزولیوشن کو بزبان سندھی ترجمہ کیا اور اس کی تائید میں اس نے تقریر کی گو کہ اس کی تقریر ہمارے سامنے موجود نہیں ہے

شخص ملزم نمبر ۵ نثار احمد نے نہایت مختصر مگر نہایت زبردست تقریر اس کی تائید میں کی اور اس میں اس نے زبردست مذہبی وجوہات جو کہ اس کے نزدیک فراری کے متعلق تھے بیان کئے۔

اس کے بعد ملزم نمبر ۶ نے تقریر کی شخص ملزم نمبر ۶ ایک ہندو ہی اور ایک بڑی مذہبی حکومت کا جن میں ہندوستان منقسم ہے شنکر اچاریا ہونیکا دعویدار ہے اس نے ایک تقریر کی جو کہ سپردگی کسی نوعیت سے مختلف ہے اور جسکا تعلق معاملہ متنازعہ سے نہیں ہے کرائی اس نے مسلمان اور ہندو کے اتفاق کی ضرورت بیان کی جبکہ برٹش (گورنمنٹ) جارحانہ پالیسی اختیار کرے جسکا دونوں کو خطرہ ہے اور آخر میں بیان کیا کہ مسلمانوں کو اپنے مذہبی احکامات کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ جس طرح اہل ہند پر اپنے مذہب کی پابندی لازمی ہے۔

محمد علی صدر جلسہ شخص ملزم نمبر ۱ نے اس کے بعد حاضرین کی رائے طلب کی اور کہا کہ جو لوگ ریزولیوشن منظور کرنا چاہتے ہیں وہ کھڑے ہو جائیں اور اس کو

کھڑے رہکر منظور کریں جسپر حاضرین نے عمل کیا۔ شخص ملزم نے ریزولیوشن کی اہمیت بیان کی اور کہاکہ خداوند کریم مجھ کو اور حاضرین کو اس پر عمل کرنے کی طاقت بخشے۔

شوکت علی نے اس موقع پر تقریر نہیں کی مگر ریزولیوشن کی تائید میں کھڑے ہوئے۔ وہ اس وقت چبوترہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔

ان تقریروں کے صحیح ہونے سے انکار نہیں ہے۔ دوسرے روز بتاریخ ۱۰ ار شوکت علی ایک قصبہ جو کہ بزبان سندھی نوشہروں پر دکھلایا ہے۔ اور ڈسٹرکٹ کانفرنس کی صدارت کی اور ایک طول طویل تقریر کی۔ علاوہ اور باتوں کے یہ بیان کیا کہ فوج کی ملازمت حرام ہے۔

مقدمہ ہذا میں یہی اشخاص ملزمان کی حرکات ہیں جن کے ثبوت پر سرکار ہم سے درخواست کرتی ہے کہ ہم سازش کا بغرض اغوا سپاہ ہونا اور اشخاص ملزمان کا اس میں شریک ہونا اخذ کریں مجھ کو یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ خواہ کتنی ہی جائز اور باضابطہ جماعت خلافت کمیٹی ابتداً کیوں نہ رہی ہو اور کتنی ہی جائز ایجیٹیشن جو کہ اس نے جاری رکھے شروع میں کیوں نہ رہی ہو اگر اس کے ایک جزو نے ایک خطرناک مذہبی اعلان پر بھروسہ کرنا شروع کیا اور دیکھا کہ اس کی جدوجہد میں زیادہ کامیابی کی اسوقت امید ہے جبکہ بجائے ظاہری ایجیٹیشن کے حقیقی خطرناک ایجیٹیشن شروع کیجاوے۔

ان تقریروں کی صحت سے انکار نہیں کیا گیا۔ دوسرے روز ۱۰ ار تاریخ کو شوکت علی نوشہروفیروز گئے جو سندھ کا ایک شہر ہے اور ضلع کانفرنس کی صدارت کی اور مختلف مسائل پر ایک مسطول تقریر کی۔ دوران تقریر میں یہ بھی کہاکہ فوج میں ملازمت کرنا حرام ہے۔

مقدمہ موجودہ میں ملزمان کے یہ وہ عمل ہیں جن کے ثابت ہونے پر منجانب استغاثہ اس میں نتیجہ پر پہونچنے کے لیئے استدعا کی جاتی ہے کہ افواج کو ورغلانے کی ایک سازش موجود تھی اور ملزمان اُس سازش میں شریک تھے۔

ان حالات سے مجھ کو یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصلاً خلافت کمیٹی کی جماعت خواہ کیسی ہی جائز اور آئینی جماعت ہو۔ اسکا ایک حصہ جلد ایک خطرناک مذہبی تبلیغ و اشاعت پر عامل ہو گیا۔ اور اس نے یہ معلوم کیا کہ اگر بجائے ایک غیر حقیقی جوش کے وہ ایک حقیقی خطرناک جوش شروع کرے تو اس کی کوششوں کو زیادہ کامیابی حاصل ہونیکی توقعات ہیں اور یہ کہ فوجوں کو غیر وفادار کر دینے کی دھمکی ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جو ہندوستانی اور انگریزی افسروں پر غالب اثر کرنیوالی ہے اور اس دھمکی کے استعمال کرنے کی غرض سے اُس نے فوجی ملازمت کی خدمت کے اصول کو علانیہ طور پر اس نوعیت سے بیان کرنا شروع کیا کہ اُس کو اس رائے کی خبریں فوجوں تک پہنچنے کا غالب گمان تھا۔ اور اپنی اس رائے کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لیئے فتاوے اور نام نہاد علمار کی کارروائیاں حاصل کیں تاکہ اگر اسپر مذہبًا اعتراض کیا جائے تو وہ اُن اعتراضات کے جواب میں پیش کئے جائیں اور عوام میں ان خیالات کو پھیلانا شروع کیا۔ میری رائے میں اُس وقت سے تحریکِ خلافت خلاف قانون ہو گئی اور وہ جو اُس میں شریک ہوئے ممبرانِ سازش ٹھہرے۔ بلالحاظ اس امر کے کہ آیا کوئی واقعی براہ راست کوشش فوجوں کو ورغلانے کی گئی ہو۔

فوجوں کو ترک ملازمت کرنے کی استدعا بلاشبہہ ایک فوجداری جرم ہے۔ اس امر کی کوشش کرنا کہ لوگ فوج میں بھرتی نہوں زیر دفعہ ۱۳۱ کوئی جرم نہیں ہے کیونکہ قانوناً ایسا کرنے پر کوئی مجبور نہیں ہے۔ لیکن کرنل گاسر کی شہادت سے

یہ صاف ظاہر ہے کہ کوئی سپاہی اس میعاد ملازمت سے قبل کہ جس کے لیئے وہ بھرتی ہوا ہے مستعفی ہونے کا مجاز نہیں ہے اور اُس سے قبل ترک ملازمت کرنا وفاداری اور فرائض منصبی کے خلاف ایک عمل ہوگا۔

ملزمان کا ایسے تشدد آمیز فیصلے کرنا میرے لیئے کوئی تعجب انگیز نہیں ہے تم نے اُن کو عدالت میں دیکھا ہے۔ عدالت ماتحت میں اُن کے بیانات سُنے ہیں۔ اور اس عدالت میں ان کی تقریریں سُنی ہیں جس سے بلا شبہ تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ سوائے ملزم عہ کے جملہ ملزمان گورنمنٹ ہند اور برطانیہ سے نفرت رکھنے کے عمل کو علانیہ قابل فخر امر خیال کرتے ہیں۔

بہرکیف ملزمان سازش کے موجود ہونے سے انکاری ہیں اور جب کہ میں اس سے اس سے قبل بتلا چکا ہوں۔ پھر کہتا ہوں کہ خواہ کتنے ہی سخت باغیانہ یا ناواجب اُن کے عمل اور تقریریں کیوں نہوں وہ موجودہ الزامات کے مجرم قرار نہیں پاتے جبتک کہ سازش کا موجود ہونا ثابت نہو۔

اولاً میں اسپر توجہ کرتا ہوں کہ ملزمان ریزولیوشن کے اصل حصہ کے ترجمہ کی صحت کو تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارے ترجمہ کے لحاظ سے وہ اسطرح پر ہے "عام طور پر تمام مسلمانوں کا اور بالخصوص علماٗ کا یہ فرض ہے کہ وہ اسکا لحاظ رکھیں کہ یہ مذہبی احکامات فوج کے ہر مسلمان تک پہنچ جائیں"۔ بہ لحاظ صیحح ترجمہ یہ اس طرح ہے کہ "مذہبی احکامات میں اس امر کی بابت"۔ لیکن اس سے میری رائے میں ملزمان کو کچھ زیادہ فائدہ نہیں پہنچتا۔ اُن کی تقریریں اور تمام ہاد فتاوے پر اُن کے دستخط اس امر کے خیال کرنے میں کہ مذہبی احکامات سے اُن کا کیا مطلب ہے کوئی شبہہ باقی نہیں رکھتے۔

مسلمان ملزمان یہ بھی کہتے ہیں کہ سازش کی کوئی ضرورت واقع نہ تھی۔ وہ یہ

لاتے ہیں کہ شریعت اسلامی کا یہ صریح حکم ہے کہ ایک مسلمان دوسرے کو قتل نہ کرے
موجودہ مقصد کے لحاظ سے میں اس کو تسلیم کروں گا کہ ایسا ہی ہے۔ نیز وہ کہتے
ہیں کہ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ اگر وہ کسی کو خلاف شرع کرتے ہوئے دیکھے
تو ایسے کرنے والے کو وہ اس کی غلطی بتلا دے۔ اس طرح ان کی دلیل یہ ہے
کہ فرداً فرداً بلا پہلے کسی متفقہ مشورہ کے انھوں نے ان اصولوں کی تبلیغ کرنا
شروع کی۔ میں ان کے ایسے کہنے کا یقین نہیں کرتا۔ یہ تسلیم کرتے ہوئے
کہ شریعت محمدی ہر ایک پاکباز مسلمان پر یہ فرض کرتی ہے کہ وہ خود کو ایک
چشم متحرک بنائے اور بجائے اپنی زندگی کی توقع کے اپنے ان بھائی مسلمانوں کو
ہمہ اوقات وزمانہ ان مذہبی بے قاعدگیوں کی بابت کہ جنکا ارتکاب اس کی
نظر سے گذرتا ہو وعظ دیتا پھرے۔ اور خاموشی سے اپنے احباب کی سرزنش
کرے۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ ملزمان نے متفقہ طور پر کیوں اس خاص
گناہی کی (اگر یہ گناہ سمجھا جائے) اصلاح کو منتخب کیا۔
مشنری کے لئے پاکباز مسلمانوں میں ایک خاصہ میدان موجود ہے۔ ملزمان
استنبول یا انگورہ مسلمانوں کو تکف دو دمن اور ستمن اشخاص کے قابل نفرت
طریقۂ قتال سے روکنے اور ان کو ان رموز پر سرزنش کرنے کے لئے جا سکتے
تھے۔ یا وہ حجاز میں وہاں کے حاکم خیال کی مطابق سلطان سے بغاوت کرنیکے
فعل پر سرزنش کے لئے جا سکتے تھے۔ یا دور کیوں جائے وہ زنا۔ خلاف وضع
فطرت۔ شراب۔ ریشمی لباس کے استعمال۔ موسیقی کی زیادتی۔ غفلت نماز و
روزہ۔ حج جیسے مکروہ و حرام افعال کی بابت تبلیغ لکھ سکتے تھے کہ جو ہندوستان
میں بالکل مفقود نہیں ہیں یا اپنے خلیفہ اہل ہنود کو شرک اور بت پرستی کے خطرات
پر متنبہ کر سکتے تھے۔

وہ ہم سے اسکا یقین کر لینے کے لیئے کہتے ہیں کہ انھوں نے مذہبی حیثیت سے بلا پہلے اجماعی مشورہ کے اس خاص عمل کو منتخب کیا ہے کہ جس کی بابت ان کے خیال میں یہ مذہبی فرض تھا کہ وہ اُس کی تبلیغ کریں۔ میرے لیئے اس کا یقین کرنا مشکل امر ہے۔

نثار احمد ملزم نمبر ۵ نے اپنی معہ براوت کی تقریر میں کہا ہے کہ وہ کانفرنس کے زمانہ میں بخار میں مبتلا تھا اور ایک مختصر مگر مذہبی تقریر اس نے اس وقت کی تھی۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن وہ تلخ ترین تقریر ہے اور وہ اس کا نہ تو اندازہ لگا کر کی گئی تھی کہ اس سے حاضرین جلسہ پر فوج کی ملازمت کی حرمت دل نشین ہو جاوے گی۔ تام ہنا و فتوے پر اُس کے دستخط بھی ثبت ہیں سب مجھے اسکا کامل یقین ہے کہ وہ نوعیت جوش سے بخوبی واقف تھا اور اس کی پوری تائید میں تھا۔ اور اپنی قابلیت پر اس نے اس کے اجرا میں کوشش کی۔

رہا ہند و ملزم نمبر ۷ اسکا یہ بیان ہے کہ وہ اس ریزولیوشن کی نوعیت سے کہ جس کی تحریک کی جانے والی تھی بالکل ناواقف تھا۔ وہ ہندوستانی زبان سے ناواقف ہونا بتلاتا ہے اور یہ امر بہت اغلب ہے۔ وہ سبجکٹ کمیٹی ممبر نہیں تھا اور وہ کانفرنس میں محض ان تجاویز کی بابت کہ جو منظور ہوں محض اپنی حیثیت سے بلا خیال کئے کسی تجویز کی نوعیت کے وزن بڑھانے آیا تھا۔ اگر یہ سچ ہے تو وہ سخت بیہودہ اور غیر ذمہ دار شخص ہے اور اس کے لیئے وہ مستوجب سزا نہیں ہے اس کی تقریر یں بلاشبہ اس کو ملزم بنانے والی نہیں ہیں اور حقیقتاً وہ مضمون ایسا تھا کہ جسپر اس کو بولنے کا کوئی حق نہ تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ہمدرد خلافت ہے اور خلافت والوں کے معاملہ کی تائید کرنے کے لیئے اپنی سعی تبلیغ کیا تیار تھا تم کو اسکا معاملہ نہایت غور سے اس کے حالات پر نظر کر کے طے کرنا چاہیئے۔

عبدالغنی گواہ کا بیان ہے کہ مرکزی خلافت کمیٹی کے ذریعہ فتاوے کا حاصل کرنا اور انکا اشاعت کرنا اس کی اپنی ذمہ داری پر ہوا۔ اور اس کے اس عمل کا ملزمان میں سے کوئی ذمہ دار نہیں ہے۔ ایسا خیال کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے جب تک کہ یہ نہو کہ خلافت کمیٹی کے دفتر کا طریقہ کار غیر معمولی حیثیت رکھتا ہے لیکن ایسا ہونا ممکنات سے ہے۔ اس پر بھی ملزمان کو اس سے کچھ زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ میری رائے میں فتوے کا اور اس کی اشاعت عام مقاصد کی اشاعت کی ایک سازش کی دوسری شاخ ہے اور ملزم اگر اس حصول کا کچھ بھی علم نہیں رکھتے تب بھی وہ ایسا کئے جانے کے ذمہ دار ہیں۔

میرے خیال میں کل شہادت اور دلائل موافق و مخالف سب یہ کعبہ ہے یہ نظر جملہ حالات میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ افواج کو ورغلانے کی ایک سازش موجود تھی اور ملزمان میں سے چند اس سازش کے ممبر تھے۔ لیکن یہ صرف میری رائے ہے تم کو اپنی رائے بلا کوئی لحاظ کئے میری رائے کے قایم کرنا چاہیے دیگر امر افواج کو ورغلانے کی واقعی کوشش کرنے کی بابت ہے۔ اس کے متعلق یہ معلوم ہوگا کہ خلافت والوں کا حکمی یا طے شدہ طریقہ عمل فی الحال فوجوں کو راہ راست وسیع پیمانہ پر ورغلانے کی کوشش کرنیکا نہ تھا۔

موجودہ مقاصد کے لئے بس اسی قدر پایا جانا کہ ایک قسم کا شبہ اور بےچینی اہالیان فوج کے دماغوں میں پیدا ہوئی کافی ہے اور موجودہ حالات میں حرمت ملازمت فوجی کے مسئلہ کی اس طرح بالاعلان تبلیغ ہی ایک ایسا عمل تھا کہ جس سے یہ دوستوں اور اُٹھنے بیٹھنے والوں کے ذریعہ اہالیان فوجی تک پہونچتا۔ یہ امر ہمارے سامنے ہے کہ یہ اصول بالاعلان کراچی اور پونا میں تبلیغ کئے گئے کہ جو بڑے فوجی مرکز ہیں۔ اور یہی فی الجملہ رہبران تحریک کے لیے کافی تھا۔

محض اسقدر ثبوت فوج کے ورغلانے کی کوشش کے الزام کے لیئے
کافی نہ ہوتا لیکن ساتھ ہی اس کے اس امر کی بھی شہادت موجود ہے کہ مختلف
رجمنٹوں کے مسلمان افسروں کے نام ایسے اشتہارات بھیجے گئے اور اشاعت
کئے گئے کہ جن میں اس مسئلہ کی تبلیغ درج تھی۔ ان اشتہارات میں تجویز
کانفرنس کا کوئی حوالہ نہ تھا لیکن شاید اُس سے ایسا اخذ کیا جا سکتا تھا
لیکن یہ فتاوے نام نہاد کے خلاصہ کے طور پر تھے۔ اس میں آیات قرآنی
کے لکھے ہیں۔ دو فاش غلطیاں زبان عربی کی تھیں اور اس لیئے یہ زیادہ
قرین قیاس ہے کہ ملزمان میں سے کسی نے بھی اُس کو مکمل طباعت سے
پہلے نہ دیکھا ہو۔ اس کی تشہری سے ملزمان کا کوئی تعلق ثابت نہیں ہے
مگر ملزمان کے جاری کردہ طریقہ عمل کے کسی ہمدرد کا یہ فعل تھا اور اگر یہ شخص
ممبر سازش تھا تب ملزمان واقعی فوجوں کے ورغلانے کی کوشش کے مجرم ہیں
خواہ اُن کو کسی طرح اسکا یا اُس کے اجرار کا علم تک نہ ہوتا۔
دوسری جانب اس نتیجہ پر پہنچنا غیر ممکن نہیں کہ یہ انگلستان کے کسی دشمن نے
شایع کیا ہو جو سازش کا مجرم نہ ہو۔ اور جو غالباً ہندو ہو۔ اُس حالت میں
ملزمان پر فوجوں کے ورغلانیکی کوشش کا الزام عاید نہیں ہوتا۔
اب وہ معاملہ جو تمہارے سامنے بہ حیثیت جوری کے ہے اختتام کو پہنچ چکا ہے
اور اب میں اُن الزامات پر آتا ہوں کہ جن کی بابت آپ کی رائے بہ حیثیت اسیسر
لینا ہے۔ ان معاملات میں میری رائے محض عارضی ہیں اور تمہاری رائے کے
دئے جانے پر میں مزید غور کروں گا۔ ملزم نمبر (۱) پر یہ الزام ہے کہ خلافت
کانفرنس میں اُس نے یہ بیان کیا کہ "ہر نوع سے ایک مسلمان کے لیئے مذہباً
برطانیہ کی فوج میں رہنا حرام ہے"۔ اور اُس کے علم میں یہ تھا کہ ایسا کرنے سے

یہ احتمال ہے مسلمان افسران فوج وسپاہی اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں قاصر رہیں گے۔ یہ الزام بہ زیر دفعہ ۵۰۵ تعزیرات ہند ہے۔
ملزم ایسا بیان کرنا تسلیم کرتا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ یہ مذہبًا راست ہے ممکن ہے کہ ایسا ہو لیکن یہ امر اُس کو اس الزام سے بری نہیں کرتا۔ اگر اُس کا یہ عندیہ تھا کہ اُسکا ایسا بیان کرنا مسلمان سپاہیوں کے اپنے فرائض کے انجام دینے سے باز رکھنا۔ اس قسم کے عندیہ نہ ہونے کی صورت میں البتہ کوئی درست بیان کو جو فوج پر ایسا اثر رکھے قابل معافی ہو سکتا ہے۔
فرض کرو کہ گورنمنٹ مغربی افریقہ جیسے مضر صحت مقام پر فوجوں کو بھیج رہی ہو۔ اور کسی پٹینٹ دوا کا مالک جملہ افسران فوج کو جو اُس مہم پر جا رہے ہوں ایک خط لکھے اور نہایت واضح طور پر وہاں کے موسم کے خطرات کو رنگ آمیزی کے ساتھ تحریر کرے اور تبلائے کہ زندہ رہنے کی صرف یہ شکل ہے کہ وہ اپنے جسم کو پالش پٹینٹ ملوس کے روزانہ استعمال سے محفوظ کرے۔ تو قانون یہ کہتا ہے کہ وہ الزام زیر دفعہ ۵۰۵ کا مجرم نہیں ہے کیونکہ موسم کی بابت اُن کا بیان درست ہے اور گو فوج میں خوف پیدا کرتا ہو اور مہم پر جانے میں مدد بے پھیلاتا ہے لیکن اس کا مقصد اُن پر ایسا اثر پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ خود اپنے نفع کی خاطر وہ ایسا کرتا ہے۔
لیکن فرض کیجئے کہ ایک عیار جوش دلانے والا اُس اشتہار کو پاکر دوبارہ چھپواتا ہے اور وہ ہر سپاہی کو جو جانے والا ہے اُس کو بھیجتا ہے اور لکھتا ہے کہ "تم دیکھو فلاں بڑا مستند ڈاکٹر اُس مقام کی بابت جہاں سرکار تم کو بھیج رہی ہے ایسا ایسا کہتا ہے"! اس اُمید میں کہ فوجیں یا تو جائینگی نہیں یا دل گرفتہ جائیں گی۔
ایسی حالت میں قانون کا منشا ہے کہ وہ مجرم ہے کیونکہ اُسکا عندیہ بُرا ہے

اِس موقع پر یہ سوال نہ ہوگا کہ آیا محمد علی اپنے بیان کو راست سمجھتا تھا بلکہ یہ ہوگا کہ آیا اُس نے یہ بھی خواہش اِس بات کی کی کہ اُس کے مسلمان بھائی تلافی مانات کریں یا اِس مقصد سے کہا کہ وہ بغاوت کریں اور ترک ملازمت کریں۔ وہ خود اِس امر پر کوئی شبہہ باقی نہیں چھوڑتا۔ اُس کو افسوس صرف یہ ہے کہ فوجوں میں ابھی یہ بات پیدا نہیں ہوئی اور ابھی ۱۸۵۷ء جیسا غدر کا کوئی موقع نہیں ہے۔

مجھ کو اوّل اوّل اس میں شبہہ تھا کہ آیا کسی شخص کی رائے کا اظہار دفعہ ۵۰۵ کے زیر تحت آ بھی سکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی یہ مشتہر کرے کہ "مسٹر اسمتھ کی یہ رائے ہے کہ سپاہی گناہگار لوگ ہیں" تو یہ بیان زیر تحت دفعہ ۵۰۵ نہیں ہوگا۔ کیونکہ مسٹر اسمتھ ایک غیر معروف آدمی کے بیان پر شاید ہی کوئی سپاہی توجہ کرے لیکن میرا اب یہ خیال ہے کہ محمد علی بہ حیثیت صدر خلافت کانفرنس کے ایک ایسی کافی اثر رکھنے والی ذات ہے کہ اُس کی رائے کا عام مسلمانوں پر ایک اثر مترتب ہووے۔

دیگر ملزمان پر ملزم نمبر ۱ کے ساتھ سازش میں شریک ہوکر اُسی جرم کے ارتکاب کرنے کا الزام ہے۔ یہ سازش اُس حد تک وسیع پیمانہ پر نہیں ہے جسکا حوالہ ماقبل کے الزام میں دیا گیا ہے۔ اگر دیگر ملزمان یا اُن میں سے کوئی ملزم محمد علی کے ساتھ اسپر رضامند ہووے کہ ایسی رائے شایع کی جانی چاہیے اور عندیہ مجرمانہ موجود ہو تو وہ صاف طور پر سازش ہیں۔ اس کے شریک ہونے کے الزام کے مجرم ہیں۔ جملہ ملزمان کراچی میں موجود تھے اور معاملۂ زیر بحث پر محمد علی سے گفتگو کے موقعے حاصل رکھتے تھے اور اُنھوں نے اپنے ارشادات اور تقاریر سے یہ ظاہر کیا کہ وہ اُس کی اِس رائے کے مؤید ہیں۔

اِس لئے یہ کوئی بعید نتیجہ اخذ نہیں کیا گیا ہے کہ وہ اُس کے اِس امر میں شریک تھے کہ وہ ایسی رائے ظاہر کرے اور وہ اُس کی تائید کریں۔

دوسرا الزام محمد علی پر جرم زیر دفعہ ۵۰۵ یا ۱۳۱۔ کا عوام کے ساتھ تائید کرنے کا ہے۔ یہ جرم بھی بسلسلۂ اُس ریزولیوشن کے ہے کہ جو اُس نے کراچی کے جلسہ میں پیش کیا تھا۔ اور وہ ریزولیوشن عام مسلمانوں پر اور بالخصوص علماء پر یہ لازم کرتا ہے کہ اُنکا فرض ہے کہ وہ اُس کو فوجوں تک پہنچائیں۔ میں اپنی عارضی رائے اس کی بابت ظاہر کر دی ہے کہ اُسکا ثبات زیر دفعہ ۵۰۵ آتا ہے۔ اور اُسکا اثر ایسا مترتب ہوتا ہے کہ جو زیر دفعہ ۱۳۱ قابل سزا ہے۔ مسلمانوں کی تعداد اُس مجمع میں دس سے کہیں زائد تھی اور یہ ریزولیوشن عوام میں شائع کئے جانے کے لئے تھا۔ اِس لئے میرا خیال ہے کہ یہ اُس جرم کی حد تک پہونچتا ہے کہ جس میں ملزم نے دس سے زائد آدمیوں کے ساتھ ان جرموں کے ارتکاب کی کہ جو زیر دفعہ ۱۱۷ التعزیرات ہند مستوجب سزا ہیں تائید کا جرم کیا۔ اسی طرح چونکہ دیگر ملزمان نے ملزم نمبر ۱ کے ساتھ اس معاملہ میں اپنی رضا ظاہر کی کہ ملزم نمبر ۱ اِس جرم کا ارکاب کرے اور عام مسلمانوں کو اور علماء کو ترغیب دے کہ وہ ان بیانات کو شائع کریں اور بلحاظ ان امور کے اُس مجرمانہ سازش کے ساتھ کوشش کرے تو وہ بھی اس جرم تائید کرنے کے مجرم ہوئے۔

اب حضرات میں یہ تکلیف دہ کام ختم کر چکا لیکن میرے خیال میں ایک بار اور یہ کہوں کہ میں یہ کہہ چکا ہوں کہ آپ ملزمان کے موافق یا مخالف تعصبات کو کہ جنکا اظہار مجھ سے ہوا ہے اپنے ذہن سے نکال دیں گے اور بلا خوف اپنے فرض کو انجام دیں گے۔

میں نے آپ کو تبلایا ہے کہ مقدمہ موجودہ میں مذہبی سوال بالکل پیدا نہیں ہوتا۔ اگر ملزمان نے قانون ملکی کے خلاف ورزی کی ہے تو وہ قانون ملکی کے روسے مستوجب سزا ہیں۔ اور یہ امر ہمارے لیئے بے اثر ہے کہ آیا وہ مذہبی خیالات کی بناء پر ایسا عمل کر رہے تھے۔ میں آپ کو اس کے وجوہات کہ مذہبی مسائل پر اُن کے خیالات غلطی پر ہیں دیکھ چکا ہوں۔ لیکن میں اس سے بھی متنبہ کر چکا ہوں کہ مجھے اُس پر رائے دینے کا کوئی حق نہیں تھا۔ اور آپ سے سفارش کی تھی کہ آپ اُن کو صحیح خیال کریں۔

میں نے بعد ازاں یہ بھی کہا تھا کہ ایک خلاف قانون کام کے ارتکاب کرنے کا دو یا دو سے زائد آدمیوں کا سمجھوتہ خود ایک خلاف قانون عمل ہے (یعنی سازش) خواہ ایسے سمجھوتہ کے سلسلہ میں کوئی عمل کیا جائے یا نہ کیا جائے میری رائے میں ایک خلاف قانون سازش موجود تھی جس کے ملزمان میں سے چند ملزم ممبر تھے اور جسکا ایک مقصد سپاہیوں کو ورغلانے کا تھا۔ میں نے موافق و مخالف شہادت اور نیز ملزمان کے دلائل پیش کر دئیے اور اس امر پر آپ سے التجا کی کہ آپ اپنی رائے قائم کریں۔ میری رائے کی کوئی پابندی آپ پر نہیں ہے۔ خاص طور پر بابت ملزم ...

پھر میں نے دیگر واقعات پر تبصرہ کیا کہ آیا کوئی واقعی کوشش فوجوں کو ورغلانے کی محض ممبران سازش نے سازش کے اجرا کے سلسلہ میں کی یا نہیں اور اس معاملہ پر میں نے اپنے شبہات بھی ظاہر کئے اور معاملہ کو آپ کی تجویز پر چھوڑ دیا۔

اب آپ اپنے فیصلہ کے لئے غور کیجئے اور تبلائیے کہ آیا ملزمان

یا اُن میں سے کوئی ملزم زیر دفعہ ۱۳۱ کے علاوہ اُن الزامات کے کہ
جنکا فہرست الزامات کے مد چھ میں حوالہ دیا گیا ہے مجرم ہیں یا نہیں۔
اُس وقت فرداً فرداً آپ کو اپنی رائے بہ حیثیت اسیسر اُن الزامات پر
جو بلا شبہہ آپ کے دماغ میں تازہ ہیں اور جن کے اعادہ کی ضرورت نہیں
معلوم ہوئی دینا ہوگی۔

دستخط بی ۔ سی کینڈی
جوڈیشل کمشنر سندھ

ایکزیبٹ نمبر ۱۱۸

باجلاس جوڈیشل کمشنر صاحب سندھ

مقدمہ نمبر ۳۲ سنہ ۱۹۲۱ء

سرکار انگلشیہ بنام محمد علی وغیرہ

فیصلہ

دفعات ۱۲۰ ب اور ۱۳۱ تعزیرات ہند کے الزامات کے متعلق میں جوری کی رائے کو تسلیم کرتا ہوں۔ دوسرے الزامات کے متعلق میں نے اسیسرس کی رائے پر غور کیا ہے مجھے اسیسرس کی کثرت رائے سے اتفاق ہے کہ ملزم نمبر ۱ محمد علی نے ۹ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء کو کراچی میں جو تقریر کی ہے وہ اُن مسلمان افسروں اور سپاہیوں کو جو برٹش گورنمنٹ کی افواج میں ہیں اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے یا پرواہ نہ کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور ملزم مذکور نے تقریر مذکور بالقصد کی ہے۔ تقریر کی صداقت زیر بحث نہیں ہیں واقعات مذکورہ کی بنا پر ملزم مذکور کو دفعہ ۵۰۵ تعزیرات ہند کے جرم کا مرتکب پاتا ہوں۔

اسیسرس کی کثرت رائے سے اتفاق کرتے ہوئے میں دوسرے ملزموں کو باستثنار ملزم نمبر ۶ محمد علی کا معاون سمجھتا ہوں۔ انہوں نے ایسی تقریر کے کرنے میں جس کا نتیجہ برٹش گورنمنٹ کے فوجی مسلمان افسروں اور سپاہیوں کی اطاعت میں فتنہ پیدا کرنا ہو محمد علی کی ہمنوائی کی اور محمد علی نے بہ نیت مذکورہ تقریر کی

ملزم نمبر ۶ کی نسبت اسیسرس کی رائے دریافت کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس کی اعانت میں شک کی کافی گنجائش ہے۔

اسیسرس کی کثرت رائے سے اتفاق کرتے ہوئے میری رائے ہے کہ ملزم نمبر ا محمد علی نے اسی وقت اسی جگہ اور اسی طریقہ سے اُس جرم کی اعانت کی ہے جو زیر دفعہ ۵۰۵ تعزیرات ہند قابل پاداش ہے۔ کیونکہ اس نے تقریر کو خصوصیت کے ساتھ پبلک کے سامنے جو اس وقت موجود تھی پیش کیا اور استدعا کی کہ وہ ہر فوجی مسلمان کو بخوبی آگاہ کردیں پس میرا خیال ہے کہ وہ دفعہ ۵۰۵ اور ۱۳۱ کے ساتھ ساتھ دفعہ ۱۱۷ کا بھی مجرم ہے۔

اسیسرس کی کثرت رائے سے اتفاق کرتے ہوئے میری رائے میں دیگر ملزموں نے بھی باستثناء ملزم نمبر ۶ محمد علی کے جرم کے ارتکاب کی کیونکہ انہوں نے محمد علی کی رائے سے اتفاق کیا کہ ایسی تقریر کی جائے اور محمد علی نے دانستہ ایسی تقریر کی جس کو عوام فوجی ملازمین تک پہنچا دیا۔

سزا

(ملزمین نمبر ۶ کے لئے) عدالت تمہارے بیان کو تسلیم کرتی ہے۔ جوری اور اسیسرس کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے تمہاری رہائی اور بریت کا حکم دیتی ہے۔

(باقی ملزمین کے لئے) جوری کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے میں تمہیں دفعہ ۱۲۰ آ اور ۱۳۱ کا مجرم نہیں پاتا۔ اس لئے ان دفعات کی تحت میں میں تمہاری رہائی اور بریت کا حکم دیتا ہوں۔

ملزم نمبر ا میں تمہیں دفعہ ۵۰۵ تعزیرات ہند کا مجرم پاتا ہوں اور دو برس قید بامشقت کی سزا دیتا ہوں۔

ملزم نمبر ۲۔۳۔۴۔۵ اور ۷ کو میں اعانت کا مجرم سمجھتا ہوں اس لئے بدفعات ۱۰۹ اور ۵۰۵ تعزیرات ہند دو سال قید بامشقت کی سزا دیتا ہوں۔

ملزم نمبر ا میں تمہیں دفعہ ۱۱۷ کا بھی مجرم پاتا ہوں اور ملزمین نمبر ۲۔۳۔۴۔۵۔۷ تمہیں ملزم نمبر ا کے ساتھ دفعات ۱۰۹۔۱۱۷۔۵۰۵۔ اور ۱۳۱ کا معاون سمجھتا ہوں اور تمہیں دو سال قید بامشقت کی سزا دی جاتی ہے۔ ان سزاؤں کی ابتدا ایک وقت ہوگی۔

دستخط بی سی کنی ڈے
جوڈیشل کمشنر یکم نومبر ۱۹۲۱ء

نوٹ - اس فیصلہ کے ساتھ جوری کے سامنے جو واقعات پیش کئے گئے ہیں پڑھنا چاہئے اور الزامات کی نقل بھی اس فیصلہ میں شامل سمجھنا چاہئے۔

دستخط بی سی کنی ڈے
۴ - نومبر ۱۹۲۱ء

پبلشر کتاب ہذا

حاجی احمد صدیق کھتری

پرنٹر

قاضی مظہر الحق مرادآبادی

ضمیمہ "الف"

مقدمہ سیشن نمبر ۳۳ سنہ ۱۹۲۱ء شہنشاہ معظم بنام محمد علی و دیگران میں جوڈیشل کمشنر سندھ کے ہدایت نامہ ثالثی پر ایک مکمل

یادداشت

(از مولانا محمد علی صاحب آکسن)

جوڈیشل کمشنر سندھ نے جو ہدایت نامہ ہمارے مقدمہ میں جیوری کے حضور میں پیش کیا ہے وہ ایک خاصی طول طویل تحریر ہے۔ یہ فلسکیپ کاغذ کے اٹھائیس صفحوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ تقریباً تیرہ ہزار الفاظ کا مجموعہ ہے جو گنجان سطروں میں ٹائپ کئے گئے ہیں۔ بعض مواقع پر یہ تحریر ایک ایسی اراضی باکرہ (غیر مزروعہ) کی مانند ہے جس میں قانونی ہل کا ایک دھندلا سا نشان بھی نہیں ہے۔ اگرچہ یہ تحریر نہ تو صحیح طور سے قانونی ہے اور نہ بالکل آئینی (منصفانہ) کہی جاسکتی ہے پھر بھی دلچسپی سے خالی نہیں

تقریباً پانچ صفحے ان واقعات مختلفہ کی ابتدائی بحث پر صرف کئے گئے ہیں جو عدالت سیشن اور عدالت مجسٹریٹ سپرکنندہ کی ناقابل انکار بدنظمیوں کے عدم اثبات پر مشتمل ہیں خصوصاً وہ واقعات جو ترکی اور یونانی نقطۂ خیال سے سلطنت عثمانیہ کی موجودہ حالت سے

وابستہ ہیں۔ انہی واقعات میں موالات کی قصیدہ خوانی اور ترک موالات کی تجویز موم بھی
شامل ہے۔ یہ تجویز موم تو ایک برطانوی کا نتھارے خیال ہے جس نے موالات کو بیدردی
کے ساتھ ٹھکرا دیا تھا۔ جبکہ غریب ہندوستان اُس کی نذر لیکر بڑھا تھا۔ لیکن اب جبکہ
دست موالات کوتاہ کر لیا گیا ہے تو ایک بھوکے کی طرح اُس کی تمنا کرتا ہے۔ یہ تھیا
وہ مضامین خصوصی جو ان صفحات پر ثبت کئے گئے ہیں۔ تقریباً ایک جفت صفحہ اُن تشریحات
کے لئے وقف کیا گیا ہے جو دفعہ سازش مجرمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ پانچ صفحے اُن مختلف
الاقسام شہادتوں پر صرف کئے گئے ہیں جو ثبوت سازش میں پیش کی گئی تھیں اور وہ
شہادتیں جواب زینت مسل ہیں۔ تقریباً دو سے کچھ زیادہ صفحے جج صاحب کے اُن مفروضہ
تخیلات کے حصہ میں آئے ہیں جو ہنگامہ خلافت کی بنا اور اُسکی سریع القدم ترقی سے
وابستہ ہیں۔ یہ مفروضہ تخیلات جج صاحب کے خود ساختہ توہم سے زیادہ کسی اور شے
پر مبنی نہیں ہیں۔ جو اُس شہادت کی شعلہ یک نفس سے بھی سبکدوش پردہ داری ہو سکے
جو واقعات اصلی کی بنا پر قابل سماعت ہو بھی سکتی تھیں اور نہ بھی ہو سکتی تھیں جس کو مجہول
العقل پیروکار سرکاری پیش کر سکتا تھا۔ لیکن حقیقت میں یہ شہادتیں گوش گذار عدالت کی
ہی نہیں گئیں۔ ایک مکمل صفحہ اُس بحث پر صرف کیا گیا ہے جس کی بنا وہ قانون شہادت
ہے جس کی تائید سے فوجوں کو ورغلانا اور بہکانا، اعلانات و اشتہارات کے ذرائع اختیار
کرکے ثابت ہو جائے۔ دو صفحے اُن الزامات کی قانونی شہادت پر سیاہ کئے گئے ہیں جو
دفعات ۵۰۵ و ۱۱۷ کی رو سے میرے اوپر لگائے گئے تھے۔ ان میں ان الزامات کی اعانت
اور ترغیب بھی شامل ہے جو جرم کی صورت میں زیر دفعہ ۱۰۹ دوسرے ساتھیوں کے سر
تھوپی گئی ہے۔ دستاویز شرائط و شہادت کے لئے دوسرا صفحہ پر قبضہ بیجا کیا گیا ہے۔ علاوہ
ان کے دو صفحے اُس توضیح و تشریح کے [illegible] ہیں جو ملزموں نے اپنے اعمال و افعال کو واضح
کرتے ہوئے پیش کی تھی جس میں سے کچھ حصہ جناب جج صاحب کی مخالفانہ حاشیہ بندی کے

حصہ میں آیا ہے۔ لیکن جہاں کہیں جج صاحب سے بخل تو کیا کہا جائے ہاں کم ظرفی کا قصور سرزد نہیں ہوا ہے بلکہ برخلاف اس کے فضائے قرطاس کا بیاضا نہ استعمال کیا گیا ہے تو ہماری طرف سے جو احکامات مذہبی کی بناء پر عذرات پیش کئے گئے تھے اُس پر جناب جج صاحب استدلال فرماتے ہوئے اطمینان دلی کے ساتھ مورخانہ اور فقیہانہ تنبیہات میں مشغول ہو گئے ہیں اس جگہ فاضل جج نے ایک مُسرف افسر اوقاف کی طرح ناکام تاریخ اور بدترین فقہ کا ارمغان تقسیم کیا ہے جس میں علمائے اسلام اور مبلغین دین متین کو بھی محروم کرم نہیں فرمایا ہے اور نہ اُن کے اُن اعلانات شرعی کو جو تبلیغی کوشش میں بجا طور پر اُن سے صادر ہوئے تھے۔ اور جو اعلانات مسلمان سپاہیوں کو ورغلانے کی کوشش سے بالکل مختلف تھے جس کو جناب جج صاحب ایک ضدی شوریدہ سر کا اگر نہیں تو خدائی فوجدار کا فعل ضرور تسلیم کرتے ہیں۔

کسی اور جگہ میں نے اُس ہدایت نامہ ثالثان پر جو ہمارے مقدمہ میں مختلف دفعات کی منشاء کو ظاہر فرمانے کے لئے جیوری کے سامنے جج صاحب نے پیش کیا ہے کافی بحث کی ہے کہ وہ کس قدر قلیل البضاعت اور سبک معنی ہے۔ چونکہ عدالت پناہ فاضل جج الزام سازش مجرمانہ پر ثالثوں کی رائے حاصل کرنے کی گرما گرم کوشش میں بے طرح ناکامیاب ہوئے ہیں۔ اور حقیقت میں کوئی عقلمند جیوری ایسا فیصلہ دے ہی نہیں سکتی تھی جو ہمارے جرم سازش کو زیر دفعہ ۱۳۱ برقرار رکھے اور خاصکر وہ سازش جو فوجی سپاہیوں کے اغوا سے وابستہ ہو۔ اس لئے میں نہایت اطمینان کے ساتھ اس مضمون کو یہیں چھوڑتا ہوں کیونکہ جج صاحب کی ناانصافی اور جیوری کو بہکانے کی کوشش تو طشت از بام ہو چکی ہے۔

ہنگامہ خلافت اُس کی بنا اور ترقی پر جج صاحب نے جو قانونی دائرہ سے متجاوز طویل بیانی فرمائی ہے ایک مفصل تنقید کی محتاج ہے۔ لیکن سب سے زیادہ جو قابل تنقید و تبصرہ

بات ہو وہ جناب جج صاحب کی وہ غیر عدالتی ہرزہ سرائی ہے جو اسلامی تاریخ کی بابت جناب نے فرمائی ہے اور اُن کی وہ شخصی غیر آئینی اور لغو تنقیحات ہیں جو آپ نے اسلامی فقہ کی نسبت تاریخ اسلام کی بدہیئت روایات سے اخذ کی ہیں۔ ان سب کے علاوہ میں آخر میں اُن اعلانات شاہی سے چشم پوشی نہیں کرسکتا جو نہایت بیدردی کے ساتھ چاک کردئے گئے ہیں۔ اور نہ عہد جدید کی اس آخرترین اصول سے "کہ قانون سرزمین مجرمان مذہبی کے لئے کوئی حفاظت مہیا نہیں کرتا اور نہ شہنشاہ کی ایسی رعایا کے لئے جو واضعین قانون کے مجوزہ ایکٹ میں جو کچھ ثبت ہے اس کے علاوہ کسی اور قانون کی پابندی کرتا ہو" میرا دل جج صاحب کی اس بے مائگی پر پگھل گیا۔ میرا قلب جذبہ عفو کو محسوس کرسکتا ہے اگرچہ وہ مجھے سزائے موت بھی تجویز کردے۔ کیونکہ ایک شخص یا اُس کے سات ساتھیوں کی موت ہی کیا ہے۔ چاہے وہ ہندو ہو یا مسلمان اگر وہ اس عظیم مغالطہ کو رفع کردے کہ "حکومت ہند عوام کے مذہب کی نگہداشت کرتی ہے اور وہ ایسے ہندوستانی کو کبھی سزا نہ دیگی جو صرف اپنے مذہب کے حکم کا عامل ہو"

یہی مضمون میں اپنی اولین بحث کے لئے منتخب کرتا ہوں۔ اور قارئین کرام کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے جج صاحب ہی نے اس خدائی مہابھارت میں گولی چلائی مجھ سے سوال کیا جاتا ہے کہ "میں کیا اس کا مدعی نہیں ہوں کہ ملکی قانون ایسے ہندو کو سزا نہ دے جو انسانی قربانی کا مرتکب ہوا ہو۔ صرف اس عذر پر کہ اُس کی قوم اُسکو جائز سمجھتی ہے" جناب جج صاحب اس پر مزید توضیح یوں فرماتے ہیں اور ایک سوال قائم کرکے مجھ سے خطاب کیا جاتا ہے "کیا میں چور کے ہاتھ قطع نہ کردونگا کیونکہ تعزیرات اسلام میں سرقہ کی یہی سزا ہے" اس کا جواب تو میں نے اُسی وقت اور اُسی جگہ دیدیا تھا کہ سارق کے ہاتھ کاٹنا یا زانی اور زانیہ کو رجم کرنا ایسی ذمہ داریاں ہیں جن کو اسلام کسی مسلم فرد یا غیر مسلم حکومتوں پر عائد نہیں کرتا بلکہ صرف اسلامی حکومتوں پر جن کا

سرکاری نے اس رہبری عطا کردہ سے کافی فائدہ اُٹھایا۔ اُس نے بہت سے ہندوستانی فرقوں اور مذاہب کی طرف اشارہ کیا جو ہمیشہ صرف اس بات پر لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں کہ کونسا فعل دُرست اور کونسا نادرست ہے۔ پیرو کار سرکاری نے ایک منصف مگر جلد باز غیر جانبدار شخصیت کی طرح جو دوامی خاندانی تنازعوں سے دق ہوگیا ہو اور بے اختیار چلا اُٹھا ہو "تم دونوں خاندانوں کو موت آئے" یہ خیال کیا کہ فرقہ بندی کے محاربوں سے بہتر چھٹکارا اسی میں ہے کہ وہ سب فرقوں کو مذموم ٹھہرا دے۔ لیکن حسن ظن کی بناء پر یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اس علامہ قانونی نے صرف مخالف فریق کے جذبات حقارت برانگیختہ کرنے کے لئے اپنے سوالات قائم کردہ میں مزید اضافہ فرمایا اور یہ کہ کر مجھ سے اپیل کیا گیا کہ میں "غالباً سب سے پہلا شخص ہونگا قانونی حفاظت تلاش کرنے کے لئے اگر کوئی غیر مسلم میری مسجد منہدم کرے یا کسی دیوتا کی بھینٹ کے لئے میرے بچہ کی قربانی طلب کرے" ہدایت نامہ شالستان میں نصفت پناہ کمشنر سندھ عزیب ہندوستان کے فریق اور مذاہب کو ذیل کے الفاظ سے مجرم بناتے ہیں "اس سلطنت میں اس قدر فریق اور مذاہب ہیں کہ مشکل سے ایک جرم بھی ایسا نکلیگا جسکو کوئی نہ کوئی فرد مذہبی رنگ میں نہ کرتا ہو۔"

میں نے مکرر سہ کر صاحبان جیوری کو واضح کردیا تھا کہ امر بحث طلب یہ نہیں ہے کہ وہ کونسا جرم ہے جس کا ارتکاب کوئی نہ کوئی ہندوستانی مذہبی رنگ میں نہیں کرتا بلکہ یہ کہ وہ کونسا فعل ہے جس کے عمل کے لئے اُس کا مذہب صاف صاف حکم دیتا ہے۔ افراد کے مذہبی جذبات کو صدمہ نہ پہنچایا جائے یہی منشاء تعزیرات ہند کا ہے۔ ایسی حالت میں اور اس قانون کے ہوتے ہوئے انفرادی بدعت ضعیف الاعتقادی اور توہم پرستی ایسی شئے نہیں ہوسکتی جو مجرمانہ تصور کی سزا پر حسب منشاء قانون بطور عذر بے گناہی کے پیش کیا سکے۔ امر واقعی زیر بحث انفرادی اختیاری جذبات نہیں ہیں بلکہ

وہ مذہبی احکام جن کا ہر فرد محکوم ہے اور جس کو ہر مذہب نے خدائی حکم سمجھ کر تسلیم کر لیا ہو
یہ نیا ہے کہ میں اپنے اثبات حق پر مصر تھا اور قانون نے بھی مجھے علی الترتیب یہ منصب
عطا کیا ہے کہ میں اُس بیان کو مذہبی ثابت کر دوں جس پر میں ۵۰۵ کا مجرم بنا ہوں
اور جس کے اثبات صداقت میں میرے پاس کافی مدلل اسباب موجود ہیں۔ ملکی
قانون مجھے اس کے کہنے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ بس صرف انفرادی حیثیت میں جو
یقین رکھتا ہوں اُسی کو ثابت نہ کرونگا بلکہ اُس ٹھوس بنیاد کو بھی جس پر میرے یقین
کی عمارت بنی ہے یعنی وہ مدلل اسباب جن کی روسے میں اپنے یقین کو حق و صادق
سمجھتا ہوں۔ میں نے اس سے پہلے کہا تھا "فرض کرو میں زنا کے الزام میں ماخوذ ہوں
جس پر میری جوابدہی یہ ہے کہ میرا مذہب مجھ کو حکم دیتا ہے۔ تم (جج) اُسے ہرگز تسلیم نہ
کروگے بلکہ اس بات کا ثبوت طلب کیا جائیگا کہ یہ امر واقعی ہے یعنی حکم مذہبی ہے پیشتر
اس سے کہ عدالت اس عذر پر غور کرے" میں اب بھی اس پر قائم ہوں۔ اس لئے
ہماری جوابدہی کی کہ یہ مذہبی حکم ہے یہ تردید نہیں کہ "کوئی جرم ایسا نہیں ہے جس کو کوئی
نہ کوئی فرد مذہب کے رنگ میں نہ کرتا ہو" اگر جوڈیشل کمشنر سندھ کا یہ مطلب ہے کہ ہندوستانی
ایسے محروم الاخلاق اور ذمیم الاعتقاد ہیں کہ وہ مذہب جس پر اُن کا ایمان ہے اور جس کا
سرچشمہ وہ خدائے قدوس کو سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں ایسے جرائم کے ارتکاب کا حکم دیتا ہے
تو لاریب یہ بے مغز، تنک گفتار اور تذلیل آفریں کمشنر ایک ایسی بے مثل توہین قومی کا
مرتکب ہوا ہے جو اب تک کسی عدالت میں یا باہر وقوع پذیر نہ ہوئی تھی۔

دوسروں کے حقوق کی نسبت کہ وہ قانون محافظت اور نگہداشت کے مستحق ہیں
اور جوڈیشل کمشنر کی غیر عدالتی اظہار رائے کی نسبت جو ہدایت نامہ ثالثان میں کیا گیا ہے
اور جس کو جیوری نے مشکل سے اس اصول حق آسائش کے مطابق کہ "اپنی جائداد کا
اس طرح استعمال کرو کہ دوسروں کی جائداد کو نقصان نہ پہنچے" سمجھ لیا ہو۔ میں نے پیرو کا

سرکاری کو جواب دیتے ہوئے پہلے کہدیا تھا کہ کوئی مذہب سوائے اپنے مقلد کے کسی اور پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں کرتا۔ اور ہندوستان کا کوئی مذہب کسی دوسرے کے بچہ کی قربانی طلب نہیں کرتا اگرچہ وہ اپنے پیرو کی بچہ کی قربانی طلب بھی کرتا ہو لیکن یقینی طور سے ایسا تو کبھی نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے کہ کسی غیر شخص کا بچہ کسی دوسرے مذہب کے معبودوں کی خوشنودی کے لئے قربان گاہ پر چڑھایا جائے۔ بہر حال ہم نے قاتلوں کے لئے کبھی مذہبی رنگ میں قانون کی حفاظت تلاش نہیں کی۔ ہم نے صرف اُن ہستیوں کے لئے قانون پناہ ڈھونڈی ہے جو اپنے بھائیوں سے صرف یہ کہتے ہیں کہ "اپنے بھائیوں کی جانیں نہ ہو" اُن لوگوں کی مخالفت میں جنہوں نے اپنے بھائیوں کی جانیں لی ہیں اور اُن کی قربانیاں نذر چڑھائی ہیں صرف اس لئے کہ اپنے جوع الارض اور ہوا و حرص کے مہا دیوتا کی خوشنودی حاصل کریں۔ استبدادیت عامہ اور شہنشاہیت شخصی کے مہا دیوتا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔ یہاں ایک برطانوی جج ہی کے ذہن رسا کی ضرورت تھی تاکہ اُس نہ بجھنے والی پیاس کو جو اپنے بھائیوں کے خون کے لئے بھڑک رہی تھی حقوق دیگراں اور استحقاق شاہی کے پرتھ میں ڈھک دے جس کی حفاظت ہم نے طلب کی تھی۔ یہ عظیم المرتبہ عیاری شاہاں اسٹوارٹ کے عہد کے مقنن کے لئے زیبا تھی جو بادشاہ کے ہر فعل کی چاہے وہ عدالت اسٹار چیمبر کی بھیانک ظلم رانی ہی کیوں نہ ہو بجا تائید کرے (عدالت اسٹار چیمبر عہد شاہاں اسٹورٹ میں عدالت فوجداری کے کام کرتی تھی اور بلا توسط جیوری کے احکام صادر کرتی تھی اس میں ہر قسم کی کارروائی بغیر شہادت کے ہو سکتی تھی جس کی بنا کوئی بے بنیاد افواہ ہی کیوں نہ ہوتی۔ اقبال جرم مختلف قسم کے مظالم توڑے جاتے لیکن عہد جیمس اول میں ۱۶۴۱ء کے قریب موقوف کردی گئی۔ مترجم) شاید جوڈیشل کمشنر سندھ کے جسدِ خاکی میں بحری اژدہائے ہفت سر کے موجد نے پناہ حاصل کرلی ہو

یا اژدہائے ہفت سر۔ یہ ایک بحری جانور ہے جو اپنی خوفناک صورت اور عظیم الجثہ ہونے میں ضرب المثل ہے۔ کتاب جاب میں اس کا ذکر ہے۔ مترجم)
اب تو شاید وقت ہاتھوں سے نکل چکا جو ہم سے اسٹیٹ آف نیچر یا فطرتی حالت پر ایمان رکھنے کی توقع کیجائے جس کے ہاتھ اور منہ سرخ ہیں اور جس سے ہمیں شاہی کی بدولت چھٹکارا حاصل ہوا ہے (اسٹیٹ آف نیچر۔ اس فطری حالت عریانی کو کہتے ہیں جو وقت پیدایش انسان اور حیوان کی ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اب ہندوستانی پہلے سے غلامی کی عریاں حالت میں نہیں رہ سکتے۔ مترجم) اور نہ اب ہندوستانیوں کو یہ ضرورت ہے کہ وہ روزیون (فرانس کا ایک زبردست فلسفی اور حکیم) کے اس متخیلہ اصول مقصد کی طرف رجعت کریں جس کو فطرتی حالت کہتے ہیں۔ جس طرح کہ اس کے ایک ہمعصر ناقد نے اُس کی کتاب سوشل کونٹریکٹ یا معاہدہ معاشرتی پر تنقید کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم کو کھینچ تان کر اتنا طویل طویل بنا دیا جائے کہ شش جہت میں حرکت کرسکیں۔ یہ بھی اگرچہ بالکل صحیح ہے کہ ایک ملکی اور معاشرتی معاہدہ اس عالم میں موجود ہے اگرچہ وہ لکھا ہوا نہیں ہے جو اپنے دفعات کے تحریری اظہار میں ساکت ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ معاہدہ معاشرتی اپنی خاموشی ہی میں شاہ و رعایا کے حقوق کا تجزیہ کرتا ہے معہ اُن تمام متعاقب ذمہ داریوں اور فرائض کے جو ایک دوسرے پر عاید ہوتی ہیں۔ برطانوی بادشاہوں کی داستانیں جو میں نے تاریخی تمثیلات کے ضمن میں وقتاً فوقتاً بیان کی ہے اس مقدمہ کے دوران میں کافی طور سے واضح کرتی ہیں کہ سب سے پہلا حلف اطاعت ایک بادشاہ ہی اُٹھاتا ہے تاکہ رعایا منہ در منہ کہہ سکے کہ ایک بادشاہ اپنے حقوق کا استعمال اس طریقہ میں نہیں کرسکتا کہ اُن کا اثر رعایا کے حقوق پر مخالفانہ ہو ایک رعایا کا سب سے اہم حق مذہبی قانون کی فوقیت ہے اور خصوصاً جس کو حاکم یا بادشاہ نے تسلیم کرلیا ہو شاہ برطانیہ کو دستور معظم اور کنٹربری کے قسیس اعظم کے سامنے قسم کھانی

پڑتی ہے کہ وہ پروٹسٹنٹ یا فرقہ معقوبیہ کا عیسائی ہے اور رہیگا اور محافظ دین وملت کی حیثیت سے کام کریگا۔ ملک پر نظام مقررہ کے مطابق حکومت کریگا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ مذہب وملت کی حفاظت اور اُس قانونی اور آئینی نظام کی نگہداشت جس کے لئے بیحد جانفشانیاں اور خوں فشانیاں کی گئی ہیں سچے دل سے قبول کرنی پڑتی ہے بیشتر اس کے کہ وہ شہنشاہ تسلیم کیا جائے یہ ایک بے لوث نظیر ہے جو راعی اور رعایا کے حقوق و فرائض کی توضیح کرتی ہے اور دونوں کے علی الترتیب متعاقب حقوق و فرائض کی اہمیت کو ثابت کرتی ہے۔ مورخانہ حیثیت سے یہی نظیر ہندوستانی واقعات پر بھی صادق آتی ہے۔ کیونکہ عین اُس وقت جبکہ حکومت ہند ایسٹ انڈیا کمپنی سے شہنشاہیت کے تحت میں آئی اور ملکہ وکٹوریہ آنجہانی براہ راست ایمپریس آف انڈیا کہلائیں تو اُنہوں نے وہ اعلان صادر فرمایا جس کو ہم اپنی جوابدہی میں دیکھ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ صرف یہ نقل حکومت کہ وہ کمپنی کے اثر کی پاک ہوکر قیصرہ وکٹوریہ کے سایہ میں آئی (وہ کمپنی جس کے ملازموں نے ہندوستانیوں کے مذہبی عقاید کو ٹھکرا کر غدر ۱۸۵۷ء کی بلا اپنی سر لی تھی) اس بات کی کافی دلیل ہے کہ خدائی قانوں کی فوقیت تسلیم کرلی گئی تھی بمقابلہ انسانی ساز قانون کے۔ نہ صرف فوقیت ہی بلکہ وہ شدت بھی قبول کرلی گئی تھی جو قانون مذہبی کے عمل درآمد میں ضروری تھی لیکن آج کے روز جان کمپنی کے کلارک اور محرروں کا روحانی وارث ایک سویلین ہے جو اُسی بے پروایانہ اور فوری اعمال کی وراثت حاصل کرنا چاہتا ہے جو اُس کے بزرگوں کا شیوہ تھا۔ اور ایک عجیب بے بسی اور عجز کے پردے میں ۱۸۵۸ء کے اعلان خسروی کو مرتبہ علویت سے کھینچ کر پھینک دیتا ہے اور غیر مبدل ملکی قانون کی عزت افزائی کے پردے میں اپنے شخصی مستبدیانہ توا ہم اور تخیل کو سراہتا ہے۔ کیونکہ قانون فوجداری ہر سیاسی مقدمہ میں مثل ایک شخصی شہنشاہیت کے فرمان کی طرح برتا جاتا ہے" جو ایک

سولینی کی مرضی ہے وہی قانون ہے" اپنے پیش رو کی تقلید گوارا نہ کرتے ہوئے مثل ایک محرر کمپنی بہادر کے جو علمبردار قانون بنا ہوا تھا مسٹر کینیڈی جوڈیشل کمشنر سندھ نے ہزار ہا خدا پرست ہستیوں کا قانون ٹھکرا کر نہ صرف چند اعلانات شاہی کی توہین کی ہے بلکہ نہایت بیباکی کے ساتھ بڑی بڑی دولتوں اور سلطنتوں کو اُن کے بلند مرتبہ کی پستی میں ڈھکیل دیا ہے۔ اُس نے نہ صرف قیصرہ ہند و برطانیہ کے اعلان خسروی کی توہین کی ہے بلکہ وارثان تخت و تاج کو بھی ناحق بنا دیا ہے۔ اس معنی میں تو ایک سولینی بجائے کسی شاہ یا شہنشاہ کے اپنی ذات مجمع صفات کو ہندوستان کا واحد فرمانروا سمجھتا ہے۔

ابھی اس کمینہ حقیقت کا پردہ بالکل فاش نہ ہوا تھا۔ مجھے یہ معلوم کر کے ذرا بھی تعجب نہ ہوا۔ کہ کراچی میں ابھی کانپور کی یاد تازہ کرنیوالے اسباب نمایاں طور سے موجود ہیں۔ پیروکار سرکار نے دست استفسار سے اس پردہ کو تار تار کر دیا جس کا مخاطب میں تھا۔ مجھ سے دریافت کیا گیا کہ میں قانونی حفاظت کا سب سے پہلا متلاشی ہونگا اگر میرا بچہ میری آغوش سے قربانی کے واسطے چھین لیا جائے یا میری عبادت گاہ کو منہدم کیا جائے میں نے تو اسی وقت آگاہ کر دیا تھا کہ بحیثیت ایک تارک موالات کے میں قانونی حفاظت کا کبھی جویا نہ ہونگا جس کی تشریح اور تفصیل کی ضرورت نہیں ہے۔ اگرچہ اُس کا مطالبہ بھی کیا جائے اور یہ بھی کہہ دیا تھا کہ عذر مذہبی اس واسطے اختیار نہیں کیا گیا ہے کہ کسی عہد شکنی پر قانونی سزا و جزا سے بچ جائیں۔ بلکہ اس راز کو افشا کرنے کے لئے کہ قانونی عدالتیں اس بدنصیب ہند سنہ ۱۶۳۳ء کے اندر مثل گیلیو کے مذہبی احکام کی ذرا بھی پروا نہیں کرتیں۔ انہدام مسجد کے سوال نے ایک تلمیح اور بھی واضح کر دی میرے دماغ میں اس وقت مرحوم بے قصور مسجد کی یاد تازہ ہو گئی جو قانون ملکی کی حفاظت میں نذر خاک کر دی گئی تھی اس انہدام عبادت گاہ کی علمبرداری ایک سولینی حاکم اُس کے ماتحت افسران اور بہادر مسلح پولیس کے حصہ میں آئی تھی جس کی تائید و ترغیب پر ملک کے اُس سرباز گروہ کا دستہ بھی تھا جن کو سپاہ ملکی سے تعبیر کرتے ہیں

اس محشرستانِ ستم میں قادرِ خالق کی بنائی ہوئی متحرک تصویروں کے استخوان شکستہ سے
جو بچوں اور بڈھوں کی شکل میں اس سجدہ گاہ مومنین کی حفاظت کے لئے سربکف تھے خاکستر
مسجد کی بربادی میں اضافہ کر دیا تھا۔ نہیں محمد علی نہ پہلا اور نہ آخری شخص ہوگا تمہارے
قانون کی حفاظت کا متلاشی۔ اگرچہ مسٹر الفنسٹن اُس کا ایک گمراہ بھائی اُس کے اکلوتے
لختِ جگر کو اپنے مخلوقی دیوتاؤں کی بھینٹ کے لئے اُس کے آغوش پدری سے چھینے
تاکہ اپنے انسانی معبودوں کو بچہ کے معصوم خون سے خوش کرے۔ محمد علی تو جانتا ہے کہ
مسلمانوں کی عبادتگاہ کی تاراجی و بربادی پر حفاظت قانون ملکی کی تلاش کس قدر
قیمت اور کیا ثمرہ رکھتی ہے۔ اب ہم کو اس غریب خواب آلودہ مقنن کی ہرزہ سرائی سے
درگذر کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے خلاصہ قانونی کسی صورت میں ڈھال لے اور سرقہ، زدو
کوب ضارب و مضروب کی دلخوش کن بے حقیقت دفعات میں مشغول رہے یا کہیں کہیں
ایک منضبط ضابطہ قانون کی غلط تشریح پر ایک جلد باز جج کو ٹوکتا رہے۔ اب ہم کو عالی
منصب جج کی جانب راغب ہونا چاہیئے جن کی دستار فضیلت اور کلاہ قانونی میں طرہ
سیویلین بال کشائی کر رہا ہے۔ شہنشاہیت کے مقابلہ میں اپنے عجز و بے بسی کی نمائش
فرما رہے ہیں۔ حالانکہ اپنے کمرۂ عدالت سے شبیہ سلطانی کو حقارت کے ساتھ اُتارتے
ہوئے نہایت جوش کے ساتھ شاہی کلیسہ پر سر نیاز خم کرنے کی فریب کاری عمل میں لا رہا
ہے وہ جیوری کی حضور میں اس طرح ترنم ریز ہوتے ہیں "کوئی شاہی اعلان جو رعایا کو
احکام مذہبی کی آزادانہ پابندی کا حق دیتا ہے۔ کسی قانون ملکی کو منسوخ نہیں کر سکتا جو
بعض اعمال کو قابل سزا قرار دیتا ہے لیکن یہ تسلیم کر لینا چاہیئے کہ ایسے قوانین ملکی اعلان
شاہی کی مخالفت نہیں کرتے۔ اگر کسی موقع پر ایسا ہو بھی کہ اعلان شاہی اور قانون ملکی
میں کوئی تخالف پیدا ہو تو ہمیں اقبال کرنا چاہیئے کہ ہمارا معذور ادراک ہر دو کے مفہوم
سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ ایسی حالت میں ہم قانون ملکی کے مطابق عملدرآمد کرنے پر

پر مجبور ہیں" یہ قانونی عجز منصفان عدالت اسٹار چیمبر کی ایک یادگار صالح ہے جن ججوں کی بابت یہ کہا گیا ہے کہ اُن کے اور پیروکار کے درمیان صرف کلاہ سموری فرق پیدا کرتی تھی ورنہ انصاف پروری اور فیصلہ صادر کرنے میں دونوں یکساں تھے۔ لیکن افسوس اس ہندوستان میں تو یہ کلاہ سموری بھی معدوم ہے۔ جہاں عدالت اسٹار چیمبر کا قاعدہ تھا کہ وہ شاہی علویت کو سراہتے اُس کو قانون عطا کرنے والا بتاتے اور سول سوسائٹی کا قائد اعظم تسلیم کرتے لیکن قانون شاہی پر عملدرآمد کرتے وقت عوام کی وہ آزادیاں جن کو انہوں نے مشکل سے حاصل کیا تھا کالعدم بنا دیتے۔ بہرحال اس قسم کا عجز جس کا اظہار جوڈیشل کمشنر سندھ نے کیا ہے اصلی شخصیت کو چھپانے کے لئے ایک خوفناک عیاری اور فریب کاری ہے جس کی بابت ہندوستان کے سابق سکرٹری آف اسٹیٹ وشکاؤنٹ مارلے جیسی ممتاز ہستی نے اپنے رسالہ ریکلیکشنز (Recollections) میں یہ کہہ کر کہ:۔

"ایک سیویلین اپنے فہم ناقص میں یہ خیال کرتا ہے کہ ہوم گورنمنٹ زیادہ تر ایک حماقت کی پوٹلی ہے" عیر فانی نظیر چھوڑدی ہے۔ یہ ہے وہ ادب جس کو ایک سیویلین مشیران قانونی کی نسبت ملحوظ رکھتا ہے جس کو آئینی حکومت کے شہنشاہ نے متعین کیا ہے۔ آخر کار سیویلین صاحب نے بادشاہی قسمت پر بھی حملہ کر دیا ہے اور اُس معتذر مجسٹریٹ کا بدلہ لے لیا جس کو لوئی چہاردہم شہنشاہ فرانس نے یہ کہہ کر خاموش کر دیا تھا کہ "قانون ہماری ملکیت ہے" جج کینڈی۔ آئی سی ایس کے نزدیک قانون کے معنی یہ ہیں کہ "ہم قانون ہیں" اگر مزید تحقیقات کے لئے قدم بڑھایا جائے اور ثالثی نامہ پر غور کیا جائے تو صاف عیاں ہو جائیگا کہ جج صاحب موصوف صرف انسان کا بنایا ہوا قانون نہیں ہیں بلکہ خدائی قانون بھی آپ کے جسد خاکی میں مجسمہ بن کر عیاں ہو گیا ہے جناب آپ کے سیویلین آشور تھ نامی کا مکمل نمونہ ہیں جس کا قصہ آئندہ میں کسی مناسب موقع پر بیان کرونگا۔

کوئی شخص چاہے جس نقطہ نظر سے جج صاحب کی اس "فہم ناقص" کا لین دین دیکھے

لیکن اس ذو معنی تشریح کی بے پردہ حماقت کو ظاہر کر دینا ایمانداری اور صداقت کا اہم مطالبہ ہے جو ہر شخص پر صادق آتا ہے جس احمقانہ تشریح کو جج صاحب نے اس تحریر میں مقید کیا ہے کہ "کوئی اعلان شاہی جس نے پابندی مذہب کا آزاد حق دیا ہے قانون ملکی کو منسوخ او مردود نہیں کر سکتا جن سے چند افعال کو قابل سزا بنایا ہے لیکن یقین رکھنا چاہیئے کہ اس قسم کا قانونِ ملکی اعلان کی مخالفت نہیں کرتا" ہم نے گھوڑوں کتوں اور بلیوں کی نسبت سنا ہے کہ وہ کالے اور سفید ہوتے ہیں کسی زمانہ میں ایک باتصویر رسالہ رسالہ وسکی نامی لندن سے طلوع ہوتا تھا جس کی وجہ تسمیہ شاید کثرت استعمال ہو جس کے باتصاویر اخبارات انگریزی اور ہندی انگریزی اخباروں میں کوئی شخص نہیں بھول سکتا۔

لیکن شاید جج کینیڈی صاحب دوسروں کا حق تصنیف غصب کرتے ہوئے اور کسی پرانے شارح قانون انگلش و ہندی کے حق کو چھینتے ہوئے ایک سیاہ و سفید اصول قانون کے موجد ہوئے ہیں۔ یعنی یہ کہ کوئی چیز جو سفید ہو سکتی ہے سیاہ بھی ہو سکتی ہے۔ اسی اصول کی بنا پر ہم کو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ وہ قانون ملکی جو ایک شخص کو صرف اس عمل پر سزا دیتا ہے جس کو وہ مذہبی حکم ثابت کر دیتا ہے ہرگز اس اعلان شاہی کی مخالفت نہیں کرتا جو اپنی رعایا کو مذہبی پابندی کا آزادانہ حق عطا کرتا ہے اور بآواز دہل مذہبی اعمال و اعتقادات کا محافظ بنتا ہے اعلان شاہی مذہبی فرائض کی انجام دہی کو اپنی حفاظت میں لیتا ہے لیکن قانون ملکی اس پر سزا دیتا ہے اور پھر طرہ یہ کہ دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی مخالفت نہیں کرتا یہ ہے وہ حسن تمیز جو سیاہ و سفید جورس پروڈنس (اصول قانون) میں پوشیدہ ہے۔ خاندان اسٹورٹ کے ایک تاجدار نے Magnum Opus کار عظیم Black Magic سحر سیاہ کی تردید میں لکھا تھا ہم امید کرتے ہیں کہ اس کا بہتر آئینی وارث اپنے بہترین مشیر قانون کی مدد سے کوئی دوسرا رسالہ سیاہ سفید اصول قانون کی تردید میں تحریر کریگا۔

غریب ہندوستانیوں کو ایک پشہ سے لیکر عظیم الجثہ شتر تک بہت سی بدذائقہ چیزیں صرف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ وفادار ہیں نگل جانا پڑی ہیں ایک مرتبہ نہیں ہزار ہا مرتبہ لیکن باوجود ڈیڑھ سو سال کی پُرامن حکومت کی اُن کی ذہانت اور ذکاوت کتنی ہی عاجز اور بے بس سمجھ لی جائے پھر بھی اتنی ضعیف نہیں ہے کہ جج کینڈی صاحب کے آخر ترین داہمہ قانون کی مصنوعات کو جو سیاہ و سفید اصول قانون کی شکل میں رونما ہوئی ہیں بے چبائے اور بے ذائقہ لئے ہوئے نگل جائیں۔ جو مخترع اصول قانون یہ یقین دلاتا ہے کہ اُن کا مذہب اُس قانون کی حفاظت میں ہے جو اُن کو اُس مذہب کی پابندی پر سزا دیتا ہے۔ اگر وہ اس قانون سے اُس کی ستم کاری کی داد چاہتے ہیں یا تلافی نقصان کی فریاد کرتے ہیں تو یہی قانون جبکہ وہ قانون ساز کے آستانہ پر بغرض تنسیخ جاتے ہیں اُن کو پیٹوں کے بل چلنے کی دعوت دیتا ہے اُنہیں وطن کو خیرباد کہنے پر مجبور کرتا ہے۔ اور سب سے بہتر یہ صلاح دیتا ہے کہ وہ صبر سے اُس انعام اُخروی کی راہ دیکھیں جو اُن کو اس دنیوی نقصان پر نعم البدل عطا فرمائیگا۔ بیشک، مسٹر کینڈی کا انعام آخرت کے خیال پر نہ دبنے والا جذبہ حقارت اُن ہستیوں کے یقین کو متزلزل نہیں کر سکتا جو ان اللہ عندہ اجر عظیم کی صداقت لم یزل اور الاجر الاخرۃ خیر الذین یتقون افلا تعقلون پر غیر فانی عقیدہ اور ایمان کامل رکھتے ہیں۔ وہ دنیوی الزام جس کی بنا پر مسٹر کینڈی ہمارے مذہبی فرائض کی انجام دہی کو قابل سزا بتاتے ہیں اُن لوگوں کو خوف نہیں دلا سکتا جو یا ایہا الذین اٰمنو من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکفرین۔ یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ط واللہ واسع العلیم کی بشارت ربانی پر ایمان صالح رکھتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ جو خدا سے محبت رکھتے ہیں اور خدا اُن کو پیار کرتا ہے جو ایمان والوں کے ساتھ متواضع اور

کاذبوں کے ساتھ معذور ہیں جبکہ وہ راہ حق پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں کسی لائم کی ملامت
سے نہیں ڈرتے۔ یہ لوگ خدائے برتر کی عمیم الاحسانی سے اُس قوت و تائید سے بھی نیاز
توقع رکھتے ہیں جو اُن کو اس راہ میں درکار ہے۔ وہ اپنا ملک چھوڑ دینگے وہ ضرور ہجرت
کر جائیں گے لیکن ایک موقع آئیگا جبکہ حُسن عجلت کے ساتھ ضرور واپس ہونگے اُس وقت
وہ اپنے ملامت کرنیوالوں کو معہ اُن کے لومت جانگداز کے اپنے پیارے وطن سے دفع
بھی کردینگے۔ جس طرح نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ظالمان مکہ کو نکال دیا تھا۔ شاید
اس واسعُ علیم اللہ نے مسٹر کنیڈی کو ایک مزید تاریخی اہمیت عطائی ہے جو ایک
پرکاہ کی طرح یہ بتا سکتا ہے کہ ہوا کس طرف کی ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ طوفانِ عظیم جس نے
تمام عالم کو تہ آب کر دیا تھا اور سوائے پناہ گرفتگان کشتی نوح کے سب کو غرق کر دیا تھا۔
ایک غریب بڑھیا کے تنور سے برآمد ہوا تھا۔ شاید مسٹر کنیڈی کو تو اُس بڑھیا ضعیفہ کی
سی اہمیت نصیب نہ ہوسکے جبکہ آنے والا طوفان اس سلطنت کو غرق آب کر دیگا۔
جس میں سورج نہیں چھپتا اور لائم وطاعن کی نسل کو برباد کر دیگا۔

آج کی بُرائی آج کے لئے کافی ہے۔ یہ ہے موجودہ صورت جو صاف صاف بتاتی
ہے کہ اعلان شاہی عملی مقاصد کے لئے نہیں ہے چاہے وہ دھوکہ بازی ہی کیوں نہ ہو
اسٹیج سیاست پر اعلان شاہی کا اخراج اور مرضی سیوملین کا ادخال ہوتا ہے جس کی مدد
پر حیوانی قوت ہے۔ یہ وقت ہے کہ ہرکلیز کے ہاتھوں سے گرز لے لیا جائے۔ کیونکہ شہزادہ
ویلز کے استقبال کے موقع پر کنیڈی کے واسطے یہ بہترین تحفہ وقتی ہوگا۔ (جس طرح
ایشیا میں رستم اپنی شجاعت اور منازل ہفت خواں کے لئے مشہور ہے اُسی طرح
یونانی روایات پارینہ میں ہرکلیز اپنی شجاعت اور توانائی کے واسطے مشہور ہے اس
کی بارہ جانفشانیاں زباں زد عام ہے یہ یونان کے سب سے پرانے شاعر ہومر کا ممدوح
ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ زحل کا بیٹا ہے۔ یونانی اس کو مخلوق دیوتا تصور کرتے تھے۔ مترجم)

تیری سب سے بڑی قربانی کے واسطے میں موجود ہوں۔ اِس لئے کہ شاید تو خیال کرتا ہے کہ کوئی شخص گو وہ کتنا ہی فریب خوردہ ہو کچھ اور بھی اُمید کر سکتا ہے کیا وہ الفاظ جو چاردست ملک میں اشاعت پاگئے ہیں کچھ اور توقع دیکھتے ہیں یہ الفاظ ایسے شہزادہ کے مُنہ سے نکلے ہیں جو اس تخت شاہی کا تنہا وارث ہے جو یورپ میں ابتک صحیح و سالم میں اگرچہ غیر متزلزل نہیں ہے جس کے باپ دادا کا اعلان شاہی جو اُس وقت شائع ہوا تھا جبکہ اُن کا اقتدار شرکت غیر سے پاک تھا۔ اس وقت منسوخ کر دیا گیا ہے اور پرزہ کاغذ بنا دیا گیا ہے جیسا کہ موجودہ مقدمہ میں ہوا جس کے اندر شہزادہ کا باپ عجیب ترین اور نہایت ظالمانہ طریقہ سے اُس مقدمہ کا مدعی بنائے گئے ہیں جو تمام رعایا کے مذہبی آزادی کے خلاف ہے۔

جج صاحب کا فیصلہ کوئی نیا فیصلہ نہیں ہے۔ غریب کانپور مدت پہلے کراچی کو متنبہ کر چکا تھا لیکن غدر کے بعد شاید یہ سب سے پہلا موقع ہے کہ اعلان شاہی کو ایک عظیم الشان فریب کاری کا آلہ سمجھنا معرض تحریر میں لایا گیا ہے۔ یہ سب سے بڑا دھوکا آج طشت از بام ہو گیا کہ اعلانات شاہی ہندوستانی برطانوی قانون کی بنیاد ہیں اور اُن اصولی ضوابط کی بنیاد ہیں جو دیگر قوانین ملکی کی تجزیہ اور تنظیم کی رہبری کرتے ہیں اور اُن کے عملدرآمد پر۔۔۔۔ حاوی ہیں۔ یہ پردہ فریب ایک ایک تار کر ڈالا گیا اور آخری تباہی سے ہم آغوش ہو گیا۔ اب کوئی مومن اس کا ذحکومت کے عہد و میثاق کی حفاظت نہ تلاش کریگا جبکہ مواثیق سابقہ کا حشر معلوم ہو چکا ہو۔ اس فتح کا سہرا میرا دعویٰ ہے کہ میرے سر ہے۔ ہاں بفکر مکرر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اس فتح کی عزت میں انگلستان کے سابق چیف جسٹس (وائسرائے) برابر کے شریک ہیں۔ جنہوں نے ہم پر مقدمہ چلانے کی منظوری دی تھی۔ اور مسٹر کنیڈی بھی جو اپنی فوج لیکر آخری اور فیصلہ کن حملہ کے وقت میرے لشکر سے آملے جس نے فریب و مکر کے قلعہ کو مسمار کر کے سر کر لیا۔

حصہ ثانی

اب میں مسٹر کنیدی کے ہدایت نامہ کے اُس حصہ پر آیا ہوں جہاں صاحب موصوف اسلامی تاریخ کے مفروضہ اور خود ساختہ روایات کے صحرائے بیکراں میں آوارہ گردی فرما رہے ہیں اور اسلامی فقہ کے اندر اپنے توہمات اور تخیلات کے نادیدہ اور ناآشنا نامعلوم سمندر میں مثل ایک آوارہ گم کردہ راہ کشتی کے سوج پیمائی کر رہے ہیں۔ یہ بیان ایک ایسی غیر عدالتی اور قانون سے متجاوز رائے ہے جو کسی عدالت قانونی پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتی بلکہ وہ عدالت کے لئے کہیں زیادہ خوفناک ہے۔ مقدمہ کے آغاز ہی میں مسٹر کنیڈی نے بارہا اپنی عربی ادب دانی کا دبی زبان سے اشارہ کیا ہے اور خصوصاً اُس وقت جبکہ خلاف بحث آیۂ موالات کی تفسیر و معنی پر مناظرہ و مباحثہ کی ٹھہرا دی ہے اور بڑی تمنا کے ساتھ اپنے خزانہ لغت دانی میں اضافہ فرمانے کے لئے اور شخصی جا و بیجا استعمال کے لئے مولانا حسین احمد صاحب سے دریافت کیا کہ مولانائے موصوف شریعت حقہ کے مصطلحات کی تقسیم و تدریج کس طرح فرمائیں گے تاکہ فرض سے لیکر حرام تک مختلف احکام شرعی میں امتیاز ہو سکے۔ اس نئی تحصیل علم پر صبر نہ ہو سکا اور نہایت عجلت کے ساتھ کینڈی صاحب نے ہدایت نامہ میں اصطلاح مکروہ استعمال کر ہی دی جس کے معنی جیوری غلط تو ضرور سمجھی ہو گی۔ اسلامی فقہ کے ناآشنا اور غریب دیار میں کینڈی صاحب کے اس تفرج کا مطلب صرف اظہار ادبیت ہی نہ تھا جو تحیر کے ساتھ غیر متوقع بھی تھی بلکہ یہ خیال کرنا بھی جج کے خلاف ناانصافی ہو گی اور اُس کو غلط سمجھا جائیگا اور اُسی کی طرح ایک گمراہی ہو گی۔ بلکہ ایک گہری مصلحت اس میں پوشیدہ تھی اور جو کھیل جج صاحب کھیل رہے تھے وہ سطحی نہ تھا۔ اُس نے اپنے ہاتھوں کی تماشا خیز جنبش اور اپنی زبان کی نادری حرکت سے "بیٹھ جاؤ" کے نعرہ

میں وقتاً فوقتاً ظاہر ہو جاتی گویا کہ وہ کل کائنات کا مختار اور اُس کا ہر حکم قابل تسلیم تھا
بے انتہا کوشش کی کہ مجھے اُس تلقین حقہ کی تبلیغ سے باز رکھے جو میں اپنی جوابدہی میں
جوری کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا کہ ایک مسلمان کا قتل عمد دوسرے مسلمان پر شریعت
میں قطعی حرام ہے جس کا اقرار خود جج بھی کرتا ہے۔ اس کا اقرار بھی جج نے کیا ہے کہ اس
جوابدہی سے اُس کے مقدمہ پر خلاف اثر پڑیگا۔ اسپر بھی دوران مقدمہ میں جج صاحب
نہایت بےچینی کے ساتھ مجھے وقتاً فوقتاً ٹوکتے رہے کیونکہ اُن کے نزدیک مقدمہ ایک
خطرناک اور خلاف مصلحت اصول کی اشاعت کا ذریعہ بن رہا تھا۔

جج صاحب کا یہ بیان کہ "مقدمہ ان مسئلوں کی اشاعت کا ذریعہ بن رہا تھا جس کو
وہ خطرناک اور خلاف مصلحت سمجھتے ہیں" اُس کی اُن غرض کا پتا دیتا ہے جس نے
اُنھیں اس معاملہ میں صحیح مسئلہ کی اختراع اور اُس کے اعلان پر مجبور کر دیا۔ اگرچہ حیا
تو اُن کو مجبور کرتی ہے کہ وہ ایسے فریب کاری کے دعوے سے باز آئیں "خطرناک
اور خلاف مصلحت مسئلہ کی تبلیغ و اشاعت کا زہر" تو ہم پھیلا چکے تھے مگر سندھ کے سیولین
صاحب کو زیبا تھا کہ اپنے ہدایت نامہ میں کسی "مصلح اور غیر مضر" مسئلہ کا تریاق عطا کرتے
کیونکہ عہد حاضرہ کا اطلس اگر کوئی ہے تو وہ جج صاحب ہیں جن کے دوش نازک پر تمام
عالم کا بار رکھا ہوا ہے (اطلس۔ یونانی تلمیحات میں ایک عظیم الجثہ دیو ہے جس کے سر
پر گنبد آسمان رکھا ہوا ہے مع اس دنیا کے جس وقت اُس کا کندھا تھک جاتا ہے اور
اس بار کو بدلتا ہے تو زلزلہ واقع ہوتا ہے۔ مترجم) اس عظیم ذمہ داری کو محسوس کرتے
ہوئے سیولین کراچی نے جو ہمارے "خطرناک اور خلاف مصلحت مسئلہ" کے خلاف جس
کا زہر ہم پھیلا چکے تھے اپنے "مصلح اور غیر مضر مسئلہ" کا جو تریاق اپنے ہدایت نامہ میں
تجویز فرمایا تھا وہ اُنھوں نے نہایت عجلت کے ساتھ ڈیلی گزٹ کراچی میں (کراچی
کا ایک شام کے وقت شائع ہونیوالا اخبار) اُسی شام کو اشاعت کے واسطے روانہ

کردیا۔ پیشتر اس کے کہ اُس کی ایک ایک نقل ملزموں کو دیجائے اور جیوری کا فیصلہ صادر ہوتے ہی یہ طمانیت خاطر بھی حاصل کرلی کہ اُس کا بہت سا حصہ شائع ہو چکا ہے۔ اور جج صاحب نے اعلان سزا تو فیصلہ کے تحریر کرنے اور سنانے سے پہلے ہی کردیا تھا۔ سیولین کراچی کا سارا منشا، اس قاصدانہ عجلت کا یہ تھا کہ حکومت مستبدیہ دیکھ لے کہ شملہ کا فوجی اخبار علامہ کینڈی کا آخری اجتہاد جو جناب نے قرآن اور حدیث پر فرمایا ہے شائع کردیتا ہے جو صرف ایک واحد اخبار ہے فوجی ہیڈ کوارٹر کی زیر محرری جس کی اشاعت ہندوستانی فوج تک جس کو بُری طرح پابند کرکے اوروں سے الگ تھلگ رکھا گیا ہے ہوسکتی ہے۔ تاکہ ہر سپاہی اُس کو روزانہ پریڈ کے وقت پڑھ لیا کرے اور اُس کی ایک ایک نقل اپنی گردن میں بطور تعویذ حمائل کرلیا کرے اور جس وقت دوسری بار اپنے خلیفۃ المسلمین جانشین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے جائے اور اپنے کسی مسلم بھائی کو عمداً قتل کرے یا کسی مجاہد کی گولی کا نشانہ بنے یا ضرب تیغ کی نذر ہو تو وہ تعویذ کا کام دیجائے۔

تحریک خلافت کی ترقی اور سبب تخلیق پر اپنے خلاصہ شہادت میں چند صفحے ٹاپ کردینے کا منشا یہی تھا۔ اگرچہ مشکل سے ایک سطر بھی ایسی نہ تھی جو شہادت سے تعلق رکھتی ہو اور جس کے خلاصہ کی ضرورت تھی۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ جج صاحب نے صرف ملزم کی بابت رائے قائم کرنے پر قناعت نہیں کی ہے بلکہ اپنے انداز میں نہ صرف تحریک خلافت موجودہ بلکہ تیرہ سو برس کی خلافت راشدہ پر بھی غور و فکر فرمانے کی حرص عمل میں لائے ہیں لیکن باوجود اپنے کو غیر جانبدار اور غیر متعصب جتاتی ہوئے اور ترکوں کے ساتھ ہمدردانہ دلسوزی ارزانی فرماتے ہوئے یہ ضرورت محسوس کی کہ سلطنت عثمانیہ کے سوال پر اپنی روانی تحریر میں اُس کے مبہم ادعائے خلافت پر بھی روشنی ڈالیں۔ اگرچہ فیصلہ کے اندر یہ رائے کسی شہادت پر مبنی نہ تھی اور پیروکار سرکاری

نے تو اسے چھونے کی بھی زحمت گوارا نہ فرمائی۔ آل عثمان کا جو دعویٰ خلافت چار صدیوں سے غیر معترض چلا آتا ہے اور جس پر عرب و عجم نہ ترک و تازی کو کبھی اعتراض کی جرأت ہوئی اور جس دعوے کو خود کنیڈی صاحب کی حکومت نے مرحوم ٹیپو سلطان پہ ثابت کرنا چاہا تھا جبکہ نپولین بوناپارٹ کی مشرقی پیش قدمی ایک سخت وقتی خطرہ بن رہی تھی اور عین غدر ۱۸۵۷ء کے وقت جبکہ سلطنت عثمانیہ کے کریمین حلیف (یعنی برطانیہ) پر ہندوستانی سپاہیوں کا غلبہ تھا (جنگ کریمیا میں سلطنت برطانیہ ترکوں کے ساتھ ہو کر روسیوں سے مشغول پیکار تھی) جج کنیڈی تعطیل دوالی کی فرصت میں جو چیز ٹائپ کر رہے تھے فیصلہ میں خلاصۂ شہادت بیان کرنا یا ہدایت نامہ کو ترتیب دینا نہ تھا بلکہ ایک مصوری تھی جس کی تکمیل کا مقصد ایک طیار شدہ تبلیغی سامان مہیا کرنا تھا تاکہ غلط بیان گماشتگان حکومت کو کانی افواہوں اور بے بنیاد خبروں سے لاد دیا جائے اور چند ماڈریٹ اور انگلو انڈین اخبارات کے مضمون خصوصی کے واسطے ایک خزانہ تجویز کر دیا جائے۔

یہ ہے وہ وجہ جو مجھ کو اُن "خطرناک اور خلافِ مصلحت مسلوں کو" اظہر من الشمس کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ ایک مذہبی فرض ہو جاتا ہے کہ جبکہ مسٹر کنیڈی بجائے کلام اللہ، حدیث نبوی، اجماع امت اور قیاس شرعی کے اپنی الہامی کتاب اور شریعت اسلامی ایجاد کرتا ہے" جو کلام اللہ اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خدا کی کتاب ہے۔ تاسف میں غرق ہو جائیں گے"

ہمارے سشن سپرد ہونے کے بعد ہی اخباروں میں چھپ گیا کہ راس اسٹن جو علوم قانون کی فرہنگ ہیں اس مقدمہ میں سرکار کی طرف سے پیروی کے لئے آرہے ہیں اور یہ کہ اُن کی امداد پر ایک ماہر فقہ عالم صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ ہم ان علامہ صاحب کی ملاقات کے متمنی تھے جو ایک شیطان کی تائید کے واسطے آرہے تھے لیکن وہ موقع پر نہ آئے

اور ایڈوکیٹ جنرل کی مہربان تحقیقات کے باوجود کوئی اطلاع نہ مل سکی لیکن شاید بہت سی لغو شہادتوں کی طرح ایسے مقدمہ میں جس میں مجسٹریٹ اور جج دونوں گمراہ ہو رہے تھے اور جس میں عالم صاحب دیر میں تشریف لائے اور گواہ نہ بن سکے اُن کی گواہی بھی جج صاحب کے فیصلہ میں غیر موجود شہادت میں رکھی گئی یہ ہر سب سے بہتر تخئیل جو جج صاحب کے ہدایت نامہ کی تشریح کرتی ہے۔

اب اصلی جوابدہی ملزم کی یہ تھی کہ ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کا قتل عمد حرام ہے یا قانونِ اسلام کے رو سے ناجائز باستثنا اُ کہ وہ کسی امرحق کے لئے ہو۔ جو بیان کہ کراچی کی تجویز میں شامل ہے اور جس نے کارپس ڈیلکٹی (یعنی وہ واقعات جس پر ارتکاب جرم کا قیاس کیا جا سکتا ہے) ثابت ہو یا سرا یہ جرم متعلق ثبوت اس امر کے کہ جرم کا ارتکاب ہوا یا نہیں بخلاف ثبوت اس امر کے کہ کس نے جرم کا ارتکاب کیا) مہیا کیا ہے بیکار طول طویل نہیں یعنی وہ ریزولیشن جو کراچی کانفرنس میں منظور ہوا تھا اور جس کی وجہ سے مقدمہ چلایا گیا ہے غیر ضروری عمومیت سے دور ہے بلکہ صرف یہ بتاتا ہے کہ موجودہ صورت میں مسلمانوں کے لئے انگریزی فوجی ملازمت ناجائز ہے جس کے معنی صرف یہ ہو سکتے ہیں کہ فوجی ملازمت کی بابت عام طور سے کسی کی کچھ رائے ہو کسی اور وقت میں۔ لیکن موجودہ صورت تو ایسی نہیں کہ یہ ملازمت مسلمان کے لئے جائز ہو سکے اور اسلامی شریعت کے موافق انگریزی فوجی ملازمت اختیار کرے یا رنگروٹی میں بھرتی ہو یا بھرتی کرائے۔ ہندوستانی سپاہی کو ایسی جنگ لڑنا پڑتی ہے جو اُس کی جنگ نہیں ہے۔ اس کے لئے اس معاملہ میں کسی چون و چرا کی گنجائش نہیں سوائے اس کے کہ سر تسلیم خم کرے اور موت کے گھاٹ اُتر جائے یا دوسروں کی جان لے۔ اس موقع پر کون تھا جو علت پیش کردہ کی حقانیت پر شریعت کے موافق غور کرتا۔ ورنہ حقیقت معاملہ یہ تھی کہ ہر مسلمان کے اوپر صریحاً واضح ہو چکا تھا چاہے وہ کتنا ہی نامساعدت ادراک کا شکار رہتا

کہ وہ اسباب جن پر جنگ کی گئی تھی شریعت کے خلاف اور ناحق تھے۔ اُس وقت جج
صاحب کے لئے یہ زیبا تھا کہ وہ دو چیزیں ثابت کرتے یا تو یہ کہ ایک مسلمان کے لئے دوسرے
مسلمان کا قتل عمد بغیر کسی امر حق کے حرام نہیں ہے یا یہ کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان
کے مقابلہ میں قصداً جنگ کرنا اُس استثناء میں آتا ہے جس کو شریعت نے مقرر کیا ہے
کیا کنیڈی صاحب اپنے ہدایت نامہ کے اندر ایسا کرتے ہیں۔ نہیں وہ تو صرف یہ ثابت
کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن پاک ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی جان
لینے کے لئے قطعاً منع نہیں کرتا۔ یہ ایک ایسی حجت ہے جس کو کسی نے بھی پیش نہیں
کیا ہے۔ ملزم کس طرح یہ دلیل لا سکتا تھا وہ تو صرف نہایت احتیاط کے ساتھ اُن حدود
کو بتاتا ہے جو شریعت نے ایسے مواقع کے لئے مقرر کی ہیں جبکہ ایک مسلمان دوسرے
مسلمان کی عمداً جان لے سکتا ہے سب سے پہلی حدیث جو میں نے عدالت ماتحت میں
بیان کی تھی قانون الٰہی کی عمومیت کو محدود کرنے کے لئے صرف تین استثنیات بتاتی
ہے۔ اول سزائے قتل عمد دوم زنا سوم الحاد و زندیقیت۔ قرآن کریم خود اس حدود کو
بخاطر امر حق کہہ کر قائم کرتا ہے اور بالتکرار اس پر زور دیتا ہے۔ اور ایک سے زیادہ
مرتبہ ایسے قتل کی اجازت دی ہے۔ بلکہ مومنوں پر بطور حکم ربانی کے فرض کر دیا ہے کہ
کہ سزائے خروج باغیانہ اور تقسیم حسنات فی الارض کی خاطر ایک مسلمان دوسرے کی جان
لے سکتا ہے (سورہ حجرات رکوع ۹۔ اور سورہ مائدہ رکوع ۵۔ موخر الذکر کو میں نے اپنے سابقہ
بیان میں تحریر کیا تھا جبکہ اس قسم کے قتل عمد کو سوائے امر حق کے لے ناجائز ثابت کر رہا تھا
اس لئے جج صاحب کا یہ کہنا کہ یہ "حرمت مشروط اور وقتی ہے نہ کہ مطلق" ایک اچھوتا اجتہاد ہے
لیکن شاید اُس نامعلوم الاسم خلیفہ سے کہیں زیادہ صحت اور خصوصیت کے ساتھ
جس کا قصہ جج صاحب نے بیان کیا ہے کہ اُس نے اپنے خلیفہ ہونے کی خبر سُن کر قرآن
شریف کو یہ کہہ کر بند کر دیا تھا کہ یہ میری آخری تلاوت ہے مسٹر کنیڈی کے لئے قرآن شریف

کے ساتھ یہ آخری واسطہ ہے اور آیندہ ایسا نہ ہوگا۔ ایک مسلمان کے قتل عمد پر یہ مشروط وقتی اور غیر مطلق حرمت قائم کر کے وہ اس کی حدود اور شرائط کی جستجو کرتے ہیں اور اس انداز کے ساتھ جس طرح ایک سچا مسلمان کر سکتا ہے۔ درانحالیکہ کوئی نیک مسلمان ان حدود اور شرائط کے تیقن کے لئے ایک اجتہاد بے قید کی ضرورت سے انکار نہیں کر سکتا لیکن وہ اپنی تحقیق کو خصوصیت کے ساتھ بزرگان دین اور ائمہ امت کے اعمال و افعال سے شروع نہیں کریگا بلکہ اُن اصولوں سے جو اساطین ملت نے پہلے ہی مقرر کر دئے ہیں۔ اسلام ان "افراد خاصہ" کے بہت سے مدارج مقرر کرتا ہے۔ خلفاء راشدین سے شروع ہو کر حضرات عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر و احد، صحابۂ رسول اللہ، تابعین اور تبع تابعین تک یہ درجے ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن اہل سنت والجماعت ذرا آگے بڑھ کر اجماع امت کو دلیل راہ مانتے ہیں اور ایک مسئلہ کو محقق جب ہی مانتے ہیں۔ اس کے اندر قیاس کا اور اضافہ کرتے ہیں جو نص صریح کی تصدیق و تفسیر میں کام آتا ہے۔ نص صریح قرآن کریم کے احکامات صریح اور رسول کریم کی مستند حدیث کو کہتے ہیں۔ لیکن فاضل اجل جناب کنیڈی صاحب جج اپنے ناپاک اجتہاد میں ان کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور نہ قرآن کریم کو حجت ٹھہراتا ہے۔ اگر کلام اللہ میں یہ حدود صاف صاف بتا دی گئی ہیں مثلاً قتل عمد بغاوت خروجی، امن عامہ میں فتنہ، زنا، الحاد و زندقیت وغیرہ۔ جن مذکورہ حدود کے اندر ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا قتل عمد حرام نہیں رہتا۔ باوجود ان فرد گذاشتوں کے جناب نے سنت نبوی کا حوالہ دینے کی تکلیف گوارا فرمائی ہے۔ لیکن نہایت بے ادب جسارت کے ساتھ ایک گستاخانہ عمومیت قائم کرتے ہوئے رسالت عظمیٰ کو عدالت سے باہر کر دیتا ہے یہ کہہ کر کہ "ہمیں نبی کریم کی تمام زندگی سے موجودہ زمانہ کے لئے کوئی مکمل (اسوۂ حسنہ) شاہراہ ہدایت نہیں ملتی" آہ کیا اس بیکسی سالت کی کوئی حقیقت ہے جس نے خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ کیا تھا (لانبی بعدی) کا کوس

لمن الملکی بجایا تھا۔ کیا واقعی کتاب الٰہی کی صداقت اور مستندیت کا آخری نشان
آنے والی نسلوں کو ظلمتکدۂ عالم میں بغیر کسی چراغ ہدایت کے بے بصران معذور کی
طرح ٹٹولتے ہوئے چھوڑ گیا ہے۔ ہاں شاید آج کے سعید دن پر ایک سندھ کے جج
کو الہام ربانی نے بشارت دی جس نے آوارہ امت مرحومہ کو منزل مقصود پر لگا دیا
لیکن نادان جج کو زندان ہوش وآگہی سے باہر آنا چاہئے اور سمجھ لینا چاہئے کہ خاتم
النبیین اپنی ملت بیضا کو بے نشان سمندروں پر بغیر پتوار اور قطب نما کے نہیں
چھوڑ گیا ہے۔ علیکم بسنتی و بسنت الخلفاء الراشدین عضو علیہا
بالنواجذ۔ "میری اور میرے خلفاء راشدین اور (اصحاب کبار) ہدایت کرنیوالوں
کی راہ پر چلو اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لو" یہ الفاظ ہیں جو روحی فداہ نے آنے
والی نسلوں کو سنائے ہیں۔ جج کینیڈی صاحب کی پیش کردہ ضعیف روایت ہمارے
لئے ایک گمراہ سنت ہوگی اگر ہم سنت نبوی اور سنت الخلفاء راشدین چھوڑ دینگے۔

ہمارے مذہب کی سب سے محفوظ اور مسعود بنیاد قرآن کریم ہے کیونکہ تمام فریق
اسکی صداقت مطلق اور تحفظ لم یزل کے قائل ہیں۔ سلسلہ میں دوسری شے احادیث نبوی
ہیں جیسا کہ میں جوری کو واضح کر رہا تھا اور جج صاحب نے مجھے حکماً روک دیا تھا۔ جو
ایک ملزم کے ساتھ برتاؤ کرنے میں تشدد تو کیا کہا جائے لیکن نزاکت خاطر کی بین
مثال تھی۔ یہ احادیث نبوی قرآن کریم کی تائید اور ضمیمہ ہیں اور قرآن کریم بھی ان کی
پیش کردہ راہ ہدایت کی تائید کرتا ہے۔ اس پر بھی ایک حدیث کتنی ہی قدسی اور مستند
ہو اگر قرآن کریم کی کسی آیت یا کسی شے سے ذرا بھی تخالف رکھے تو حدیث ہی کا مقرر کردہ اصول
عامہ یہ ہے کہ وہ حدیث رد کردی جائے اور قرآن کریم کے مطابق عمل درآمد کیا جائے۔
اگر کوئی ایسا موقع آجائے جہاں قرآن کریم اور حدیث نبوی کا حکم صریح نہ مل سکے یا ہم
تلاش نہ کرسکیں تو دوسری ہدایت اجماع امت ہے جو صحابہ کرام سے شروع ہو کر

عصر موجودہ کے علماء تک قائم رہتا ہے۔ اگرچہ اُن کے فتوے ایک شیطانی حکومت ضبط کرلیتی ہے اور باوجود ایک غیر مسلم جج کو بے انتہا واضح کرنے کے وہ ایک فہرست بنیادی قرار داد جرم کے واسطے نمائش میں رکھے جاتے ہیں اور "کارپس ڈیلکٹی" (Corpus Delicte) مہیا کر دیتے ہیں۔" اجماع امت" کے اصول پر جو اعتماد ہے وہ قرآن شریف کی سند پر منحصر ہے۔ اور حدیث نبوی پر جس کی تائید ان الفاظ میں ظاہر ہوتی ہے کہ خدا کا ہاتھ مسلمانوں کی جماعت پر ہے اور یہ کہ وہ اُس کو کبھی گمراہ نہ کریگا۔ اسلامی اصول قانون کا آخری سرچشمہ قیاس ہے جو ایک مجتہد اور مستند فقیہ کا فعل ہے قیاس اُس سبب یا علت کو کہتے ہیں جو نصوص سے نکالا جاتا ہے اور جو حدیث کے معنیٰ اور اجماع امت سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی ایک واقعہ معلومہ سے ویسے ہی واقعہ پر نامعلوم وقت پر راہ ہدایت نکالنا۔ یا اُس معلوم موقع کے واقعہ سے تطابق کرنا۔ لیکن مسٹر کنیڈی قرآن مجید کو پس پشت ڈالدیتا ہے۔ احادیث کو چھوڑ دیتا ہے اور اجماع امت کو جرم ملکی قرار دیدیتا ہے اور نظیری اسناد کے آخری حصہ پر چھلانگ مار کر آدھمکتا ہے اور اپنے آپ کو اسلامی تلقینات و مسائل کا مجتہد بنا لیتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ یہ خود ساختہ اور ایجاد بندہ قیاس اُسی بے ترتیب اور مفروضہ قیاس کی مانند ہے جس کے لئے نبی کریمؐ نے اپنی امت مرحومہ کو تنبیہ آگاہ فرما دیا ہے اول من قاس ابلیس جس نے سب سے پہلے قیاس کیا وہ ابلیس (عزازیل) تھا۔

کیا اس معلم الملکوت نے سب سے پہلے اپنے قیاس اور توہم کو خدا کے صریح احکام پر فضیلت نہیں دی جبکہ اُس نے خدا کے خلیفہ کے سامنے اپنا سر جھکانے سے انکار کر دیا۔ صرف اس قیاسی بنا پر کہ اُس کی ناری اصلیت ایک خاکی پتلے سے افضل اور برتر ہے۔

جج کنیڈی کے اس آزاد قیاس کے کیا معنی ہیں۔ اسلام کے افراد خاصہ کے اعمال و افعال پر خصوصیت کے ساتھ غور و فکر کرتے ہوئے اور اُن ہستیوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہ کے نامِ نامی سے شروع کر کے جو ایک مسلمان قاتل کے خنجر کا شکار ہو گئے تھے۔ حضرت امام حسینؓ شہید کربلا پر ختم کرتے ہیں جو اسی قسم کے قتل کا شکار بنے تھے اور نہایت زور کے ساتھ اس فہرست میں زیاد[1] جو اُن کے نزدیک بڑی مہتم بالشان ہستی ہے۔ حجاج[2]، مسلم[3] بن عقبہ، اور ہمارے ملک کے علاءالدین

---

[1] زیاد۔ غالباً اس زیاد سے مطلب زیاد ابن ابو سفیان ہے جو کہا جاتا ہے کہ یہ ابو سفیان کا ناجائز بیٹا تھا حضرت معاویہؓ نے اس کو عراق اور خراسان کا حاکم بنا دیا تھا۔ اسی کی ترغیب سے حضرت معاویہؓ نے یزید اپنے بیٹے کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا۔ زیاد نے ہی اہل عراق کو یزید کی بیعت پر راضی کیا اسی کے بیٹے عبید اللہ نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو بمقام کربلا محصور کر لیا تھا۔

[2] حجاج بن یوسف ثقفی۔ عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں جو بنی اُمیہ کا پانچواں خلیفہ تھا۔ ایک جلیل القدر مدبر تھا یہ ثقفی خاندان میں سے تھا عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں بڑا اقتدار رکھتا تھا۔ حضرت عبد اللہ ابن زبیر کے خلاف ایک بڑی فوج لیکر مدینہ شریف پر حملہ آور ہوا تھا سخت خونریزی کے بعد مکہ معظمہ کا محاصرہ کیا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر شہید ہوئے ۷۲ھ مطابق ۶۹۲ء اور مکہ فتح کیا اسی کی نسبت حضور نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ بنی ثقیف میں سے ایک شخص بڑا ظالم ہوگا اور ایک جھوٹا جھوٹوں میں سے مختار ہے جو شہداء کربلا کے انتقام کے بہانہ سے مسلمانوں کو قتل کرتا تھا اور بعد میں مدعی نبوت بن بیٹھا تھا۔

[3] مسلم بن عقبہ۔ حضرت معاویہ کے زمانہ میں ایک بڑا سردار تھا یزید کے عہد میں ایک بڑی فوج لیکر مدینہ پر حملہ آور ہوا اور مقام حرا پر بڑا کشت و خون ہوا جس میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ شہید ہوئے مدینہ منورہ کی سخت بے حرمتی ہوئی یہاں تک کہ مسجد نبوی کو اصطبل بنا لیا گیا تھا۔ اس کے بعد عبد اللہ بن زبیر کے خلاف جو مکہ میں خلافت کا اعلان اور معزولی یزید کے احکامات صادر کر چکے تھے۔ یہ لشکر روانہ ہوا لیکن مکہ معظمہ کے قریب پہنچتے ہی یہ فوج واپس ہو گئی کیونکہ یزید کے مرنے کی خبر آ گئی تھی بسنہ ۶۴ھ

[4] علاءالدین خلجی۔ یہ خلجی خاندان کا دوسرا بادشاہ تھا جو سنہ ۱۲۹۵ء میں اپنے چچا جلال الدین کو قتل کر کے تخت پر بیٹھا اس کے زمانہ میں تمام ہندوستان راس کماری تک فتح ہو گیا تھا یہ بڑا عقلمند بادشاہ

خلجی کا بھی نام داخل کیا ہے ایک عجیب انداز کے ساتھ نہ صرف اس نتیجہ پر آئے ہیں کہ ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کا قتل عمد ہمیشہ جائز نہیں ہے بلکہ یہ امر بالمعروف بھی ایجاد کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے خلیفہ پر حملہ کرنا کسی غیر مسلم شہزادے کی ملازمت میں بغیر اس سوال کے قائم کئے ہوئے کہ آیا وہ جنگ جارحانہ ہے یا مدافعانہ چنداں ناجائز نہیں ہے۔ آخرکار تدریجی تعمیق و تفریق اور حکیمانہ انداز کے عمل سے مولانا کینیڈی اس نص صریح کے معنی کہ ایک مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان کا قتل عمد حرام ہے جس پر تقریباً علمائے ماضیہ و حال متفق ہیں یہ بتاتے ہیں۔ صنعت ایجاد بندہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ "ہر مسلمان سپاہی" جو ایسی جنگ میں لڑتا ہے جس کو ملزم ناجائز قرار دے سیدھا دوزخ میں جائیگا"۔ یہ سارے نتائج جو مسٹر کینیڈی نے اخذ فرمائے ہیں شملہ کے فوجی ہیڈکوارٹرز کے لئے نہایت مفید ہیں۔ تاکہ اس کے افسروں اور عہدہ داروں کے کام آئے اور اس نازک وقت کے لئے نہایت موزوں جبکہ یہ کافر خاسر حکومت کسی مسلمان سلطنت کے خلاف ایک دوسرا کروسیڈ لڑنا مناسب خیال کریگی اور اس سرزمین پر جارحانہ پیش قدمی کریگی جو ممالکت خلافت میں شامل ہو۔ باوجود اس نہی عن المنکر کے اعلان کے جو ملزم اور اس کے ۵۰۰ علمائے شریک کا غل مچا مچا کر سناتے رہیں۔ (کروسیڈ۔ جنگ مذہبی)

اب ہم ان شہادتوں کو جانچیں گے جن پر یہ مستحسن نتائج شملہ کے فوجی ہیڈکوارٹرز کے نقطۂ نظر سے منحصر ہیں۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ مسٹر کینیڈی کے اجتہاد نے کُنتُ کنزاً مخفیاً کے خطبہ خواں کو عدالت میں پیش نظر رکھنا ضروری نہ سمجھا کیونکہ نعوذ باللہ اس شہنشاہ دو عالم کی حکومت دنیوی صرف عرب ہی تک محدود تھی۔ لیکن خوش نصیبی سے ہمارے پاس ابھی تک ان مستقیم الصراط خلفاء الراشدین کی سنت باقی ہے جن کے عہد مسعود میں نبی کریم کے دس سال بعد ہی سلطنت اسلام ایک غیر محدود رقبہ میں پھیل گئی تھی جس کے اندر مختلف الاصل و مذہب اقوام بستی تھیں جن کے رسم و رواج

عقائد اور زبان وغیرہ بالکل مختلف تھے لیکن کیا اُس مقتدر شہنشاہ نے جو مسلمانوں کی مجالس شوریٰ کا ہادی تھا اور مومنین کی زندگیوں کا مرتب کرنے والا تھا جس کو خلیفۃ المسلمین کے نام نامی سے مخاطب کرتے تھے اس دس برس کے زیادہ حصہ میں کبھی ایسا دعویٰ حکومت کیا ہے جو قرانی احکامات صریح کے متضاد ہو۔ رسول اکرم کے جانشین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وہ اسوہ حسنہ چھوڑا ہے۔ اپنی وہ سنت حقہ عطا کی ہے جو ہر وقت ارباب اولوالامر کے لئے ہدایت کا کام کرتی ہے۔ جبکہ انہوں نے ایک مجمع کے سامنے یوں خطاب فرمایا تھا۔ ان تابعت کتاب اللہ فقرونی وان خالفت عزلونی۔ اگر میں کتاب اللہ کی پیروی کروں تو مجھے مقرر کرو اگر میں اُس کے خلاف چلوں تو مجھے معزول کرو اور جبکہ عرب کی کمسن حکومت کا سیدھا سادھا سفیر شرقی رومی حکومت کے برادران دیرینہ سے ملا اور اُنہوں نے اپنے جلیل القدر قیصر کی استبدادیت عظیم کی تعریف کی تو فرزندان دشت عرب نے نہایت افتخار کے ساتھ اپنے اور اپنے خلیفہ کی داستان تسلیم و رضا سنائی جو وہ بتقلید ابوبکرؓ اس اصول پر رکھتے تھے ماھوالا کاحدٍ منا ان تابع کتاب اللہ قرناہ ان خالف عزلناہ۔ وہ (خلیفہ) کچھ نہیں ہے مگر ایک ہم ہی میں سے اگر وہ خدا کی کتاب کی پیروی کرتا ہے تو ہم اُس کو مقرر کرتے ہیں اور اگر مخالفت کرتا ہے تو معزول کر دیتے ہیں۔ اور یہ صرف اس لئے ہے کہ خلیفہ کچھ بھی نہ تھا مگر ایک ہم ہی میں سے اور صرف خدا کے واسطے اور خدا ہی کے ذریعہ مسلمانوں سے تسلیم و رضا کا مطالبہ کرتا تھا۔ اُس کا مقدس عہدہ دنیوی بادشاہوں اور معصوم بطریقوں کی تعبیر سے بھی ماورا تھا۔

لیکن دنیا نے نبی کریم کی حیات مسعود و مطہر کے عہد دہ سالہ اور سی سالہ عہد خلافت راشدہ میں ایک کامل و اکمل حکومت کی روشنی دیکھی بعد ازاں جیسا کہ رسول کریم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ خلافت تیس سال رہیگی اور بعد میں ملوک اور جابرہ حکمراں رہینگے

یہ عہد راشدہ ختم ہوگیا اور شاہی مستبدین کا زمانہ آیا سوائے حضرت عمرؓ کے کسی شخص نے بھی حکومت وسلطنت کے اجنبی اور ناآشنا مسئلوں سے مناسبت نہ رکھی۔ اس فاتح مصر وشام و ایران شہنشاہ فلسطین وعراق نے باوجود اقوام غیر کے اصول حکمرانی اختیار کرنے کے کبھی یہ شکایت نہیں کی کہ خدا کی کتاب مبین جس کے اندر ہر رطب ویابس موجود ہے اور احادیث نبوی اُس ہدایت و رہبری سے معرا ہیں جو کنیڈی صاحب کا ملتہائے خیال ہے۔ یہ کہنا کہ اُس نے خلیفہ ہوجانے کی خبر سُن کر قرآن کریم کو یہ کہہ کر بند کر دیا کہ "اب میرا آخری موقع ہے تیرے ساتھ" نہ حضرت عمر کی بابت درست ہوسکتا اور اُن کے دو جانشین کی بابت اگر اس فقرہ کے یہ معنی ہیں کہ ہر ضرورت کے وقت مسلمانوں کے ایمان و ایقان کا سرچشمہ (قرآن کریم) خشک ہوجاتا ہے۔ چونکہ اس جیلخانہ میں میرے پاس سوائے اُن چند انگریزی کتابوں کے جو شاید ہم سے پہلے کسی سیاسی قیدی کو عطا کی گئی تھیں۔ اور جن کو وہ انگریز قیدی جو ہلکے مطالعہ کے جویا رہتے ہیں ٹھکرا دیتے ہیں کوئی تاریخی کتاب نہیں ہے۔ میں اس گمنام خلیفہ کے مثال نہ دیکھ سکا جس کا ذکر کنیڈی صاحب نے فرمایا ہے۔ اگر یہ قصہ عبد الملک بن مروان پانچویں اموی خلیفہ کا ہے جس کے زمانہ میں فتوحات اسلام کا دائرہ وسیع ہوا تھا۔ اور جس کے عہد میں محمد بن قاسم نے سندھ اور ملتان کو فتح کیا تھا اور جس کے وقت میں بقول برطانوی مورخین انضباط اور استحکام سلطنت خوب تھا تو میں درخواست کرونگا کہ اس قران کریم کے بند کرنے والے کا انجام بھی قابل سماعت ہے جس نے اپنی عہد حکومت کو شروع کرتے وقت آہ کے ساتھ قران بند کر دیا تھا۔ شاید وہ گہرا سانس تو اُس آہ سے کہیں زیادہ تھا جبکہ اُس نے اپنے دور حکومت کے اختتام پر اس واقعہ پر تاسف کے ساتھ دست حسرت ملا تھا کہ وہ بجائے اشاعت و اعلائے احادیث نبوی کے (جن کو کمشنر کنیڈی قبول نہیں فرماتے) فرماں روا ہوا اور اُن گناہوں کا بوجھ

سر پر لیا جو "مستحکم حکومت" سے پیدا ہوئے۔
کوئی مسلمان اس منضبط اصول پر معترض نہیں کہ حاکم وقت "ضرور مجرم ہے اگر وہ دنیوی لازمی آئین کے عدم اجراء کی وجہ سے معاملات مسلمانان اور دنیوی حکومت کو بربادی وتباہی پر لیجاتا ہے بشرطیکہ یہ لازمی اور دنیوی اصول خدائی قانون سے نہ ٹکراتے ہیں اور براہ راست خدائی قانون نے اُن کو منظور نہ کرلیا ہے"
لیکن کوئی مسلمان بھی دنیاوی ودینی قانون کے ایسے امتیاز کو گوارا نہیں کرسکتا جو چاک ہوجانے والا ہے برخلاف اس کے ہر مسلمان ایسے قانون کے آگے اپنا سر تسلیم خم کردیگا جو مسلم حکومت جاری کرسکتی ہے اور خدائی قانون کی مخالفت نہ کرتا ہو بلکہ اُس کے زیر ہدایت واضع کیا گیا ہو۔ مگر جج کنیڈی کا یہ مسئلہ کہ "ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بغیر کسی امر حق کے قتل کرسکتا ہے" کس طرح دنیاوی قانون کے اجرا پر معذرت کرسکتا ہے جو نہ صرف خدائی قانون کی تردید بے واسطہ کرتا ہے بلکہ اُس کے صریح خلاف اور متضاد ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ مسئلہ ایجاد کردہ جج صاحب صرف عام مسلمانوں ہی پر نہیں ختم ہوجاتا ہے بلکہ خلیفۃ المسلمین کی ذات مقدس تک اپنا دست تطاول دراز کرکے اُس بے سبب اور جارحانہ جنگ کو بھی جائز قرار دیتا ہے جو خلافت عظمیٰ کے خلاف برطانیہ کی کافر حکومت کی طرف سے ایک مومن لڑسکتا ہے اگر مسٹر کنیڈی کی یہ گرم گرم سیاست شریعت کی جگہ لے سکتی ہے تو کیا ایک مسلمان سپاہی یہ نہیں پوچھ سکتا کہ یہ "کس کے حکم سے" ہے۔ مسٹر کنیڈی فرماتے ہیں کہ اُس نے کتابوں میں پڑھا ہے نیک اور متقی لوگوں کو اُن بادشاہوں کو ملامت کرتے ہوئے جنہوں نے شاہانہ اصول پر کام نہیں کیا ہے بلکہ تارک الدنیا کی حیثیت سے شاید مسٹر کنیڈی کو یہ نہیں معلوم کہ یہ شدید ملامت متقی لوگوں نے نہیں کی ہے بلکہ اول خود مسلمانوں کے خدائے قدوس نے اور اُن کے نبی کریم نے ہر ایسی گوشہ نشینی اور ترک تعلقات پر جو ممنوع قرار دیدی گئی ہے

اسلام ایک صحیح ضابطہ اعمال زندگی کے لئے عطا فرماتا ہے اور یہ بلا امتیاز راعی ورعایا سب پر یکساں حاوی ہے۔ اور تمام بنی نوع انسان کے لئے یکساں اور عمومیت کے ساتھ حکم صادر فرماتا ہے۔ اگرچہ اسلامی شریعت دنیاوی انعام اور آلام میں اتنی محویت کو ناجائز قرار دیتی ہے جو انسان کو اپنے ادائیگی فرض سے معذور کردے جو خالق و پروردگار کی طرف سے اُس پر عاید ہوتے ہیں اور آنے والی دنیا کے انعام کو فراموش کردے یعنی آخرت کی سزا و جزا کو بھول جائے اور یہ بتاتی ہے کہ اُس کو اس دنیا میں رہنا ہے۔ چلنا ہے اور اپنی ہستی کو قائم و برقرار رکھنا ہے اور وہ اُن فرائض کو نہیں بھول سکتا۔ جو اور انسانوں کی خاطر اُس کو ادا کرنے ہیں ایک مسلمان کو اس دنیا میں رہنا ہے لیکن نہ یہ کہ اُس کا ہو جائے اور اپنی وفاداری اور عبدیت کو ثابت کرنا ہے تمام اُن فرائض کو ادا کرکے جو خالق عالم نے اُس کے ذمہ اس عالم اسباب میں رکھے ہیں نہ کہ اس دنیا کو ترک کرکے اور اُن فرائض کو پس پشت ڈالکر جو دنیا میں اُس کے لئے رکھے گئے ہیں۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ یہ ہے وہ خدائی آواز جو رسول کریم کی زبان سے ادا ہوئی تھی تاکہ مومنوں کو تنبیہً آگاہ کردیا جائے کہ عیسائی گوشہ نشینوں کے ان خلاف فطرت ضوابط اعمال سے بچو جو انہوں نے خود اپنے لئے ایجاد کر دئے ہیں حالانکہ خدا نے کوئی حکم نہیں دیا ہے۔ ثم قفینا علی اثارھم برسلنا وقفینا بعیسی ابن مریم و اتینہ الانجیل وجعلنا فی قلوب الذین اتبعوہ رافعۃ ورحمۃ ورھبانیۃ ابتدعوھا ماکتبنھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا فاتینا الذین امنومنھم اجرھم و کثیر منھم فسقون (سورۃ الحدید) تب ہم نے اپنے رسولوں کو نوح اور ابراہیم کے عقب میں بھیجا اور تب ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور اُس پر انجیل اُتاری اور اُس کے مقلدین کے قلوب میں رافت اور رحمت ڈالی لیکن اُنہوں نے رہبانیت جاری کی

حالانکہ ہم نے اُنہیں حکم نہیں دیا تھا۔ خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے لیکن اُنہوں نے اس پر عمل نہیں کیا جہاں تک کہ عمل کرنے کا حق تھا۔ بعضوں کو ہم نے اتنا اجر دیا کہ وہ صاحب ایمان ہوئے لیکن بہت سے اُن میں کے فاسق ہوئے (سورۃ الحدید آیت ۲۷) اگر رافت اور مرحمت کا نام رہبانیت ہے اور سوائے امر حق کے اور انسانی خونریزی سے بچنے اور محترز رہنے کا نام جیسا کہ خدائی کتاب میں حکم کیا گیا ہے رہبانیت ہے تو یقیناً ہر مسلمان چاہے وہ بادشاہ ہو یا رعایا ایک پکا رہبان ہے۔ اگر رہبانیت کا نام ترک دنیا اور گوشہ نشینی ہے اگر اس کا مطلب تاریک سنسان غاروں میں بسر کرنا یا ویران پہاڑوں کی برفستانی چوٹیوں پر عمر گذار دینا ہے تاکہ خدا کی رضامندی حاصل کیجائے تو یقیناً یہ انسانی ایجاد کردہ غیر فطری اور ناقابل عمل ضابطہ ہے جس کے لیے خدائی قانون میں کوئی حکم نہیں نہ بادشاہوں کے لئے اور نہ گداؤں کے لئے۔

یقیناً اس عالم کی خوشیوں اور عیاشیوں میں حد سے متجاوز مشغولیت قرآن کریم کی رو سے اتنی ہی ممنوع اور نامشروع ہے جتنی رہبانیت اور شاید اسلامیوں کا یہ ناز بالکل بجا ہے کہ ان کے بہت سے افراد نے اپنی سادہ زندگیوں کو مرصع و مطلا تخت شاہی کی بلندی پر بھی ہاتھ سے نہ دیا۔ مسٹر کینیڈی اپنے "افراد خاصہ" کی فہرست میں نورالدین زنگی اتابک موصل کا جو حضرت شیخ صلاح الدین سعدی شیرازی کے عم مکرم کا آقا اور پرورش کنندہ تھا نام بھی داخل فرماتے ہیں کہ وہ اس قسم کی زندگی بسر کیا کرتا تھا اور جب اُس کی محبوبہ زوجہ نے اُس سے التجا کی کہ وہ اُس وظیفہ میں ترقی کر دے جو اُس کو خزانہ عامرہ سے اخراجات کے لئے ملتا تھا تو اُس نے صرف ماہیہ اور حمص کی تین دکانیں اُس کو دیدیں۔ جب اُس کی بیوی نے اِن تین دو کانوں پر تعجب کرتے ہوئے پوچھا کہ آخر یہ وسیع سلطنت کس کی ہے تو زنگی نے جواب دیا کہ وہ "خدا اور

مسلمانوں کی" میری ملکیت تو صرف یہ تین دو کانیں تھیں جو میں نے اپنی کمائی سے خریدی تھیں" یہ ہے اسلامی خدائی جمہوریت جس کو مسٹر کنیڈی شدید ترین استبدادیت میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ گھر کے گھر ہی میں اورنگ زیب ہے جس کی ذات ملامت اور مخالفت کا ہدف ہے۔ اپنی شہزادگی کے زمانہ میں لنکا کے غاروں میں جا بیٹھا تھا لیکن اپنی غلطی کو محسوس کر کے رہبانیت ترک کی اور ہندوستان کے عظیم الشان تخت طاؤس پر جلوہ فرما ہو کر بھی اپنی حلال کمائی ترک نہ کی۔ وہ ٹوپیاں سیتا رہا قرآن کریم کی کتابت کرتا رہا لیکن شاہی خزانہ کو نہ چھوا۔ بذات خود ایک جو کی روٹی اور کوزہ پانی پر بسر کرتا ہندوستان کے اس عظیم الشان جلیل القدر شہنشاہ کے مرنے پر اس کے پاس صرف ۱۲ کل سرمایہ حیات نکلتا ہے جو اس کی تجہیز و تکفین میں صرف کئے گئے۔

دولت آباد کے ویرانہ میں اس کی خام اور سیدھی سادھی قبر اسلامی رہبانیت کی وہ بین مثال ہے جس کو اسلام نہ صرف جائز رکھتا ہے بلکہ حکم پابندی بھی دیتا ہے۔ اتنا تو مسٹر کنیڈی کے فرمودہ پر کہا جا سکتا ہے کہ "متقی لوگوں نے بادشاہوں کو ان کی رہبانی زندگی پر شدید ملامت کی ہے" اب ہم شہنشاہیت کے بحث طلب مضمون پر آتے ہیں جس کا متذکرہ بالا ملامت حکمرانوں کی رہبانی زندگی کے اوپر ایک عارفانہ دیباچہ تھا۔ اور جو بحث طلب مضمون نیازمند ہندوستانی سول سرونٹ کو بہت عزیز ہے جو نہ ہندوستانی ہے نہ سویلین اور نہ ایک غریب ملازم۔ مسٹر کنیڈی صاحب فرماتے ہیں کہ "تقریباً پہلی ضرورت دنیاوی قوانین کی یہ ہے کہ حکمران کی قوت اور اقتدار کو برقرار رکھا جائے" یہ عجوبہ روزگار جذبات کی تار برقی جو شملہ کے سویلین اور سندھ کے دور افتادہ سویلین کو متصل کر دیتی ہے ایک طلسمی ذریعہ ہے جس کی وساطت سے ایک حاکم عدالت قانونی نے عمال حکومت کے لئے تازہ قانون بنا دیا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا حریم شملہ کے انصاف سوز دل کی خوشی ہو سکتی ہے کہ "فرمانرواؤں کے اقتدار کو برقرار رکھا جائے" لیکن یہ نہ تو

اسلام کی تلقین تھی اور نہ ہو سکتی ہے۔ اگر اقتدار حاکم دنیاوی اس وجہ سے قائم نہ رکھا جائے کہ وہ احکم الحاکمین کا ایک نمایندہ ہے جو تمام کائنات پر حکومت کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام اپنے زندانی ساتھیوں کو تلقین کرتے ہیں "خدا کے سوا اور کسی کی حکومت نہیں ہے اور کسی کی بندگی کے لئے ہیں حکم نہیں دیا جاتا مگر خالق دو جہاں کی اور صرف اُسی کی یہی مذہب کا سیدھا راستہ اگرچہ بہت لوگ اُسے جانتے نہیں" ایسے بادشاہ بھی ہیں جن کی اطاعت کے لئے رسول اکرم نے حکم دیا ہے۔ لیکن یہ اُس وقت جبکہ وہ حقیقی معنی میں اپنے آپ کو ظل اللہ ثابت کردیں اور یہ تو بالکل صحیح ہے کہ دوپہر کی دھوپ ہرگز نہیں پڑ سکتی۔ اگر آفتاب کا وجود نہ ہو۔ بغیر اصلی شے کے سایہ پڑنا ملاواسطہ قطعی محال ہے جب تک کہ سایہ اصلی جسم کے ساتھ اور اُس سے جُدا نہیں ہوتا تو بادشاہ بھی جو خدا کا سایہ ہے۔ رعایا کے اُس ادب اور عزت کا مستحق ہے جو اُس کا فرض ہے السلطان ظل اللہ فی الارض فمن اکرمہ اکرم اللہ ومن اھانہ اھان اللہ بادشاہ اس پردہ دنیا پر خدا کا سایہ ہے پس جس شخص نے بادشاہ کی عزت کی اُس نے خدا کی اور جس نے بادشاہ کی توہین کی اُس نے خدا کی توہین کی۔ لیکن جہاں کہیں سایہ اپنے وجود کو بغیر اصلی وجود کے ثابت کرتا ہے وہ ناپید ہو جاتا ہے اور کوئی نشان نہیں چھوڑتا مجسٹریٹ سپرد کنندہ کی عدالت میں میں نے بہت سی احادیث کا حوالہ دیا تھا جو مسلمانوں کو اولوالامر منکم کی فرمانبرداری کے لئے حکم فرماتی ہیں لیکن اگر وہ حکام باوجود اس کے کہ ہم ہی میں سے ہوں خدائی احکام کے خلاف کوئی حکم دیتے ہیں اُس وقت "نہ کوئی اُن کو سنیگا اور نہ فرمانبرداری کریگا" قرآن کریم اس سے زیادہ صریح اور کیا حکم دے سکتا ہے۔ وان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذلک خیر لکم واحسن تاویلا۔ اور اگر تمہارے اور حاکموں کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو تو خدا کی طرف رجوع کرو اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو اور یوم آخرت

پر یہ سب سے بہتر ہے تمہارے لئے اور سب سے اچھی تاویل۔ خدا کے رسول نے شاید ہمارے موجودہ مقاصد کے لئے آئینہ استقبال میں دیکھ لیا تھا جو آنحضرت نے اُس ابتلا اور آزمایش کی بابت پیشین گوئی فرمادی ہے جو اُمتِ مرحومہ کو پیش آنے والی تھی۔ اگرچہ مسٹر کنیڈی تو قانون کے خلاف چلنے کے لئے اگر ضرورت ہوتی ہے تو تاریخ سے اپیل کرنے لگتے ہیں اور خاطی انسان کی عدالت یوم النشور کو الٹ پلٹ کر دیتی ہے اور خدائے ملک القدوس کو تخت ربوبیت سے اُتار دیتی ہے۔ باب الفتن کے حصّہ میں جہاں آئندہ والی ابتلاؤں اور فتنوں کی بابت احادیث ہیں تمام واقعات دئے ہوئے ہیں جو تاریخ کے صفحات پر ثبت ہونگے بالفقر اخشی علیکم ولکن اخشی ان یبسط علیکم الدنیا فتنافسوھا کما تنافسوتنا فسوھا من کان قبلکم فتقتلوا وتھلکوا۔ خدا کا سچا نبی ان الفاظ کے ساتھ متاسف ہوتا ہے "میں تمہارے فقر و فاقہ سے نہیں ڈرتا۔ میں تو اس بات سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تمہارے سامنے ڈال دی جائیگی اور تم خودغرضانہ اُس کے لئے آپس میں جھگڑوگے جیسا کہ تم سے پیشتر لوگ اُس کے لئے جھگڑتے ہیں اور تم آپس میں لڑکر تباہ ہو جاؤگے" آج ہم تباہی کے نزدیک آ لگے ہیں اور یہ اپنے ہی ہاتھوں سے ہوا ہے۔ کیونکہ مسٹر کنیڈی "افراد خاصہ" نے دنیا کو اتنی وسعت کے ساتھ اپنے سامنے پھیلا دیا تھا۔ کہ وہ ایک دوسرے سے خود غرضانہ طور پر لڑے جھگڑے جیسا کہ اُس سے پہلے جو گذرے تھے اُنہوں نے کیا تھا۔ اور مسلمانوں کو عموماً بغیر کسی سبب صادق کے قتل کیا۔ کیا مسٹر کنیڈی کے ان "افراد خاصہ" کا فعل بھی ہمارے لئے سنت ہو گیا جس کو ہم دانتوں سے مضبوط پکڑیں اور خاتم النبیین اور اُس کے سچے جانشینوں کی سنت ترک کریں۔ اگر ایسی نظیریں شریعت کی ربانی اور پیغمبری ہدایا کی جگہ لے سکتی ہیں تو یقیناً یہ شریعت حقہ بھی قانون کی بے اصولی سائنس اور تمثیلوں کی پیدا کی ہوئی ہے۔ گمراہی بن جائیگی جو خدا کی سیدھی سادی مخلوق کو بھٹکا دیگی۔

کیونکہ اگر ابن زیاد کا شہدائے کربلا پر بربادی و تاراجی لاناخدائی قانون کو بدل سکتا ہے تو برطانیہ اس ناجائز اولاد کے باپ کے گناہ کو کیوں حق بجانب نہیں سمجھتا (ملاحظہ ہو نوٹ مترجم بابت زیاد) کیونکہ برطانیہ کے تعزیرات کے مطابق تو زنا کوئی جرم نہیں ہے اگرچہ مسلمان اب بھی شراب نوشی اور زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ مگر یہ دونوں جرم ابھی تک حرام ہیں۔ تو پھر مسلمان کا قتل عمد کیوں جائز رکھا جاتا ہے۔ اگرچہ حجاج بن یوسف الثقفی نے حرم کعبہ میں بھی مسلمانوں کا قتل نہ چھوڑا۔ ویل للعرب من شر قدا قترب قتلاھا فی النار۔ افسوس ہے اہل عرب پر قریب آنیوالی برائی کے واسطے۔ اس کے مقتول دوزخ کی آگ میں جلیں گے ویل عمار تقتلوہ فئة الباغیة یدعوھم الی الجنة ویدعوھم الی النار" عمار کے واسطے افسوس ہے۔ باغی گروہ اس کو قتل کر ڈالیگا جبکہ وہ انہیں جنت کی طرف بلاتا ہوگا اور وہ اس کو دوزخ کی طرف دعوت دے رہے ہونگے"

ھلکہ امتی علی ایدی اغیلمة من قریش۔ میری امت کی تباہی قریش کے چند مفسد جوانوں کے ہاتھ سے ہوگی"

سیکون فی ثقیف مبیر وکذاب بنی ثقیف سے جلد ایک ظالم اور ایک کذاب پیدا ہوگا۔

علمائے عصر اور ان کے تابعین متفق ہیں کہ "ظالم و جابر تباہ کرنے والا" جس کی بابت پیشین گوئی کی گئی تھی مسٹر کنیڈی کے افراد خاصہ میں سے ایک تھا۔ حجاج بن یوسف الثقفی خلیفہ عبدالملک بن مروان کا جرنل اور صوبہ دار تھا جس کے خونریز کارنامے اور بھیانک اعمال ہمارے لئے آسانی پیدا کر دیں گے تاکہ ہم ایک مسلمان کے قتل عمد پر قرآنی حدود اور استثنیات کی تشریح کر سکیں اور جب فرمودہ جناب کنیڈی صاحب موجودہ زمانہ میں ہماری رہبری کریں گے کیونکہ عہد حیات نبی تو کوئی راہ ہدایت بتانا

ہی نہیں۔ (نعوذ باللہ من شرور انفسنا) عمار بن یاسر جو خدا کی راہ میں سب سے پہلا مقتول تھا جنگ صفین میں مارے گئے تھے جس کی بابت جناب کینیڈی صاحب نہایت آسانی سے حوالہ دیتے ہیں۔ کیا ہم اُن کی موت پر افسوس کریں جو باقی لوگوں کو بہشت کی طرف بلا رہے تھے۔ یا اُس خونریزی پر فخر کریں جس نے اُن مفسد غولوں کو دوزخ کا ایندھن بنا دیا تھا۔ کیا ہم کو حضرت امام الشہداء کی شہادت پر افسوس کرنا چاہئے یا یزید کی فتح پر خوشی۔ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری تباہی کا سبب یزید ہوا اور دوسرے قریشی نوجوان جس میں امیر فیصل بھی شامل ہے جو آج کربلا میں یزید کا سچا جانشین ہے۔ یہ سچ ہے کہ امیر عالی مقام جناب علی کرم اللہ وجہہ نے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی تلوار کھینچی اور یہ بھی ہم جانتے ہیں جیسا کہ مسٹر کینیڈی خود بتاتے ہیں کہ خدا اُن سے راضی تھا اور وہ شیر خدا تھے ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جنگ جمل کے روز جس اونٹ کا خون بہانے کے لئے آپ نے حکم دیا تھا اُس کا راکب کوئی اور نہ تھا بلکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جس سے خدا اور خدا کے رسول اتنے ہی راضی تھے جتنے حضرت علی سے ...... ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت عائشہ کے ساتھ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر بھی تھے جو مثل علیؓ اور دوسرے صحابہ کرام کے عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ بیشک یہ بھی "افراد خاصہ" میں سے تھے۔ ہم مجبور ہیں کہ حنت علی کو دانتوں سے مضبوط پکڑیں۔ حضرت علی نے کیوں ان کے خلاف تلوار اٹھائی اور وہ لوگ کیوں حضرت علیؓ سے جنگ کرنے کے واسطے آئے۔ یہ داستان تو کچھ لاینحل نہیں ہے۔ سیدھا سادھا قصہ ہے لیکن ایسا قصہ نہیں جس طرح میاں کینیڈی صاحب روایت فرماتے ہیں۔

حضرت علی کی خلافت کے خلاف طلحہؓ اور زبیرؓ نے تلوار نہیں اٹھائی تھی کیونکہ وہ لوگ تو بیعت کر چکے تھے بلکہ انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت پر قاتلوں

سے قصاص لینے کے لیے یقینی اصرار کیا جس کو حضرت علیؓ مناسب موقع کے انتظار میں تعویق ڈالتے رہے تاکہ قصاص کے خدائی قانون کو مناسب وقت پر جاری کر سکیں۔ "جان کا بدلہ جان ہے" قصاص کہلاتا ہے اور یقیناً قصاص ہی بنی نوع انسان کی حفاظت بھی مضمر ہے۔ حضرت علی کی خلافت چونکہ ابھی مستحکم نہیں ہوئی تھی اس واسطے اُنہیں وقت کی ضرورت تھی۔ جن لوگوں نے اُن کی مخالفت کی وہ یقیناً اُن کے اندازے میں خلیفۃ المسلمین کے باغی تھے اور اُنہیں بغاوت کے جرم کی پاداش میں سزا دینا اور حسنات فی الارض کی اشاعت کرنا حضرت علیؓ کا فرض تھا۔ دوسری جماعت جس کو حضرت علی باغی سمجھتے تھے اپنے خیال میں حضرت علیؓ کو چھپا رکھا تھا۔ اس بنا پر دونوں گروہ نے اپنے آپ کو قرآنی قانون کے مطابق حق بجانب سمجھا۔ اور قرآن کریم کے اس استثناء کی حفاظت میں "قتل نفساً بغیر نفس او فساد فی الارض" اور وہ جنہوں نے جان کے بدلے جان نہ لی یا امن عامہ میں فساد ڈالا۔

یوم جمل غلط فہمیوں کا دن تھا۔ روز جنگ کی شب میں یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ حضرت عائشہؓ کو حضرت عثمان کے قاتل دیدئے جائیں۔ لیکن یہ صلح اُن قاتلوں کے خلاف مرضی تھی جو بغرض قصاص سپرد کئے جانے والے تھے۔ اس لئے اُنھوں نے شب ہی میں فوج مقابل پر تیر اندازی شروع کردی جس کا نتیجہ دونوں افواج مقابل میں جنگ و خونریزی ہوا۔ ہر دو جانب کے لوگ جو مفسدین کی کارروائی سے ناآشنا تھے ایک دوسرے کو الزام دیتے تھے اور جبکہ حضرت علی حضرت طلحہ و حضرت زبیر سے دوران جنگ میں ملاقی ہوئے تھے تو سخت گفتاری ہوئی اور ایک دوسرے پر ملامت کرنے لگے۔ لیکن جب صداقت کا اظہار ہوا تو حضرات طلحہ و زبیر میدان جنگ سے لوٹ گئے۔ حضرت زبیر کو حضرت علی کے ایک ہمراہی نے خلیفہ

کا دشمن سمجھ کر مار ڈالا۔ اور جب حضرت زبیر کا سر مولا علی کے سامنے لائے تو انعام واکرام کی توقع کی تو حضرت علی نے اُس انعام کی بشارت دی جو حضور رسالتمآب نے پہلے ہی ان کے لئے تجویز فرمادیا تھا۔ بشر قاتل صفیة بالنار " قاتل ابن صفیة کو جہنم کی بشارت دیدو" مسٹر کنیڈی کے انعام آخرت کے تخیلات پر اگر شرح کی جائے تو نہ معلوم اُس بشارت کا کیا حشر ہو۔ ایسی حالت میں ایک صحیح العقل بے تصنع سردار کیا کریگا۔ کیا وہ صرف دوزخ کی آگ کے خوف سے یہ فیصلہ دیگا۔ کہ کون اصلی اور مستحق دعویدار ہے؟ خدا انہیں ناممکنات کے لئے مجبور نہیں کرتا۔ ایک سپاہی ہرگز گنہگار نہیں اگر وہ اپنے سردار یا قائد کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ اگر کوئی گناہ ہے تو وہ سردار کا ہے نہ کہ سپاہی کا۔ میں مسٹر کنیڈی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اسلام اور اُس کے مقدس قانون کو تنہا چھوڑ دیں۔ اپنے برکٹین Bracton اور کوک اپان لٹل ٹن کی خبر لو۔ اپنے بلیک اسٹون کی شرح قانون ملکی کی خبر لو۔ اسلام کے اندر کسی کا گناہ دوسرے کے سر نہیں منڈھا جاتا۔ لا تزر وازرة وزر اخری " کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائیگا" حضرت عائشہ نے اُس وقت سمجھا جب حضرت علیؓ نے اُن کو رسول کریم کے وہ الفاظ یاد دلائے کہ وہ (عائشہؓ) ایک روز اُس (حضرت علیؓ) سے لڑیگی اور جس پر نبی تہامی نے حضرت عائشہ کو فہمائش کی تھی کہ وہ اپنے مکان کو ہرگز نہ چھوڑیں اور اس فروگذاشت پر حضرت عائشہؓ عمر بھر تاسف کرتی رہیں اور پھر کسی جھگڑے میں حصہ نہ لیا۔ اور جس فروگذاشت کے کفارے میں وہ ہمیشہ غلام خریدا کرتیں اور آزاد فرمادیتیں۔ یہ اُس غلطی کی موئوں تلافی تھی جس کے سبب سوء اتفاق سے ہزاروں مسلمانوں کی جانیں ضائع ہوئیں۔ اگر مسٹر کنیڈی آئی سی ایس اپنے نفلی قرآن کو دیکھنے کی زحمت گوارا فرمائیں تو انہیں سوجھ جائیگا کہ جنگ جمل کے خونریز حادثہ پر اُن کو قرآن کے اندر کافی ہدایت ملیگی۔ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا

فاصلحوا بینهما ج فان بغت احدٰهما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الی امر اللہ ج فان فاءت فاصلحوا بینهما بالعدل واقسطوا ط ان اللہ یحب المقسطین ۔ انما المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون ۔" اگر مسلمانوں کے دو فرقے آپس میں لڑ پڑیں تو اُن میں صلح کرا دو پھر اگر اُن میں کا ایک فرقہ دوسرے پر زیادتی کرے تو جو زیادتی کرتا ہے اُس سے لڑو، یہاں تک کہ وہ حکم خدا کی طرف رجوع لائے پھر جب رجوع لے آئے تو فریقین میں برابری کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کو ملحوظ کرو بیشک اللہ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے ۔ مسلمان تو بس بھائی بھائی تو اپنے دو بھائیوں میں میل جول کرا دیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے"۔

کیا یہ اخوت اسلامی قائم رہ سکتی ہے اگر ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو عمداً قتل خصوصاً جبکہ ایک سپاہی ایک غیر مسلم حکومت کی ملازمت میں رہ کر خلیفۃ المسلمین سے جنگ کرے ۔ جائز ہو جائے ۔ لیکن مسٹر کینیڈی کے پیش نظر تو اپنی اخوت قومی کا مقصد ہے ۔ اس لئے اُس کے نزدیک ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو عمداً ذبح کر ڈالنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں ۔ مسٹر کینیڈی کا توہی اس مہم کا انجام نہیں ہے بلکہ یہ ذریعہ ہے اُس پر اُمید انجام کا جس کے رونما ہونے پر اسلامی اخوت کا خاتمہ ہے ۔

اگرچہ بادی النظر میں غزوۂ سفیان کا نتیجہ ایسا ہی ہوا لیکن فی الحقیقت وہ مختلف تھا ۔ حضرت علیؓ کے مخالفین کچھ دوسری نوعیت کے آدمی تھے ۔ چونکہ حضرت عثمانؓ بنی اُمیہ کے ایک رکن تھے ۔ اس لئے امیر معاویہ کا بحیثیت اُس خاندان کے سردار ہونے کے قصاص پر مصر ہونا حق بجانب تھا لیکن اُس کارِ سیاہ کے مجرمین یوم الجمل میں تلافی مافات کے لئے اپنی جانیں دے چکے تھے ۔ نیز یہ کہ امیر معاویہ نے حضرت علیؓ

کا خلیفہ ہونا تسلیم نہیں کیا تھا۔ ابتدائی مناقشوں سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ غزوۂ سفیان حضرت علیؓ کی مخالفت کا بزور شمشیر اعلان تھا لیکن جہاں تک مجھ کو علم ہے یہ اعلان کھلی ہوئی بغاوت بھی جیسا کہ اُس حدیث سے ظاہر ہے جو عمّار کی شہادت کے متعلق ہے۔ جب تک امام حسنؓ نے صلح نہ کر لی اور امیر معاویہ خلیفہ اور امیرالمومنین قرار نہ دیا گیا۔ امیر معاویہ اُس کے رفقاء کو فئۃ الباغیہ کہتے تھے۔

جوڈیشل کمشنر صاحب کا یہ فرمانا ہرگز صحیح نہیں کہ ''غزوۂ سفیان میں عمرالعاص ؓ نے جو کچھ کیا تھا وہی ان ملزمین کی نسبت کہا جاتا ہے۔ یعنی اُس نے ایک محض سیاسی قصہ کو مذہبی جامہ پہنا دیا تھا۔ اور قرآنِ پاک کے نسخوں کو نیزوں میں باندھ کر حضرت علی کو ثالثی فیصلہ پر مجبور کیا تھا لیکن ہر مسلمان خواہ وہ کسی اعتقاد کا ہو اس طرز عمل کو بڑی حقارت سے دیکھتا ہے'' یہ قصہ دینوی نہ تھا ورنہ حضرت علی ایسے شخص کبھی اس کام میں ہات نہ ڈالتے۔ نیز یہ کہ مسلمان اس طرز عمل کو بُرا اس لئے نہیں کہتے کہ عمرابن العاص نے دنیوی مسئلہ میں مذہبی پہلو اختیار کیا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ اُس نے اپنی ایک ناپاک غرض کے حصول یعنی حضرت علیؓ کو دھوکا دینے کے لئے کلام پاک کا ناروا استعمال جائز رکھا تھا۔ جیسا کہ مابعد کے واقعات سے ظاہر ہے اگر ملزمین خدا نخواستہ اس ریاکاری کے مرتکب ہوئے ہیں تو مسٹر کینیڈی کی وہ انتہائی سزا جو وہ ملکی قانون کی رُو سے دے سکتے ہیں اُس سزا کی عشر عشیر بھی نہ ہوگی جس کے یہ ملزمین خدائے واحد القہار کے دربار میں مستحق ہیں۔

عمر اگرچہ فاتح مصر تھا لیکن اس جنگ ناسزا میں اُس کی ہمت بھی پست ہوگئی وہ ہوا کا رُخ دیکھ کر یہ سمجھنے لگا کہ اگر جماعتی حقوق کا فیصلہ تلوار پر منحصر رکھا جائے تو کامیابی معلوم۔ اس لئے اُس نے بجائے فنون جنگ کے فریب و مکر کو اپنا اسلحہ کامیابی قرار دیا۔ اُس نے یہ معلوم کر کے کہ حضرت علی کی جماعت میں ایک کثیر تعداد

جاہلوں کی ہے جن کے دل ایک غلط مذہبی جوش سے بھرے ہوئے ہیں کلام پاک کی متعدد جلدیں اپنے سپاہیوں کے نیزہ میں بندھوائیں اور اس طرح قرآنِ پاک کی وساطت سے ثالثی کا ملتجی ہوا۔ حضرت علی نے جن سے بڑھ کر قرآنِ پاک کی عظمت کسی دوسرے کی نگاہ میں نہ ہوگی یہ چاہا کہ اس مضحکہ خیز مذہبی درخواست کو مسترد کردیں اور اپنے جوشیلے ہمراہیوں کو سمجھایا بھی کہ یہ محض دھوکا ہی دھوکا ہے۔ وہ بذاتِ خود قرانِ ناطق ہیں اس لئے کہ وہ اسلامی احادیث کے حافظ ہیں لیکن جب وہ نہ مانے تو ثالثی فیصلہ پر رضامند ہوگئے۔ بنی امیہ کی طرف سے عمر اور حضرت علیؓ کی طرف سے عبداللہ ابن عباس نامزد کئے گئے اس پر فتنۃ الباغیہ جیں بجبیں ہوئے۔ وجہ یہ تھی کہ عبداللہ حضرت علی کے بھائی اور بنی ہاشم تھے۔ اور عمر ابن العاص امیر معاویہ کا کوئی رشتہ دار نہ تھا یہ مخالفت حضرت علیؓ کے رفقا میں بھی تھی۔ حضرت علی نے اس پر ابوموسیٰ اشعری کا انتخاب کیا لیکن حضرت علی کے معاونین میں سے اکثر اس بنا پر بگڑ بیٹھے کہ حضرت علیؓ نے دو مسلمانوں کے درمیان ایک حکم مقرر کیا۔ حالانکہ قرانی تعلیم یہ ہے ان الحکم الا اللہ بارہ ہزار تو اسی وقت ساتھ چھوڑ بیٹھے لیکن جب حضرت علیؓ نے عبداللہ ابن عباس کو جو تاج المحدثین تھے ان کے پاس بھیجا اور یہ سمجھا دیا کہ وہ اپنی دلیلوں کا سنگ بنیاد حضرت کے اقوال پر رکھیں اس لئے کہ قرآن پاک کی بہترین تفسیر اقوال ہی ہیں۔ تو آٹھ ہزار نے اپنی دیرینہ وفاداری کا عہد از سر نو کرلیا۔ اور باقی چار ہزار ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خارجی ہوگئے جن کو شیعہ اور سُنی دونوں مطعون کرتے ہیں۔ اور جن کو مسٹر کینیڈی نے بنظر نوازش تارکانِ موالات کا خطاب دیا ہے

ثالثان جب فیصلہ کے لئے بیٹھے تو بیچارہ موسیٰ ایک سادہ دل، پرہیزگار۔ اور حضرت کی صحبت اٹھائے ہوئے تھا عمر ابن العاص کے دامِ تزویر میں پھنس گیا عمر نے یہ تجویز پیش کی کہ دونوں ثالث اپنے اپنے مدعیانِ خلافت کو معزول کردیں اور

اُس کے بعد قوم کو اپنا خلیفہ آزادانہ منتخب کر لینے کا اختیار دیدیں۔ اگرچہ ابو موسیٰ کو اس فریب سے آگاہ کر دیا گیا تھا اور آخر وقت تک یہ کہا جاتا تھا کہ عمرو کو اتبداکرنے دو لیکن وہ ایک مسلمان کے قول پر کیوں کر اعتماد نہ کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب موسیٰ نے حضرت علی کی معزولی کا فتویٰ دیدیا تو عمرو نے فوراً یہ علان کیا کہ خلافت کا تصفیہ باتفاق رائے ثالثان یہ طے پایا کہ چونکہ حضرت علیؓ کے حکم نے حضرت علیؓ کو معزول کر دیا اور اب کوئی دوسرا دعویدار میدان میں نہیں رہا اس لئے امیر معاویہ خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے۔ حقیقت میں یہ فیصلہ باتفاق رائے ثالثان ایسا ہی تھا جیسا مسٹر کنیڈی کا فیصلہ بدفعہ ۵۰۵ باتفاق رائے اسیسران ہے۔ وہ کام جس کو ہر اعتقاد کے مسلمان برا سمجھتے ہیں۔ یہ دغابازی ہے نہ کہ ذیجہ ملزمین کی نسبت کہا جاتا ہے میں اس واقعہ کو بالتصریح بیان کرنے کے لئے مجبور تھا اس لئے کہ مجھ سے اُس غلط واقعہ کی تردید کرنی تھی۔ جس کا جوڈیشل نوٹس ہمارے جوڈیشل کمشنر صاحب نے لیا ہے اور خصوصاً اُس نتیجہ کی تردید محفوظ خاطر تھی جو غلط طور پر مستنبط کیا گیا ہے یہ وہ کار نمایاں ہے جس کی وجہ سے جوڈیشل کمشنر صاحب کو آزاد اخباروں کی طرف سے اے تو بہ احکومت اور بے بنیاد اصولوں کے ثناخوانوں کی جانب سے مذہبی اور تاریخی معلومات کا سہرا پیش کیا جائیگا۔

دوسری شق کا بحث ادعائے خلافت ہے۔ لیکن یہ دیدہ طلب نہیں۔ اس لئے کہ حریفان خلافت کے متعلق جو حدیث ہے وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو معلوم ہے اور وہی ان گتھیوں کو سلجھانے کے لئے کافی ہے جو مسٹر کنیڈی کی تحریر سے پیدا ہو گئی ہیں۔ جج صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ خلیفہ سے بغاوت کرنا اس کی فوجوں کے مقابل ہونا۔ اور اُس کو موت کے گھاٹ اُتار دینا احکام شریعت کے خلاف نہیں۔ نیز یہ کہ اتزام خلافت کا مسئلہ سنیوں میں ایک نئی بات ہے اور

اُن باغیوں اور نئی اونچ اونچ والوں کا ایجاد کردہ ہے جو سلطان عبدالحمید کو معزول کر چکے ہیں۔ثبوت کے لئے زوال خلافت کی مختصر تاریخ اور اُن "متعصب شاہزادوں" کے خود غرضانہ کارنامے پیش کرتے ہیں جنہوں نے رفتہ رفتہ خلافت کے ملکی مقبوضات کا خاتمہ کر دیا۔

یہ بہت ممکن تھا کہ جج صاحب ہولی رومن امپائر کی اس زمانہ کی تصویر کو بھی جس زمانہ میں والٹیر نے اس سلطنت کو نہ رومی ہی پایا اور نہ ہولی۔اسی رنگ میں کھینچتے۔بہتر تو یہ تھا کہ صاف کہہ دیتے کہ رومی سلطنت کو مقدس کہنا ہی بے بنیاد ہے۔یا انصافاً یہ فرماتے کہ روم کی مقدس سلطنت کا صفحۂ ہستی پر وجود ہی نہ تھا۔بلکہ پاپائے روم کی قدر و منزلت اس وقت ہوئی جب چند رومن کیتھولک نے پاپا کو کری نل پیلس سے نکال کر ویٹرن میں قید کیا اور اپنی غرض کے لئے اس کو ہز ہولینس کہنا شروع کیا۔اور اپنے بیان کی وجہ یہ ٹھہراتے کہ تھوڈیسا اور ماروزاد کے عاشقوں نے اپنی زندگی حرام کاری میں گزاری۔جو عیسائیوں کے لئے باعثِ ننگ و عار ہے۔اور خصوصاً ایسے عیسائیوں کے لئے جنہوں نے اپنی زندگی مذہب کی نذر کر دی ہے اور تمام عمر تجرید کا عہد کر چکے ہیں۔یا یہ کہ روم کے سینٹ پیٹر میں سنگ مرمر کا بنا ہوا ایک پوپ کی لڑکی کا برہنہ مجسمہ نصب ہے جو ولدالزنا تھی اور جس کے عیوب برہنگی ڈھانکنے کے لئے دوسرے پوپ نے محض پاس حیا کے خیال سے ایک لوہے کی چادر چڑھوادی ہے جس پر ہاتھی کی تصویریں بنی ہیں۔بہر کیف نہ تو مسٹر لائڈ جارج اور نہ مسٹر اسکوئتھ مسٹر کینیڈی کے اس بیان کہ خلیفہ مسلمانوں کا ایک دینوی پیشوا ہے مان لیں گے۔اِس لئے کہ یہ انگریز مدبر خلیفہ کو دنیوی اختیارات سے محروم کرنے کی غرض سے اس کو دنیوی سردار تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسلام کے ایک خاص مذہبی شعبہ کا پیشرو ٹھہراتے ہیں۔

لیکن اسلام دینی اور دنیوی پیشوا میں امتیاز نہیں کرتا۔ یہ فقرہ مسلمانوں کے
خلیفہ اور امیر المومنین پر چسپ نہیں ہوتا۔ یہ الفاظ اُس مذہب سے عاریتہً لئے
گئے ہیں جس کی تاریخ کا زمانہ تین سو برس سے زائد ہے اور جس میں کسی دنیوی اختیار
کا دخل نہیں۔ بلکہ یہی امتیاز تھا جس نے ایک غیر متناہی جنگ کا سلسلہ پوپ اور
بادشاہ کے اختیارات کے مابین پیدا کر دیا۔ اور ایسی آگ بھڑکائی جو آج تک
ٹھنڈی نہ ہو سکی۔ خلیفہ پیغمبر کے جانشین ہوتے ہیں اور رسالت کے فرائض تو نہیں
ادا کرتے لیکن دینی اور دنیوی دونوں اقتدار رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نائبان
نبی ان دونوں اختیارات کے مستحق ہیں۔ پیغمبر خدا کا نائب ہوتا ہے۔ اس لفظ
نائب کو ایک انسان کی ذات سے منسوب کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔
مسٹر کنیڈی کو انگشت بدنداں نہ ہونا چاہیئے۔ خدا غیر محدود ہے وہ محدود لباس
میں نہیں سمایا کرتا اور نہ وہ "فرزند خدا" یا کسی دوسری جون میں ظاہر ہوتا ہے۔
وہ لازمی طور پر ایک شخص کو اپنا جانشین یا نائب بنا کر بھیجتا ہے جو دنیا میں آکر
اس کی نیابت کیا کرتا ہے۔ مسٹر کنیڈے نے جو مسجد کے حجرہ نشینوں کا مذاق اُڑاتے
ہیں اور پارینہ روایتوں کی چھان بین کرنیوالوں پر قہقہہ لگاتے ہیں۔ غالباً قرآن
پاک کو نہیں پڑھا جس میں انسان کو مکرر سہ کرر زمین کا خلیفہ کہا گیا ہے جو ہمیشہ
اور ہر جگہ موجود ہے قبل اس کے کہ انسان کی تخلیق ہو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مخاطب
کر کے فرمایا انی جاعلٌ فی الارض خلیفہ۔ اور جب اُس نے اُس کو پیدا
کیا اور جوہر عقل سے آراستہ کیا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ قادر مطلق کی تازہ ترین
صنعت کے سامنے سربسجود ہو جائیں۔ مسٹر کنیڈے کے لئے یہ معلوم کرنا دلچسپی سے
خالی نہ ہوگا کہ تمام فرشتے سرنگوں ہو گئے اِلّا ابلیس جس نے نہایت تکبر کے ساتھ
انسان کا خلیفہ ہونا مسٹر کنیڈے کی طرح تسلیم نہیں کیا اور مرتد ہو گیا۔ پہلے خلیفہ

کے پہلے دشمن نے خلیفہ کو روضہ دارالسلام سے نکالا تو ضرور لیکن زمین پر لا بٹھایا مگر خدا کے آخری پیغمبر کے موجودہ خلیفہ کو یہ نئے دشمن صریحاً زمین سے بھی باہر نکال دینا چاہتے ہیں۔

دوسرا لفظ خلیفہ کا حضرت داؤد کے تذکرہ میں آیا ہے

"اے داؤد ہم تجھے زمین کا خلیفہ بنائیں گے اس لئے تو بنی نوع انسان کے درمیان انصاف کر اور اپنی خواہش کو راہ نہ دے۔ یہ تجھے خدا کے راستہ سے دور کر دیگی۔ بے شک جو خدا کی راہ سے بھٹک گئے ہیں اُن کے لئے بڑا سخت عذاب ہے وہ یوم الحساب کو بھول گئے ہیں"

اس معنی میں خدا کے آخری خلیفہ حضرت محمدؐ تھے کیونکہ وہ خاتم النبیین ہیں اُن کی وفات کے بعد اُن کا جانشین نائب رسول کہلاتا ہے اور مختصر طور پر خلیفہ اور امیر المومنین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے بھی کم سے کم ایک موقع پر آنیوالے مہدی کو خدا کا خلیفہ فرمایا ہے

"جب کبھی کسی پیغمبر نے قضا کی تو اس کی جگہ دوسرا بھیجا گیا۔ لیکن یقین جانو میرے بعد کوئی نبی نہ آئیگا مگر خلیفہ اور ان کی تعداد کثیر ہوگی" اصحاب نے دریافت کیا یا حضرت! ہم لوگوں کے لئے کیا ارشاد ہوتا ہے۔ آپ نے جواب دیا "تم آنیوالے خلفاء کے لئے یکے بعد دیگرے وفادار رہنا۔ تم اپنے فرائض بجا لاؤ۔ خدا اُن سے اُن کے اعمال کی بازپرس کریگا" یہ حدیث اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ خلیفہ ابتدا ہی سے ایک مخصوص تقدس رکھتا ہے جس کی مثال اُن نبیوں میں

پائی جاتی ہے جو اسلام سے پہلے گذرے ہیں۔ اور یہ کہ مسلمان ایک وقت میں ایک ہی خلیفہ کے فرمانبردار ہو سکتے ہیں۔ نیز یہ کہ باستثنا، چند موقعوں کے جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں خلیفہ کے احکام کی نافرمانی نہیں ہو سکتی۔ میں دوسری حدیث بھی پیش کرونگا جس سے ثابت ہے کہ صرف کھلے ہوئے ارتداد کی صورت میں خلیفہ کے خلاف جنگ کیجا سکتی ہے اور یہ کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے فرائض انجام دیں اور خلفاء کے معاملات کو خدا پر چھوڑ دیں۔ خدا اُن سے بازپرس کریگا۔

اس سے زیادہ وضاحت اور کیا ہو سکتی ہے یا یوں کہئے اس سے زیادہ اور بدتری کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ ابوحنیفہ حضرت کے ایک صحابی تھے اور اُن احادیث کی حفاظت کے لئے مشہور رہتے جن کا تعلق مسلمانوں کے آئندہ مصائب سے ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت نے ایک حدیث میں خبر دی ہے کہ ایک زمانہ میں خلیفہ ظالم اور سفاک ہوا کرینگے۔ میں نے یہ سمجھ کر کہ کہیں وہ زمانہ میری حین حیات میں نہ آجائے حضرت سے دریافت کیا کہ ایسے موقع پر کیا کرنا چاہئے حضرت نے بے تامل فرمایا "خلوص کے ساتھ اُس کی اطاعت کرنی چاہیئے۔ اگرچہ وہ ظالم اور نامنصف خلیفہ سو دُرّوں کا بیجا حکم ہی کیوں نہ دے" اس طرح ایک طرف تو حضرت داؤد کو جو بذات خود نبی اور خدا کے خلیفہ تھے یہ تاکید ہے کہ وہ اپنی رعایا کے درمیان انصاف اور عدل سے کام لیں اور اپنی ذاتی اور گمراہ کرنیوالی آرزوؤں کو بالائے طاق رکھدیں۔ کہیں وہ گمراہ ہو کر یوم الحساب کو نہ بھول جائیں جس دن وہ خدا کے سامنے اپنے اعمال کا حساب پیش کریں گے۔ اور غفلت و بے پرواہی کی صورت میں صعوبتِ شدیدہ کے مستوجب ہونگے۔ دوسری یہ حکم ہے کہ مسلمان بغیر کسی تصنع کے ایک ایسے شخص کی اطاعت کریں جو اُن ہی کی طرح ایک بندۂ خدا ہے اور جو رسالت کا مدعی نہیں بلکہ جس کو اُنہوں نے خود اس

درجہ پر پہنچایا ہے لیکن وہ نبی کا خلیفہ ہے اور اس معنی کر کے خدا کا سایہ مسلمان کو اس کی فرمانبرداری سے باوجود جسمانی تکالیف اور مذلتوں کے منہ نہ موڑنا چاہیے اس سے ظاہر ہے کہ مسلمان بادشاہ خودمختار نہیں بلکہ وہ جمہور کا نمایندہ ہے جس کے سر پر ذمہ داری کا ایک بار گراں ڈالدیا گیا ہے۔ وہ خدا اور انسان کے نزدیک ذمہ دار ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کسی قسم کی بدعنوانی خواہ وہ جسمانی تکالیف کی وجہ سے ہو یا ناقابل برداشت اشتغال کی وجہ سے۔ ہرگز روا نہیں رکھی گئی یہ ممکن ہے کہ خلیفہ اپنے شخصی اقتدار کو لوگوں کی نظر میں اپنی زشت کاری سے کھودے لیکن خلیفہ کا عہدہ مقدس تھا اور ہے۔ مسلمان اپنے فرائض کے جوابدہ ہیں اور خلیفہ اپنے فرائض کا۔ یہ ضرور ہے کہ مسلمان اُس وقت خلیفہ کے حکم کے پابند نہیں ہیں جب وہ احکام الٰہی کے خلاف ورزی کا صریح حکم دے۔ لیکن دوسری صورتوں میں مسلمان اپنے خلیفہ کے خلاف نبرد آزمائی نہیں کرسکتا۔

"بجز اس کے کہ تم کھُلا کھُلا ارتداد دیکھو جس کو خدا کے حضور میں اپنی دلیل ٹھہرا سکو" قرآن شریف نے جب مسلمانوں کو خلافت کا مژدہ دیا تو اُس کے الفاظ یہ تھے

[illegible]

"جس طرح خدا نے اگلوں میں سے خلیفہ بنایا تھا اسی طرح اب ان کو خلافت بخشنے کا وعدہ کرتا ہے جو تم میں سے سچے مسلمان ہوں۔ اور جو نیکی کیا کرتے ہوں۔ بے شک وہ اُن کو اطمینانِ قلب عطا کریگا جو اُس سے خوفزدہ ہیں۔ اُس کی عبادت کرو اور اُس کا شریک کسی کو نہ سمجھو۔ یقیناً وہ تمہارے لیے ایک مذہب پیدا کریگا جس کو

وہ خود پسند کرتا ہے۔ جو دین راست کو قبول نہیں کرتا وہ غلط کار ہے" اسلامی خلافت کا حتمی وعدہ ہے اور اُس کی غرض یہ ہے کہ خدا کی عبادت کیجائے اور اُس کے فرمان کے آگے کسی دوسرے کے احکام کی پرواہ نہ کی جائے اور
اُس کے فرمان کے آگے کسی دوسرے کے احکام کی پرواہ نہ کیجائے قرآن پاک کی پہلی وہ آیت جس میں مسلمانوں کو اپنے ظالموں کے مقابل میں تلوار اُٹھانے کا صریح حکم دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے:۔

اُن مسلمانوں کو جو کافروں کے ہاتھ سے مظلوم ہو رہے ہیں تلوار اُٹھانے کی اجازت دیجاتی ہے کیونکہ وہ واقعی مظلوم ہیں۔ خدا قادر مطلق ہے وہ اُن کو نصرت دیگا جو بلا کسی معقول وجہ کے خانہ برباد کیئے گئے ہیں یا محض اس لیئے کہ وہ خدا کو اپنا معبود کہتے ہیں۔ اگر خدا بعض حکمرانوں کو غارت نہ کر دیتا تو معابدوں کا جہاں خدا کی تسبیح و تہلیل بکثرت کیجاتی ہے نام نشان تک باقی نہ رہتا۔ یقیناً جو خدا کی طرف ہیں خدا اُن کی پوری پوری اعانت کریگا۔ یقیناً وہ نہایت زبردست اور طاقتور نباہ ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کو اگر خدا حکومت دیتا تو یہ زمین پر خدا کا نام جاری رکھیں گے۔ خیرات و زکوٰۃ دینگے۔ اخلاق حسنہ کی تعلیم و اشاعت کرینگے اور لوگوں کو سیہ کاریوں سے روکیں گے۔ تمام چیزوں کی انتہا خدا ہے" (سورۂ حج)

حضرت کی وفات کے تیس برس تک جو خلیفہ ہوئے وہ ملک گیر نہ تھے لیکن اُن کے بعد کے خلفا عموماً بادشاہ بھی ہوتے تھے۔ اُنھوں نے بسا اوقات اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں کوتاہی کی اور خود غرضی کی بدولت دنیا کے حریص ہو گئے یا بعضوں نے جس میں مسٹر کینڈے کے متعصب شاہزادے بھی شامل ہیں بجائے اس کے کہ وہ غلط کاریوں کی اصلاح کرتے اور سیہ کاروں کو سزا دیتے اپنی ڈیڑھ اینٹ

کی مسجد جدا طیار کرلی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ممالک مقبوضہ کی تقسیم زود تر عمل میں آگئی۔ اور طوائف الملوکی کا دور دورہ شروع ہوگیا۔ یہاں تک کہ آج خلافت کی شمع سنبھالے رہی ہے۔ خلیفہ انگریزوں کا قیدی ہے انگریز اُس کی دارالسلطنت میں خودمختارانہ فرماں روائی کررہے ہیں۔ مدافعت کی کوئی صورت باقی نہیں رہی۔ خلیفہ کے بود و باش کا محل انگریزی بیڑوں کی زد پر ہے۔

خلافت کی ضرورت اور پہلی ضرورت تو مذہب کی پشت و پناہی ہے اور اس کے بعد سب سے بڑی ضرورت دنیوی اقتدار ہے۔ اسی ضرورت کی وجہ سے پاکباز مسلمانوں نے خلافت اور بادشاہت کا دست بدست ہونا قبول کرلیا دنیوی اقتدار کی تنہا نشانی جو کہی جاسکتی ہے وہ قسطنطنیہ کی گورنمنٹ میں نہیں ملتی۔ بلکہ اُس گورنمنٹ میں پائی جاتی ہے جس کو غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے انگورہ میں سردست قائم کیا ہے پھر بھی تعجب یہ ہے کہ اُس اکیلی نشانی کو مٹا دینے کے لئے خلیفہ نے انگریزوں کے ایما سے افواج خلافت روانہ کی۔ افسوس! کیا اسلام اس سے بھی زیادہ مصیبت میں ہوسکتا ہے ؟

کیا تماشا ہے کہ جب علمائے کرام اور دیگر مسلمانوں کے خیالات کی ترجمانی کرنے والے ایسے ملک میں جہاں مسلمانوں کی آبادی تمام دنیا سے زیادہ ہے اُن کی پستی کے اسباب یعنی احکام خدا کی فروگذاشت جو یکساں طور پر تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ مسلمانوں میں پائی جاتی ہے معلوم کرکے قومی بیداری کی تدبیریں کرتے ہیں تو مسٹر کینڈی جوڈیشل کمشنر کے لئے لازم ہوتا ہے کہ اُن تدابیر کو قابل پاداش قرار دیں۔ اور یہی بس نہیں بلکہ اُن کو خاموشی کی تعلیم دیتے ہیں اور وقتاً فوقتاً پند و نصیحت کو منع فرماتے ہیں۔ آپ کے نزدیک اگر وعظ کہنا ہی فرض ہو تو نغمہ و سرود کے سننے اور ریشمی لباس کے پہننے کی ممانعت کرنا چاہئے بے شک ان باتوں کی روک تھام لازمی ہے۔ کوئی مسلمان

گناہ کو خواہ کسی کا ہو روا نہ رکھیگا۔ لیکن خدا نے خود اس موقع پر فیصلہ کر دیا ہے۔ اُس کا حکم ہے کہ تم پہلے گناہ کبیرے بچتے رہوگے تو ہم تمہارے گناہ صغیرہ کو معاف کر دینگے اب سوال یہ ہے! کیا ہم کو ایک بے محل وعظ ریشمی لباس اور نغمہ و سرود کے عدم جواز پر دینا چاہیے یا ایک برمحل تقریر ہر اسٹیج پر کھڑے ہو کر اُن مسلمان سپاہیوں کے خلاف کرنی چاہیے جو بغیر کسی معقول وجہ کے اپنے بھائی مسلمانوں کو قتل کرتے ہیں اور اُس شخص کے خلاف جنگ کر رہے ہیں جو دنیا میں اُن کا سب سے بڑا فرمانروا ہے جو اُن کے رسول کا جانشین ہے۔ جو اُن کے خدا کا سایہ ہے اور یہ کہ جنگ بھی اس حالت میں کر رہے ہیں جب وہ کافر اور ظالم گورنمنٹ کی ملازمت میں محض سوکھے ٹکڑوں پر پڑے ہوئے ہیں۔ شاعر نے کس قدر سچ کہا ہے۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی مسٹر کنیڈے نے باوجود اپنی تعجب خیز علمیت کے اس ارتداد کی طرف دعوت دیتے ہیں نہیں نہیں! مسٹر کنیڈی۔ آپ اپنا چلتا دھندہ کیجئے۔ اور قرآن کے مقلدین کو چھوڑ دیجئے۔ کیا اللہ اپنے طالبوں کے لئے کافی نہیں۔ ہمارے لئے وہی بس ہے اور باقی ہوس ہے۔

مسٹر کنیڈے دریافت فرماتے ہیں اگر خلافت کے مدعی ایک سے زیادہ ہوں تو مسلمانوں کا طرز عمل کیا ہوگا؟ اسلام کوئی نامکمل مذہب نہیں۔ خاتم رسالت نے جس وقت عالم جاودانی کی راہ لی۔ اسلام کی تعلیم مکمل ہو چکی تھی۔ مسٹر کنیڈی اگر چاہیں اس کے اتمام کی کوشش کر دیکھیں۔ ہماری اطاعت کا مستحق خلیفہ اول ہے اور اُس کے بعد اُس کا جانشین جیسا متذکرہ بالا حدیث سے ثابت ہے۔ لیجئے دوسری حدیث جو اول سے بھی زیادہ واضح ہے۔ حاضر ہے "جب دو خلیفہ تم سے وفاداری کے خواستگار ہوں تو خلیفہ دوم کو قتل کر ڈالو۔ (حدیث شریف صحیح بخاری اور مسلم) مسٹر کنیڈے اس حدیث کو دیکھئے یہاں ایک بھائی مسلمان کو قتل کر ڈالنے کا حکم محض

ہدایۃً نہیں ہے بلکہ قطعی حکم ہے اور ناطق فیصلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا شریف مکہ اور نہ کوئی دوسرا قریشی بچہ باوجود تخت و تاج کی ہوس کے خلیفہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ اُس کو خوف ہے اور اس کا خوف کھانا بجا ہے اس لئے کہ صریح حکم ہے کہ قتل کردو اگر ضرورت سمجھتے ہوں تو دوسری حدیث بھی سُن لیجئے۔

جب تم اپنا منتظم مقرر کر لو تو اُس شخص کو جو تم میں نفاق ڈالتا ہو قتل کر ڈالو خواہ وہ کوئی ہو۔ بیشک۔ خواہ وہ انگریزوں کا شریف مکہ ہو یا حضرت ہی کے خاندان کا چشم و چراغ کیوں نہ ہو۔ جس کو عربی سلطنت کے سبز باغ سر سبزی میک مالکن سابق سکرٹری آف انڈیا اور چند روزہ ہائی کمشنر آف مصر نے دکھائے ہوں۔ ایسے جابرانہ حکم کی وجہ ظاہر ہے۔ وہ کوڑوں کا حکم جو حضرت ابو حنیفہ کو اپنی پیٹھ پر برداشت کرنے کے لئے دیا گیا ہے اس امر کی بین دلیل ہے

مسلمانوں کو ایسی جنگ میں حصہ نہ لینا چاہیے جس کا نتیجہ اخوت کا خاتمہ اور قوم کی تباہی ہو اگر خلیفہ مسندِ خلافت کے شایاں نہیں ہے تو اُس کو معزول کردو لیکن اگر پاکباز سے پاکباز اور لائق سے لائق مسلمان خلافت کا دعویٰ محض اس لئے کرے کہ خلیفہ نا اہل ہے تو اُس کو اُس کی گستاخی کی سزا دو"۔

اگر یہ صحیح ہے تو مسٹر کنیڈے کے شاہزادوں اور دیگر مسلمانوں کا جنہوں نے خلیفہ سے جنگ کی ہے اور اُس کی حین حیات میں خلافت کا دعویٰ کیا ہے کیا حشر ہوگا! مجھے اُن کی حالت پر افسوس ہے۔ اگر مسٹر کنیڈے کا یہ مشتبہ بیان صحیح بھی مان لیا جائے کہ قرطبہ، سویل اور طلمہ کے علماء نے ہسپانیہ کے عبدالرحمن کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں دیا تو یہ ہمارے لئے ثبوت نہیں ہو سکتا حقیقت یہ ہے

کہ نہ امیہ اور نہ کوئی عباسیہ خلیفہ اس طریقہ سے مقرر ہوا جس طریقہ سے پہلے چار خلیفہ مقرر ہوئے تھے۔ یعنی بذریعہ انتخاب یا بوسیلہ نامزدگی جس کو کافۃ الناس نے تسلیم کر لیا ہو۔ لیکن چونکہ اُن کے قبضہ میں دنیوی طاقت یعنی بادشاہی تھی جس کا وہ جائز استعمال اسلام کی حفاظت میں کرتے تھے۔ اُس زمانہ کے علماء نے حضور مقبول کی پیشین گوئی پر نظر ڈالتے ہوئے کہ "خلیفہ کی تعداد کثیر ہو گی" اور وہ بادشاہ بھی ہوں گے اور دوسرے بخیال اسلام کی بہبودی اور بہتری کے۔ اُن کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔ باجبر والاستقلال۔ عبدالرحمٰن جو عباسی اور عجمی مخالفین کے ہاتھوں سے کسی طرح جان بر ہو گیا تھا ایڑی چوٹی کا زور لگاتا رہا کہ بنی اُمیہ کا سلسلہ قائم رہے اور نوخیز عباسی اس کا نام ونشان مٹا دینے پر تلے ہوئے تھے۔ نیز یہ کہ یورپ کے آئبیرین جزیرہ نما کے حلقہ کے باہر اور افریقہ کے دور دراز مغربی گوشوں میں بنی اُمیہ کے خلفاء کو خلیفہ نہیں کہتے۔ اس میں کلام نہیں کہ بہتیرے "متعصب شاہزادوں" نے جہاد سے اسلام کی حفاظت ہسپانیہ میں کی ہے اسلام کی تاریخ میں ایک شاندار باب کا اضافہ کیا ہے۔ لیکن قابل غور یہ ہے کہ مسلمانوں کا قومی اقتدار کس قدر ہوتا اگر تمام دنیائے اسلام میں ایک ہی صدر خلافت ہوتا جس کے سرآیندہ خلیفہ کا انتخاب جمہور اسلام کرتا یا دنیا سے گذرنے والا خلیفہ اپنا جانشین جمہور اسلام کی پسندیدگی سے نامزد کیا کرتا۔ ایک عیسائی مصنف نے لکھا ہے کہ عیسائیوں کو امیر معاویہ کا ممنون ہونا چاہیئے کہ آج تمام یورپ میں اسلام کا دور دورہ نہیں ہے۔ صفین کے جگر خراش واقعہ پر جس قدر آنسو بہائے جائیں وہ کم ہیں۔ لیکن سانحہ کربلا کو کیا کہیں گے جس میں غزوہ صفین کے فریقین کے صاحبزادگان شریک تھے۔ کیا کوئی مسلمان شیعہ ہو یا سنی اس مجنونانہ اور نامنصفانہ سفید جھوٹ کو جو عدالت میں کہا گیا ہو بھول سکتا ہے کہ حسین ابن علی عراق کیوں تشریف لے گئے؟ میرے

خیال میں وہ دجلہ اور فرات کے پانی کی تمنا نہیں رکھتے تھے اور نہ بصرہ یا کوفہ میں وعظ و پند فرمانا چاہتے تھے۔ بلکہ وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے ایک شجاع شاہزادہ کی طرح شمشیر بکف تشریف لے گئے، بیشک وہ اپنے حقوق یا اپنے نانا کے حقوق کی حفاظت کے لئے شاہزادوں کی طرح تشریف لے گئے اور کیوں نہ لیجاتے

شاہ است حسین بادشاہ است حسینؓ　　دین است حسینؓ دیں پناہ است حسینؓ
سر داد و نداد دست در دست یزید　　حقا کہ بنائے لاالہ است حسینؓ

یہ حضرت حسین کی اور ہر مسلمان کی جو اپنے حقوق کو یزید اور یزید کی طرح آئندہ آنیوالوں کے خلاف برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ نہایت صحیح اور سچی تعریف ہے۔ شاید مسٹر کنیڈے کے لئے یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ یہ عبارت کسی شیعہ کے زور قلم کا نتیجہ نہیں ہے۔ جو خلافت اور جانشینی کو اہل بیت تک محدود سمجھتا ہے بلکہ ایک سُنی المذہب درویش کی لکھی ہوئی ہے جو آج تک سلطان الہند کے نام سے مشہور انام ہے۔ اگرچہ مدتیں گذریں کہ وہ راجپوتانہ میں اجمیر کی پہاڑی چوٹی پر محو خواب ہے۔

حضرت حسین حضرت علیؓ یا بنی ہاشم کی دنیوی میراث کے لئے اپنے قدیمی اعدا بنی اُمیہ کے خلاف تیغ آزمائی کرنے تشریف نہیں لے گئے تھے بلکہ اُس دینی اور دنیوی میراث کے لئے جس کا مستحق ہر مسلمان ہے جس کو رحمۃ للعالمین ہے نے ہر مسلمان کے لئے وقف کر دیا ہے۔ یعنی احکام خدا کے خلاف ورزی کرنے والا مسلمانوں پر حکمراں نہیں ہو سکتا۔ دجلہ اور فرات کے شیریں چشموں نے حضرت حسین کو چاہ زمزم کے کھاری پانی سے نہیں چھوڑایا تھا لیکن ہاں آب شہادت کی مٹھاس نے وہ کربلا یا بصرہ وعظ فرمانے کے لئے تو نہیں گئے لیکن لوح کربلا پر اُنھوں نے اپنے خون سے وہ سبق تحریر کر دیا ہے جو ہر انسان کی حشر تک

رہنمائی کرتا ہے۔

پہلی دو قربانیاں جس میں ایک وہ تھی جس کو خانۂ کعبہ میں حضرت اسمٰعیل نے پیش کی اور دوسری حرم میں جس وقت حضرت عیسیٰ کو صلیب دی گئی "لوگوں نے اس کو صلیب دی اور نہ جان سے مار ڈالا لیکن خدا کی نذر اس کے بجائے رکھ دی گئی اور وہ اٹھا لیا گیا" خدا نے چھوکر واپس کر دیں لیکن یہ تیسری قربانی محمد احمد قبول کر لی گئی تا دین مستقیم کی بنا راسخ ہو جائے اسلام کا سنگ بنیاد دوسرے جس کو حسینؓ نے بجائے اپنے ہاتھ کے دیا ہے۔

جس وقت حضرت حسینؓ کو معلوم ہوا کہ سیریا ایسے زبردست مقام میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد نے یزید کو خلیفہ مان لیا ہے تو اُنہوں نے یزید کے نائب سے کہا کہ تم ان تین باتوں میں سے کسی ایک بات کی مجھے اجازت دو یا تو یہ کہ تم مجھے یزید کے پاس لے چلو، میں اُس کو واقعات سے آگاہ کر دوں یا اجازت دو کہ میں حجاز واپس چلا جاؤں۔ یا یہ کہ مجھے جہاد میں شریک ہونے کی اجازت دید و۔ اس تیسری تجویز کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ حضرت حسین نے خود کس قدر پسند کیا ہوگا لیکن اُس ظالم اور خون کے پیاسے نے کسی رائے سے اتفاق نہ کیا۔ اور مجبوراً وہ جوہر شجاعت جو دنیا کی تاریخ میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیتا ایک ایسی جنگ میں نمایاں ہوا جس میں فریقین کی طاقتیں مساوی نہ تھیں۔ گنے گنائے بہتّر نوجوانوں نے ہزاروں کا مقابلہ کیا شہیدان کربلا کے لیے مسٹر کمینڈے کا یہ فقرہ "متعصب شاہزادے جنہوں نے ایک مسلّمہ خلیفہ کا مقابلہ کیا اور اپنی خود غرضانہ بنا پر تلوار اُٹھائی" باعثِ ننگ ہے

عام اس سے کہ قرطبہ، سویل، اور طلمہ کے علماء نے کیا کیا یہ علمائے اسلام پر تہمت ہے کہ اُنہوں نے اس متعصبانہ کارروائی پر نفرت کا اظہار نہیں کیا۔ امام ابو منصور جو تیسری صدی کے ایک مشہور شخص سمرقند میں گذرے ہیں فرماتے ہیں کہ

ہمارے [illegible] کے بادشاہوں اور شاہزادوں کو جو شخص عادل کہتا ہے وہ کافر ہے اس وجہ [illegible] وہ سب ظالم اور شریعت کے مٹا دینے والے ہیں۔ اسی طرح امام جعفر جو تیسری صدی بعد پیدا ہوئے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ اس وقت کے بادشاہوں کو عادل کہا جائے یا نہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس قسم کے بعض تو کفر کی حد [illegible] پہنچتے ہیں اور بعض گناہ سے ملوث ہیں۔ کیونکہ وہ سب کے سب نااہل اور [illegible] بیٹھے ہیں۔

[illegible] حسین احمد صاحب نے جن کی بیش قیمت امداد کا میں ممنون ہوں سیکڑوں [illegible] فراہم کی تھیں لیکن میری رائے سے جوری کے سامنے پیش نہیں کیا۔ میرا خیال تھا کہ مدعی کی طرف سے کوئی شہادت اس قسم کی نہیں گذری جس کا ابطال [illegible] ہوتا لیکن یہ خبر نہ تھی کہ جج صاحب خود گواہ بن جائیں گے اور ایک غلط [illegible] جوڈیشل نوٹس لیں گے۔ جج صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایسا [illegible] میری رائے سے کیا ہے۔ کیونکہ میں نے کہا تھا کہ انصاف تو یہ ہوتا کہ ایسی شہادتیں [illegible] اور وہ قانونی کسوٹی پر پرکھ لی جاتیں لیکن جیسا میں نے [illegible] کہ وہ عالم صاحب جو مسٹر راس [illegible] کے ہمراہ تشریف لانے والے [illegible] کراچی پہنچے جب جج صاحب خود ہی شاہد بن کر ایک غلط شہادت دے [illegible] تھے۔

[illegible] بالا شریعت کی رو سے خواہ اس شریعت کی بنا پر جو بازاری [illegible] جاتی ہے جو جوڈیشل کمشنر صاحب ہوا سے باتیں کرتے ہیں اور اپنے [illegible] کی تردید ناممکن سمجھ کر فرماتے ہیں کہ ان متعصب شاہزادوں [illegible] کا مقابلہ نہیں کیا بلکہ اپنے دامن کو ہمیشہ گناہ کے لوث سے پاک رکھتے رہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ مسٹر کینیڈی جو محض دنیوی معاملات پر رائے زنی

کرنا جانتے ہیں سزا اور جزا کے مسئلہ کو خدا پر چھوڑ دیتے جو حاکم الحاکمین ہے۔
لیکن کیا مسٹر کینیڈے سندھ کے سولین نہیں ہیں اور کیا ان کو اس کام کے کرنے کا مجاز نہیں ہے جو مسٹر اسورتھ آگرہ کے سولین نے کیا ہے موخرالذکر نے تو کچھ ایسی سنسنی پیدا کر دی تھی کہ ایک صبح کو جب وہ ایک دوست کے یہاں مہمان تھا۔ اس کو اس کے ایک ہم پیشہ بھائی نے گذشتہ رات کا خواب سنایا۔ یہ کہ اس نے دیکھا وہ مر گیا اور دفن کر دیا گیا ایک عرصہ کے بعد پھر زندہ کیا گیا اور خدا کے سامنے جوابدہی کے لیئے لایا گیا۔ اس کے بعد اس نے میدان حشر کی کھلبلی دیکھی، حساب کتاب اور شور و فریاد کا سماں کھنچا۔ دفعۃً ایک غیر معمولی اور بعید از فہم خاموشی طاری ہو گئی۔ جو لوگ بے ترتیب جمع ہو گئے تھے وہ ایک بارعب ہستی کو آتا ہوا دیکھ کر کنارہ ہو گئے۔ وہ نہایت اطمینان کے ساتھ آہستہ آہستہ چلا آرہا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ اس کی ویسٹ کوٹ کی بغل میں اس کی نگاہ نہ ادھر اٹھتی تھی نہ ادھر۔ وہ اپنے خیالات میں کچھ ایسا مستغرق تھا کہ دنیا کے دور دراز حصوں سے آئے ہوئے آدمیوں کی اس کو خبر تک نہ ہوئی۔ یہ خاموشی کچھ ایسی متعدی تھی کہ انسان تو انسان خدا نے بھی اپنا کاروبار سمیٹ کر طاق پر رکھ دیا اور اس جلیل القدر انسان کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا۔ آخر کار جب وہ پایہ عرش کے قریب پہنچا تو خدا نے معافی کے لہجہ میں کہا "کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کون بزرگ ہیں؟" اس نے نہایت کشادہ پیشانی اور خندہ روئی سے جواب دیا "کیا تم مجھ کو نہیں جانتے۔ میرا نام اسورتھ ہے میں آگرہ کا سولین ہوں" یہ سننا تھا کہ خدا عرش اعظم سے نیچے اتر پڑا اور کہنے لگا "معاف فرمائیگا۔ آئیے ادھر تشریف لائیے۔ میں تو آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا" ممکن ہے کہ مسٹر کینیڈے جو سندھ کے سولین ہیں مسٹر اسورتھ کی جگہ رونق افروز ہوں اور بیچارے خدا کو تخت پر بیٹھا

نصیب ہی نہ ہو۔

مسٹر کنیڈے نے نہ صرف سات ملزمین کے مقدمہ کا فیصلہ کیا ہے اور نہ محض تحریک خلافت کو برا بھلا کہہ کر جس کا انہیں قانونی مجاز تھا یا انہیں اپنے دل کا بخار نکالا ہے بلکہ دنیائے اسلام جو عالم وجود سے عالم شہود تک پھیلی ہے ایک غائر نظر ڈالی ہے مسلمانوں کا اور ایسے مسلمانوں کا جو ایک کافر و مسلمانوں سے برسر پیکار سلطنت کے ملازم ہوں اپنے خلیفہ کا بغیر کسی معقول وجہ کے قتل کر دینا جائز قرار دیتے ہوئے ان کی بریت کا حکم صادر فرماتے ہیں اور ان کے دامن کو گناہ کے دھبوں سے صاف کر دیتے ہیں۔

مسٹر کنیڈے نے تاریخی واقعات کے بیان کرنے میں جو غلطیاں کی ہیں ان کی اصلاح کی جائے یا نہ کی جائے تاہم جو بے ضرورت دینی مسائل ان غلط روایتوں سے مستنبط کئے گئے ہیں تردید کے محتاج ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود میری صحت اچھی نہ ہونے کے میں نے اس موضوع پر اس قدر کاغذ سیاہ کئے ہیں۔ میں اپنے ان آخری الفاظ پر اس مضمون کو ختم کئے دیتا ہوں کہ اگر میں اس "فرمان خدا" (معاذ اللہ۔ مترجم) کو جو خالص اسلامی اصول کے لباس میں ظاہر کئے گئے ہیں سندھ سے باہر بغیر تردید کے اشاعت پذیر ہونے دوں تو یقیناً مجھ سے بڑھ کر کوئی دوسرا گناہگار اس ہندوستان میں بارہ سو برس کے اندر نہ پیدا ہوا ہوگا۔ اسلام ایک محمد کی کوشش سے سندھ ہو کر ہندوستان میں داخل ہوا اب یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ پھر اسی راہ سے دوسرے (محمد، مترجم) کی ناروا غفلت سے باہر نکل جائے۔

مسٹر کنیڈے کے مذہبی مسائل میں سے ایک مسئلہ اور رہ گیا ہے جس کی تنسیخ لازمی ہے۔ اس امر کے ثابت کرنے کے لئے کہ ایک مسلمان جو کام ایک مسلم

آقا کی خدمت میں رہ کر نہیں کرسکتا وہ کام ایک غیر مسلم کا منقاد پذیر ہو کر بھی نہیں کرسکتا۔ کسی جدید برہان کی ضرورت نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کا فتویٰ جس کو مولانا حسین احمد صاحب نے دوران مقدمہ میں پیش کیا ہے محض برٹش گورنمنٹ کی فوجی ملازمت کو ممنوع نہیں قرار دیتا بلکہ سو برس پہلے مرہٹوں اور سکھوں کی خدمت کو بھی گناہ ٹھہراتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر فوجی امداد سے کفر کا غلبہ ہو تو ایک غیر مسلم کے خلاف کسی دوسرے غیر مسلم کی اعانت بھی حرام ہے
مسٹر کنیڈے نے اس مرتبہ بجائے حکم کے عقل کو دخل دیا ہے لیکن وہ فیصلہ کی دلیلیں تار عنکبوت سے زیادہ مستحکم نہیں۔ مسٹر کنیڈے فرماتے ہیں کہ "ان مہذب اور تعلیم یافتہ مسلمانوں پر نظر کیجئے جو کسی زرخیز صوبہ میں ایک ہندو طاقت کے زیر سایہ آباد ہوں اور اس کی سرحد پر چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں میں جنگجو اور وحشی مسلمان رہتے ہوں جو وقتاً فوقتاً میدان میں نکل کر لوٹ مار کیا کرتے ہوں لیکن ملک گیری ان کا مقصد نہ ہو تو کیا وہ مسلمان جو ہندوؤں کی ملازمت میں رہ کر پہاڑی مسلمانوں سے مقابلہ کرتا ہو اور ان کو میدان میں نکلنے سے روکتا ہو کافر ہو جائیگا" یہ خیال ہندو اور مسلمان کے درمیان نفاق پیدا کرنے کے لئے نہایت کارآمد ہے اور ممکن ہے کہ یہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں سوء ظنی پیدا کردے جو سوراج کے لئے سرتوڑ کوششیں کررہے ہیں۔ اور جلد سے جلد حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں کیونکہ اس سے زیادہ واضح اور کیا ہوسکتا ہے؟ وہ زرخیز صوبہ پنجاب کی سرزمین ہے اور وہ جنگجو مسلمان سرحدی مسلمان ہیں جن کی سرکوبی کے لئے گورنمنٹ کو ایک جنگ کرنا پڑیگی۔ لیکن اس کو بھی اسلام نے صاف کردیا ہے۔ اور نہایت معقولیت کے ساتھ صاف کردیا ہے۔ وہ یہ کہ جو مسلمان ملک کی بدنظمی کو روکنے اور جارحانہ حملوں کی مدافعت کے لئے طیار ہوتا ہے اسکو امید رکھنا چاہئے کہ وہ نہایت تزک و احتشام سے جنت

میں داخل ہوگا۔

میں نے لندن میں نیشن کے اڈیٹر سے ایک حدیث بیان کی کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی اعانت لابدی ہے خواہ وہ مظلوم ہو یا ظالم۔ اس کے سنتے ہی مسٹر سینگھم کے لبوں پر ایک سبز اندہنسی آگئی میں نے عرض کیا کہ آپ دل کھول کر ہنس سکتے ہیں لیکن ایک ریگستان کا سادہ دل وحشی بھی ایسی صریح ناانصافی کو محسوس کرسکتا ہے۔ کیونکہ ایک صحابی نے اُسی وقت حضرتؐ سے دریافت کیا کہ ایک ظالم کی مدد کیونکر کیجا سکتی ہے۔ آپؐ نے جواب دیا اُس کی کمک یہی ہے کہ اُس کے مظالم کم کئے جائیں۔ یہ پنجاب کا رہنے والا اپنے سرحدی بھائی کی دستگیری یوں کرسکتا ہے کہ وہ غارتگری کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قلع قمع کردے اور یہی ہندوستانی مسلمان کرنا چاہتے ہیں اگر خدا نے چاہا یعنی اگر برٹش حکومت سے پیشتر یہ راہزنی ختم نہ ہوگئی۔

مسٹر کینیڈے مدافعانہ جنگ کی طرف سے جارحانہ جنگ کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں اگرچہ خود صاف طور پر بیان فرماتے ہیں کہ جارحانہ جنگ ہر صورت اور ہر حالت میں گناہ ہے۔ جج صاحب کے نزدیک "ہجوم" اور "دفاع" میں کوئی امتیاز ہی نہیں۔ اور بیشک نہ ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ تمام طاقتور سلطنتیں مظلومیت کی اوٹ میں اکثر ظالمانہ کارروائیاں کرتی ہیں لیکن وہ کچھ ہی کریں۔ ہمیں امتیاز کرنا لازم ہے اسلام کے شارع نے ہجوم اور دفاع کے درمیان ایک حد فاصل قائم کی ہے۔ جو لوگ ہجوم کو اسلام میں جائز سمجھتے ہیں اُن کو لازم ہے کہ وہ "ہجوم" اور "اعتدا" کا فرق بھی بخوبی سمجھ لیں۔ "اعتدا" کی سخت ممانعت ہے۔ قرآن کی ابتدائی آیتوں میں جہاں مسلمانوں کو اپنے بچاؤ کے لئے شمشیر بکف ہونے کی اجازت دی گئی ہے یہ لفظ آیا ہے

تم اُن کے خلاف جنگ کرو جو تمہارے درپئے آزار ہیں لیکن پیشدستی یعنی اعتدا کبھی نہ
کرو بتحقیق کہ خدا پیشدستوں سے محبت نہیں کرتا۔ (سورۂ بقرہ)

مسٹر کینیڈے مسجد کے تنگ و تار حجرہ کے رہنے والوں اور روایات پارینہ کی چھان
بین کرنے والوں پر فقرہ چست کرتے ہوئے یہ فرض کرتے ہیں کہ ایک سید یا ایک (
معلوم نہیں جج صاحب ان فرقوں کو کیوں مخصوص کرتے ہیں!) کسی بادشاہ کی ملاز
میں اُس کی ملکی عظمت کا حصہ دار ہے کیا اُس کو اس بناء پر اطاعت سے منہ موڑ
لینا چاہیے کہ اُس کا آقا غیر مسلم اور آقا کا دشمن مسلمان ہے۔ اور اپنے آقا کو موت کے
منہ میں چھوڑ دینا چاہیے۔ بیشک یہ سوال ٹیڑھا ہے لیکن جتنا ٹیڑھا ہے اتنا ہی میرے
دعوے کی مضبوط دلیل ہے کہ مسلمان سپاہیوں کو اپنی رضا سے اس گورنمنٹ کی
ملازمت اِس قلیل تنخواہ پر نہ کرنا چاہیے۔ اُس کی تنخواہ اگرچہ وہ ایک سفید چمڑے
والے سپاہی سے کہیں زیادہ دلیر بہادر اور کامیاب سپاہی ہوتا ہے پھر بھی سفید چمڑے
والے کی تنخواہ کا پانچواں حصہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اُن سپاہیوں سے جنہوں
نے نوکری کر لی ہے ترک کر دینے کو بار بار کہتے ہیں۔ وہ مگر سلطنت کی عظمت میں
اپنے پیٹ کے بل چل کر اور اپنی ناک زمین پر رگڑ کر حصہ لینے کے لئے طلب نہ کئے
جائیں عظمت بھی کونسی! وہ جس میں حصہ لینے کے لئے! افسوس کہ آسمنڈ صاحب اُن
کی مستورات کو ایسی شرمناک دھمکیاں دیکر بلاتے ہیں کہ جن کو میں زبان پر بھی نہیں
لاسکتا۔ اُس کو روز الست کے اقرار کے خلاف اب کوئی نیا اقرار نہیں کرنا چاہئے
میں ممنون ہوں کہ مسٹر کینیڈے نے بھی جوری کے سامنے مقدمہ پیش کرتے ہوئے
اِس کو تسلیم کیا ہے۔ کیا ہم نے یہ کوشش نہیں کی کہ دنیا کے سپاہی خدا کے احکام
کے خلاف خواہ اُن کا بادشاہ ہلاک ہوتا ہو خواہ تخت سے اُتارا جاتا ہو کسی حالت
میں بھی اطاعت کی قسم نہ کھائیں کیا ہم نے کرنیل گائر کی چودہ باتوں کا صبر استقلال

کے ساتھ مطالعہ نہیں کیا؟ گورنمنٹ یہ تو پوچھتی ہے کہ کیا تم کو اپنے قومی شعار کی بنا پر
کسی فوجی کام سے عذر ہوگا یا نہیں۔ لیکن یہ نہیں دریافت کرتی کہ کیا تم کو اپنے
مذہب کے احکام کی بھی پرواہ ہوگی یا نہیں۔ یہ تو پوچھتی ہے کہ کیا تم کو دنیا کے کسی
حصہ میں جانے سے تو عذر نہ ہوگا لیکن یہ نہیں پوچھتی کیا دوزخ میں بھی جانا پڑے
تو جاؤ گے۔ میرا خیال ہے کہ چربی والے کارتوس کے دردناک تاریخ دیکھنے کے بعد
گورنمنٹ یہ جرات نہیں کر سکتی کہ وہ کسی ہندو یا مسلمان سے دریافت کرے کہ
وہ اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی میں مذہبی احکام کی پرواہ کریگا یا نہیں۔ اگر
گورنمنٹ جو کسی زمانہ میں اس قدر محتاط تھی کہ چربی کا شبہ بھی سپاہیوں کی مرضی
کے خلاف انکا ناگوار نہیں کرتی تھی اس کو شک کا فائدہ ضرور دینا چاہیے۔ بے
شک مسٹر کینیڈی ہمارے مذہب کا بانی بہترین انسان تھا اور اس کا لقب
"الامین" تھا جیسا کہ آپ اپنے مقصد کے لئے تسلیم کرتے ہیں۔ چونکہ وہ امین تھا
اس لئے خدا نے فرمایا ہے

"اے ایمان والو! خدا اور رسول
کی اور ایک دوسرے کی امانت میں خیانت نہ کرو اگر تم کو علم ہو (سورہ انفعال)
لہذا کسی مسلمان کو ایسی خدمت نہ کرنی چاہیے کہ جس سے خدا اور رسول کی
یا گروہ مسلمانوں کی امانت میں خلل رونما ہو۔ جن لوگوں نے غلطی سے ایسی
ملازمت کرلی ہے انہیں لازم ہے کہ وہ اپنے دھوکا دینے والوں سے اجتناب
کریں۔ میرا خیال ہے کہ مسٹر کینیڈی کو اب معلوم ہوگیا ہوگا کہ ہماری مذہب کی تعلیم
کیا ہے اگرچہ ہمارے مذہب کی باوجود ملکہ وکٹوریہ کے اعلان کے ان کا ملکی قانون
حفاظت نہیں کرسکتا۔
مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس تفصیلی بحث اور مسٹر کینیڈی کی مذہبی تقریر کے

جواب کے بعد جس سے اُن کی لاعلمی ثابت ہوتی ہے نہ میرے پاس وقت ہے اور نہ کاغذ کہ
میں تحریک خلافت کے متعلق [illegible] کروں کیونکہ اس بارے میں نہ کوئی شہادت
گذری ہے اور نہ مدعی کی طرف سے استغاثہ کیا گیا ہے۔ لیکن آپ کا سوال ہی کامل
ہے اور اسی وجہ سے لارڈ ہارڈنگ نے اس کو سخت افسوسناک قرار دیا ہے اور اس
[illegible] آگاہ کر دیا ہے جو اس کی کافیت کی پالیسی سے ظہور میں آیا ہے۔
ڈکٹیٹ کرے گا چاہتے کہ تحریک خلافت کو جو اب ہندوستان سے باہر نکل چکی ہے
دول کے خلاف قرار دے کر اس کا خاتمہ کر دیں۔ اور اس اثنا میں خاص خاص کام
کرنے والوں کو پا بجولاں رکھیں

لیکن اس قدر تحقیقات کی کیا ضرورت ہے کہ تحریک خلافت کو ابتدا ہی
سے اس کے متعلق بیان کیا جائے اور ہمیں کو فائدہ شک کا تحفہ دیا جائے
سے ان واقعات کو بیان کر دیا جائے کہ اس تحریک کو شروع شروع میں انگلستان
اور ہندوستان کی گورنمنٹ نے نظر پسندیدگی سے دیکھا تھا کیونکہ ٹائمس
آف انڈیا نے وائسرائے کی تقلید کرتے ہوئے ہماری گرفتاری کے بعد تک
یہی خیال ان کو یقین دلانے کی سعی کی کہ گورنمنٹ تحریک خلافت کے موافق
ہے نہ کہ مخالف۔ لیکن ایک حد تک واقعہ تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو جدا کرنے کے
جو گورنمنٹ نے ہیں اور ہماری طرح دوسرے کام کرنے والوں کو جو مذہبی کام
کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں جدا کرنا چاہتی ہے۔ تحریک خلافت کی ایک
خیالی ابتدا قائم کر لی گئی ہے جو موجودہ تحریک سے مختلف ہے اور جس کے ساتھ
انگلستان اور ہندوستان کے بڑے بڑے لوگوں کو ہمدردی ہے۔ مسٹر کینیڈی
فرماتے ہیں کہ اس تحریک نے اُن لوگوں کو بڑی تقویت پہنچائی جو انگلستان
میں اتحادیوں کو مجبور کر رہے تھے کہ ٹرکی کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کیا جائے

یا کم سے کم ہونا ٹیوں کی حمایت نہ کیا ئے۔ مسٹر کینیڈے نے یہ الفاظ اس لیے نہیں فرمائے ہیں کہ ان کو خلافت یا خلافت کی گذشتہ [illegible] سے محبت ہے بلکہ اس لیے کہ خلافت کی خیالی اور دلفریب تصویر کو حقیقت کا جامہ جلد سے جلد پہنانا چاہتے ہیں۔ کیوں نہ ہو؟ خدا کے لیے کوئی یہ تو بتادے کہ ترکوں کے لیے کام کرنے والی جماعت کہاں ہے اور اس نے اب تک کیا کام کیا ہے۔ محض ریاکاری میں [illegible] تو کیا ہے؟ ایک شور ہے کہ قسطنطنیہ مسلمانوں کے لیے بچ لیا گیا ہے۔ لیکن ہم خیال میں قسطنطنیہ سلطان کو قید ملتا ہے۔ ہو نہ ہو اس تھوڑی سی مہربانی کے لیے ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ ہم کو ہمراہی اتحادی کا ممنون ہونا چاہیے۔ ہم نے ان کی دار السلطنت میں جو [illegible] پیش کی لیکن نتیجہ پر غور کیجئے تو وہی ڈھاک کے تین پات لیا تو [illegible] ہز ہائنس حضرت سر آغا خاں کو جو بمبئی پریسیڈنسی کے رولنگ چیف ہیں جن کو توپوں کی سلامی دی جاتی ہے اور جنہوں نے اپنے آپ کو یہ سمجھ کر کہ میری استدعا کبھی قبول نہ کی جائے گی ٹرکی کے خلاف ایک پرائیوٹ سولجر کی حیثیت سے لڑنے کے لیے پیش کیا تھا۔ اب بھولنا نہ چاہیے وقت میں کھینچ رہے ہیں جب ہم جیل میں عقیدہ [illegible] شانِ پیغمبر جس کو شائع کیتے ہیں جاکر گورنمنٹ سے بھیک مانگو۔

ہم [illegible] کہتے ہیں کہ ہم کسی مہربانی یا ذرہ نوازی کی درخواست نہیں کرتے بلکہ اپنے حقوق کو چاہتے ہیں وہ یہ کہ ہمارے خلیفہ کا دنیوی اقتدار قائم رکھا جائے جزیرۃ العرب آزاد کر دیا جائے اور فلسطین، سیریا، عراق سے نگہداشت اٹھالی جائے عثمانی خلافت کے مریدوں کو اس سے کم میں آسودگی نہیں ہوسکتی۔ ہم اس سے کم مہربانی کو مہربانی کرنے والے کے منہ پر دے ماریں گے۔ خدا کا شکر ہے ترکوں کو ایسی مہربانی درکار نہیں جس دن وہ ایسی مہربانی کے خواستگار ہونگے اسی دن وہ ہماری محبت، اطاعت اور [illegible] کے مستحق نہ رہیں گے جو خدا کے فضل سے اب ہر مسلمان کے دل میں موجیں مار رہی ہیں

فقط

[illegible]